شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

# فتاوی ثنائیہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ

مولانا محمد داؤد صاحب راز

"ادارہ ترجمان السنہ"

لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ..........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

## ☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

**﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾**

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

# فتاویٰ ثنائیہ

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے
۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے
کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی

## جلد ثانی

مرتبہ
حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز

ناشر: ادارہ ترجمان السنہ، ۷ ایبک روڈ، لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبع ——————— دوم

مطبع ——————— اشرف پریس لاہور

تاریخ طباعت ——————— فروری ۱۹۷۲ء

تعداد ——————— ایک ہزار

قیمت جلد اول مجلد ——————— -/۲۸ روپے
" دوم " ——————— -/۲۷ "

کامل مجلد ——————— -/۵۵ روپے

طابع وناشر

# ادارہ ترجمان السنۃ

۷۔ ایبک روڈ انارکلی لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فہرست مضامین فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم


| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | کتاب الجنائز | ۱۹ |
| ۲ | تشریحات | 〃 |
| ۳ | قل کے ڈھیلے رکھنا بدعت ہے | ۲۶ |
| ۴ | تشریح | 〃 |
| ۵ | صلوٰۃ الجنازۃ فرض الکفایۃ | ۳۰ |
| ۶ | کسی لکڑی یا پتھر پر میت کا نام کندہ کرنا | 〃 |
| ۷ | تعاقب مع جواب | 〃 |
| ۸ | میت کو تلاوت قرآن کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں | 〃 |
| ۹ | میت کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا | ۳۱ |
| ۱۰ | آنحضرتؐ کے دفن میں تاخیر کیوں ہوئی | 〃 |
| ۱۱ | متوفیہ بیوی کو شوہر غسل دے سکتا ہے | ۳۲ |
| ۱۲ | تعاقب مع جواب | 〃 |
| ۱۳ | ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی | ۳۳ |
| ۱۴ | مردوں کی روحیں الخ | 〃 |
| ۱۵ | میت کی طرف سے روزہ الخ | 〃 |
| ۱۶ | مردے کا کھانا | 〃 |
| ۱۷ | مردے کو ثواب پہنچانے کے لئے الخ | ۳۴ |
| ۱۸ | ایصال ثواب کا احسن طریقہ | 〃 |
| ۱۹ | تیجہ، فاتحہ، چہلم وغیرہ ناجائز رسمیں ہیں | 〃 |
| ۲۰ | ختم قرآن کا مسئلہ | ۳۹ |
| ۲۱ | قبر کو پختہ کرنا، اور عرس وغیرہ کی تردید | 〃 |
| ۲۲ | جنازہ غائبانہ پڑھنا جائز ہے | ۴۱ |
| ۲۳ | قرآن شریف میت کو ثواب پہنچانے کیلئے | ۴۳ |
| ۲۴ | جنازہ کی نماز کے وضو سے الخ | 〃 |
| ۲۵ | جنازہ پر پھولوں کی چادر | 〃 |
| ۲۶ | کیا حضورؐ نے ایسا کیا ہے؟ | ۴۴ |
| ۲۷ | قرأت قرآن کا ثواب | 〃 |
| ۲۸ | ایک لاکھ کلمہ کا ختم | 〃 |
| ۲۹ | میت کو بے وضو غسل دے سکتے ہیں؟ | 〃 |
| ۳۰ | حدیث لقنوا موتاکم کا مطلب کیا ہے | 〃 |
| ۳۱ | مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ | ۴۵ |
| ۳۲ | عورت کے کفن کی تفصیل | ۴۶ |
| ۳۳ | نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز ہے | ۴۷ |
| ۳۴ | نماز عصر کے وقت اگر جنازہ تیار ہو | 〃 |
| ۳۵ | جنازہ کو جلدی لے جانا | 〃 |
| ۳۶ | مردے کا گھڑا الخ | ۴۸ |
| ۳۷ | ایک قبر میں دو تین لاشیں الخ | 〃 |
| ۳۸ | بعد موت مقررہ دنوں میں | 〃 |
| ۳۹ | قبر پر میت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا | 〃 |
| ۴۰ | جنازے پر زور زور سے کلمہ پڑھنا | ۴۹ |
| ۴۱ | قبر میں مردے کی ہڈی الخ | 〃 |
| ۴۲ | قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا الخ | 〃 |
| ۴۳ | تکبیرات جنازہ میں رفع یدین | ۵۰ |
| ۴۴ | نماز جنازہ کے لئے اجازت | 〃 |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- |
| ۴۵ | میت کا غسل دلانے والا الخ | ۵۰ | ۶۹ | جنازہ غائب | ۶۰ |
| ۴۶ | مخلوط جنازہ | ۵۱ | ۷۰ | میت کو عمامہ | 〃 |
| ۴۷ | پیٹ پرستوں کے حیلے | 〃 | ۷۱ | قبروں کی زیارت کا طریقہ | 〃 |
| ۴۸ | کفن پر جواب نامہ لکھنا | 〃 | ۷۲ | تشریح | ۶۱ |
| ۴۹ | ایصال ثواب اور استغفار | 〃 | ۷۳ | قبروں پر سالانہ میلے الخ | ۶۲ |
| ۵۰ | مرد اپنی عورت کو قبر میں | 〃 | ۷۴ | میت عورت پر تابوت | 〃 |
| ۵۱ | شب جمعہ یا شبرات الخ | ۵۲ | ۷۵ | تعاقب | ۶۳ |
| ۵۲ | طعام میت کے لئے الخ | 〃 | ۷۶ | جواب | 〃 |
| ۵۳ | پیر کی جانب سے مٹی ڈالنا | 〃 | ۷۷ | خودکشی والے کا جنازہ | 〃 |
| ۵۴ | بچہ وقت تولد مردہ ہوا الخ | 〃 | ۷۸ | پختہ مزارات | ۶۴ |
| ۵۵ | دعا بعد دفن میت | 〃 | ۱ | باب ہفتم مسائل متفرقہ | ۶۵ |
| ۵۶ | مردے کو تابوت میں الخ | 〃 | ۲ | ذی روح کی تصویر | 〃 |
| ۵۷ | قرآن خوانی میں اختلاف کیوں؟ | ۵۳ | ۳ | دلہا دلہن کے فوٹو | 〃 |
| ۵۸ | میت کو کلوخ کرانا | 〃 | ۴ | سونے کا فریم یا دانت یا گھڑی الخ | ۶۶ |
| ۵۹ | تعزیت کا سنت طریقہ | 〃 | ۵ | آج کل کی منڈیاں الخ | 〃 |
| ۶۰ | خلاف سنت وصیت | 〃 | ۶ | حدیث اذا جاءکم کریم قوم فاکرموہ | ۶۷ |
| ۶۱ | زیارت قبور پر تعاقب | ۵۴ | ۷ | آذر حضرت ابراہیم کے باپ تھے الخ | 〃 |
| ۶۲ | الجواب | 〃 | ۸ | اونٹ گائے کا پیشاب | 〃 |
| ۶۳ | جنازہ بالجہر | 〃 | ۹ | والدین حضرت رسول خدا صلعم | ۶۸ |
| ۶۴ | ادعیہ جنازہ | 〃 | ۱۰ | آیات قرآن کو لکھ کر پلانا | 〃 |
| ۶۵ | جنازہ بالجہر کی مزید تشریح | ۵۵ | ۱۱ | تعویذ وغیرہ لکھنا | 〃 |
| ۶۶ | قبر کے رخ نماز منع؟ | ۵۸ | ۱۲ | کوئی مدرسہ سودی روپیہ سے الخ | 〃 |
| ۶۷ | دفن سے پہلے دعا الخ | 〃 | ۱۳ | مچھلی کی حلت؟ | 〃 |
| ۶۸ | مشکوۃ کی ایک حدیث | 〃 | ۱۴ | تعاقب مع جواب | ۶۹ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۵ | انبوئی مسلمان سے سلام کلام | ۶۹ |
| ۱۶ | بے نمازی کا جنازہ | " |
| ۱۷ | کفار کی نوکری کا کیا حکم ہے | ۷۰ |
| ۱۸ | کچھوا وغیرہ کی حلت پر | " |
| ۱۹ | چند احادیث کی تطبیق | " |
| ۲۰ | شریعت، طریقت وغیرہ کی تعریفات | " |
| ۲۱ | گیارہویں، بارہویں اور ایصال ثواب | ۷۱ |
| ۲۲ | ختنہ کی ابتدا کیسے ہوئی | " |
| ۲۳ | حلال جانور کو خصی کرنا | ۷۲ |
| ۲۴ | عورت کا ذبیحہ | " |
| ۲۵ | داڑھی رکھنا سنت انبیاء ہے | " |
| ۲۶ | دعوت کفار میں شرکت الخ | " |
| ۲۷ | کیا جادو صحیح ہے؟ | ۷۳ |
| ۲۸ | جادو کسی پر کرنا جائز نہیں | " |
| ۲۹ | ناجائز نکاح پڑھانے والا قاضی | ۷۴ |
| ۳۰ | لفظ "شریف" پر ایک سوال | " |
| ۳۱ | کرکٹ، فٹ بال وغیرہ | " |
| ۳۲ | ختنے کی تقریب پر ہدایا | ۷۵ |
| ۳۳ | ادریس علیہ السلام کے بارے میں | " |
| ۳۴ | ایک غلط وظیفہ | " |
| ۳۵ | غنیۃ الطالبین پر ایک سوال | ۷۶ |
| ۳۶ | حدیث ضعیف کی تشریح | " |
| ۳۷ | حدیث پر عمل فرض ہے | " |
| ۳۸ | مکہ مکرمہ میں بدووں کا حج فروخت کرنا | ۷۷ |
| ۳۹ | سرسید مرحوم پر ایک سوال | ۷۷ |
| ۴۰ | ایک غلط وظیفہ | " |
| ۴۱ | درود ماثورہ | " |
| ۴۲ | سویا ہوا آدمی الخ | " |
| ۴۳ | عورتوں کا ناک چھیدنا الخ | ۷۸ |
| ۴۴ | انگریزی بالوں کے بارے میں | " |
| ۴۵ | حقہ نوشی کے بارے میں | " |
| ۴۶ | دیگر | " |
| ۴۷ | تشریح بابت حقہ کشی | ۷۹ |
| ۴۸ | سورج کا عرش کے نیچے سجدہ | ۸۰ |
| ۴۹ | خدا کو ایک ہی دین منظور ہے | ۸۱ |
| ۵۰ | آیا آنحضرت صلعم کی خدمت الخ | " |
| ۵۱ | کتنے مسلمان ہیں جو محتاج تقلید نہ ہوں | " |
| ۵۲ | آنحضرت کا ہر فعل قابل اتباع ہے | ۸۲ |
| ۵۳ | اسلامی اخوت و مرتبہ انسانیت | " |
| ۵۴ | یاجوج ماجوج کون ہیں | ۸۳ |
| ۵۵ | نیا مسلمان اور پرانا | " |
| ۵۶ | عقیقہ پر ایک سوال | " |
| ۵۷ | مسافر کا الوداعی مصافحہ | " |
| ۵۸ | مولوی محمد علی لاہوری کی تفسیر الخ | ۸۴ |
| ۵۹ | جھوٹ کی تفصیل | ۸۵ |
| ۶۰ | زمین گول ہے | " |
| ۶۱ | مشتبہ عطر یا سینٹ کا استعمال | ۸۶ |
| ۶۲ | ایک لڑکا پیدائشی مختون ہے الخ | " |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۶۳ | بے نمازی و شرابی قصاب کا ذبیحہ | ۸۶ |
| ۶۴ | بازاری قصابوں کے ذبیحہ پر تبصرہ | ۸۷ |
| ۶۵ | مرغی کے بارے میں ایک سوال | 〃 |
| ۶۶ | مستانہ مدعوین کو ممتاز مقام پر بٹھانا | ۸۸ |
| ۶۷ | عورت کے لباس پر ایک سوال | ۸۹ |
| ۶۸ | گراموفون پر سوال معہ جواب | 〃 |
| ۶۹ | اگر مسلمان سہواً ذبح کے وقت الخ | 〃 |
| ۷۰ | قرآن پاک کی بے ادبی کرنے والا | ۹۰ |
| ۷۱ | قرآن مجید ہاتھ سے گر جائے الخ | 〃 |
| ۷۲ | انگریزی بسکٹ | 〃 |
| ۷۳ | مصافحہ پر ایک اور سوال معہ جواب | ۹۱ |
| ۷۴ | مہمانوں کی رخصتی پر مصافحہ | 〃 |
| ۷۵ | ایک ہاتھ کے مصافحہ پر تفصیلی تبصرہ | 〃 |
| ۷۶ | قرأت قرآن بذریعہ گراموفون | ۹۷ |
| ۷۷ | قرأت قرآن پر ایک تشریحی مضمون | 〃 |
| ۷۸ | استفسار بابت حرف ضاد (ض) | ۹۹ |
| ۷۹ | تفصیلی تبصرہ | 〃 |
| ۸۰ | عورتوں کو خط و کتابت سکھانا | ۱۰۴ |
| ۸۱ | گراموفون وغیرہ پر فتویٰ | 〃 |
| ۸۲ | رقص و سرود شریعت کی روشنی میں | 〃 |
| ۸۳ | سرطان کے بارے میں | ۱۰۹ |
| ۸۴ | شرکیہ منتر وغیرہ کے بارے میں | ۱۱۰ |
| ۸۵ | تشریح | 〃 |
| ۸۶ | حقہ نوشی کے بارے میں | ۱۱۲ |
| ۸۷ | تمباکو پر ایک علمی تبصرہ | ۱۱۳ |
| ۸۸ | اپلوں سے کھانا پکانا کیسا ہے | ۱۱۷ |
| ۸۹ | ایک گابھن بکری کا ذبیحہ الخ | 〃 |
| ۹۰ | عورتوں کی خوشبو کے بارے میں | 〃 |
| ۹۱ | چند ناموں کے بارے میں | 〃 |
| ۹۲ | ڈاک خانہ میں روپے جمع کرنا الخ | 〃 |
| ۹۳ | تشریحات | 〃 |
| ۹۴ | شیر کی چربی کے بارے میں | ۱۱۸ |
| ۹۵ | قسم کا کفارہ | 〃 |
| ۹۶ | عورتوں کے پردے کے بارے میں | 〃 |
| ۹۷ | عورتوں پر ایک تشریحی مضمون | 〃 |
| ۹۸ | مختلف قسم کی حجامتوں کے متعلق الخ | ۱۲۳ |
| ۹۹ | متفرق مسائل | 〃 |
| ۱۰۰ | داڑھی کس قدر لمبی رکھنی ضروری ہے | 〃 |
| ۱۰۱ | موضوع بالا پر ایک علمی تبصرہ | 〃 |
| ۱۰۲ | حضرت الامام مولانا عبد الجبار غزنوی | ۱۲۷ |
| ۱۰۳ | ٹسر ریشم وغیرہ کی تفصیل | ۱۳۰ |
| ۱۰۴ | جاپانا سلک کے بارے میں | 〃 |
| ۱۰۵ | عقیقہ کے بارے میں ایک سوال | 〃 |
| ۱۰۶ | تعاقب | 〃 |
| ۱۰۷ | اظہار شکریہ از مفتی | 〃 |
| ۱۰۸ | تعاقب بر تعاقب معہ جواب | 〃 |
| ۱۰۹ | بندوق کے شکار کے بارے میں | ۱۳۲ |
| ۱۱۰ | کچھوے کے بارے میں | ۱۳۳ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۱۱ | سور کے بارے میں | ۱۳۳ |
| ۱۱۲ | طعام نذر اللہ | 〃 |
| ۱۱۳ | مدت رضاعت | 〃 |
| ۱۱۴ | ایک شراب فروش کے بارے میں | 〃 |
| ۱۱۵ | پان کے تحفہ پر السلام علیکم | ۱۳۴ |
| ۱۱۶ | منت برائے خدمت مسجد | ۱۳۵ |
| ۱۱۷ | شادیوں میں گانا بجانا | 〃 |
| ۱۱۸ | داڑھی کا رکھنا کہاں تک ثابت ہے | ۱۳۶ |
| ۱۱۹ | تشریح مزید | 〃 |
| ۱۲۰ | حائضہ عورت سے میل ملاپ الخ | ۱۳۹ |
| ۱۲۱ | پیشاب کے بعد الخ | 〃 |
| ۱۲۲ | کیا پختہ مکان بنانا جائز ہے؟ | 〃 |
| ۱۲۳ | دعوت بعد تعمیر مکان | 〃 |
| ۱۲۴ | سٹہ قمار بازی ہے | ۱۴۰ |
| ۱۲۵ | نومسلموں کے بارے میں ایک فتویٰ | 〃 |
| ۱۲۶ | علاج کے لئے شراب نوشی | 〃 |
| ۱۲۷ | لڑکوں کے جاہلانہ نام | 〃 |
| ۱۲۸ | فوجی باجے کے بارے میں | ۱۴۱ |
| ۱۲۹ | تعاقب | 〃 |
| ۱۳۰ | اپنی رائے کے متعلق مفتی کا اعلان | 〃 |
| ۱۳۱ | چاندی کی انگوٹھی وغیرہ | 〃 |
| ۱۳۲ | داماد اور ساس کے بارے میں | ۱۴۱ |
| ۱۳۳ | تجارت شراب کے لئے مکان الخ | 〃 |
| ۱۳۴ | میری لعنت کے لئے دو مردہ الخ | ۱۴۲ |
| ۱۳۵ | شرعی سزاؤں کے بارے میں | 〃 |
| ۱۳۶ | تعاقب بابت دعوت ختنہ | ۱۴۲ |
| ۱۳۷ | اتھو کوا قوالی۔ تشریح | ۱۴۳ |
| ۱۳۸ | سفر عورت برائے حج بغیر محرم | ۱۴۴ |
| ۱۳۹ | ایام عاشورہ کی شادی | 〃 |
| ۱۴۰ | شہادت حسین علیہ السلام | 〃 |
| ۱۴۱ | پیر بغدادی و امام مہدی کا مذہب | 〃 |
| ۱۴۲ | قنوت میں "اہدنی" اور "اہدنا" | ۱۴۵ |
| ۱۴۳ | قاضی کے مخصوص حقوق | 〃 |
| ۱۴۴ | کام کے وقت اگر کسی کو سلام کرنا | ۱۴۶ |
| ۱۴۵ | لڑکے سے کب پردہ کیا جائے | 〃 |
| ۱۴۶ | علماء اہلحدیث سے ایک سوال | 〃 |
| ۱۴۷ | تعاقب بر فتویٰ بندقہ | ۱۴۷ |
| ۱۴۸ | جواب تعاقب | 〃 |
| ۱۴۹ | بعد اقامت سنت نماز | ۱۵۰ |
| ۱۵۰ | من عرف نفسہ فقد عرف ربہ الخ | 〃 |
| ۱۵۱ | خطبہ جمعہ میں عصا ہاتھ میں لینا | 〃 |
| ۱۵۲ | قبر پر پتھر وغیرہ کا نشان رکھنا | ۱۵۱ |
| ۱۵۳ | عشرہ محرم میں کھیل کود | 〃 |
| ۱۵۴ | قرآن پاک کو صحیح طریق سے پڑھنا | 〃 |
| ۱۵۵ | اوراد کے لئے طریق مسنونہ | ۱۵۲ |
| ۱۵۶ | خرگوش کے بارے میں | ۱۵۳ |
| ۱۵۷ | نزول مسیح پر ایک سوال | 〃 |
| ۱۵۸ | چند بزرگوں کے بارے میں | ۱۵۳ |
| ۱۵۹ | مرغ کے ذبح پر ایک سوال | 〃 |
| ۱۶۰ | تاش جوا وغیرہ ہر جگہ منع ہے | 〃 |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۶۱ | واعظین کی خدمت کے لئے | ۱۵۳ |
| ۱۶۲ | تعویذ گنڈوں کے بارے میں | ۱۵۴ |
| ۱۶۳ | تشریح | 〃 |
| ۱۶۴ | ایک حدیث کی تشریح | ۱۵۵ |
| ۱۶۵ | رؤیائے انبیاء علیہم السلام | 〃 |
| ۱۶۶ | تفسیر القرآن ثنائی پر ایک سوال | 〃 |
| ۱۶۷ | سورج اور چاند گرہن الخ | ۱۵۶ |
| ۱۶۸ | حدیث اصحابی کالنجوم صحیح نہیں | 〃 |
| ۱۶۹ | بعد مرگ کراماتوں کا سلسلہ | 〃 |
| ۱۷۰ | حضرت خلیل پر ایک سوال | ۱۵۷ |
| ۱۷۱ | شیعہ کا ایک بیکار اعتراض | 〃 |
| ۱۷۲ | یہود کا بندر بننا | ۱۵۸ |
| ۱۷۳ | حضرت خلیل کا آگ میں ڈالا جانا | 〃 |
| ۱۷۴ | فرشتوں کے پر | 〃 |
| ۱۷۵ | بحث تسبیح دانہ | 〃 |
| ۱۷۶ | قرآن و احادیث کا ترجمہ کرنا | ۱۵۹ |
| ۱۷۷ | علماء کے فتاوی کے بارے میں | 〃 |
| ۱ | **کتاب النکاح** | ۱۶۱ |
| ۲ | افتتاحیہ | 〃 |
| ۳ | نکاح کیا ہے؟ | ۱۶۲ |
| ۴ | مقصد نکاح | ۱۶۳ |
| ۵ | علماء کے اقوال | ۱۶۵ |
| ۶ | کون عورتیں لائق نکاح ہیں | 〃 |
| ۷ | تعداد ازواج | ۱۶۶ |
| ۸ | کفو و ولایت | ۱۶۶ |
| ۹ | شرائط نکاح | ۱۶۸ |
| ۱۰ | زفاف | ۱۷۰ |
| ۱۱ | حقوق زوجیت | ۱۷۱ |
| ۱۲ | بکر کی شادی حمیدہ سے | ۱۷۲ |
| ۱۳ | حرام کے حمل میں نکاح | ۱۷۴ |
| ۱۴ | تشریحیہ | 〃 |
| ۱۵ | تشریح | 〃 |
| ۱۶ | بالغہ کی شادی نہ کرنا کیسا ہے؟ | ۱۷۵ |
| ۱۷ | تعاقب | 〃 |
| ۱۸ | فتوی متعلق نکاح زانیہ | ۱۷۶ |
| ۱۹ | مجلس نکاح میں غیر مسلم | ۱۷۸ |
| ۲۰ | لڑکی کو جو بوقت نکاح ملے | 〃 |
| ۲۱ | تشریحیہ | 〃 |
| ۲۲ | جواب تعاقب | ۱۷۹ |
| ۲۳ | اسلام میں قومیت کا لحاظ نہیں | ۱۸۰ |
| ۲۴ | مسئلہ کفائت اور اسلام | ۱۸۱ |
| ۲۵ | مسئلہ کفو کی تحقیق | ۱۸۸ |
| ۲۶ | زانی و شرابی خاوند | ۱۸۹ |
| ۲۷ | بیمار خاوند کے بارے میں | 〃 |
| ۲۸ | مہر اگناہ ہے | ۱۹۰ |
| ۲۹ | زیبناز کس وقت میں کیا کرے | 〃 |
| ۳۰ | ایک منکوحہ فوت ہو گئی | 〃 |
| ۳۱ | عورت کا پردہ | ۱۹۱ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۳۲ | شاگرد سے بھی پردہ ضروری ہے | ۱۹۱ | ۵۶ | مکرر اصلاح و شرفیہ | ۲۰۱ |
| ۳۳ | ایک نامرد خاوند کے بارے میں | 〃 | ۵۷ | آج کل لونڈی کوئی نہیں | ۲۰۲ |
| ۳۴ | فتاوی دہلی | 〃 | ۵۸ | ایک عورت الخ | 〃 |
| ۳۵ | نکاح کے بعد دلہا کا کھڑا ہونا | ۱۹۵ | ۵۹ | شرفیہ | ۲۰۴ |
| ۳۶ | مجلس نکاح میں چھوہارے | 〃 | ۶۰ | معلقہ اور مرتدہ کا نکاح | 〃 |
| ۳۷ | طلاق کے لئے بی بی کو خبر کرنا ضروری نہیں | ۱۹۶ | ۶۱ | لڑکی پشاور میں اور لڑکا بصرہ میں | ۲۰۹ |
| ۳۸ | طلاق رجعی میں کفارہ نہیں | 〃 | ۶۲ | زید شادی کے بعد پاگل ہوگیا | 〃 |
| ۳۹ | ایام حیض میں نکاح جائز ہے | 〃 | ۶۳ | طلاق بغیر دوسرا نکاح جائز نہیں | ۲۱۰ |
| ۴۰ | تعاقب و جواب | 〃 | ۶۴ | شرفیہ | 〃 |
| ۴۱ | طلاق کنائی | ۱۹۷ | ۶۵ | مہر کے عوض الخ | 〃 |
| ۴۲ | شرفیہ | 〃 | ۶۶ | زانی مرد اور زانیہ عورت | ۲۱۱ |
| ۴۳ | عیسائی عورت سے مسلمان کی شادی | 〃 | ۶۷ | زید کا ہندہ سے الخ | 〃 |
| ۴۴ | عدم بلوغت کی شادی | 〃 | ۶۸ | شرفیہ | 〃 |
| ۴۵ | شرفیہ | 〃 | ۶۹ | نکاح لاعلمی میں عدت کے اندر | 〃 |
| ۴۶ | تشریح مفید | ۱۹۸ | ۷۰ | نکاح کی ضرورت خاصہ | 〃 |
| ۴۷ | غفورہ کی شادی عمر سے الخ | ۱۹۹ | ۷۱ | شرفیہ | ۲۱۲ |
| ۴۸ | ایک حنفی کہتا ہے | 〃 | ۷۲ | تشریح مفید | ۲۱۳ |
| ۴۹ | زید کا نکاح ہندہ سے | 〃 | ۷۳ | بیمار عورت پر طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں | ۲۱۴ |
| ۵۰ | بارہ سال کے لڑکے کی طلاق | ۲۰۰ | ۷۴ | مرد سینیر ہے عورت جونیئر | 〃 |
| ۵۱ | داڑھی منڈے کا نکاح | 〃 | ۷۵ | ایک مجلس کی تین طلاقیں | ۲۱۴ |
| ۵۲ | طلاق بدعی ہوگی یا نہ | 〃 | ۷۶ | ایک اعتراض مع جواب | 〃 |
| ۵۳ | منگنی کا ثبوت | ۲۰۱ | ۷۷ | شرفیہ | ۲۱۶ |
| ۵۴ | شرفیہ | 〃 | ۷۸ | سوال مع جواب | ۲۲۰ |
| ۵۵ | سوتیلی دادی سے نکاح حرام ہے | 〃 | ۷۹ | تشریح مسئلہ طلاق ثلاثہ | ۲۲۱ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۸۰ | فتویٰ مولانا سیف بنارسی | ۲۲۸ | ۱۰۵ | فسخ نکاح بذریعہ عدالت | ۲۷۴ |
| ۸۱ | فتویٰ مولانا منیر خاں مرحوم | ۲۲۹ | ۱۰۶ | ایک فراری عورت | " |
| ۸۲ | فتویٰ مولانا شائق مئوی | " | ۱۰۷ | مسئلہ | " |
| ۸۳ | سیشن جج کا فیصلہ | ۲۳۰ | ۱۰۸ | جھوٹ بولنے سے طلاق نہیں ہوگی | ۲۷۵ |
| ۸۴ | فتویٰ مولانا عبد الجبار صاحب کھنڈیلوی | ۲۳۱ | ۱۰۹ | ایلار کی ایک صورت | " |
| ۸۵ | فتویٰ مولانا عبد الجلیل صاحب شہنیاں | ۲۳۳ | ۱۱۰ | سوالات کے جوابات | ۲۷۶ |
| ۸۶ | فتویٰ علمار جامعہ رحمانیہ بنارس | ۲۳۴ | ۱۱۱ | حضرت فاطمہ رض کا مہر | ۲۷۷ |
| ۸۷ | فتویٰ مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری | ۲۳۶ | ۱۱۲ | زیور کس کی ملک ہے؟ | " |
| ۸۸ | فتویٰ مولانا عبد السلام صاحب دہلوی | ۲۳۹ | ۱۱۳ | ہر نکاح کے لئے ولی ضروری ہے | " |
| ۸۹ | فتویٰ مولانا عبد الجبار صاحب شکراوی | ۲۴۰ | ۱۱۴ | شرفیہ | " |
| ۹۰ | فتویٰ علمار دار العلوم دربھنگہ | " | ۱۱۵ | لانکاح الا بولی | ۲۷۸ |
| ۹۱ | تین طلاق اور حنفی مذہب از مولانا محمد دہلوی | ۲۴۹ | ۱۱۶ | ۸۰ سالہ خاوند اور ۳۵ سالہ بیوی | ۲۸۱ |
| ۹۲ | علمار احناف کا فتویٰ | ۲۵۴ | ۱۱۷ | برتھ کنٹرول منع ہے؟ | " |
| ۹۳ | طلاق کا مسئلہ از حافظ علی بہادر | ۲۵۹ | ۱۱۸ | لیپنامی کے ماسے کی لڑکی ہے | " |
| ۹۴ | ایک وقت کی تین طلاق اور حنفی علمار کا فتویٰ | ۲۶۰ | ۱۱۹ | نکاح بٹہ جائز نہیں | ۲۸۲ |
| ۹۵ | مفقود الخبر کے بارے میں | " | ۱۲۰ | رجوع عدت کے اندر ہوتا ہے | " |
| ۹۶ | شرفیہ | " | ۱۲۱ | دو طلاقوں پر حنفی علمار کا فتویٰ | " |
| ۹۷ | مفقود الخبر از علامہ سیالکوٹی | ۲۶۱ | ۱۲۲ | حلالہ کیا چیز ہے؟ ملہ | " |
| ۹۸ | از مولانا عبد التواب ملتانی | ۲۶۹ | ۱۲۳ | " " " ۲ملہ | ۲۸۴ |
| ۹۹ | از مولانا عبد الحق ملتانی | ۲۷۱ | ۱۲۴ | عقد نکاح کے بعد بادام مصری | ۲۸۵ |
| ۱۰۰ | اہل حدیث | ۲۷۲ | ۱۲۵ | شادی میں باجہ | ۲۸۷ |
| ۱۰۱ | شرفیہ | ۲۷۳ | ۱۲۶ | تعاقب | " |
| ۱۰۲ | دودھ کے رشتے مثل نسب کے حرام | " | ۱۲۷ | ایک سوال مع جواب | " |
| ۱۰۳ | بتغیر فسخ یا طلاق کے الخ | " | ۱۲۸ | برات کی دعوت | ۲۹۱ |
| ۱۰۴ | جائز اور صحیح ولی باپ ہے | " | ۱۲۹ | بابت ظہار | " |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۳۰ | عیسائی عورت کی شادی | ۲۹۶ | ۱۵۴ | متعہ کی حرمت کیسے ہوئی | ۳۱۱ |
| ۱۳۱ | دعوت ولیمہ اور قربانی | 〃 | ۱۵۵ | نابالغوں کا نکاح | 〃 |
| ۱۳۲ | تشریح | 〃 | ۱۵۶ | شادی کا دو طرفہ بوجھ | 〃 |
| ۱۳۳ | عورت مختار ہے | 〃 | ۱۵۷ | اپنی بیوی کا دودھ پینا | ۳۱۱ |
| ۱۳۴ | میاں بیوی طلاق سے منکر ہوں تو | 〃 | ۱۵۸ | تشریح | ۳۱۲ |
| ۱۳۵ | زید و بکر دونوں الخ | ۲۹۷ | ۱۵۹ | مہر فاطمہ رضی اللہ عنہا | ۳۱۳ |
| ۱۳۶ | ایک جاہلانہ کلام | 〃 | ۱۶۰ | اپنی عورت کا نواسہ | 〃 |
| ۱۳۷ | تشریح | 〃 | ۱۶۱ | باجہ اور سود والی شادیاں | 〃 |
| ۱۳۸ | شرعی طلاقیں | ۲۹۸ | ۱۶۲ | تعاقب مع جواب مفتی | 〃 |
| ۱۳۹ | طلاق رجعی کی عدت الخ | 〃 | ۱۶۳ | ساس سے نکاح بہر حال حرام ہے | ۳۱۴ |
| ۱۴۰ | لڑکی کے بدن پر برص الخ | ۲۹۹ | ۱۶۴ | نابالغ کا نکاح و طلاق | 〃 |
| ۱۴۱ | جبریہ طلاق جائز نہیں | ۳۰۰ | ۱۶۵ | تشریح | 〃 |
| ۱۴۲ | تشریح | 〃 | ۱۶۶ | خط یا تار سے ایجاب و قبول | ۳۱۵ |
| ۱۴۳ | یاد دہانی (از مولانا مودودی) | ۳۰۱ | ۱۶۷ | تشریح | 〃 |
| ۱۴۴ | فتویٰ بابت نکاح بیوگاں | 〃 | ۱۶۸ | غلام فاطمہ الخ | 〃 |
| ۱۴۵ | مرد کمائے عورت گھر سنبھالے | ۳۰۳ | ۱۶۹ | اگر عورت الخ معہ تشریح | ۳۱۶ |
| ۱۴۶ | تعاقب معہ جواب | ۳۰۴ | ۱۷۰ | لغو کلمات و تشریح | 〃 |
| ۱۴۷ | تعاقب ثانی معہ جواب | ۳۰۵ | ۱۷۱ | طلاق کنائی | ۳۱۷ |
| ۱۴۸ | انعقاد نکاح تراضی طرفین پر | 〃 | ۱۷۲ | عدت گذارنے کے بعد | 〃 |
| ۱۴۹ | بے ہوشی کی طلاق | ۳۰۶ | ۱۷۳ | خاوند صریح ظلم کرے تو الخ | 〃 |
| ۱۵۰ | تشریح | 〃 | ۱۷۴ | تشریح | ۳۱۸ |
| ۱۵۱ | طلاق سکران | ۳۰۷ | ۱۷۵ | اول مرتبہ حیض | 〃 |
| ۱۵۲ | دو بھائیوں کا قصہ | ۳۰۹ | ۱۷۶ | طلاق بحکم اقتصار النص | 〃 |
| ۱۵۳ | مرد مشرق میں اور عورت مغرب میں | ۳۱۰ | ۱۷۷ | تعاقب معہ جواب | ۳۱۹ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۱۷۸ | نکاح میں کلمے پڑھانا الخ | ۳۱۹ |
| ۱۷۹ | مشرکہ عورت سے الخ و تشرفیہ | ″ |
| ۱۸۰ | اہل کتاب کی عورتوں سے | ۳۲۰ |
| ۱۸۱ | مہر کب ادا کرے | ″ |
| ۱۸۲ | ہندہ وزینب دو بہنیں ہیں | ۳۲۱ |
| ۱۸۳ | زناکاروں کے چیلے بہانے | ″ |
| ۱۸۴ | پھوپھیری بہن محرم نہیں | ۳۲۲ |
| ۱۸۵ | مفلس خاوند کی بیوی کیا کرے | ″ |
| ۱۸۶ | تشرفیہ | ″ |
| ۱۸۷ | ایسا نکاح جائز نہیں | ۳۲۴ |
| ۱۸۸ | حالت حیض میں جماع | ″ |
| ۱۸۹ | تشرفیہ | ″ |
| ۱۹۰ | ولیمہ اور محفل رقص و تشرفیہ | ″ |
| ۱۹۱ | ایک عورت کو اس کے الخ | ۳۲۵ |
| ۱۹۲ | تشرفیہ | ″ |
| ۱۹۳ | مرتد کا نکاح فسخ ہے | ۳۲۶ |
| ۱۹۴ | تشرفیہ | ″ |
| ۱۹۵ | بٹہ کا رشتہ | ″ |
| ۱۹۶ | عورت ولی نہیں ہوسکتی | ۳۲۷ |
| ۱۹۷ | مطلقہ کی عدت، و تشرفیہ | ″ |
| ۱۹۸ | ایک حنفی کا اعتراض | ″ |
| ۱۹۹ | بے دین کے ساتھ الخ و تشرفیہ | ۳۲۸ |
| ۲۰۰ | حاملہ مطلقہ کی عدت | ″ |
| ۲۰۱ | تعاقب مع جواب | ″ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۲۰۲ | نکاح میں جبر جائز نہیں | ۳۲۹ |
| ۲۰۳ | لڑکے والا لڑکی والے سے نقدی الخ | ″ |
| ۲۰۴ | تشرفیہ | ۳۳۰ |
| ۲۰۵ | باکرہ حاملہ سے نکاح و تشرفیہ | ″ |
| ۲۰۶ | بغیر طلاق کے نکاح کر دیا | ″ |
| ۲۰۷ | نکاح میں کتنے فرض ہیں؟ | ″ |
| ۲۰۸ | تشرفیہ | ″ |
| ۲۰۹ | دودھ کے بھائی بہن | ۳۳۱ |
| ۲۱۰ | رخصتی سے قبل خاوند کا انتقال | ″ |
| ۲۱۱ | تشرفیہ | ″ |
| ۲۱۲ | دعوت برات دلہا سے لے کر الخ | ″ |
| ۲۱۳ | بھاوج کے ساتھ الخ | ۳۳۲ |
| ۲۱۴ | رشتہ شیعہ مذہب سے الخ | ″ |
| ۲۱۵ | تشرفیہ | ″ |
| ۲۱۶ | منگنی کی مٹھائی کی جگہ الخ | ″ |
| ۲۱۷ | لڑکی سے ایجاب قبول کرانا | ″ |
| ۲۱۸ | بہن کے گھر شادی میں کچھ دینا | ″ |
| ۲۱۹ | بعض لڑکوں کے ماں باپ | ۳۳۳ |
| ۲۲۰ | چچی اور بھتیجے کا نکاح | ″ |
| ۲۲۱ | بدکار خاوند الخ | ″ |
| ۲۲۲ | سفر میں عقیقہ درست ہے | ۳۳۴ |
| ۲۲۳ | میاں یا بیوی کے مرنے پر غسل الخ | ″ |
| ۲۲۴ | گواہوں کی شرط مسلمہ ہے | ″ |
| ۲۲۵ | مدت رضاعت میں دودھ پینا، | ″ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۲۶ | خاوند نے بیوی کا سینہ چوم لیا | ۳۳۵ |
| ۲۲۷ | المسلمون علی شروطھم | 〃 |
| ۲۲۸ | ایک تعاقب مع جواب | 〃 |
| ۲۲۹ | تشریح | ۳۳۷ |
| ۲۳۰ | ایک غریب بیوہ | ۳۳۸ |
| ۲۳۱ | منکوحہ فاحشہ کا خاوند الخ | 〃 |
| ۲۳۲ | نان ونفقہ نہ دینے والے کا حکم | ۳۳۹ |
| ۲۳۳ | شرفیہ | 〃 |
| ۲۳۴ | اصلاح | ۳۴۰ |
| ۲۳۵ | زینب نے ہندو کے ساتھ نکاح کیا | 〃 |
| ۲۳۶ | عرصہ ۴ سال تک لاپتہ | ۳۴۱ |
| ۲۳۷ | شرفیہ | 〃 |
| ۲۳۸ | مفقود الخبر کے لئے چار سال کی وجہ | 〃 |
| ۲۳۹ | شرفیہ | 〃 |
| ۲۴۰ | بدصورتی کی وجہ سے طلاق | ۳۴۲ |
| ۲۴۱ | شرفیہ | ۳۴۳ |
| ۲۴۲ | فسخ نکاح بحکم حاکم ہوگا | 〃 |
| ۲۴۳ | نکاح شغار کی تحقیق | ۳۴۴ |
| ۲۴۴ | اہلحدیث معہ شرفیہ | ۳۵۰ |
| ۲۴۵ | ملکی زمین مہر میں داخل نہیں | 〃 |
| ۲۴۶ | حلق بہر حال حرام ہے | 〃 |
| ۲۴۷ | ایک عورت قوم ارائیں الخ | 〃 |
| ۲۴۸ | کیا فرماتے ہیں علمائے دین | ۳۵۱ |
| ۲۴۹ | اغوا شدہ عورت کا نکاح | 〃 |
| ۲۵۰ | طلاق خلع کے بعد | ۳۵۲ |
| ۲۵۱ | ماں ولی نہیں ہوسکتی۔ وشرفیہ | 〃 |
| ۱ | کتاب البیوع | ۳۵۳ |
| ۲ | افتتاحیہ از نواب بھوپالی | 〃 |
| ۳ | بیع سلم کا بیان | ۳۵۴ |
| ۴ | شرفیہ | 〃 |
| ۵ | شرائط بیع سلم | ۳۵۵ |
| ۶ | سوال مع جواب | ۳۵۷ |
| ۷ | مردار ہڈی کی تجارت | 〃 |
| ۸ | شرفیہ | 〃 |
| ۹ | تشریح | ۳۵۸ |
| ۱۰ | کرایہ اراضی وتشریح | 〃 |
| ۱۱ | ایک شخص کسی کو روپیہ دیتا ہے | 〃 |
| ۱۲ | شراب کی آمدنی حرام ہے | ۳۵۹ |
| ۱۳ | شرفیہ | 〃 |
| ۱۴ | غیر مسلم سے سودا کرنا جائز ہے | 〃 |
| ۱۵ | ربوٰ کی تشریح وتفصیلات | 〃 |
| ۱۶ | سود کہیں بھی جائز نہیں | ۳۶۰ |
| ۱۷ | ہندوستان دار الحرب نہیں | 〃 |
| ۱۸ | رشوت اور سود کھانا حرام ہے | 〃 |
| ۱۹ | سودی روپیہ سے تجارت جائز نہیں | ۳۶۳ |
| ۲۰ | ادھار غلہ بھاؤ بڑھا کر دینا | ۳۶۴ |
| ۲۱ | تشریح مفید | ۳۶۵ |
| ۲۲ | بیع الوفار کے بیان میں | ۳۶۶ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۳ | زید نے اپنے الخ | ۳۶۹ | ۴۷ | کمیشن عرف عام پر الخ | ۳۹۳ |
| ۲۴ | شرفیہ | ″ | ۴۸ | شرفیہ | ″ |
| ۲۵ | ٹھیکے پر زمین دینا | ۳۷۰ | ۴۹ | بھاؤ بتانے میں دغا جائز نہیں | ۳۹۴ |
| ۲۶ | تشریح | ″ | ۵۰ | تشریح | |
| ۲۷ | بیمہ زندگی | ۳۷۱ | ۵۱ | نسیہ بیس روپے کا الخ | ۳۹۵ |
| ۲۸ | شرفیہ | ″ | ۵۲ | بینک کا سود | ″ |
| ۲۹ | تشریح از مولانا مبارک پوری | ۳۷۲ | ۵۳ | شرفیہ | ۳۹۶ |
| ۳۰ | تعاقب | ۳۷۴ | ۵۴ | تشریح از مولانا جھنڈے نگری | ″ |
| ۳۱ | فتوی مولانا عبدالصمد مبارکپوری | ۳۷۵ | ۵۵ | مولوی عبدالواحد غزنوی کا فتوی | ۳۹۸ |
| ۳۲ | مذاکرہ علمیہ متعلق منی آرڈر | ″ | ۵۶ | تعاقب از مولانا محمد یعقوب برق | ۳۹۹ |
| ۳۳ | مذاکرہ علمیہ بابت وی، پی | ۳۸۳ | ۵۷ | از علامہ قاضی اظہر مبارکپوری | ″ |
| ۳۴ | مذاکرہ علمیہ بابت حدیث ربوٰ | ۳۸۷ | ۵۸ | گم شدہ چیز کا اعلان | ″ |
| ۳۵ | زانیہ سے بیع الخ | ۳۹۰ | ۵۹ | ڈاک خانے کے کیش الخ | ″ |
| ۳۶ | شرفیہ | ″ | ۶۰ | ٹھیکیدار شراب کی ملازمت | ۴۰۰ |
| ۳۷ | ناجائز میلوں میں تجارت | ″ | ۶۱ | تشریح | ″ |
| ۳۸ | ساڑھیوں کا بیچنا منع نہیں | ″ | ۶۲ | کھیتی باڑی اور اراضی مرہونہ | ″ |
| ۳۹ | ساہوکاری اور تجارت پیشہ | ۳۹۱ | ۶۳ | ایک ناجائز سودا | ″ |
| ۴۰ | بازاری عورت سے الخ | ″ | ۶۴ | تجارت میں دغا قریب منع ہے | ۴۰۱ |
| ۴۱ | شرفیہ | ″ | ۶۵ | دباغت سے پہلے مردار چمڑے الخ | ″ |
| ۴۲ | ایک بازاری عورت الخ | ″ | ۶۶ | تشریح | ″ |
| ۴۳ | شراکت میں کام جائز ہے | ۳۹۲ | ۶۷ | تجارتی کمپنی بنانا | ۴۰۲ |
| ۴۴ | ایک ناجائز بیع | ″ | ۶۸ | گائے ادھیارے پر دینا | ″ |
| ۴۵ | ہبہ واپس نہیں ہوسکتا | ۳۹۳ | ۶۹ | تشریح | ″ |
| ۴۶ | کمیشن پر تجارت جائز ہے | ″ | ۷۰ | قرآن وحدیث پڑھانے پر تنخواہ | ۴۰۳ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۷۱ | ملازم کو سرقہ ڈبل حرام ہے | ۴۰۳ |
| ۷۲ | تصویریں، نشہ آور چیز کی تجارت | ″ |
| ۷۳ | تمباکو، سگریٹ وغیرہ کی تجارت | ″ |
| ۷۴ | تشریح | ۴۰۴ |
| ۷۵ | گوہ اور سانپ کی تجارت | ″ |
| ۷۶ | تشریح | ″ |
| ۷۷ | پونڈ میں کمی بیشی جائز ہے | ″ |
| ۷۸ | اگر کسی شخص پر الخ | ۴۰۵ |
| ۷۹ | اگر کوئی شخص کوئی جانور الخ | ″ |
| ۸۰ | تاڑی کے لئے درخت کو کرایہ پر دینا | ″ |
| ۸۱ | تعاقب مع جواب | ۴۰۶ |
| ۸۲ | تعاقب مع جواب | ″ |
| ۸۳ | جو اشیاء خاص کر الخ | ۴۰۷ |
| ۸۴ | تعمیر مکان پر دعوت الخ | ″ |
| ۸۵ | ٹرام کمپنی کے شیئر | ″ |
| ۸۶ | آلو اور ملکی مال سودیہ میں نہیں ہے | ۴۰۸ |
| ۸۷ | گندم کا ایک ناجائز سودا | ″ |
| ۸۸ | ایک شخص کے پاس زید و عمر نے الخ | ″ |
| ۸۹ | سرکاری بینک کا سود | ۴۰۹ |
| ۹۰ | رہن اراضی بعض علماء کے نزدیک الخ | ″ |
| ۹۱ | تشریح | ۴۱۰ |
| ۹۲ | فائدہ مرہون | ۴۱۲ |
| ۹۳ | تعاقب | ۴۱۳ |
| ۹۴ | اراضی مرہونہ کا نفع | ۴۱۴ |
| ۹۵ | مولانا احمد اللہ شیخ الحدیث دہلوی الخ | ۴۱۵ |
| ۹۶ | مولانا عبدالستار کلانوری کا فتوی | ۴۱۶ |
| ۹۷ | مولانا خالد بھوپالی کا تبصرہ | ۴۱۷ |
| ۹۸ | عقد مضاربت | ۴۲۱ |
| ۹۹ | زید سوداگر چرم ہے | ۴۲۲ |
| ۱۰۰ | دیوالیہ کے متعلق | ″ |
| ۱۰۱ | تاجروں کا ایک عرف عام | ″ |
| ۱۰۲ | لقطہ کے بارے میں | ۴۲۳ |
| ۱۰۳ | تشریح | ″ |
| ۱۰۴ | بیع سلم | ۴۲۴ |
| ۱۰۵ | احتکار کا مفہوم | ″ |
| ۱۰۶ | جائداد ہبہ کرنے پر | ″ |
| ۱۰۷ | مردہ جانور کا گوشت | ″ |
| ۱۰۸ | زید نے بکر کو الخ | ۴۲۵ |
| ۱۰۹ | دینی خدمات پر اجرت الخ | ″ |
| ۱۱۰ | ایک حدیث کی تفصیل | ″ |
| ۱۱۱ | سکھوں سے خرید و فروخت جائز ہے | ″ |
| ۱۱۲ | خشک خون کی تجارت الخ | ″ |
| ۱۱۳ | قرض کے متعلق | ″ |
| ۱۱۴ | سینما کی ملازمت حرام ہے | ۴۲۶ |
| ۱۱۵ | تمسکی نفع | ″ |
| ۱۱۶ | اجارہ پر کھیت دینا | ″ |
| ۱۱۷ | تشریح | ″ |
| ۱۱۸ | کفار سے سود لینا | ″ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۱۹ | نوٹ پر بٹہ | ۴۲۶ | ۱۴۳ | شراب بیچنے کے لئے مکان الخ | ۴۲۶ |
| ۱۲۰ | کمائی صورت ثانیہ | " | ۱۴۴ | لاٹری قمار ہے | ۴۲۷ |
| ۱۲۱ | تشریحیہ | ۴۲۷ | ۱۴۵ | رجسٹری آفس میں محرری الخ | " |
| ۱۲۲ | اناج کو فصل سے الخ | ۴۲۸ | ۱۴۶ | بلیک مارکیٹ | " |
| ۱۲۳ | تجارت میں نفع مقرر کرنا | ۴۲۹ | ۱۴۷ | دو تین سال قبل ثمر خریدنا الخ | " |
| ۱۲۴ | سودی تمسکات | " | ۱۴۸ | تشریحیہ | " |
| ۱۲۵ | سٹے واحد کو الخ | " | ۱۴۹ | ایک آیت کی بابت | ۴۲۸ |
| ۱۲۶ | زید کپڑے کی تجارت الخ | ۴۳۰ | ۱۵۰ | تاڑی کے خمیر سے بسکٹ | " |
| ۱۲۷ | بحث سود الخ | " | ۱۵۱ | تشریحیہ | ۴۲۹ |
| ۱۲۸ | رہن کے متعلق اختلاف سے الخ | " | ۱۵۲ | تجارت کا مفہوم | " |
| ۱۲۹ | رفاہ عام کے لئے | ۴۳۱ | ۱۵۳ | آڑہت کے متعلق | " |
| ۱۳۰ | چوسہ ساگوانی وغیرہ الخ | " | ۱۵۴ | نرخ اللہ کے اختیار میں | " |
| ۱۳۱ | تجارت کا پیشہ | " | ۱۵۵ | سودی معاملات | " |
| ۱۳۲ | ایک عقد میں دو عقد الخ | ۴۳۲ | ۱۵۶ | رہن کے بارے میں | ۴۴۰ |
| ۱۳۳ | مردار کا گیلا چمڑہ الخ | " | ۱۵۷ | ایک حدیث کا مضمون | " |
| ۱۳۴ | شرائط بیع سلم | " | ۱۵۸ | تعاقب معہ جواب | " |
| ۱۳۵ | کھجور و تاڑ کے رس کے بارے میں | " | ۱۵۹ | بیع سلم سونا چاندی میں | ۴۴۱ |
| ۱۳۶ | سبزی کی ادھار بیع کے بارے میں | " | ۱۶۰ | مکان ناجائز روپے سے تعمیر کرنا | " |
| ۱۳۷ | قیمت میں ردوبدل | ۴۳۳ | ۱۶۱ | زید نے اپنی ضرورت الخ | ۴۴۲ |
| ۱۳۸ | تعاقب | " | ۱۶۲ | نوکر کے لئے مالک کی اجارت الخ | " |
| ۱۳۹ | تاڑی کی تحقیق | " | ۱۶۳ | طوائف کا علاج اور فیس وغیرہ | " |
| ۱۴۰ | تشریح | ۴۳۴ | ۱۶۴ | سودی مال بعد از توبہ الخ | ۴۴۳ |
| ۱۴۱ | تاڑی اور خمر کا ٹھیکہ | ۴۳۵ | ۱۶۵ | تشریح مولانا عبد السلام دہلوی | " |
| ۱۴۲ | مہوا کی بیع وگر وراب کی | ۴۳۶ | ۱۶۶ | وکیل پر تاوان نہیں | ۴۴۵ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۶۷ | احکام اجیر خاص | ۴۴۶ | ۱۹۱ | غیر مسلم عورتوں کا اغوا حرام ہے | ۴۵۸ |
| ۱۶۸ | احکام اجیر مشترک | " | ۱۹۲ | حرام شئے کی بیع بھی حرام ہے | " |
| ۱۶۹ | چوری کے مال کے متعلق | " | ۱۹۳ | بلیک مارکیٹ جائز نہیں | " |
| ۱۷۰ | ایک شخص کو الخ | " | ۱۹۴ | تشریح | ۴۵۹ |
| ۱۷۱ | غلے کی تجارت کے متعلق | ۴۴۷ | ۱۹۵ | بنک سے سودی قرض | ۴۶۶ |
| ۱۷۲ | تشریح مفید | " | ۱۹۶ | تشریح | " |
| ۱۷۳ | صحت بیع کا فیصلہ | ۴۴۸ | ۱۹۷ | منڈی کا مال حرام ہے | ۴۶۸ |
| ۱۷۴ | دودھ والی گائے کا رہن رکھنا | ۴۴۹ | ۱۹۸ | پیشہ وکالت | ۴۶۹ |
| ۱۷۵ | انتفاع بالارض المرہونہ | " | ۱۹۹ | قرض کے بارے میں | " |
| ۱۷۶ | بیع سلم کی ایک صورت | " | ۲۰۰ | سود سے جو خریدا جائے الخ | " |
| ۱۷۷ | ادھار میں پہلے بھاؤ طے کرنا | ۴۵۰ | ۲۰۱ | زید بیمہ پار کرتا ہے | " |
| ۱۷۸ | بنک کا منافع | " | ۲۰۲ | اصل قیمت سے زیادہ لینا الخ | ۴۷۰ |
| ۱۷۹ | نوٹ میں کمی بیشی | " | ۲۰۳ | بھولی ہوئی چیز لقطہ ہے | " |
| ۱۸۰ | اطلاع | " | ۲۰۴ | تعاقب | " |
| ۱۸۱ | مالک کو ہر جائز شرط | ۴۵۲ | ۲۰۵ | جواب | " |
| ۱۸۲ | سور کے گوشت کی تجارت حرام ہے | " | ۲۰۶ | ٹاکیز سینما کا کاروبار | ۴۷۱ |
| ۱۸۳ | معازف و مزامیر کے بارے | ۴۵۳ | ۲۰۷ | تشریح مولانا عبد الحنان دہلوی | " |
| ۱۸۴ | بیع بالمضاربت کی تعریف | " | ۲۰۸ | آتش بازی کی تجارت | ۴۷۳ |
| ۱۸۵ | جنس مختلف ہونے کی صورت میں | ۴۵۴ | ۲۰۹ | پتنگ بازی کی تجارت | ۴۷۴ |
| ۱۸۶ | تعاقب | " | ۲۱۰ | حیلے سے سود لینا | " |
| ۱۸۷ | اضافہ مفید | ۴۵۶ | ۲۱۱ | شراکت کی ایک صورت | " |
| ۱۸۸ | پگڑی کے بارے میں | " | ۲۱۲ | تجارت کے لئے ایک شخص الخ | " |
| ۱۸۹ | تشریح مفید | " | ۲۱۳ | چند اشخاص نے ایک الخ | " |
| ۱۹۰ | کشمیر میں بیع الخ | ۴۵۷ | ۲۱۴ | محض مال جمع کرنا منع نہیں ہے | ۴۷۵ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۱۵ | جو چیز فی نفسہ حرام ہے الخ | ۴۷۵ |
| ۲۱۶ | بجز غریب آدمی ہے | ۴۷۶ |
| ۱ | **کتاب الفرائض** | ۴۷۷ |
| ۲ | افتتاحیہ از مولانا ابوالخطاب بجاوی | 〃 |
| ۳ | ذوی الفروض | 〃 |
| ۴ | باب معرفۃ الفروض ومستحقیہا | ۴۷۹ |
| ۵ | باب الحجب | ۴۸۱ |
| ۶ | باب مخارج الفروض | ۴۸۳ |
| ۷ | باب العول | ۴۸۴ |
| ۸ | تماثل، تداخل وغیرہ معلوم کرنے کا طریقہ | ۴۸۵ |
| ۹ | تصحیح کے بیان میں | ۴۸۶ |
| ۱۰ | حصہ معلوم کرنے کا طریقہ | ۴۸۷ |
| ۱۱ | ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے | ۴۸۸ |
| ۱۲ | باب الرد | ۴۸۹ |
| ۱۳ | باب المناسخہ | ۴۹۰ |
| ۱۴ | فصل فی الحمل | 〃 |
| ۱۵ | قلبی تاثر | ۴۹۱ |
| ۱۶ | کوئی شرعی حکم باپ کو محروم نہیں کرتا | ۴۹۲ |
| ۱۷ | زید مر گیا الخ | 〃 |
| ۱۸ | لڑکیوں کو دو تہائی اور بہن بھائیوں کو ایک تہائی | 〃 |
| ۱۹ | ترکہ میں سے ماں کو چھٹا حصہ الخ | ۴۹۳ |
| ۲۰ | تصحیح | 〃 |
| ۲۱ | بھائی بہنوں کو محروم نہیں کر سکتا | ۴۹۳ |
| ۲۲ | زید نے دو پوتے چھوڑے | 〃 |
| ۲۳ | مسلمان کا وارث کافر نہیں ہو سکتا | 〃 |
| ۲۴ | حقیقی بیٹے کی موجودگی میں پوتے | ۴۹۴ |
| ۲۵ | ایک عورت کا ایک خاوند الخ | 〃 |
| ۲۶ | تعاقب | 〃 |
| ۲۷ | تصحیح | 〃 |
| ۲۸ | زید ایک عورت ایک لڑکی الخ | 〃 |
| ۲۹ | تشریح مفید | ۴۹۵ |
| ۳۰ | سوتیلی ماں سے سوتیلی اولاد کو الخ | 〃 |
| ۳۱ | نانی کو حق پرورش ہے | ۴۹۶ |
| ۳۲ | تشریح | 〃 |
| ۳۳ | وارث کے لئے وصیت جائز نہیں | 〃 |
| ۳۴ | دریافت | ۴۹۷ |
| ۳۵ | جواب | 〃 |
| ۳۶ | تشریح | 〃 |
| ۳۷ | ایسے وقف کو توڑ سکتے ہیں | 〃 |
| ۳۸ | وقف کا مصرف | ۴۹۸ |
| ۳۹ | اضافہ مفید | 〃 |
| ۴۰ | زید کی سابقہ عورت سے | ۴۹۹ |
| ۴۱ | لڑکی کی جائداد کے متولی بھائی ہونگے | 〃 |
| ۴۲ | تشریح مفید | ۵۰۰ |
| ۴۳ | وقف میں وراثت نہیں | 〃 |
| ۴۴ | تشریح | ۵۰۱ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۴۵ | میرا حقیقی تایا الخ | ۵۰۱ | ۶۸ | مذاکرہ علمیہ بابت میراث | ۵۱۷ |
| ۴۶ | تشریح مفید | ۵۰۲ | ۶۹ | جواب مذاکرہ میراث | 〃 |
| ۴۷ | کیا فرماتے ہیں علمائے دین الخ | ۵۰۳ | ۷۰ | زید کے حسب ذیل ورثا الخ | ۵۱۸ |
| ۴۸ | باپ وہی ہے جس کے نطفہ سے وہ لڑکا ہے | 〃 | ۷۱ | فیصلہ بابت توریث | 〃 |
| | | | ۷۲ | لڑکی حصہ منصوص شرعی ہے | 〃 |
| ۴۹ | حاجی منور کے چار فرزند الخ | ۵۰۴ | ۷۳ | تشریح | ۵۱۹ |
| ۵۰ | تشریح | 〃 | ۷۴ | کیا فرماتے ہیں علمائے دین الخ | 〃 |
| ۵۱ | ولدالزنا وراثت میں حقدار نہیں | 〃 | ۷۵ | تشریح | ۵۲۰ |
| ۵۲ | تشریح مفید | ۵۰۵ | ۷۶ | زید دعویٰ اسلام کرتا ہے الخ | 〃 |
| ۵۳ | زید کی پہلی زوجہ سے دو الخ | 〃 | ۷۷ | کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں | 〃 |
| ۵۴ | ہمشیرہ اپنا حق معاف کردے تو الخ | 〃 | | | |
| ۵۵ | تشریح | 〃 | ۷۸ | تعاقب | ۵۲۱ |
| ۵۶ | نواسے کے نام جائداد | 〃 | ۷۹ | تشریح | ۵۲۲ |
| ۵۷ | تشریح | ۵۰۶ | ۸۰ | زید کے ایک لڑکا الخ | 〃 |
| ۵۸ | ایک شخص کی منکوحہ فوت ہوگئی الخ | 〃 | ۸۱ | وہاب خاں کے فرزند الخ | ۵۲۳ |
| ۵۹ | زید کی عمر چھ ماہ الخ | 〃 | ۸۲ | متفقہ فتوی بابت توریث بنات | 〃 |
| ۶۰ | سگی بہن کو حق پہنچتا ہے یا نہیں | ۵۰۷ | | | |
| ۶۱ | فضل حسین صاحب حسب ذیل ورثار | 〃 | ۸۳ | زید و عمر دو حقیقی بھائی تھے الخ | ۵۲۴ |
| ۶۲ | قاضی بری میاں مرحوم الخ | ۵۰۸ | ۸۴ | زید نے اپنا مکان الخ | 〃 |
| ۶۳ | تشریح | ۵۰۹ | ۸۵ | لڑکیوں کو حصہ وراثت نہ دینے والے | 〃 |
| ۶۴ | زید اپنی زندگی میں مختار ہے | 〃 | ۸۶ | کیا شوہر اپنی زندگی میں الخ | ۵۲۵ |
| ۶۵ | تشریح | ۵۱۰ | ۸۷ | زید نے چند وارثان الخ | 〃 |
| ۶۶ | مذاکرہ علمیہ بابت مسئلہ توریث | 〃 | ۸۸ | زید کا والد ظالم اور گمراہ ہے | 〃 |
| ۶۷ | مذاکرہ علمیہ دربارہ مسئلہ فرائض | ۵۱۱ | ۸۹ | ایک لڑکا اور ایک لڑکی کے ماں باپ الخ | ۵۲۶ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۹۰ | حاجی محمد قاسم کے دو وارث تھے الخ | ۵۳۶ | ۱۱۳ | پہلے قرض کی ادائیگی مقدم ہے | ۵۵۴ |
| ۹۱ | تشریح | 〃 | ۱۱۴ | زید لے گاؤں سے باہر | ۵۵۵ |
| ۹۲ | مسئلہ رد قابل توجہ | ۵۳۷ | ۱۱۵ | زید کے پاس تین قطعہ مکانات ہیں الخ | 〃 |
| ۹۳ | محجوب پوتا ۱ | ۵۳۸ | ۱۱۶ | عمر کا حق تولیت مقدم ہے | ۵۵۶ |
| ۹۴ | مسماۃ معصومہ کا کل اثاثہ | ۵۴۳ | ۱۱۷ | مذاکرہ فی تحقیق المیراث | 〃 |
| ۹۵ | محجوب پوتا ۲ | ۵۴۴ | ۱۱۸ | چند سوالات علمائے کرام سے | ۵۵۹ |
| ۹۶ | متبنیٰ بنانا | 〃 | ۱۱۹ | جوابات | 〃 |
| ۹۷ | محجوب پوتا ۳ | 〃 | ۱۲۰ | زید کی شادی ہو چکی تھی الخ | 〃 |
| ۹۸ | سوکن کی اولاد وارث نہیں | ۵۴۹ | ۱۲۱ | دوسرا سوال یہ ہے | ۵۶۰ |
| ۹۹ | ہندہ اسی دن سے وارث الخ | 〃 | ۱۲۲ | اصلاح | 〃 |
| ۱۰۰ | اب مسماۃ ہندہ بھی انتقال کر گئی | ۵۵۰ | ۱۲۳ | شراکتوں میں دو قسم کا طریقہ الخ | ۵۶۱ |
| ۱۰۱ | سوال جرگہ کے لئے ہے | 〃 | ۱۲۴ | ماموں کا مطالبہ صحیح نہیں | 〃 |
| ۱۰۲ | ایک شخص نے اپنی بیٹی و داماد کو الخ | ۵۵۱ | ۱۲۵ | زید و بکر علاتی بھائی ہیں الخ | ۵۶۲ |
| ۱۰۳ | رجسٹری پر فیصلہ ہوگا | 〃 | ۱۲۶ | دو حقیقی بھائیوں کا ایک مکان ہے | 〃 |
| ۱۰۴ | دین کے کسی کام میں جبر جائز نہیں | 〃 | ۱۲۷ | مرحومہ بہن کے چھ یتیم بچے ہیں | 〃 |
| ۱۰۵ | وقف بحال اور محفوظ رہے گا | 〃 | ۱۲۸ | زید و بکر اپنی عورتوں کے مہر کو الخ | ۵۶۳ |
| ۱۰۶ | ایک چیز ایک مسجد خاص کے نام الخ | ۵۵۲ | ۱۲۹ | زید نے اپنی ذات کے بعد الخ | 〃 |
| ۱۰۷ | مرحوم کی یہ وصیت جائز نہیں الخ | 〃 | ۱۳۰ | بیوی کو آٹھواں حصہ الخ | 〃 |
| ۱۰۸ | تشریح | 〃 | ۱۳۱ | محبوب بخش نے پانچ اولاد الخ | 〃 |
| ۱۰۹ | اولاد جب تک مسلمان ہے باپ کی وارث ہے | ۵۵۳ | ۱۳۲ | عبداللہ اپنی جائداد چھوڑ کر الخ | ۵۶۴ |
| | | | ۱۳۳ | جملہ جائداد کے چھ حصے الخ | 〃 |
| ۱۱۰ | وقف کا ثبوت ضروری ہے | 〃 | ۱۳۴ | زید فوت ہوا اور تین لڑکے الخ | ۵۶۵ |
| ۱۱۱ | تشریح | 〃 | ۱۳۵ | زید کا لڑکا اس کے بھائی کا وارث الخ | 〃 |
| ۱۱۲ | چار آدمی مسجد کے پاس الخ | ۵۵۴ | ۱۳۶ | کیا فرماتے ہیں علماء دین الخ | 〃 |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com





| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۳۷ | تشریح | ۵۶۷ | ۱۵۹ | زید نے اپنے مرنے کے وقت | ۵۷۵ |
| ۱۳۸ | ایک قطعہ اراضی | 〃 | ۱۶۰ | سوال | 〃 |
| ۱۳۹ | مسجد کے لئے وقف | 〃 | ۱۶۱ | جواب | 〃 |
| ۱۴۰ | مسجد وقف چیز ہے، اس کی فروخت جائز نہیں | ۵۶۸ | ۱۶۲ | وراثت نبی کا سوال | ۵۷۶ |
| | | | ۱۶۳ | بیوی چوتھے حصہ کی وارث ہے | 〃 |
| ۱۴۱ | اولیاء اللہ کے نام پر | 〃 | ۱۶۴ | مسمی زید فوت ہوگیا | ۵۷۷ |
| ۱۴۲ | زید نے بقدر مسجد تھوڑی الخ | 〃 | ۱۶۵ | ایک عورت فوت ہوگئی | 〃 |
| ۱۴۳ | زید کے پانچ بھائی تھے الخ | ۵۶۹ | ۱۶۶ | ایک لڑکا اور لڑکی الخ | ۵۷۸ |
| ۱۴۴ | زید و بکر برادران حقیقی الخ | 〃 | ۱۶۷ | پوتے کا حق وراثت الخ | 〃 |
| ۱۴۵ | وقف علی الاولاد الخ | 〃 | ۱۶۸ | قانون وراثت اور رواج | ۵۸۰ |
| ۱۴۶ | زید دو زوجہ و شش پسر الخ | ۵۷۰ | ۱۶۹ | پوتے کی وراثت میں مرزائی غلطی | ۵۸۱ |
| ۱۴۷ | ایسی وصیت جائز نہیں | 〃 | ۱ | كتاب الامارة | ۵۸۳ |
| ۱۴۸ | اب مسماۃ ہندہ کا بھی انتقال الخ | 〃 | ۲ | افتتاحیہ از مولانا اسمٰعیل گوجرانوالہ | 〃 |
| ۱۴۹ | اب حسینی کا کوئی حق نہیں | ۵۷۱ | ۳ | اسلامی نظام کے ضروری اجزاء | 〃 |
| ۱۵۰ | اولاد شادی شدہ ہو یا نہ، حق سب کا ہے | 〃 | ۴ | حکومت کا اسلامی تخیل | ۵۸۵ |
| | | | ۵ | شوریٰ | ۵۸۷ |
| ۱۵۱ | حرام مال شریعت میں الخ | ۵۷۲ | ۶ | قرآن شریف اور شوریٰ | ۵۸۸ |
| ۱۵۲ | مسماۃ ہندہ دو ہزار کا زیور الخ | 〃 | ۷ | انتخاب | ۵۸۹ |
| ۱۵۳ | ماں کو چھٹا حصہ الخ | 〃 | ۸ | اسلام اور انتخاب | ۵۹۰ |
| ۱۵۴ | وقف کی آمدنی واقف کی الخ | ۵۷۳ | ۹ | رسالت اور امامت | ۵۹۲ |
| ۱۵۵ | وقف چیز کی بیع درست نہیں | 〃 | ۱۰ | امام وقت کا سوال | ۵۹۷ |
| ۱۵۶ | زید کے والدین الخ | 〃 | ۱۱ | توجہ سے سنیے | ۵۹۹ |
| ۱۵۷ | حاجی محمد حسن کے چار لڑکے الخ | 〃 | ۱۲ | اقسام اربعہ کے احکام | ۶۰۱ |
| ۱۵۸ | حاجی محمد حسن اور عبدالرحیم الخ | ۵۷۴ | ۱۳ | تشریح از علامہ سیف بنارسی | ۶۰۲ |



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۴ | الجواب بابت شرائط امام | ۶۰۴ |
| ۱۵ | تشریح از مولانا مبارکپوری مرحوم | ۶۰۸ |
| ۱۶ | تشریح از مولانا محمد دہلوی مرحوم | ۶۰۹ |
| ۱۷ | تشریح از مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم | ۶۱۰ |
| ۱۸ | سوال معہ جواب | ۶۱۱ |
| ۱۹ | تشریح | ۶۱۲ |
| ۲۰ | حدیث اذا لم یکن امام الخ | ″ |
| ۲۱ | امام غیر قریش | ″ |
| ۲۲ | شرفیہ | ۶۱۳ |
| ۲۳ | تشریح از نواب صدیق حسن مرحوم | ۶۱۴ |
| ۲۴ | شرائط | ۶۱۵ |
| ۲۵ | بیعت برائے حصول رشد | ″ |
| ۲۶ | خطبہ جمعہ میں بادشاہ کے لئے دعا | ۶۱۶ |
| ۲۷ | زکوۃ امام کو دے یا نہ | ″ |
| ۲۸ | بغیر بیعت جاہلیت کی موت الخ | ″ |
| ۲۹ | امام من جانب اللہ | ۱۱۷ |
| ۳۰ | صوفیاء کی بیعت | ″ |
| ۳۱ | سردار کی صفات | ″ |
| ۳۲ | سردار تارک الصلوۃ ہو تو | ″ |
| ۳۳ | حرف آخر | ۶۱۸ |
| ۱ | کتاب المتفرقات | ۶۱۹ |
| ۲ | مخلصانہ خط | ″ |
| ۳ | متفرق سوالات | ۶۲۳ |
| ۴ | جوابات | ″ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|
| ۵ | ایک سوال معہ جواب | ۶۲۵ |
| ۶ | پیر پکڑنا کیسا ہے؟ | ۶۲۷ |
| ۷ | بخدمت حضرت مولانا الخ | ۶۲۸ |
| ۸ | کیا حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ الخ | ۶۲۹ |
| ۹ | علمائے راسخین سے | ۶۳۰ |
| ۱۰ | عجیب فتوی | ۶۳۳ |
| ۱۱ | دو ضروری سوال | ۶۳۵ |
| ۱۲ | جوابات | ″ |
| ۱۳ | سواد اعظم سے ایک سوال | ۶۳۷ |
| ۱۴ | چند سوال | ۶۳۸ |
| ۱۵ | طلاق اور رد رفض پر چند سوالات | ۶۴۰ |
| ۱۶ | لاہوری علماء کا عجیب فتوی | ۶۴۱ |
| ۱۷ | چند سوال بغرض جواب | ۶۴۳ |
| ۱۸ | ایک قادیانی سوال | ۶۴۵ |
| ۱۹ | جواب | ″ |
| ۲۰ | کیا یہ دعوی نبوت ہے؟ | ۶۴۶ |
| ۲۱ | سوالات غازی محمود دھرمپال | ۶۴۷ |
| ۲۲ | تعزیہ کا فتوی | ۶۴۸ |
| ۲۳ | ایک علمی سوال | ۶۵۰ |
| ۲۴ | علمی سوال کا جواب | ۶۵۱ |
| ۲۵ | دیوبند کا ایک فتوی | ۶۵۳ |
| ۲۶ | ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے | ۶۶۰ |
| ۲۷ | تشریح از حکیم عبدالشکور شکراوی | ۶۶۴ |
| ۲۸ | دعوت ولی دختر از سیف بنارسی | ۶۷۴ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۹ | حضرت میاں صاحب کا فتویٰ | ۶۷۶ | ۵۲ | مجدد بریلوی کا ایک نیا فتویٰ | ۷۴۸ |
| ۳۰ | لڑکی والے کی طرف سے برات الخ | ۶۷۷ | ۵۳ | غیر مسلم کا داخلہ اور تقریر مسجد میں | ۷۵۰ |
| ۳۱ | جواب سوال آپریشن | ۶۸۴ | ۵۴ | شیعہ کو جواب | ۷۵۲ |
| ۳۲ | استغفار | 〃 | ۵۵ | متعہ بالفساد | ۷۵۳ |
| ۳۳ | جواب | 〃 | ۵۶ | عیسائیوں سے ایک سوال | ۷۶۲ |
| ۳۴ | ایک آرین سوال | ۶۸۵ | ۵۷ | ایک سوال | ۷۶۳ |
| ۳۵ | قرآن پر ایک تشریحی مقالہ | ۶۸۶ | ۵۸ | مذاکرہ علمیہ | ۷۶۴ |
| ۳۶ | تعاقب بر نصی | ۶۹۲ | ۵۹ | تعزیہ کے خلاف مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کا فتویٰ | ۷۶۵ |
| ۳۷ | القاسم میں سوال وجواب | ۶۹۳ | | | |
| ۳۸ | مولود شریف پر اصولی بحث | ۱۹۸ | ۶۰ | ایک استغفار اور اس کا دیوبندی جواب اور اس کی تنقید | ۷۶۷ |
| ۳۹ | فتویٰ بابت افطار صوم | ۷۰۰ | | | |
| ۴۰ | اخبار الفقیہ میں فتویٰ | ۷۰۲ | ۶۱ | جناب مولانا محمد طیب کی کا خط | ۷۶۸ |
| ۴۱ | ایک سوال قابل جواب | ۷۰۴ | ۶۲ | علمائے اہلحدیث سے ایک سوال | ۷۶۹ |
| ۴۲ | علمائے اہل سنت سے ایک ضروری سوال | ۷۰۶ | ۶۳ | ایک سوال کا جواب | ۷۷۰ |
| | | | ۶۴ | ہندہ صغیرہ اور اس کا چچا مجنون ہے | ۷۷۲ |
| ۴۳ | شیعوں سے تعجب | ۷۱۰ | ۶۵ | تعاقب | 〃 |
| ۴۴ | اہلحدیث کے مذہب پر ایک سوال | ۷۱۱ | ۶۶ | انگریزی جوتا کوٹ اور ترکی ٹوپی الخ | ۷۷۳ |
| ۴۵ | تشریح از علامہ سیالکوٹی | ۷۱۳ | ۶۷ | ایک ضروری سوال | ۷۷۴ |
| ۴۶ | شیعی فتاوی | ۷۳۶ | ۶۸ | چند سوال جواب طلب | ۷۷۵ |
| ۴۷ | عارفانہ نگاہ | ۷۳۹ | ۶۹ | تعاقب | ۷۷۶ |
| ۴۸ | یسوع مسیح کی کامیابی | ۷۴۰ | ۷۰ | وسیلہ کیا ہے؟ | ۷۷۸ |
| ۴۹ | شیعی فتاوے | ۷۴۲ | ۷۱ | منکرین حدیث کی مساعی | ۷۸۰ |
| ۵۰ | خاص بات | ۷۴۶ | ۷۲ | جماعت اہل حدیث پر ایک کٹھن سوال | ۷۸۵ |
| ۵۱ | ہم فیصلے کو تیار ہیں | ۷۴۷ | | | |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۷۳ | تعاقب | ۷۸۸ | ۷۹ | رسولِ خدا علیہ السلام خدا کے نور ہیں بجواب الفقیہ | ۷۹۲ |
| ۷۴ | کیا عورت ولی ہو سکتی ہے؟ | ؍؍ | | | |
| ۷۵ | کیا بکرا خصی کرنا جائز ہے؟ | ۷۸۹ | ۸۰ | خواجہ حسن نظامی اور دہلی کے دہلی | ۷۹۴ |
| ۷۶ | تعاقب | ؍؍ | | | |
| ۷۷ | مذاکرہ علمیہ بابت دعوت ولیمہ | ۷۹۰ | ۸۱ | بھلا یہ بھی کوئی بڑی شرافت ہے | ۷۹۵ |
| ۷۸ | نکاح ام کلثوم کا فیصلہ | ۷۹۱ | ۸۲ | تمت بالخیر | ۷۹۶ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ابتدائیہ

پچھلے برس یکم جون کو تفسیر ثنائی چھپواتے ہوئے ہم نے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ جماعت اہلحدیث کی بے حسی اور اپنے اکابر و اسلاف سے بے پرواہی کے باوصف ہم اس کا تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ اپنے ان علمی ذخائر کو منظر عام پر لائیں جو مختلف اسباب و وجوہ کی بنا پر گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں، اور جو اگر اب بھی بازار میں آجائیں تو اس خلا کو بڑی حد تک پُر کیا جا سکتا ہے جو اس وقت ہم میں پیدا ہو چکا ہے۔

للہ الحمد کہ ہم اپنی بساط کی حد تک اور اپنے محدود وسائل کے ساتھ اب تک اس سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ثنائی اور امام العصر حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی سورۂ فاتحہ پر بے نظیر اور مفصل کتاب "واضح البیان" شائع کر چکے ہیں اور اب شائقین کے لیے "فتاوٰی ثنائیہ" ایسی ضخیم اور جامع و مکمل کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

فتاوٰی ثنائیہ کے بارہ میں یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اردو فتاوٰی میں یہ جامع اور صحیح ترین انداز صاف ستھرا اور اسلوب سادہ اور عام فہم ہے، اور اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ فتاوٰی ثنائیہ عام و خاص دونوں کے لیے یکساں مفید ہے اور اس کے ہوتے ہوئے آدمی بہت سی کُتب سے مستغنی ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جاتا ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے تمام لوگوں کے لیے روشنی و ہدایت کا ذریعہ بنائے اور اس کی حالت میں ماخذ بتانے والوں کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ آمین۔

ہمیں امید ہے کہ اس مبارک کتاب کے بعد ہم اپنے بزرگوں کی ایمان و نور سے معمور دیگر کتابوں کو بھی جلد سے جلد لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں گے۔

وباللہ التوفیق!

احسان الٰہی ظہیر مدیر ماہنامہ ترجمان الحدیث" لاہور
۱۹ر جنوری ۱۹۷۲ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# باب ششم
# کتاب الجنائز

## تشریحات

از قلم حضرت مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب محدث مبارکپوری المتوفی ۱۰ شوال ۱۳۵۳ھ
قدس اللہ سرہ العزیز صاحب تحفۃ الاحوذی و ابکار المنن و تحقیق الکلام و کتاب الجنائز وغیرہ

جنائز کے احکام و مسائل احتضار کے وقت سے لے کر دفن تک اس کثرت سے ہیں، اور اس قابل ہیں کہ مستقل تصنیف میں جمع کیے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اس باب میں کتاب الجنائز کے نام سے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ہمارے علم میں (واللہ تعالیٰ اعلم) محدثین میں سے اول اول جس نے اس باب میں مستقل کتاب لکھی وہ محدث عبدالوہاب ابن عطاء الخفاف بصری نزیل بغداد ہیں۔ آپ بصرہ کے مشاہیر محدثین سے ہیں فن حدیث میں خالد حذاء، اور سلیمان تیمی اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہم کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کے استاذ ہیں اور ابو عمرو بن علاء سے جو قراء سبعہ سے ایک مشہور قاری ہیں فن قرات حاصل کیا ہے۔ امام مسلم نے اپنے صحیح میں اور ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنے سنن میں آپ کی سند سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ محدث سعید بن ابی عروبہ کی صحبت میں ایک مدت تک تھے۔ سنہ ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ حافظ ابن حجر نے آپ کی کتاب الجنائز سے فتح الباری میں بعض حدیثیں نقل کی ہیں۔

محدث عبدالوہاب بن عطاء کے بعد علامہ مزنی نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف کی۔ عون المعبود حاشیہ سنن ابی داؤد میں اس کتاب کی بعض روایتیں منقول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں لیکن اصل کتاب سے نہیں۔ علامہ ممدوح امام طحاوی کے ماموں اور امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد ہیں۔ نام اسمٰعیل بن یحییٰ، کنیت ابو ابراہیم، وطن اور مسکن مصر تھا۔ امام شافعیؒ کی تائید و نصرت میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ امام شافعیؒ فرماتے تھے اَلْمُزَنِیُّ نَاصِرُ مَذْهَبِیْ جب آپ مختصر تصنیف کر رہے تھے تو جس مسئلہ کی تحقیق سے فارغ ہوتے اور اس کو کتاب میں درج کرتے تو دو رکعت شکرانہ نماز پڑھتے نماز باجماعت ادا کرنے کا اتنا التزام و اہتمام رہتا تھا کہ جب کوئی نماز جماعت کے ساتھ نہیں ملتی تو اس کو پچیس مرتبہ پڑھتے تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو۔ امام شافعیؒ کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے۔ اور آپ ہی نے ان کو غسل دیا تھا۔ ۲۶۴ھ میں وفات پائی، اور قرافہ صغریٰ میں امام شافعیؒ کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔

علامہ مزنی کے بعد محدث ابوبکر مروزی نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی حافظ ابن حجر نے آپ کی اس کتاب سے تلخیص الحبیر میں بعض حدیثیں نقل کی ہیں۔ نام احمد بن علی ہے اور وطن اور مسکن "مرو" ہے جو ملک خراسان کا ایک مشہور شہر ہے۔ فن حدیث میں امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہما کے شاگرد اور امام نسائی اور ابو عوانہ اور طبرانی وغیرہم کے استاذ ہیں۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کان من اوعیۃ العلم و ثقات المحدثین لہ تصانیف مفیدۃ و مسانیدُ۔ یعنی ابوبکر مروزی بہت بڑے عالم اور ثقات محدثین سے تھے اور مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ امام نسائی نے اپنے سنن میں آپ کی سند سے کثرت سے حدیثیں روایت کی ہیں شہر حمص کے عہدہ قضا پر مامور تھے پھر دمشق کے قاضی مقرر ہوئے اور دمشق ہی میں ۲۹۲ھ میں وفات کی۔

محدث ابوبکر کے بعد محدث ابن شاہین نے کتاب الجنائز کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی آپ کی اس کتاب کی نسبت حافظ زیلعی نصب الرایہ میں لکھتے ہیں **مجلد وسط** یعنی اوسط درجہ کے حجم کی کتاب ہے نہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی۔ ابن شاہین عراق کے ایک مشہور محدث ہیں۔ نام عمر بن احمد، کنیت ابوحفص ہے، دمشق، شام، فارس اور بصرہ میں بڑے بڑے ائمہ حدیث سے حدیث پڑھی ہے ابن الفوارس کا بیان ہے کہ جس قدر کتابیں ابن شاہین نے تصنیف کی ہیں کسی محدث نے تصنیف نہیں کیں محمد بن عمر داؤدی نے ابن شاہین سے سنا وہ کہتے تھے کہ اس وقت تک جس قدر روشنائی میں نے خریدی ہے اس کا حساب کیا تو وہ سات سو درہم کی ہوئی ہے۔ آپ کے سامنے جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مذہب کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے أَنَا مُحَمَّدِيُّ الْمَذْهَب یعنی میرا مذہب محمدیؐ ہے آپ کا سن ولادت ۲۹۷ھ ہے اور سن وفات ۳۸۵ھ - حافظ زیلعی نے نصب الرایہ میں ابن شاہین کی کتاب الجنائز سے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں - (کتاب الجنائز ص۲ تا ۴)

**دیگر** جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو سنت ہے کہ اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کردیں یعنی داہنی کروٹ پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو- اور اگر کسی وجہ سے اس طرح نہ لٹا سکیں تو چت لٹائیں کہ اس کے پیر قبلہ کی طرف ہوں اور سر نیچے تکیہ یا کوئی اور چیز رکھ کر اونچا کردیں کہ منہ قبلہ کی طرف متوجہ ہوجائے اس طرح لٹانے میں سنت بھی ادا ہو جائے گی- اگر قبلہ کی طرف متوجہ کرنے میں مریض کو تکلیف ہو تو جس حالت پر ہو اسی حالت پر اس کو چھوڑ دیں-

اس کو کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی تلقین کریں- یعنی اس کے پاس بیٹھ کر یہ کلمہ بآواز بلند کہیں کہ وہ سنے اور یہ کلمہ اس کو یاد آجائے اور اس کو کہے مگر ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ کہیں لگاتار دیر تک نہ کہتے رہیں اور نہ چلا کر شور و غل کے ساتھ کہیں کیونکہ مریض پر جانکنی کا وقت بہت نازک ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ آزردہ خاطر ہو کر کہیں زبان سے کوئی نا ملائم بات نکالے یا اس کے دل کو اس سے نفرت ہو-

مریض جب ایک بار لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہے تو پھر تلقین کی ضرورت نہیں- ہاں اس کلمہ کے بعد کوئی دوسری بات بولے تو پھر تلقین کرنا چاہیے کہ وہ اس کلمہ کو پھر کہے اور اس کا آخری کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ہو-

ابوداؤد میں حضرت معاذؓ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان اخر کلامہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ - یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا- اور مسلم میں ابوذرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس بندہ نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہا پھر اسی پر مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا- جامع ترمذی میں ہے کہ عبد اللہ بن مبارک جب قریب المرگ ہوئے تو ایک شخص ان کو کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی تلقین کرنے لگا اور اس کلمہ کو بار بار کہنے لگا عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ جب میں اس کلمہ کو ایک بار کہہ لوں تو میں اسی پر ہوں جب تک کہ میں کوئی اور بات نہ بولوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام ترمذی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک کی مراد وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔
یہاں مجھے ابوزرعہ محدث کا قصہ یاد آگیا۔ حافظ ابن حاتم نے لکھا ہے کہ جب ابوزرعہ قریب المرگ ہوئے تو لوگوں نے ان کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرنی چاہی اور باہم حضرت معاذؓ کی حدیث کا تذکرہ کرنے لگے جو ابھی اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ پس ابوزرعہ نے حضرت معاذ کی حدیث کو مع الاسناد پڑھنا اور سنانا شروع کیا جب لا الٰہ الا اللہ پر پہنچے اور اس کلمہ کو زبان سے کہہ چکے۔ پس اسی وقت ان کی روح قبض ہوگئی سبحان اللہ کیسی اچھی موت ہوئی اور کیا اچھا خاتمہ ہوا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُسْنَ الْخَاتِمَةِ وَاجْعَلْ اٰخِرَ کَلَامِنَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اٰمِیْن" جانکنی کے وقت مریض کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنے کا بھی حکم ہے۔

جب روح قبض ہو جائے تو آنکھیں بند کر دی جائیں اور ہاتھ پیر سیدھے کر دیئے جائیں اور تمام بدن کپڑے سے ڈھانک دیا جائے اور میت کے لئے اور اپنے لئے دعا و استغفار کریں اور کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کیونکہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ پر داخل ہوئے۔ اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں تو آپ نے ان کو بند کر دیا پس ان کے گھر کے بعض لوگ رونے چلانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اپنی جانوں کے واسطے بجز نیک دعا کے بد دعا نہ کرو۔ اس واسطے کہ تم لوگ کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں پھر آپ نے ابوسلمہ کے لئے یوں دعا کی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ یعنی اے اللہ تو ابوسلمہ کو بخشدے اور ہدایت والوں میں اس کا درجہ بلند کر اور اس کے پس ماندوں میں اس کا خلیفہ بن یعنی ان کا محافظ و نگہبان رہ اور ہم لوگوں کی اور اس کی مغفرت کر یا رب العالمین اور اس کے واسطے اس کی قبر میں کشادگی کر اور اس کے واسطے اس کی قبر میں روشنی کر، روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ پس روح قبض ہو جانے کے بعد اہل میت کو یہ دعا پڑھنی چاہیے اور بجائے ابی سلمہ کے اپنے میت کا نام لینا چاہیے مثلاً میت کا نام عبداللہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو یوں کہنا چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰہِ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ موت کے صدمہ کے وقت صبر کرنا چاہئے اور یہ دعا پڑھنی چاہئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کو اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے، روایت کیا اس کو مسلم نے۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب (میرے شوہر اوّل) ابوسلمہ نے وفات پائی تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مسلمان ہوگا یہ اس خاندان کے پہلے شخص تھے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہلے ہجرت کی تھی۔ پھر میں نے اس دعا کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو عطا فرمایا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے، جو لوگ مصیبت کے وقت صبر کرتے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ یعنی خوشخبری دے دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بخششیں اور رحمت ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو راہ پائے ہوئے ہیں۔

میت پر نوحہ کرنا اور زور سے رونا بڑا گناہ ہے۔ آہستہ آہستہ رونا اور آنسو بہانا منع نہیں بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت والوں کے نوحہ کرنے اور زور زور سے رونے کی وجہ سے میت پر عذاب کیا جاتا ہے اور بخاری اور مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں اس شخص سے بیزار ہوں جو مصیبت کے وقت سر منڈائے اور چلا کر روئے اور کپڑے کو پھاڑے" اور بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے وہ نہیں جو اپنے گالوں کو پیٹے اور گریبانوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے" یعنی رونے کے وقت زبان سے ایسی باتیں نکالے جو جاہلیت کے زمانہ میں کافر لوگ کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صدمہ موت کے وقت صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ اور بے صبری کے تمام کاموں سے بچائے۔

**فائدہ:** تلقین کی حدیث سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ تلقین کے وقت فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنا چاہیے مگر حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سے مراد شہادت کے دونوں کلمے ہیں یعنی لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دونوں کلموں کی تلقین کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**فائدہ:** مرنے کے وقت ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن یعنی نیک گمان رکھنا چاہیے یعنی اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور اس کے کرم عام پر نظر کرکے یہ امید اور گمان رکھنا چاہیے کہ وہ میرے گناہوں کو بخشے گا اور مجھ کو جنت میں داخل کرے گا اور اپنے گناہوں پر نظر کرکے اللہ تعالیٰ پر ہرگز بدگمان نہیں رکھنا چاہیے۔ یعنی ہرگز یہ گمان نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ میری مغفرت نہیں کرے گا۔ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ۔ یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں یعنی میرے ساتھ جیسا گمان نیک و بد رکھے گا میں اس کے ویسے گمان کے نزدیک ہوں گا اور اس کے اسی گمان نیک یا بد کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کروں گا۔ اور مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں میں سے ہر ایک شخص کو بس اسی حالت میں مرنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے" ہاں اپنے گناہوں سے نڈر بھی نہیں ہونا چاہیے جامع ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان شخص کے پاس تشریف لے گئے اور وہ جان کنی کی حالت میں تھا پس آپ نے فرمایا تو اپنے کو کیسا پاتا ہے؟ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں جس بندہ کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے اور بے خوف کرتا ہے اس چیز سے جس سے وہ ڈرتا ہے۔

**فائدہ:** موت کی سختی اور سکرات کی شدت کو مکروہ سمجھنا اور ناپسند کرنا نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جاسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی موت کی سختی ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ٹیک دیئے ہوئے انتقال فرمایا۔ پس میں آپ کے بعد کسی شخص کے واسطے موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی (بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی موت کی سختی دیکھنے کے بعد کسی شخص کی موت کی آسانی پہ میں رشک نہیں کرتی (جامع ترمذی)

**فائدہ:**۔ ناگہانی موت کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی نہیں۔ ابوداؤد میں عبید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگہانی موت غضب کی پکڑ ہے۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ناگہانی موت اچھی ہے۔ ابن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف میں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ ناگہانی موت مومن کے واسطے راحت ہے اور فاجر کے واسطے غضب ہے۔ علمائے حدیث نے ان حدیثوں میں اس طرح جمع و توفیق بیان کی ہے کہ جو شخص موت سے غافل نہ ہو اور مرنے کے لئے ہر وقت تیار و مستعد و آمادہ رہتا ہو اس کے لئے ناگہانی موت اچھی ہے اور جو شخص ایسا نہ ہو اس کے لئے اچھی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

**فائدہ:**۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کی موت بہت اچھی ہے۔ جامع ترمذی صفحہ ۱۸۰ میں عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ سے بچائے گا،، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید متعدد حدیثوں سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ میرے والد مرحوم نے جمعہ ہی کے دن بعد نماز جمعہ اس دار ناپائدار سے دار البقاء کو رحلت فرمائی ہے اور وہ جمعہ بھی رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا جمعہ تھا غفر اللہ لہ ورضی عنہ۔ دوشنبہ کے دن کی بھی موت اچھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشنبہ ہی کے دن انتقال فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مرض الموت میں دوشنبہ کے دن اپنے مرنے کی تمنا ظاہر کی تھی۔ مگر ان کا انتقال منگل کی رات کو ہوا۔

**فائدہ:**۔ قبر میں ہر ایک شخص سے سوال ہوگا مگر چند لوگ ایسے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جن سے سوال نہیں ہوگا ازانجملہ ایک شہید فی سبیل اللہ ہے اور ایک مرابط یعنی وہ شخص جو سرحد اسلام کی حفاظت کرے اور ایک وہ شخص جس کی موت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو ہوئی جیسا کہ اوپر ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوا۔ حافظ ابن حجرؒ نے بذل الماعون میں لکھا ہے کہ جو شخص طاعون میں مبتلا ہو کر مرے اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ نظیر شہید فی المعرکہ ہے اور اسی طرح جو شخص طاعون میں صابراً محتسباً ٹھیرا رہے اور طاعونی مقام سے نہ بھاگے اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ طاعون میں مبتلا ہو کر نہ مرا ہو کیونکہ وہ نظیر مرابط ہے

فائدہ:۔ بعض موتیں شہادت کی موتیں ہوتی ہیں ان موتوں سے مرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید فرمایا ہے۔ موطا امام مالکؒ اور ابوداؤد و نسائی میں جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے علاوہ یعنی جہاد میں شہید ہونے کے علاوہ شہادت کی سات قسمیں ہیں جو طاعون سے مرا وہ شہید ہے اور جو ڈوب کر مرا وہ شہید ہے اور جو ذات الجنب سے مرا وہ شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری سے مرا وہ شہید ہے اور جو آگ میں جل کر مرا وہ شہید ہے اور جو دیوار یا کسی اور چیز کے نیچے دب کر مرا وہ شہید ہے۔ اور جو عورت ولادت کے وقت مری وہ شہید ہے" اور ابن ماجہ اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ مسافر کی موت شہادت ہے اسی طرح پر اور بھی چند موتوں کا شہادت ہونا احادیث سے ثابت ہے لیکن ان موتوں سے مرنیوالے حکمی شہید ہیں، اصلی شہید اور ان حکمی شہیدوں کے درمیان احکام جنائز کے متعلق کئی باتوں کا فرق ہے ازانجملہ ایک یہ کہ اصلی شہید بغیر غسل کے دفن کیے جاتے ہیں اور ان حکمی شہیدوں کو غسل دینا چاہیے اور ازانجملہ ایک یہ کہ اصلی شہید پر جنازہ کی نماز پڑھنے کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں اسی وجہ سے اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ پڑھنی چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں پڑھنی چاہیے اور ان حکمی شہیدوں پر جنازہ کی نماز بالاتفاق پڑھنی ضروری ہے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص کسی قریب المرگ سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا فلاں شخص سے میرا سلام کہہ دینا تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ بعض صحابہؓ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایسا کیا ہے۔

**فائدہ:** کسی مصیبت اور تکلیف پہنچنے کی وجہ سے موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے۔ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں میں کوئی شخص کسی مصیبت پہنچنے کی وجہ سے ہرگز موت کی آرزو نہ کرے اگر اس کو آرزو کرنا ہی ہے یوں کہے: "اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ" (متفق علیہ) یعنی اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو اور مجھ کو وفات دے جب میرے لئے وفات بہتر ہو۔

جب روح قبض ہو جائے تو فوراً تجہیز و تکفین کا سامان کرنا چاہیئے۔ حصین رضہ ابن وحوح سے روایت ہے کہ طلحہ بن براء مریض ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے پس آپ نے فرمایا کہ میرا تو بس یہی گمان ہے کہ طلحہ کی موت آ پہنچی تو ان کے مرنے کی مجھے خبر دینا اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا اس واسطے کہ مسلمان کی لاش کو اس کے لوگوں میں روکنا مناسب سزاوار نہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اگر کوئی رات کو مرے اور رات ہی کو تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ہو سکے تو رات ہی کو دفن کر دیں دن کا انتظار نہ کریں۔ رات کو مردے کا دفن کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات ہی کو دفن کئے گئے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رات ہی کو دفن کی گئیں اور اگر رات کے وقت تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ نہ ہو سکے تو البتہ دن کا انتظار کرنا چاہیئے اور جمعہ کے دن اگر نماز جمعہ کے قبل تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ سے فراغت ہو سکے تو قبل ہی فارغ ہو جانا چاہیئے اور نماز جنازہ میں زیادہ لوگوں کے شریک ہونے کے خیال سے نماز جمعہ کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ قرابت مند اور دوست احباب کو تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لئے موت کی خبر دینا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضہ کو اور صحابہ رضہ نے باہم ایک دوسرے کو موت کی خبر دی ہے اور حدیث میں جو نعی کی ممانعت آئی ہے سو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نعی سے مطلق موت کی خبر دینا مراد نہیں ہے بلکہ اس طرح پر موت کی خبر دینا مراد ہے جس طرح پر زمانہ جاہلیت میں دستور تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کوئی مرتا تو کسی کو محلوں کے دروازوں پر اور بازاروں میں بھیجتے، وہ گشت کرکے باآواز بلند اس کے مرنے کی خبر کرتا۔" اور نہایہ جزری وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب کوئی شریف آدمی مرتا یا قتل کیا جاتا تو قبیلوں میں ایک سوار کو بھیجتے جو چلا چلا کر اس کی موت کی خبر کرتا کہ فلاں شخص مرگیا یا فلاں شخص کے مرنے سے عرب ہلاک ہوگیا۔ پس موت کی خبر جاہلیت کے اس طریقے پر دینا ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور مجرد موت کی خبر دینا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اور صحابہ نے باہم ایک دوسرے کو دی ہے منع نہیں۔

کوئی شخص مرگیا اور اس نے اپنی بیوی کا دین مہر ادا نہیں کیا اور کچھ مال بھی نہیں چھوڑا تو اس صورت میں اس کی بیوی اگر اپنا دین مہر خوشی سے معاف کردے تو بڑے ثواب کی بات ہے اور اپنے شوہر متوفی پر بہت بڑا احسان کرنا ہے اور اگر مال چھوڑ گیا ہے تو اس صورت میں اس کی بیوی سے خواہ مخواہ دین معاف کرانا جائز نہیں بلکہ اس صورت میں ورثاء کو لازم ہے کہ اس کی بیوی کا دین مہر اور دوسرے قرضخواہوں کا قرض فوراً ادا کردیں۔

جامع ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ یعنی مومن کی روح اس کے قرض کے ساتھ معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض اس کی طرف سے ادا کیا جائے۔" یعنی مومن قرضدار کی روح جنت میں نہیں داخل ہوتی جب تک کہ اس کی طرف سے اس کا قرض ادا نہ کیا جائے۔ مسند احمد میں محمد بن عبداللہ بن جحشؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ پھر زندہ ہو۔ پھر اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے پھر زندہ ہو۔ پھر اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ نیز مسند احمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں سعد بن اطول سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرا بھائی مرگیا اور تین سو اشرفیاں چھوڑ گیا اور چھوٹے بچوں کو چھوڑا تو میں نے ارادہ کیا کہ ان اشرفیوں کو ان بچوں پر خرچ کردوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا بھائی اپنے قرض کے ساتھ مقید ہے سو تو اس کا قرض ادا کر۔ سعد بن اطول کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کا کل قرض ادا کردیا۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرضدار مرے اور مال چھوڑ جائے تو اس کے وارثوں کو لازم ہے کہ اس کا قرض فوراً ادا کردیں۔ اور اگر اس نے مال نہیں چھوڑا ہے تو اگر قرض خواہ لوگ قرض کو معاف کردیں یا وارث لوگ یا کوئی اور صاحب اس کا قرض اپنی طرف سے ادا کردیں تو خود بھی بہت بڑے ثواب کے مستحق ہوں گے اور میت قرضدار کو بھی قرض کی قید سے رہائی ہو جائے۔

مسلم میں ابوالیسر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یعنی جس شخص نے کسی محتاج قرضدار کو مہلت دی یا اس کا قرضہ معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ اور ابو قتادہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں سے اس کو نجات دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ایسے شخص کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے جو قرضدار مرتا اور مال نہ چھوڑ جاتا۔ جس سے اس کا قرض ادا کیا جاتا۔ بلکہ صحابہؓ کو فرماتے کہ تم لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لو پھر جب فتوحات ہوئیں اور غنیمت کے مال آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قرضدار میت کا قرض خود اپنی طرف سے ادا فرماتے۔ اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے۔

(کتاب الجنائز از ص ۸ تا ۲۱)

**سوال:** قبر میں میت کو دفن کرتے وقت تھوڑی سی مٹی پر ہر ایک شخص قل ھو اللہ پڑھے وہ مٹی قبر میں رکھی جائے اور ایک اینٹ پر کلمہ لکھ کر اندر رکھی جائے دفن کے بعد قبر پر اذان دی جائے کیا جائز ہے۔

**جواب:** ایسے افعال حدیثوں سے ثابت نہیں ہیں۔ اگر کچھ ہے تو بدعت ہے (اہلحدیث ج ۲۴ ع ۱۵)

**تشریح:** واضح ہو کہ ڈھیلے مٹی پر سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر قبر میں رکھنا قول و فعل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں نہ صحابہ کرام سے نیز قول و فعل تابعین و تبع تابعین و طبقات ہفت گانہ فقہائے حنفیہ وغیرہ سے بھی کتب معتبرہ و معتمدہ میں ثابت نہیں۔ غرض اس کی کوئی سند نہیں ہے اور اسی طرح جمع ہو کر تیسرے دن قرآن پڑھنا یا چنوں پر کلمہ پڑھنا۔ اسی طرح سیوم اور دسواں بیسواں چہلم، چھ ماہی اور برسی وغیرہ رسمیں بھی کہیں سے ثابت نہیں بلکہ یہ رسمیں ہنود اور کفار کی ہیں اجتناب اور حذر ان امور مذکورہ سے واجب ہے۔ ایصال ثواب مالی یا بدنی بلا التزام اور تعیین وقت اور دن کے جب چاہے پہنچانا درست اور طریقہ مسلوکہ فی الدین ہے اور امور مذکورہ بالا محدث فی الدین ہیں۔ جیسا کہ علمائے ربانی محققین پر مخفی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (ملخص)

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۴۲۱)

**سوال**: زید کہتا ہے کہ جنازہ کی نماز کے آگے سید ھے کان پر سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی رکھ کر "صلوٰۃ الجنازۃ فرض الکفایۃ" تین مرتبہ پکارنے سے فرشتے اس آواز کو سن کر جنازے کی نماز میں جماعت کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسا بولنا چاہیے بکر کہتا ہے اس طور سے صلوٰۃ پکارنا منع ہے کون حق پر ہے۔

**جواب**: جو واقعہ نظر اور عقل سے غائب ہو اس کا بتانا نبی کا کام ہے۔ یہ واقعہ بھی عقل اور نظر سے غائب ہے اس لئے اس کا ثبوت بھی قرآن و حدیث سے ہونا چاہیے جو نہیں ہے پس جو اس کا قائل ہے اس سے ثبوت مانگنا چاہیے محض زبان سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ (اہلحدیث ۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

**سوال**: قبر پر میت کا نام اور وفات تاریخ سنگ مرمر کے پتھر پر کندہ کروا کر قبر پر بطور یادداشت کے گاڑنا از روئے قرآن و حدیث جائز ہے یا نہیں؟ (عبداللہ سوداگر)

**جواب**: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر ایک صحابی کی قبر پر رکھ کر فرمایا تھا اس لئے رکھتا ہوں یہ قبر پہچان لیا کروں۔ پتھر پر نام میت لکھوا کر سرہانے کی طرف کھڑا کر دیا جائے تو میرے خیال میں منع نہیں۔ مدینہ شریف کے قبرستان میں آج تک بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اسی طرح کا ایک پتھر یا لکڑی کی تختی کھڑی ہے۔

(۱۳ مئی ۳۳ء)

**تعاقب**: مفتی صاحب اہلحدیث نے ۱۵ محرم کے پرچہ میں لکھا ہے کہ قبر کے سرہانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پتھر رکھ دیا جائے اور اس پر میت کا نام وغیرہ لکھ دیا جائے تو حرج نہیں حالانکہ ترمذی کی حدیث میں ہے نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان تجصص القبور وان یکتب علیها پس مطلق قبر پہ لکھنا نام ہو یا نہ سب منع ہے۔

(عبداللطیف از دہلی)

جواب: آپ نے قبر کے لفظ پہ غور نہیں کیا جو حدیث کا لفظ ہے۔ قبر کوٹانی شکل کا نام ہے پتھر اس سے الگ متصل چیز ہے حدیث کے صریح الفاظ حجت ہیں قیاس کسی کا حجت نہیں باوجود اس کے میں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرتا۔ (۱۴ صفر ۱۳۴۹ھ)

سوال: کیا قرآن مجید کی تلاوت بلاتخصیص وقت و مکان کے میت کو ثواب پہنچتا ہے؟

جواب: کسی آیت یا حدیث سے تلاوت قرآن کی ثواب رسانی کا ثبوت نہیں ہنر زمانہ رسالت میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حنفی علماء اس کو مالی عبادات پر قیاس کر کے جائز کہتے ہیں۔ (۱۹ جون ۱۹۳۱ء)

تشریح: اس باب میں کچھ روایات یا آثار کتاب ثمار التنکیت فی ابیات التثبیت میں ہیں مگر اس وقت وہ کتاب موجود نہیں جو نقل کی جائیں ہاں نیل الاوطار سے بحیثیت مجموعی ملتا ہے کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک تلاوت قرآن کا ثواب بھی میت کو ملتا ہے۔

(نیل الاوطار ص۸۰ ج۴)　(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: موتی کے دفن کرنے میں جلدی کی جائے یا دیر زید کہتا ہے کہ جلدی کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تین کاموں میں جلدی کیا کرو۔ جس میں سے ایک جنازہ بھی ہے مگر بکر کہتا ہے کہ دیر کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک دو دن کے بعد دفن کی گئی اگر یونہی ہوتا تو صحابہؓ جو حدیث کے یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے والے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک کو بغیر دفن کئے ہوئے دو دن تک کیوں رکھتے اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا کہنا ٹھیک ہے یا بکر کا۔

(مرزا فیاض علی بیگ سکندر آباد دکن)

جواب: حدیث میں حکم یہی ہے کہ میت کو جلدی دفن کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کرنے میں اس لئے دیر ہوئی تھی کہ نعش مبارک حجرے میں تھی جہاں دفن ہونی تھی لوگ جوق جوق آتے اور باری باری نماز جنازہ پڑھتے تھے اس سے اصل حکم میں تبدیلی نہیں آسکتی۔

(۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**ثمر فیہ**: صرف جنازہ پڑھنے کی وجہ نہ تھی اصل بات یہ ہے کہ شاہی دستور ہے کہ جب تک جانشین نہ مقرر ہو جائے جب تک نعش شاہی دفن نہیں کی جاتی۔ اور اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق شاہانہ طریق پر نہ تھا مگر رسالت اور خصوصاً آپ کی رسالت جو آیۃ مَنْ سَلَّنَاكَ لِلنَّاسِ میں کَافَّةً لِلنَّاسِ عام تھی کہ آپ کے بعد خلافت راشدہ شاہان دنیا سے اعلیٰ تھی۔ اسی وجہ سے حضور صلعم کے انتقال کے بعد صحابہ خلیفہ کے تعین و تقرر میں مشغول تھے ملاحظہ ہو بخاری ج ۱ ص ۵۱۸۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**سوال**: شوہر اپنی بیوی مرحومہ یا بیوی شوہر مرحوم کو بعد انتقال غسل بلا عذر دے سکتی ہے یا نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ بعد موت عورت مرد پر یا مرد عورت پر حرام ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے غسل دینا کیا معنی چھونا تک حرام ہے۔

**جواب**: جائز ہے۔ حضرت علی نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ اللہ اعلم۔
(۸۔ اگست ۱۹۳۰ء)

**تعاقب**: جواب طلب یہ امر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کا ثبوت جس حدیث میں مرقوم ہو کتب حدیث کا حوالہ مکمل و مفصل تحریر فرمائیں۔ میرے ایک قدیمی دوست حنفی بھائی نے اعتراض کیا ہے کہ کس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کا مرقوم ہے جواب مدلل ہونا چاہیئے۔ (عبد اللہ چیر کنڈہ ضلع مانبھوم)

**جواب**: حضرت علی رضی اللہ عنہ والی روایت مسند امام شافعی اور دار قطنی میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا اگر تو میرے سامنے فوت ہو گی تو میں تجھے غسل دوں گا۔ (ابن ماجہ) اکثر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ (۱۲۔ اگست ۱۹۳۲ء)

**تعاقب**[1]: کسی سائل نے مردہ مرد و عورت کے کفن کے متعلق دریافت کیا ہے جس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے۔ "مردہ مرد کو تین چادریں فقط نیچے اوپر۔ اور عورت کو تین چادریں ایک سینہ بند ایک سر بند کفنی وغیرہ کچھ نہیں بس یہی سنت ہے۔ یہی افضل ہے۔ انتہیٰ"۔ اس جواب میں آپ نے مردہ عورت کو کفنی کرتہ دینے سے انکار کیا ہے حالانکہ کرتہ مردہ عورت کو کفن میں دینا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ چنانچہ مسند احمد و سنن ابوداؤد

[1] مسئلہ متعاقبہ مضمون تعاقب میں آگیا ہے۔ ح س آ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں ہے عن لیلیٰ بنت قانف الثقفیة قالت کنت فیمن غسل ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند وفاتها وکان اول ما اعطانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحقاء ثم الدرع ثم الخمار ثم الملحفة ثم ادرجت بعد ذلك فی الثوب الاخر قالت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس عند الباب معه کفنها یناولنا ثوبًا ثوبًا" اس روایت سے معلوم ہوا کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو علاوہ سر بند و سینہ بند و دو چادروں کے کرتہ بھی دیا گیا چنانچہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار میں اس روایت کے نیچے لکھتے ہیں والحدیث یدل علی المشروع فی کفن المرأة ان یکون ازارًا ودرعا وخمارا وملحفة ودرجا ۔ نیز اسی طرح فقہائے احناف بھی کرتہ دینے کے قائل ہیں ملاحظہ ہو ہدایہ اولین صلہ ۱۵۹ و دیگر کتب فقہ۔ خلاصہ یہ کہ عورت کو دو چادر اور ایک کرتہ کفنی اور ایک تہ بند یعنی سینہ بند اور ایک سربند کفن میں دینا مسنون ہے ۔ (محمد یونس مدرسہ میاں صاحب قدس سرہ دہلی)

مفتی: حدیث پیش کردہ باوجود مجروح ہونے کے مجھے مسلم ہے ۔ (۱۲ ستمبر ۱۹۳۲ء)

**سوال**: گھر یا قبرستان میں قرآن خوانی سے میت کو ایصال ثواب ہوسکتا ہے یا نہیں۔

(عبدالواحد لاہور)

**جواب**: صورت مرقومہ میں بعض علماء کے نزدیک جائز ہے ۔ (۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ)

**سوال**: کیا مردوں کی روحیں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو اپنے عزیز و اقارب کے گھروں کی زیارت کو آتی ہیں اور اگر اس شب کو طعام وغیرہ دیا جائے تو وہ راضی ہوتی ہیں۔

**جواب**: یہ سب باتیں بے ثبوت ہیں ۔ (۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ)

**سوال**: میت کی طرف سے روزہ دار کو افطار کرانے سے ایصال ثواب ہوگا یا نہیں؟

**جواب**: ہر نیک کام کا ثواب میت کو پہنچ سکتا ہے ۔ کنواں لگوا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ھذا لام سعد (یہ کنواں سعد کی ماں کو ثواب پہنچانے کے لئے بنایا گیا)۔ (۱۴ جمادی الآخر ۱۳۶۵ھ)

**سوال**: زید کہتا ہے مردہ کی کھوت کھانا حرام ہے ۔

**جواب**: کوئی شخص ایصال ثواب کے لئے ۔ غرباء و مساکین کو کھانا کھلائے تو جائز ہے بحکم حدیث مذکور حوالہ ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**تشریح:** میت کی طرف سے خیرات کرے تو میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؛ میت کے لئے قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں اور ختم پڑھنا سنت ہے یا بدعت بینوا توجروا۔

**الجواب:** میت کی طرف سے خیرات کی جائے تو اس کا ثواب میت کو بلاشبہ پہنچتا ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ عن عائشة ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسها واراها لو تکلمت تصدقت فهل لها اجران تصدقت عنها قال نعم اور قرآن خوانی اور ختم خوانی جس طریقہ پر فی زمانا رائج ہے سو یہ طریقہ بالکل بے اصل اور محدث ہے اور اس کے علاوہ قرأت قرآن کے ثواب پہنچنے اور نہ پہنچنے میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک قرأت قرآن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور امام شافعی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نہیں پہنچتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ عبدالوہاب عفی عنہ۔ سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ ص۴۱۹)

**سوال:** کسی شخص کے مرجانے کے بعد چوتھے یا چالیسویں دن یا اس کے علاوہ متعین یا غیر متعین دنوں میں کسی مردے کے نام پر قرآن خوانی کر کے اور غرباء کو کھانا کھلا کے ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ (حکیم عبدالمنان از ڈمراؤں ضلع آرہ)

**جواب:** قرآن مجید پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے میت کے لئے استغفار کرنا جائز بلکہ احسن طریقہ ہے رسمی طور پر دن مقرر نہ کرنا چاہیئے۔ (۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ)

**تشریح:** مردہ کے واسطے ختم قرآن پڑھ کر بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ قرأت قرآن کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ علماء حنفیہ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اور بعض اصحاب شافعیؒ کے نزدیک پہنچتا ہے اور اکثر علماء شافعیہ کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے اور امام شافعی کا مشہور مذہب یہی ہے کہ نہیں پہنچتا ہے پس جن لوگوں کے نزدیک پہنچتا ہے ان کے نزدیک مردے کے واسطے ختم قرآن پڑھ کر بخشنا جائز ہے۔ اور جن کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے ان کے نزدیک نہیں جائز ہے۔ شرح کنز میں ہے۔ ان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة کان او صوما او حجا او صدقة او قراءة قرآن او غیر ذالك من جمیع انواع البر ویصل ذالك الی المیت وینفعه عند اهل السنة امام نووی شرح مقدمہ مسلم میں لکھتے ہیں واما قراءة القرآن فالمشهور من

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مذھب الشافعی انہ لا یصل ثوابھا الی المیت وقال بعض اصحاب یصل الی المیت وثواب جمیع العبادات من الصلوات والصوم والقراءۃ وغیرذالک اور اذکار میں لکھتے ہیں۔ وذھب احمد بن حنبل وجماعۃ من العلماء وجماعۃ من اصحاب الشافعی الی انہ یصل واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ علی محمد عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ہوالموفق: متاخرین علمائے اہل حدیث سے علامہ محمد بن اسمٰعیل امیر رحمۃ اللہ علیہ نے سبل السلام میں مسلک حنفیہ کو دلیلاً بتایا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ قراءت قرآن اور تمام عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچنا از روئے دلیل کے زیادہ قوی ہے اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نیل الاوطار میں اسی کو حق کہا ہے مگر اولاد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یعنی یہ کہا ہے کہ اولاد اپنے والدین کے لئے قراءت قرآن یا جس عبادت بدنی کا ثواب پہنچانا چاہے تو جائز ہے کیونکہ اولاد کا تمام عمل خیر مالی ہو یا بدنی اور بدنی میں قراءت قرآن ہو یا نماز یا روزہ یا کچھ اور سب والدین کو پہنچتا ہے ان دونوں علامہ کی عبارتوں کو مع ترجمہ یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے سبل السلام شرح بلوغ المرام جلد اول صفحہ ۲۰۶ میں ہے

ان ھذہ الادعیۃ ونحوھا نافعۃ للمیت بلا خلاف واما غیرھا من قراءۃ القرآن لہ فالشافعی یقول لا یصل ذلک الیہ وذھب احمد وجماعۃ من العلماء الی وصول ذلک الیہ وذھب جماعۃ من اھل السنۃ والحنفیۃ الی ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ کان او صوما اوحجا او صدقۃ او قراءۃ قرآن او ذکر اوای نوع من انواع القرب وھذا ھو القول الارجح دلیلا وقد اخرج دارقطنی ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کیف یبر ابویہ بعد موتھما فاجابہ بانہ یصلی لھما مع صلوتہ ویصوم لھما مع صیامہ واخرج ابوداؤد من حدیث معقل بن یسار عنہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرؤا علی موتاکم سورۃ یٰسٓ وھو شامل للمیت بل ھو الحقیقۃ فیہ واخرج الشیخان انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یضحی عن نفسہ بکبش وعن اُمتہ بکبش وفیہ اشارۃ الی ان الانسان ینفعہ عمل غیرہ وقد بسطنا الکلام فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حواشی ضوء النہار بما یتضح منہ قوۃ ھذا المذھب انتہیٰ یعنی یہ زیارت قبر کی دُعائیں اور مثل ان کے اور دعائیں میت کو نافع ہیں بلا اختلاف اور میت کے لئے قرآن پڑھنا سو امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے اور امام احمدؒ اور علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ قرآن پڑھنے کا یہ ثواب میت کو پہنچتا ہے اور علمائے اہل سنت سے ایک جماعت کا اور حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو بخشے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قراءت قرآن یا کوئی اور ذکر یا کسی قسم کی کوئی اور عبادت اور یہی قول دلیل کی رو سے زیادہ راجح ہے۔ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کیونکر نیکی و احسان کرے۔ آپؐ نے فرمایا اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے ساتھ ان دونوں کے لئے روزہ رکھے اور ابوداؤد میں معقل ابن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مُردوں پر سورہ یٰس پڑھو اور یہ حکم میت کو بھی شامل ہے۔ فی الحقیقت میت ہی کے لئے ہے۔ اور صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھیڑ اپنی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ایک اپنی اُمت کی طرف سے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کو غیر کا عمل نفع دیتا ہے۔ اور ہم نے حواشی ضوء النہار میں اس مسئلہ پر مبسوط کلام کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی مذہب قوی ہے۔ نیل الاوطار میں ہے صفحہ ۳۲۵ جلد ۳۔ والحق انہ یخصص عموم الآیۃ بالصدقۃ من الولد کما فی احادیث الباب و بالحج من الولد کما فی خبر الخثعمیۃ ومن غیر الولد ایضا کما فی حدیث المحرم عن اخیہ شبرمۃ ولم یستفصلہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل اوصی شبرمۃ ام لا وبالعتق من الولد کما وقع فی البخاری فی حدیث سعد خلافا للمالکیۃ علی المشھور عندھم وبالصلوۃ من الولد ایضا لما روی الدارقطنی ان رجلا قال یارسول اللہ انہ کان لی ابوان ابرھما فی حال حیاتھما فکیف لی ببرھما بعد موتھما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان من البر بعد البر ان تصلی لہما مع صلاتک وان تصوم لہما مع صیامک وبالصیام من الولد لہذا الحدیث ولحدیث ابن عباس عند البخاری ومسلم ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ ان امی ماتت وعلیہا صوم نذر فقال ارأیت لو کان دین علی امک فقضیتہ أکان یؤدی ذلک عنہا قالت نعم قال فصومی عن امک واخرج مسلم وابوداؤد والترمذی من حدیث بریدۃ ان امرأۃ قالت انہ کان علی امی صوم شہر فاصوم عنہا قال صومی عنہا ومن غیر الولد ایضا لحدیث من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ متفق علیہ وبقراءۃ یٰسٓ من الولد وغیرہ لحدیث اقرؤا علی موتاکم یٰس وبالدعاء من الولد لحدیث او ولد صالح یدعو لہ ومن غیرہ لحدیث استغفروا لاخیکم وسلوا لہ التثبیت ولقولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ولما ثبت من الدعاء للمیت عند الزیارۃ الخ وبجمیع ما یفعلہ الولد لوالدیہ من اعمال البر لحدیث ولد الانسان من سعیہ[1] انتہی۔ حاصل وخلاصہ ترجمہ اس عبارت کا بقدر ضرورت یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ آیۃ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ اپنے عموم پر نہیں ہے اور اس کے عموم سے اولاد کا صدقہ خارج ہے یعنی اولاد اپنے مرے ہوئے والدین کے لیے جو صدقہ کرے اس کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے اور اولاد اور غیر اولاد کا حج بھی خارج ہے اس واسطے کہ خثعمیہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد جو اپنے والدین کے لیے حج کرے اس کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے۔ اور شبرمہ کے بھائی کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج کا ثواب میت کو غیر اولاد کی طرف سے بھی پہنچتا ہے اور اولاد جو اپنے والدین کے لئے غلام آزاد کرے تو اس کا بھی ثواب والدین کو پہنچتا ہے جیسا کہ بخاری میں سعدؓ کی حدیث سے ثابت ہے اور اولاد جو اپنے والدین کے لیے نماز پڑھے یا روزہ رکھے سو اس کا بھی ثواب والدین کو

[1] نیل الاوطار طبع جدید مصری الجزء الرابع ص۸۰۔ راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہنچتا ہے۔ اس واسطے کہ دار قطنی میں ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ تھے ان کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرتا تھا پس ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیونکر نیکی کروں۔ آپ نے فرمایا کہ مرنے کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لئے بھی نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ اپنے والدین کے لئے بھی روزہ رکھ اور صحیحین میں ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ میری ماں مر گئی اور اس کے ذمہ نذر کے روزے تھے آپؐ نے فرمایا بتا اگر تیری ماں کے ذمہ قرض ہوتا اور اس کی طرف سے تو ادا کرتی تو ادا ہو جاتا یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ادا ہو جاتا آپؐ نے فرمایا روزہ رکھ اپنی ماں کی طرف سے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ میری ماں کے ذمہ ایک مہینے کے روزے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں آپ نے فرمایا کہ اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھ اور غیر اولاد کے روزہ کا بھی ثواب میت کو ملتا ہے۔ اس واسطے کہ حدیث متفق علیہ میں آیا ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے اور سورۂ یٰسین کا ثواب بھی میت کو ملتا ہے اولاد کی طرف سے بھی اور غیر اولاد کی طرف سے بھی اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں پر سورۂ یٰسین پڑھو اور دعا کا نفع بھی میت کو پہنچتا ہے اولاد دعا کرے یا کوئی اور۔ اور جو جو کار خیر اولاد اپنے والدین کے لئے کرے سب کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ انسان کی اولاد اس کی سعی سے ہے۔ جب علامہ شوکانی اور محمد بن اسمٰعیل امیر کی تحقیق ایصال ثواب قراءت قرآن و عبادات بدنیہ کے متعلق سن چکے تو اب آخر میں علامہ ابن النحوی کی تحقیق بھی سن لینا خالی از فائدہ نہیں، آپ شرح المنہاج میں فرماتے ہیں۔ لا یصل عندنا ثواب القراءة علی المشهور والمختار الوصول اذا سأل الله ایصال ثواب قراءته وینبغی الجزم به لانه دعاء فاذا جاز الدعاء للمیت بما لیس للداعی فلان یجوز بما هو له اولیٰ ویبقی الامر فیه موقوفا علی استجابة الدعاء وهذا[1]

[1] ان احادیث پر قیاس کر کے اگر کوئی میت کی طرف سے قضا نماز ادا کرے تو ثواب پہنچنے کی امید قوی ہے۔ والعلم عند اللہ (از مولانا ثناء اللہ۔ ۹ جولائی ۱۹۳۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



المعنی لا یختص بالقراءۃ بل یجری فی سائر الاعمال والظاہر ان الدعاء متفق علیہ انہ ینفع المیت والحی والقریب والبعید بوصیۃ وغیرہا وعلیٰ ذلک احادیث کثیرۃ بل کان افضل ان یدعو لاخیہ بظہر الغیب انتہیٰ ذکرہ فی نیل الاوطار یعنی ہمارے نزدیک مشہور قول پر قرارت قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور مختار یہ ہے کہ پہنچتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے قرارت قرآن کے ثواب پہنچنے کا سوال کرے (یعنی قرآن پڑھ کر دعا کرے اور یہ سوال کرے کہ یا اللہ اس قرارت کا ثواب فلاں میت کو تو پہنچا دے) اور دعا کے قبول ہونے پر امر موقوف رہے گا (یعنی اگر دعا اس کی قبول ہوئی تو قرارت کا ثواب میت کو پہنچے گا اور اگر دعا قبول نہ ہوئی تو نہیں پہنچے گا) اور اس طرح پر قرارت کے ثواب پہنچنے کا جزم کرنا لایق ہے اس واسطے کہ یہ دعا ہے پس جبکہ میت کے لئے ایسی چیز کی دعا کرنا جائز ہے جو داعی کے اختیار میں نہیں ہے تو اس کے لئے ایسی چیز کی دعا کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا جو آدمی کے اختیار میں ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دعا کا نفع میت کو بالاتفاق پہنچتا ہے اور زندہ کو بھی پہنچتا ہے نزدیک ہو خواہ دور ہو اور اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں بلکہ افضل یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۲، ۴۴۴

**دیگر:** اہدائے ثواب قراءۃ قرآن للمیت میرے نزدیک صراحۃً کسی مرفوع صحیح حدیث سے ثابت نہیں نیز صحابہؓ و تابعینؒ سے بھی ثابت نہیں اس لئے مجھے اس کی مشروعیت میں تامل ہے۔ لوگ اہداء ثواب و نیابت و بدل میں فرق نہیں کرتے اقتداء اعلیٰ موتاکم یٰس میں موتیٰ کو ابن القیمؒ نے محتضر پر محمول کیا ہے۔ نیز یہاں اہداء ثواب کی صورت بھی نہیں ہے[1] واللہ اعلم۔ (حضرت مولانا) عبیداللہ رحمانی مبارکپوری ۱۹ مئی ۱۹۵۳ء)

**سوال:** میت کے واسطے تین یا چار روز کے بعد کھانا آگے رکھ کر ختم قرآن مجید بخشا جاوے

---

[1] قرارت قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بعد تحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم و رواج کی پابندی کے پڑھے۔
(از مولانا ثناء اللہ) - (۹ جولائی ۱۹۳۷ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا نہیں ؟

**جواب** : یہ طریقہ سنت نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں لہٰذا بدعت ہے۔ جو دعویٰ کرے وہ ثبوت پیش کرے۔ (۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ)

**سوال** : قبروں پر عرس کرنا جھنڈا کھڑا کرنا گلی کوچوں میں باجے بجاتے پھرنا اور اسی قسم کی سب خرابیاں کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے ؟

**جواب** : یہ کام سخت گناہ کے ہیں بغیر کسی اور خرابی کے صرف عرس کرنا بھی بدعت اور سخت گناہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس کیا نہ تابعین نے کیا نہ ائمہ دین نے حکم دیا یہ سب رسومات پیچھے کی بنی ہوئی ہیں۔ (۱۴ رجمادی الثانی ۳۵ھ)

**تشریح** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پختہ بنانا قبر کا چونہ اینٹ اور پتھر وغیرہ سے درست ہے یا نہیں اور بلند قبر کا پست کر دینا درست ہے یا نہیں اور جو قبریں کہ پتھر سے سنگین اور پختہ بنائی گئی ہوں ان سے پتھروں کا علیحدہ کرنا اور ان کا بیع کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

**الجواب** : پختہ بنانا قبر کا چونہ اور اینٹ اور پتھر وغیرہ سے درست نہیں ہے اور بلند قبروں کا جو ایک بالشت سے زیادہ بلند ہوں پست کرنا درست ہے یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے بلندی باقی رہ جائے۔ اور جو قبریں کہ پتھر سے سنگین اور پختہ بنائی گئی ہوں ان کو منہدم کر کے پتھر علیحدہ کر لینا درست ہے۔ اور چونکہ وہ پتھر متعلق قبر سے نہیں ہیں اس لئے اس کا بیع کرنا شرعاً درست ہے۔ عن جابر قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یجصص القبر نہی کرد آنحضرت صلعم از گچ کردن گور و گفتہ اند کہ اگر گل کنند تا ویران نشود درست است وان یبنی علیہ و نہی کرد از آنکہ بنا کردہ شود بر گور بعض گفتہ اند کہ مراد بنا کردن است از سنگ و مانند آن و بعض گفتہ اند کہ مراد بہ بنا خیمہ زدن و مانند آنست کہ آن نیز مکروہ و منہی عنہ است الخ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ و اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ وایضاً فیھما عن جابر قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یجصص القبور نہی کرد آنحضرت صلعم از آنچہ گچ کردہ شود قبرہا از جہت آنچہ درو ست از تکلف و تزئین و روا داشتہ است حسن بصری گل کردن و شافعی گفتہ مستحب است

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گل کردن وور خانیہ گفتہ تطیین قبور لاباس بہ کذا فی مطالب المومنین۔ ونیز گفتہ اند کہ مکروہ است۔ برپا کردن الواح مکتوبہ کہ بیفائدہ است انتہی۔ ویکرہ الآجر والخشب لانھما لاحکام البناء والقبر موضع البلی کذا فی الھدایۃ ویکرہ الآجر والخشب کذا فی شرح الوقایۃ والکنز ای یکرہ ان یوضع علی القبر آجر وخشب لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یشبہ القبور بالعمران والآجر والخشب للعمران ولانھما یستعملان للزینۃ ولاحاجۃ الیھا للمیت کذا فی البدائع ھکذا فی المستخلص شرح الکنز وغیرہ و اصل النھی للتحریم کما ھو مذکور فی اصول الفقہ کذا فی مأیۃ المسائل فی تحصیل الفضائل فی البحر الرائق ویسنم قدر شبر وقیل قدر اربع اصابع انتہی وفی در المختار یسنم مندوبا وفی الظھیریۃ وجوبا قدر شبر انتہی وکذا فی العالمگیریۃ وغیرھا عن ابی الھیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ ونگزاری گور بلند را مگر آنکہ برزمین برابر ہموار کنی یعنی لپت کنی چنانکہ نزدیک بزمین باشد آنقدر کہ پیدا نمایاں بود مقدار یک شبر چنانکہ سنت است رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ واشعۃ اللمعات واللہ اعلم بالصواب۔ (حررہ سید شریف حسین عفی عنہ)

| فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۳۳ | سید محمد نذیر حسین |
|---|---|

**سوال:** جنازہ غائبانہ کا ثبوت اور کتنے دن تک (عبد اللطیف)

**جواب:** جنازہ غائب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کا پڑھا اور اس کا کسی روایت میں منع نہیں آیا لہٰذا یہ فعل سنت ہے۔ (۲۴ رمضان ۱۳۴۳ھ)

**تشریح:** نماز جنازہ غائب پر پڑھنا درست ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور جمہور سلف رحمہم اللہ کا حتیٰ کہ ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ کسی صحابی سے غائب پر نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نہیں آئی ہے عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی اصحمۃ النجاشی فکبر علیہ اربعا وفی لفظ قال توفی الیوم رجل صالح من الحبش فھلموا فصلوا علیہ فصففنا خلفہ فصلی رسول اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صلی اللہ علیہ وسلم علیہ ونحن صفوف متفق علیہ کذافی المنتقی قال القاضی الشوکانی فی شرح قد استدل بھذہ القصۃ القائلون بمشروعیۃ الصلوۃ علی الغائب عن البلد قال فی الفتح وبذلک قال الشافعی واحمد وجمھور السلف حتی قال ابن حزم لم یات عن احد من الصحابۃ منعہ انتھی۔

حررہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری

الوالعلی محمد عبدالرحمن — سید محمد نذیر حسین — فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۵

**تشریح:** قول بعض علماء کے نزدیک جائز ہے الخ اس کی تحقیق پیشتر ہو چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو۔ کتنے دن کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسجد میں مدت مدید شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی صلی علی اھل احد صلاتہ علی المیت ثم انصرف الی المنبر الحدیث صحیح بخاری جلد اول ص ۱۷۹ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ برس کے بعد پڑھا تھا۔ جنازہ غائبانہ جائز ہے۔

(عبیداللہ رحمانی ۱۹ مئی ۱۹۵۳ء)

**تشریح:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) نماز جنازہ ایک بار ہو چکی پھر اور آدمی آئے انہوں نے بھی نماز پڑھی تو یہ نماز جائز ہے یا نہیں اور (۲) غائب کی بھی نماز پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟

**الجواب:** جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھنی جائز ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر دفن لیلا فقال متی دفن ھذا قالوا البارحۃ قال افلا اذنتمونی قالوا دفناہ فی ظلمۃ اللیل فکرھنا ان نوقظک فقام فصففنا خلفہ فصلی متفق علیہ۔ یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر گذرے جس میں مردہ رات کو دفن ہوا تھا آپ نے فرمایا تو مجھے تم لوگوں نے کیوں خبر نہیں دی لوگوں نے کہا اندھیری رات میں ہم نے دفن کیا اس وجہ سے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز جنازہ کے لئے) کھڑے ہوئے اور ہم لوگ آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے۔ پس آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ ہونے کے بعد قبر پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوبارہ نماز جنازہ درست ہے تو قبل دفن کے تو بدرجہ اولیٰ درست ہو گی۔ اور اس کی تائید حضرت علیؓ کے اثر سے ہوتی ہے جس کو کنز العمال نے بایں لفظ نقل کیا ہے۔ صلی علیؓ علی جنازۃ بعد ما صلی علیہا۔ یعنی حضرت علیؓ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی بعد اس کے کہ اس پر نماز پڑھی جا چکی تھی۔ جواب سوال دوم۔ نماز جنازہ غائب پر پڑھنا درست ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور جمہور سلف رحمہم اللہ کا حتیٰ کہ ابن حزم نے کہا ہے کسی صحابی سے غائب پر نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نہیں آئی ہے۔ عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی اصحمۃ النجاشی فکبر علیہ اربعا وفی لفظ قال توفی الیوم رجل صالح من الحبش فہلموا فصلوا علیہ فصففنا خلفہ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ ونحن صفوف متفق علیہ کذا فی المنتقی قال القاضی الشوکانی فی شرحہ قد استدل بہذہ القصۃ القائلون بمشروعیۃ الصلوٰۃ علی الغائب عن البلد قال فی الفتح وبذلک قال الشافعی واحمد وجمہور السلف حتی قال ابن حزم لم یات عن احد من الصحابۃ منعہ انتہیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری۔

(سید محمد نذیر حسین۔ فتاویٰ نذیریہ ج ۱۔ ص ۲۹۹)

**سوال:** ختم میت کا ثبوت ہے؟

**جواب:** ختم میت جو آجکل دیا جاتا ہے کہ بعد مرنے کے کھانا رکھ کر کچھ پڑھتے ہیں اور کھانا تقسیم کرتے ہیں۔ یہ تو آنحضرتؐ کے زمانہ میں نہ تھا لہٰذا بدعت ہے۔ (" ")

**سوال:** زید کہتا ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھنے کے بعد وضو باطل ہو جاتا ہے؟

**جواب:** جنازہ کا وضو جنازہ پڑھنے سے ٹوٹ نہیں جاتا اس سے نماز پڑھنی جائز ہے۔ جو کہتا ہے کہ جنازہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کا قول غلط ہے (۲۵ رمضان ۱۳۶۳ھ)

**سوال:** مرد یا عورت کے جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنا جائز ہے۔ کیا ایسے جنازے کی نماز میں داخل ہو کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (عبدالکریم مدراس)

**جواب:** جنازہ میت کا حق ہے زندوں کی کسی غلطی سے اس حق کو تلف کرنا جائز نہیں لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ پس جنازہ پڑھنا چاہیے۔ (۱۰ شوال ۱۳۶۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سوال: کیا حضورؐ قبروں پر پھولوں کی کلی ڈالا کرتے تھے؟

جواب: ثابت نہیں۔ ۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ

سوال: جنازہ پر پھول ڈال ہار بنا کر وغیرہ وغیرہ یہ کیا ہے؟

جواب: شرع شریف میں اس کا ثبوت نہیں ہندوؤں کی صحبت کا اثر ہے۔ ۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ

سوال: قرأت قرآن کا ثواب میت کی ارواح کو پہنچتا ہے کیا یہ درست ہے؟

جواب: قرأت قرآن کا ثواب پہنچانے کا دستور زمانہ رسالت اور عہد خلافت میں نہ تھا۔ ائمہ اربعہ میں بھی اسی وجہ سے اختلاف ہے امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعیؒ اور امام حنبلؒ کے نزدیک نہیں۔ اللہ اعلم۔

(۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ)

سوال: بعض علماء کا یوں ارشاد ہے کہ اگر کلمہ ایک لاکھ کا ختم اجرت دے کر ہو یا ولرثانِ میت خود پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دیں تو وہ مغفور ہو جاتا ہے۔

(ایک سائل از سرائے صالح ہزارہ)

جواب: کلمہ شریف پڑھنا ثواب ہے مگر جس طرح لکھا ہے اس طرح شرع میں ثابت نہیں۔ صاف طور سے پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میت کا مغفور ہو جانا میرے ناقص علم میں نہیں العلم عند اللہ۔

(۶۔ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ)

سوال: جنازے کو بے وضو غسل دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: دے سکتے ہیں کوئی حرج نہیں کسی آیت یا حدیث میں منع نہیں۔

(۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ)

سوال: میت کو قبر میں رکھ کر منکر نکیر کے سوال بتا کر جواب بتانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کیا مردہ سنتا ہے؟

جواب: ایک حدیث میں ہے لقنوا موتاكم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مُردوں کو لا الہ الا اللہ سکھلایا کرو۔ اس حدیث کی تشریح میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اصلی مُردوں کو قبروں میں سکھاؤ دوسرا قول یہ ہے کہ اصلی مراد نہیں بلکہ جو لوگ قریب المرگ ہیں ان کو سکھاؤ۔ پہلے قول والے قبر میں رکھ کر مردہ کو لا الہ الا اللہ وغیرہ تلقین کرتے ہیں دوسرے قول والے قریب المرگ کو کرتے ہیں پچھلا قول صحیح ہے کیونکہ اس کا فائدہ خود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کے کوچ کے آخری وقت لا الہ الا اللہ پڑھ لے گا وہ نجات پا جائے گا۔ (۲ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ)

**تشریح:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیا مردے کلام زندوں کا سنتے ہیں یا نہیں۔ اگر سنتے ہیں تو کیا دلیل ہے اور اگر نہیں سنتے تو کیا دلیل ہے۔ اس کو قرآن و حدیث سے بیان فرمادیں اور عند اللہ اجر جزیل پاویں۔

**الجواب:** ہوالموفق للصواب جواب صورت مذکورہ کا یہ ہے کہ مردہ کلام نہیں سنتا اور نہ اس میں لیاقت سننے کی ہے جیسا کہ اس پر قرآن شریف شاہد عدل ہے۔ اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اس آیت شریف میں واردات عزیر علیہ السلام کی بیان فرمائی ہے وہ سو برس مرے رہے۔ سو برس کے اندر دھوپ، سردی پڑی بادل گرجے بجلیاں چمکیں۔ آدمی چلتے پھرتے تھے مگر ان کو کسی بات کی خبر نہ ہوئی۔ اگر مردے میں طاقت کلام زندوں کے سننے کی ہوتی تو بادل کا گرجنا ضرور سنتے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل مردوں کے عدم سماع پر ہوگی۔ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ اس آیت میں بھی زندوں کے کلام سے مردوں کو غافل فرمایا۔ اگرچہ قیامت تک کیوں نہ پکاریں بس یہ صاف انکار مردوں کے سننے کا ہے کہ ان میں لیاقت سننے کی نہیں۔ تفسیر جامع البیان میں لکھا ہے کہ شان نزول اس کا عام ہے۔ بتوں کے بارے میں اس کا شان نزول لگانا دھوکہ و فریب لوگوں کا ہے۔ بلکہ عام ہے جس میں بزرگ بھی داخل ہیں إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ۔ اس آیت شریف میں ارشاد فرمایا کہ جس کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے۔ اگر بالفرض سن بھی لیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو جواب نہیں دے سکتے اس میں صاف انکار ہے اموات کے سننے کا وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ. اس آیت شریف میں بھی مردوں کے سننے کا انکار کیا ہے اور تفسیر جامع التفاسیر میں اس کی شان نزول میں بتایا ہے کہ جنگ بدر کے مقتولوں کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ سنتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا کیونکہ مردہ اور زندہ برابر نہیں ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مذہب امام اعظم اور اکثر مشائخ ہمارے کا عدم سماع ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ غرائب اور عینی شرح ہدایہ میں اس مسئلہ کو خوب ثابت کیا ہے اور مخالفین پر خوب رد کیا ہے۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ۔

اس آیت شریف میں بھی انکار مردوں کے سننے کا پایا جاتا ہے۔ ان آیات مذکورہ کے سوا اور بھی آیات ہیں جن سے مُردوں کا عدم سماع ثابت ہوتا ہے اور بجز حدیث قرع نعال کے کوئی اور حدیث صحیح سماع موتیٰ میں نہیں پائی گئی۔ اور حدیث قرع نعال سے مردوں کا ایک خاص وقت میں سننا ثابت ہوتا ہے۔ جس وقت کہ مردہ قبر میں نکیرین کے سوال کے جواب دینے کے لئے زندہ کر دیا جاتا ہے اور اس وقت مردہ مردہ نہیں رہتا اور حدیث قلیب بدر اسی واقعہ بدر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حدیث بخاری ونسائی میں لفظ الآن آچکا ہے پس یہ حدیث عموم سماع موتیٰ پر دلالت نہیں کرتی۔ الغرض کوئی حدیث صحیح قابل اطمینان سماع موتیٰ میں نہیں آئی ہے اور جو ہیں وہ ضعاف و منکرات ہیں اور آیات قرآنیہ کے خلاف اور مسائل اربعین میں مولانا اسحاق صاحب محدث نے بھی سماع موتیٰ سے انکار کیا ہے۔ (حررہ فقیر حقیر عبد الحکیم مدرس مدرسہ حقانی چھاؤنی نصیر آباد اجمیر)

سید محمد نذیر حسین

(فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۹)

**سوال**: عورت کے لئے تہ بند، چادر، لفافہ، کرتا وغیرہ پانچ کپڑوں میں کفن دیا جاتا ہے اس صورت میں کس طرح تہ بند دیا جاوے لفافہ کے اوپر یا نیچے۔ (مظفر حسین بردوان)

**جواب**: عورت کے لئے پانچ کپڑے یہ ہیں۔ تین چادریں۔ ایک سینہ بند۔ ایک سر کے بالوں کے باندھنے کا ان میں تہ بند کوئی نہیں واللہ اعلم۔ (۹ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ) اس پر مزید معلومات صفحہ ۵۴۱ پر دیکھیے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سوال : نماز جنازہ مسجد کے صحن میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
جواب : نماز جنازہ مسجد میں جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا۔ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کا جنازہ مسجد میں پڑھا گیا۔ اللہ اعلم (۶ صفر ۱۳۳۳ھ)
تشریح : از روئے حدیث صحیح کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز و درست ہے۔ منتقی الاخبار میں ہے عن عائشة انها قالت لما توفى سعد بن ابى وقاص ادخلوا به المسجد حتى اصلى عليه فانكروا ذلك عليها فقالت لقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابنى بيضاء فى المسجد سهيل واخيه رواه مسلم وفى رواية ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على سهيل بن البيضاء الا فى جوف المسجد رواه الجماعة الا البخارى۔ اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز مسجد ہی میں پڑھی گئی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ کے درست اور جائز ہونے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع و اتفاق تھا۔ فتح الباری میں ہے۔ وقد روى ابن ابى شيبة وغيره ان عمر صلى على ابى بكر فى المسجد وان صهيبا صلى على عمر فى المسجد وفى رواية ووضعت الجنازة فى المسجد تجاه المنبر وهذا يقتضى الاجماع على جواز ذلك الخ     حررہ محمد یوسف عفی عنہ۔
سید نذیر حسین     (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۶۳)

سوال : نماز عصر کی جماعت تیار ہے اس عرصہ میں ایک جنازہ آیا۔ پہلے عصر کی نماز یا جنازہ۔
جواب : نماز عصر پہلے پڑھیں تو اچھا ہے۔ جنازہ پہلے پڑھنا منع نہیں فرق صرف اتنا ہے کہ نماز عصر فرض عین ہے اور جنازہ فرض کفایہ فرض عین کو مقدم رکھنا چاہئے۔
(          )

سوال : جب میت کا جنازہ واسطے دفن کے قبرستان کو لے جاتے ہیں تو اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ بھائی آہستہ آہستہ لے چلو میت کو تکلیف ہوگی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب مکھی میت کے جسم پر بیٹھتی ہے وہ بھی اس کو معلوم ہوتی ہے لہٰذا گذارش ہے کہ قرآن و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں الیٰ اخرہ۔ (عبدالرب از جالس)

**جواب:** حدیث میں صاف اسرعوا بالجنازۃ، جنازہ کو جلدی جلدی لے جایا کرو آیا ہے اس کی وجہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بیان فرمادی کہ اگر میت بد ہے تو جلدی اپنے کندھوں سے اس کو اٹھا دو، اگر نیک ہے تو راحت میں اس کو جلدی پہنچادو قرآن مجید صاف ناطق ہے کہ مردہ نہیں سنتا۔ حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ مردہ نہیں سنتا۔ حضرت شاہ اسحٰق صاحب دہلوی نے مأتہ مسائل میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔ شہید زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کی بابت لَا تَشْعُرُوْنَ تم لوگ نہیں جانتے آیا ہے۔ اس زندگی کے یہ معنے ہیں کہ وہ عیش و آرام میں زائرین کی استدعا کو نہیں سنتے۔ قرآن مجید میں صاف ذکر ہے لَا یَسْمَعُوْا دُعَاءَکُمْ تمہاری پکار نہیں سنتے جو شخص صحیح بات کو نہ تسلیم کرے وہ گنہگار بلکہ منکر ہے ان کو توبہ کرنی چاہئے۔ (۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ)

**سوال:** مردے کے گھوڑے کو دفن کرنا مع کپڑوں کے جائز ہے یا نہیں۔ (محمد مقصود علی)

**جواب:** یہ کوئی حکم نہیں بلکہ منع ہے جس چیز کو آگ نے پکایا ہو اس کو قبر کے اندر رکھنا منع ہے۔ دوم مال کا ضائع کرنا ہے۔ (۲۵ فروری ۲۶ء)

**سوال:** دو تین مردوں کو ایک قبر میں بغیر جہاد کے دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** جہاد کے سوا کسی اور موقع پر ایسا ہونا مجھے یاد نہیں۔ (۲۵ فروری ۲۶ء)

**سوال:** بعد موت مقررہ دنوں میں مردے کے نام سے کھانا بنا کر مساکین، مالداروں مولویوں کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** مردے کو ثواب پہنچانے کا کھانا وہی ہے جو بغیر فخر و ریا کے محض مساکین کو کھلایا جائے۔ آجکل جو اس قسم کی دعوتیں ہوتی ہیں وہ محض رسمی ہیں خاص کر علماء کو ایسی دعوتوں میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ تاکہ ان رسوم کو لوگ جان کر چھوڑ دیں۔ (۲۵ فروری ۲۶ء)

**سوال:** قبر پر ہاتھ اٹھا کر مردے کے لئے دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے اور اگر ناجائز ہے تو کس دلیل سے۔ زید کہتا ہے کہ جب قبرستان جا کر السلام علیکم یا اہل القبور کہنا جائز ہے تو قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا لیکن بکر کہتا ہے کہ ہرگز جائز نہیں۔ دونوں میں سے کس کا قول درست ہے۔

(عبداللہ گوجرانوالہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب**: دفن کے وقت قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا ثابت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جب مل کر دعا کرتے تھے تو ہاتھ بھی اٹھاتے تھے اس لئے السلام علیکم پر قیاس کرنے کی حاجت نہیں صاف فعل نبوی سے ثابت ہے۔ (۲۴ ربیع الاول ۳۵ھ)

**سوال**: اس جگہ دستور ہے کہ میت کے آگے آگے خاص مقررہ اشخاص زور زور سے کلمہ اور مولود پڑھتے ہوئے میت کو قبرستان تک لیجاتے ہیں اور بعد دفن میت پر زور زور سے اذان کہتے ہیں ان کی بابت واضح حکم کیا ہے؟

**جواب**: اس میں شک نہیں کہ یہ اطوار اور افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار کے زمانہ میں نہ تھے نہ ائمہ اربعہ نے ان کا حکم دیا ہے۔ نہ فقہ کی کسی معتبر کتاب میں کسی امام مجتہد کا کوئی قول ان اقوال کے متعلق ملتا ہے کسی چھوٹے موٹے ملا نے کہدیا ہو تو دین میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ لہٰذا یہ افعال قطعاً بدعت واجب الترک ہیں۔ (۱۸ جمادی الثانی ۳۷ھ)

**سوال**: اگر کسی قبر میں مردہ کی ہڈی پائی جائے تو کیا کرے؟ (فرزند علی سوٹھ گاؤں ضلع مونگیر)

**جواب**: ایسی جگہ دفن کرنا منع نہیں ہڈی نکال کر مردہ دفن کر دیں۔ (یکم شعبان ۳۷ھ)

**شرفیہ**: مسلم مردہ کی ہڈی کا احترام لازم ہے حدیث نبوی ہے کسر عظم المیت ککسرہ حیا۔ رواہ ابوداود باسناد علی شرط مسلم وزاد ابن ماجۃ من حدیث ام سلمۃ فی الاثم انتہی بلوغ المرام لہٰذا مسلم کی ہڈیوں کو یونہی رہنے دیا جائے اور دوسری قبر بنا کر دوسرے مردے کو دفن کریں۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

**سوال**: قبرستان میں جوتہ یا کھڑاؤں پہن کر چلنا کیسا ہے اور اس میں کھلیان دھان وغیرہ طیار کرنے کے لیے بنانا اور ارہات کا تال لگانا اور اس میں درخت لگانا اور پاخانہ و پیشاب وغیرہ کرنا اور قبرستان سے مٹی کھود کر گھر بنانے کے لیے لانا کیسا ہے؟

**جواب**: جوتہ کھڑاؤں پہنکر چلنا جائز ہے یسمع قرع نعالھم آیا ہے۔ زمین خالی ہو تو کھلیان کرنا بھی جائز ہے ورنہ قبروں میں کھلیان نہیں ہو سکتا نہ جائز ہے کیونکہ قبروں کی توہین ہے۔ زمین وقف نہیں تو مٹی لینا منع نہیں۔ (یکم شعبان ۳۷ھ)

**تشریح**: قبرستان میں جوتی پہن کر چلنا نہیں درست ہے منتقی میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عن بشير بن الخصاصية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلا يمشي في نعلين بين القبور فقال يا صاحب السبتيتين القهما رواه الخمسة الا الترمذي۔ یعنی بشیر ابن خصاصیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ وہ جوتی پہنے ہوئے قبرستان میں جارہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اے جوتی والے جوتیوں کو ڈال دے۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۷)

**سوال**: جنازہ میں مقتدی خواہ امام کو ہاتھ کانوں تک ہر تکبیر کے ساتھ اٹھانا چاہئے یا نہیں؟

**جواب**: جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے بلکہ بقول مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم امام ابوحنیفہ صاحب سے بھی روایت آئی ہے شرح وقایہ۔ (یکم شعبان ۱۳۴۶ھ)

**شرفیہ**: اس میں عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے آثار جزء رفع یدین بخاری میں ہیں[1]

**سوال**: امامت نماز جنازہ کے واسطے وارث سے اجازت لینی شرط ہے یا نہیں؟

**جواب**: یہ رواج ہے کہ وارث میت سے اجازت لی جاتی ہے ورنہ جو امام محلہ ہو یا جو عالم ہو وہ نماز جنازہ پڑھائے۔ (" ")

**سوال**: میت کے غسل دینے والے پر کیا خود بھی غسل کرنا واجب ہے۔

(ولایت حسین مظفرپور)

**جواب**: ایک حدیث میں ہے جو میت کو غسل دے وہ غسل کرے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم استحبابی ہے واجب نہیں۔ (۱۶ محرم ۱۳۴۸ھ)

**شرفیہ**- الحديث الذى فيه امر الغسل رواه الخمسة لكن فى رفعه ووقفه وصحته اختلاف وايضا فيه الآثار التى تدل على عدم الوجوب فلهذا حمله العلماء على الاستحباب كما فى نيل الاوطار۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی

---

[1] تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے۔ البتہ بعض صحابہؓ سے ضرور ثابت ہے اس موقوف روایت و نیز بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے۔ بدعت یا ممنوع نہیں ہے۔

(حضرت مولانا) عبیداللہ رحمانی۔ (۱۹ رمئی ۱۹۵۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**: ایک مومن اور کافر ایک مکان میں رہتے ہیں۔ اس مکان میں آگ لگ گئی اور دونوں ایسے جلے کہ شناخت نہیں ملتی اب ان کی تجہیز و تکفین جنازہ کیسے کیا جاوے؟

**جواب**: حدیث شریف میں ہے کہ جس مجلس میں کافر اور مومن دونوں ہوتے تھے آنحضرت صلعم ان کو سلام علیکم کہہ دیا کرتے تھے۔ اس قاعدے کے مطابق دونوں کو غسل دے کر سامنے رکھ کر جنازہ پڑھ دیں اور یہ نیت کریں کہ جو ان میں سے جنازے کے لائق ہے اس کا پڑھتے ہیں۔ (۲۰ محرم ۲۵ھ)

**سوال**: کوئی شخص منگل بدھ وغیرہ دنوں میں مرجائے تو اس کی قبر پر کسی آدمی کو قرآن پڑھنے کے لئے جمعرات کی مغرب تک بٹھانا اس نیت سے کہ یہ شخص جمعہ میں مل جاوے گا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جب تک قرآن قبر پہ باآواز بلند پڑھا جاوے تب تک اس کو پوچھ نہیں ہوتی ہے؟

**جواب**: یہ بات کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں پیٹ پرستوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ (۱۷ ربیع الاول ۲ھ)

**سوال**: مردے کو قبر میں رکھ کر قل کے ڈھیلے اس کے سرہانے رکھتے ہیں الخ

**جواب**: قبر پر پتھر وغیرہ کوئی نشان رکھ کر بعد دفن کے مٹی کو جمانے کے لئے پانی ڈالنا حاضرین کا ہاتھوں سے بطور ہمدردی قبر میں مٹی ڈالنا اور دعائے مغفرت کرنا یہ سب مضامین تو احادیث میں آئے ہیں اس کے سوا جو کچھ ہے وہ بدعت قابل ترک ہے۔ (۱۹ ربیع الاول ۳۲ھ)

**تشریح**: کفن پر لکھنا جواب نامہ کا اور قل کے ڈھیلے قبر میں رکھنا درست نہیں بلکہ یہ دونوں کام بدعت ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۲۳)

**سوال**: میت کو ثواب رسانی کی غرض سے بہیئت اجتماعی قرآن خوانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

**جواب**: بہ نیت نیک جائز ہے اگرچہ ہیئت کذائی سنت سے ثابت نہیں میت کے حق میں سب سے مفید تر اور قطعی ثبوت کا طریق استغفار (بخشش مانگنا) ہے۔ (۱۸ ربیع الثانی)

**سوال**: اپنی مرنے والی بیوی کو مرد قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں؟

**جواب**: اتار سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی کو فرمایا اگر تو میرے سامنے مرے تو میں تجھے غسل دوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کو غسل دیا تھا۔ اتارنا تو بہت آسان ہے۔ (۱۲ محرم ۳۱ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال:** شب جمعہ یا شب برات کو مُردوں کی روحیں دنیاوی گھروں کو آتی ہیں؟

**جواب:** روحوں کا دنیاوی گھروں میں آنا شرع شریف میں ثابت نہیں ہے (۱۹ محرم ۱۳۴۰ھ)

**سوال:** برائے طعام للہ روز معین چہلم اور طعام مردہ دل مردہ کی حدیث کیسی ہے۔

**جواب:** طعام میت کے لئے دن مقرر کرنا ٹھیک نہیں۔ طعام میت غرباء کا حق ہے دوسروں کو نہیں چاہئے۔ (۱۴ محرم ۱۳۴۳ھ)

**سوال:** میت کو قبر میں دفن کرنے کے وقت ایک صاحب نے پیر کی جانب سے مٹی دی دوسرے صاحبوں نے اس کو جماعت سے الگ کر دیا۔ کیا پیر کی جانب سے مٹی دینا گناہ ہے؟

**جواب:** پیر کی جانب سے مٹی ڈالنا منع نہیں ایسا کرنا (جماعت سے الگ کرنا بالکل بیجا ہے (۱۸ رمضان ۱۳۴۱ھ)

**سوال:** ایام چھ سات ماہ میں اگر بچہ پیدا ہوا اور وقت تولد وہ مردہ ہو تو اس حالت میں اس کو غسل کفن نماز وغیرہ کا کیا حکم ہے الخ عبدالشکور کوہ نیلگری)

**جواب:** حدیث شریف میں ہے جو بچہ ماں کے پیٹ سے نکل کر آواز دے کر مرے اس کا جنازہ پڑھا جائے جو اتنا بھی نہ ہو اس کو یونہی دفن کر دینا چاہیئے۔

**سوال:** بعد دفن میت کونسی دعا پڑھی جائے بعض لوگ قل اللھم مالک الملک الخ اور بعض سورہ بقر کا اول و آخر سرہانے و بائیں پڑھتے ہیں۔ ان کا ذکر شرع شریف میں ہے یا نہیں۔

**جواب:** حدیث میں آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قبر پہ کھڑے ہو کر دیر تک یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

(۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ)

**سوال:** مُردے کو تابوت میں بند کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** ترمذی میں حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ موضع حبشی میں فوت ہوا۔ وہاں سے مکہ معظمہ میں لایا گیا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت یا مصلحت سے میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا جائز ہے واللہ اعلم۔ (۲۰ شعبان ۱۳۳۹ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**تشریح:** مگر اس حدیث کے آخر میں قالت لو حضرتك ما دفنت الا حيث مت ولو شهدتك ما زرتك رواه الترمذي مشكوٰة صفحہ ۱۴۹ لہٰذا یہ دلیل نہ رہی۔

**سوال:** قرآن خوانی مردہ کی طرف سے بخشوانا جائز ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف کیوں ہے؟ (عبداللہ مدنپور گیا)

**جواب:** بعض افعال کا ثبوت آنحضرتؐ کے زمانہ میں ملتا ہے جیسے میت کی طرف سے کنواں کھدوانا یا روزہ رکھنا ائمہ سلف میں سے بعض تو ان ہی افعال تک محدود رکھتے ہیں جن کا ثبوت ہے اور بعض دیگر افعال کو بھی ان پر قیاس کر کے جائز بتلاتے ہیں قرات قرآن انہی قیاسی مسائل میں سے ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالکؒ کے یہی وجہ اختلاف ہے خاکسار کے نزدیک بھی جائز ہے۔ (۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ)

**سوال:** میت کو بوقت غسل تین بار اٹھا کر بٹھلانا اور کلوخ کرانا کیا ہے غسل میت کس طرح ہے؟

**جواب:** میت کو بٹھانا اور کلوخ دینا کوئی سنت امر نہیں غسل مسنون یہی ہے کہ پہلے میت کے اعضائے وضو دھوئیں۔ پھر سارے بدن پر پانی بہا دیا جائے اور بس۔ (۱۷۔ اپریل ۱۹۳۵ء)

**سوال:** گھر میں کوئی مر جائے اس کے گھر کے لوگ تین روز تک آتے رہتے اور دعا کرتے ہیں الخ یہ جائز ہے یا نہیں۔

**جواب:** تعزیت میں سنت تو یہ ہے کہ مردے کے پسماندگان کو تسلی دی جائے اسی ضمن میں مردے کے لئے دعا بھی کر دی جائے تو گناہ نہیں تعزیت کا اصلی کام پچھلوں کو تسلی دینا ہے۔ جو صورت سوال میں ممکن ہے سنت نہیں۔ میرے نزدیک حرام اور گناہ بھی نہیں ہے۔ (۲۲ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ)

**سوال:** کوئی وصیت کر جائے کہ میری لاش کو لکڑی کے تابوت میں بند کر کے قبر میں رکھنا یہ وصیت کیسی ہے۔

**جواب:** یہ وصیت خلاف سنت ہے لہٰذا واجب العمل نہیں میت کو زمین میں دفن کرنا اسلامی طریقہ ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی کے نیچے دفن کیا گیا تھا۔ (۷ اگست ۱۹۳۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**زیارت قبور پر تعاقب:** مولانا حاجی یونس خان صاحب فرماتے ہیں عورتوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع کیا ہے اور اباحت کی حدیث میں صیغہ مذکر کا ہے جناب عبدالسبحان صاحب مظفرپوری لکھتے ہیں کہ حدیث میں زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت آئی ہے اور مزاروں پر جو لوگ ناجائز حرکات کرتے ہیں ان کے لئے کیا فتویٰ ہے؟

**الجواب:** اس مسئلہ کی تحقیق نیل الاوطار میں کافی ملتی ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں اس کا خلاصہ یوں ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے۔ مگر بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ جو اہل علم عورتوں کے لئے زیارت قبور جائز بتاتے ہیں ان کی دلیلیں بہت سی حدیث ہیں ملاحظہ ہو فتاویٰ نذیریہ جلد اول صفحہ ۴۰۵۔ ناجائز کام کرنے والے مسجدوں میں ہوں یا مقبروں میں وہ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَ بِهٖ کے ماتحت ہیں اس کی بابت پوچھنا ہی کیا۔ اللہ اعلم۔ (۲۲ رجب ۱۳۵۱ھ)

**سوال:** زید کہتا ہے کہ جنازہ جہر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں الحمد شریف و سورہ بالجہر پڑھی جاوے اور بعد ختم آمین بالجہر مقتدی بھی کہیں اور پھر دوسری تکبیر میں درود آہستہ اور تیسری تکبیر میں امام باواز بلند دعا پڑھے اور مقتدی صرف آمین ہی کہیں۔ بکر کہتا ہے تیسری تکبیر میں امام اور مقتدی دونوں کو دعا ہی پڑھنی ہے۔ اگر کسی کو عربی میں دعا نہ آتی ہو تو اپنی پنجابی میں دعا کا ترجمہ پڑھے بہر حال جنازہ جہر پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

(عبدالرحمن از سائی وال)

**جواب:** صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جنازہ میں فاتحہ بالجہر پڑھی اور فرمایا لتعلموا انها سنة اس لفظ کی شرح دو طرح کی گئی ہے تاکہ تم جانو کہ یہ سنت ہے یعنی بالجہر پڑھنا۔ دوسرے تم جانو کہ فاتحہ پڑھنی سنت ہے ایسے امور میں نرمی اور سہل انگاری چاہیئے تیسری تکبیر میں بلند آواز سے دعا پڑھنے کی حدیث مجھے یاد نہیں کسی صاحب کو یاد ہو تو اطلاع دیں دعا عربی یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ جنازے کا مقصود دعا ہے بالجہر پڑھنے کا طریقہ بس یہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (۱۱ اگست ۱۹۳۳ء)

**ادعیہ جنازہ:** میرے محترم مولانا ثناء اللہ امرتسری سلمہ ربہ نے پرچہ اہلحدیث ۱۱ اگست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں تحریر فرمایا "تیسری تکبیر میں بلند آواز سے دعا پڑھنے کی حدیث مجھے یاد نہیں کسی صاحب کو یاد ہو تو اطلاع دیں۔ ناظرین پرچہ اہلحدیث مطلع رہیں کہ نماز جنازہ میں ادعیہ کا زور سے پڑھنا نبی صلعم سے آپ کے بعد صحابہؓ سے بھی ثابت ہے صحیح مسلم ج ۱۔ ص۳۱۱ بروایت عوف بن مالک اشجعی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلّی علی جنازۃ یقول اللھم اغفر لہ وارحمہ۔ الحدیث۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنازہ پر پڑھتے ہوئے سُنا اس دعا کو اللھم اغفر لہ وارحمہ آخر تک۔

سنن ابی داؤد جلد ۳ ص۱۸۹ ملاحظہ ہو عن واثلۃ بن اسقع قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رجل من المسلمین فسمعتہ یقول اللھم ان فلان بن فلان فی ذمتک الحدیث نیز جلد ۳ ص۱۸۸ عن ابی ھریرۃ قال صلّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازۃ فقال اللھم اغفر لحینا الحدیث۔ واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مسلمان مرد کی نماز پڑھائی جس میں آپ کو پڑھتے ہوئے میں نے سنا کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی آپ نے پڑھا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا اخیر تک۔ مشکوٰۃ فصل ۳ میں ہے عن سعید بن المسیب قال صلیت وراء ابی ھریرۃ علی صبی لم یعمل خطیئۃ قط فسمعتہ یقول اللھم اعذہ من عذاب القبر رواہ مالک۔ فاضل شوکانی نیل جلد ۳ ص۳۰۲ میں فرماتے ہیں قولہ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکذا لک قولہ فسمعتہ وفی روایۃ لمسلم من حدیث عوف فحفظت من دعائہ جمیع ذلک یدل علی ان النبی صلعم جہر بالدعاء امام نووی ج ۱ ص۳۱۱ میں فرماتے ہیں فیہا اشارۃ الی الجھر بالدعاء فی صلوٰۃ الجنازۃ حاصل کلام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ سے جنازہ میں دعاؤں کا زور سے پڑھنا ثابت ہے کوئی محل تردد نہیں ھذا ما اظھر بیانی الفاتر وانا الراجی رحمۃ ربہ ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی کان اللہ لہ۔ (۲۵۔ اگست ۱۹۳۳ء)

**تشریح:** از قلم مولانا حافظ احمد صاحب بیٹری۔

**سوال:** نماز جنازہ میں بلند آواز سے قرات اور دعا پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب** : جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورہ باآواز بلند پڑھنا جائز بلکہ سنت ہے منتقی الاخبار میں ہے عن ابن عباسؓ انہ صلی علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب وقال لتعلموا انہ من السنۃ رواہ البخاری و ابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی وقال فیہ فقرأ بفاتحۃ الکتاب و سورۃ وجہر فلما فرغ قال سنۃ وحق یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی اور سورۂ فاتحہ باآواز بلند پڑھی اور فرمایا کہ میں نے سورہ فاتحہ کو باآواز بلند اس لئے پڑھا ہے کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد، بخاری اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور نسائی کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فاتحۃ الکتاب اور ایک اور سورۃ پڑھی اور باآواز بلند پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ یہ سنت اور حق ہے۔ واضح رہے کہ اس روایت میں سنت سے مراد سنت نبوی ہے۔ یعنی نماز جنازہ میں فاتحہ اور کوئی دوسری سورت باآواز بلند پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے فتح الباری میں ہے وقد اجمعوا علی ان قول الصحابی سنۃ حدیث مرفوع الخ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ صحابی کا قول سنت ہے اس لفظ سنت سے مراد حدیث مرفوع (قول رسول اللہ صلعم) ہے۔ علامہ شوکانیؒ نیل الاوطار صفحہ ۵۲ جلد۳ میں فرماتے ہیں (قولہ وجہر) فیہ دلیل علی الجہر فی قراءۃ صلوٰۃ الجنازۃ یعنی لفظ جہر میں دلیل ہے بلند قرارت پڑھنے کی نماز جنازہ پر۔

سراج الوہاج صفحہ ۳۰۰ جلد ا میں ہے بل الحدیث فیہ دلالۃ واضحۃ علی الجہر بالدعاء فی صلوٰۃ الجنازۃ ولا مانع منہ شرعا وعقلا ولا داعی الیہ فیکون الجہر والاسرار فیہا سواء کما فی الصلوات الخ بلکہ اس حدیث میں واضح دلیل ہے اونچی دعا پڑھنے کے نماز جنازہ میں اور اس سے کوئی منع کرنیوالا نہیں نہ شرعاً اور نہ عقلاً اور نہ کوئی اس کا دعوی کرنے والا ہے۔

پس جنازہ میں قراءۃ بلند پڑھی یا آہستہ پڑھی جنازہ میں دیگر نمازوں کی طرح برابر ہے جنازہ میں دعا بلند آواز سے پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

مسلم شریف اور نسائی شریف میں ہے عن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازۃ یقول اللھم اغفرلہ وارحمہ الحدیث یہ دعا لمبی ذکر کر کے حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فتمنیت ان لو کنت انا المیت لدعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لذالک المیت پس آرزو کی میں نے کاش کہ یہ میت میں ہوتی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے شوق پیدا ہوا۔

ایک روایت مسلم میں یہ لفظ بھی ہیں فحفظت من دعائہ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا اسی وقت یاد کر لی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنازہ پڑھا بلند آواز سے دعا پڑھی تو میں نے یاد کر لی۔ اب تمام احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور دیگر سورہ اور دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بلند آواز سے پڑھی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی بلند آواز سے پڑھی۔ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے بلند آواز سے جنازہ کیوں پڑھا تو جواب دیا کہ تم جان لو کہ یہ فعل سنت ہے۔ جس طرح جنازہ میں سورہ فاتحہ و دیگر سورہ اور دعا بلند آواز سے سنت ہے اسی طرح قرآن شریف بھی بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے۔

تنقیح الرواۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے رجال اسناد مالک رجال الصحیح الخ اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبد اللہ بن عباس مسور بن مخرمہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے قراءۃ بالجہر ثابت ہوتی ہے اور یہ تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ عون المعبود شرح ابی داؤد صفحہ ۱۸۹ جلد ۳ میں تمام روایات ذکر کر کے لکھتے ہیں قلت والظاہر ان الجھر والاسرار بالدعاء فی صلوۃ الجنازۃ جائزان وکل من الامرین مروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا ھوالحق واللہ اعلم۔ میں کہتا ہوں جملہ دلائل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنازہ میں قراءۃ بلند آواز یا آہستہ آواز سے پڑھنا دونوں جائز ہیں اور ہر فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ یہی بات حق اور درست ہے۔ ان تصریحات محققین سے جہری جنازہ کا جواز ثابت ہو گیا لیکن مجھے تعجب ہوا کہ اہلحدیث ہی کے بعض حلقے اس پر ناگواری ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک جائز بلکہ بعض کے نزدیک افضل امر پر کم از کم ناگواری ایک غلط رجحان ہے۔

(ملخص) (الاعتصام گوجرانوالہ ۲۴ اپریل ۱۹۵۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال** : ایک اونچا چبوترہ ہے جس کے جنوبی طرف بے شمار قبریں ہیں اور مغرب کی طرف دو قبے اور ایک مسجد ہے اثنار نماز وغیرہ نماز میں قبروں کے تعویذ کٹہروں کی جالی سے صاف نظر آتے ہیں زید مسجد اور صحن مسجد کو چھوڑ کر اکیلا اور بحالت امامت شمالی قبہ متصل مسجد کے کھلے دروازے کے بالکل سامنے نماز پڑھتا ہے الخ

www.KitaboSunnat.com

**جواب** : قبر جو نظر میں آتی ہو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنی ممنوع ہے تاکہ شرک کا شبہ نہ ہو۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۴ صفر ۱۳۴۹ھ)

**سوال** : جنازہ پڑھ کر دفن کرنے سے پہلے دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں؟

**جواب** : نماز جنازہ تمام دعا ہے۔ الگ دعا کرنا قبل دفن میت کے ثابت نہیں بعد دفن کے لمبی دعا قبر پر کرنا ثابت ہے۔ (۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء)

**سوال** : کیا فرماتے ہیں علمائے اہلحدیث اس امر میں کہ مردے کی طرف سے کھانا کھلانے کے ثبوت میں احناف جب ابو جندی کی روایت پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات پر لوگوں کو کھانا کھلایا تھا تو آپ لوگ اسے بے سند بے اصل موضوع کہہ دیتے ہیں لیکن آپ نے خود جو مردے کے گھر کھانا کھایا جیسا کہ مشکوٰۃ باب المعجزات میں ہے خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فاجاب ونحن معہ فجیئ بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا۔ اس حدیث سے مرنے والے صحابی کی بیوی کی دعوت کو قبول کر کے آپ کا وہاں کھانا کھانا صاف ثابت ہوتا ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟

**جواب** : حدیث مذکور صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ ابی داؤد و بیہقی نقل کی ہے اور ابو داؤد کے کسی نسخہ میں داعی امرأتہ کا لفظ نہیں ہے بلکہ داعی امرأۃ ہے۔ دیکھو ابو داؤد کتاب البیوع باب اجتناب الشبہات۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرنے والے صحابی کی بیوی نے کھانے پر نہیں بلایا تھا بلکہ کسی اور عورت نے دعوت دی تھی چنانچہ بیہقی میں ہے صنعت امرأۃ من قریش لرسول اللہ طعاما فدعتہ واصحابہ الخ ج ۶ ص ۹۷ معلوم ہوا کہ دعوت دینے والی عورت قریشیہ تھی اور جس کے جنازے میں آپ تشریف لے گئے تھے وہ انصاری تھا جیسا کہ مسند احمد میں ہے۔ خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل من الانصار الخ ص ۲۹۳ ج ۵ نیز اسی کتاب میں ہے فلما رجعنا لقینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

داعی امرأة من قریش الخ کہ دعوت دینے والی عورت قریش میں سے تھی ان دونوں روایتوں کے ملانے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرنے والے کی بی بی نے دعوت نہیں دی تھی پس صاحب مشکوٰۃ نے لفظ امرأته غلط نقل کیا ہے جو انہیں کے بتلائے ہوئے حوالوں کے خلاف ہے۔ دارقطنی نے بھی روایت مذکورہ کئی سندوں سے نقل کی ہے ان کو بھی دیکھئے (۱) خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازة فلما انصرف تلقاہ داعی امرأة من قریش الخ (۲) صنعت امرأة من المسلمین من قریش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاما فدعاہ واصحابہ الخ ج ۲ ص ۵۴۵ حاصل یہ کہ ایک عورت نے جو مسلمان قریشیہ تھی آپ کے لئے کھانا پکایا جبکہ آپ ایک شخص کے جنازے سے واپس آرہے تھے تو اس کا داعی ملا جو آپ کو مع صحابہؓ کے اس کے گھر لے گیا۔ مرنے والے کی بی بی کے یہاں دعوت نہیں تھی (اور یہ عقل میں بھی نہیں آتا کہ جس کے گھر میت ہوئی وہ اتنے جلدی کر دفن کرنے والے صرف واپس ہی ہوئے ہوں کسی دعوت کا انتظام کر سکے بلکہ بحکم شرع ان کے گھر تو کسی دوسرے پڑوسی کے ہاں سے کھانا آیا ہوگا۔ م ا ف) سائل چونکہ حنفی ہے اس لئے اس کے اطمینان خصوصی کے لئے احناف کی کتب حدیث کے بھی چند حوالے لکھے دیتا ہوں۔ طحاوی حنفی نے شرح معانی الآثار باب اکل لحوم الحمر میں روایت مذکورہ یوں نقل کی ہے رجلا من الانصار کان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازة فلقیہ رسول امرأة من قریش یدعوہ الی الطعام الخ (ص ۳۲۱ ج ۲) ایک مرد انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازہ میں تھا کہ قریشیہ عورت کا قاصد ملا جو کھانے کے لئے دعوت دے رہا تھا۔ اسی طرح طحاوی موصوف نے اپنی کتاب مشکل الآثار ص ۱۳۲ ج ۲ میں بھی نقل کیا ہے۔ امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں ہے صنع رجل من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم طعاما الحدیث ص ۱۲۵ طبع لاہور یہی عبارت جامع المسانید ص ۹۵ ج ۲ میں بھی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے۔ نیز مسند امام ابوحنیفہؒ مع شرح علی القاری طبع مجتبائی دہلی ص ۲۴۳ میں ہے ان رجلا من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم صنع طعاما الخ ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانا تیار کرنے والا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مرد تھا۔ بہرحال داعی مرد ہو یا عورت وہ مرنے والے شخص سے کوئی تعلق نسب یا جوار کا نہیں رکھتا۔ پس صاحب مشکوٰۃ کا داعی امرأتہ نقل کرنا صریح غلط (بنا بر سہو و نسیان تاف) ہے اور اس سے طعام میت پر دلیل پکڑنی بنائے فاسد علی الفاسد۔ اللہ اعلم۔

کتبہ محمد ابوالقاسم البنارسی بقلمہ۔ بماہ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ۔ (اہلحدیث ۱۳ شوال ۱۳۴۵ھ)

**سوال**: جنازہ غائب اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی قصبہ کا ہو تو وہاں پر باقاعدہ اس کا جنازہ بھی ادا کیا ہو۔ کیا دوسرے قصبے کے لوگ بھی اس کا جنازہ غائب پڑھ سکتے ہیں بغیر ان دو دلیلوں کے جو بادشاہ حبشہ اور اس عورت کے جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر جنازہ پڑھا اور کیا دلیل ہے۔ یا اس صورت میں جنازہ غائب ہو سکتا ہے؟

**جواب**: مذکورہ فی السوال ہر دو واقع کے علاوہ ترمذی میں مروی ہے ان ام سعد ماتت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم غائب فلما قدم صلی علیہا وقد مضی لذالک شھر یعنی ام سعد کی قبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے بعد نماز پڑھی۔ مزید تحقیق کے لئے دیکھو نیل الاوطار۔ اللہ اعلم[1]۔ (۷ رجنوری ۳۸ء)

**سوال**: میت کو عمامہ پہنانا کیسا ہے بعض آدمی میت کو عمامہ دیتے ہیں؟

**جواب**: میت کو عمامہ پہنانا قرون خیر سے ثابت نہیں لہٰذا بدعت ہے۔ میت کو صرف چادروں میں لپیٹنا چاہیے۔ تین چادریں ہوں یا دو۔ (۶ رمئی ۳۸ء)

**سوال**: قبر کی زیارت کو کس طرح جانا چاہیے اور مع ڈھول چادر وغیرہ باجہ بجا کر سے جانا جائز ہے یا نہیں؟۔ (عبدالحفیظ بنگلور)

---

[1] یہ دعویٰ کہ اصحمہ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں نہ پڑھا گیا تھا بلا دلیل ہے بالکل جھوٹ ہے من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان پھر یہ قول کہ جب دو دفعہ فلاں کام ہوا تیسرے چوتھے مرتبہ کے لئے دلیل چاہیے یہ قاعدہ ہی باطل ہے اس سے تو ہزار ہا سنن متروک ہو جائیں گے ورنہ مدعی بتلائے کہ مشہور سنن مروجہ ہیں ان پر نص صریح دوام بلا ترک کی پیش کرے سنو۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیۃ میں کوئی تخصیص دوام کی نہیں عام ہے۔ ایک مرتبہ بھی جو کام رسول اللہ سے ثابت ہو وہ حجت ہے تاوقتیکہ نسخ یا خصوصیت یا اور کوئی دلیل نہ ثابت ہو ۱۲

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب:** قبر کی زیارت کو اس طرح جانا چاہیے کہ نیت یہ کہ وہاں جا کر موت یاد کر کے عبرت حاصل کریں چادریں چڑھانا باجہ بجانا یہ سب خرافات ہیں اصل غرض کے بالکل مخالف عورتوں کا قبروں میں جانا حدیث شریف میں منع آیا ہے۔ اللہ اعلم

(۷ شعبان ۱۳۳۹ھ)

**تشریح:** مردوں کے واسطے زیارت قبور بالاتفاق سنت ہے اور عورتوں کی نسبت اختلاف ہے اکثر علماء کے نزدیک عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز و رخصت ہے اور بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی زیارت قبور کی نسبت حدیثیں مختلف آئی ہیں جو اہل علم عورتوں کے لیے بھی زیارت قبور کو جائز بتلاتے ہیں ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ایک قبر کے پاس روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر (رواہ البخاری) اور آپ نے اس کو قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم لوگ قبروں کی زیارت کرو (رواہ مسلم) وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اجازت مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے (۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر کی زیارت کی تو ان سے کسی نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زیارت قبور سے منع نہیں کیا ہے انہوں نے کہا ہاں منع کیا تھا مگر پھر ان کو زیارت قبور کا حکم کیا (رواہ الحاکم) اور (۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ جب میں قبروں کی زیارت کروں تو کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو قبروں کی زیارت کرے تو کہہ السلام علی الدیار الحدیث (رواہ مسلم) اور (۵) پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو اپنے چچا حمزہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں (رواہ الحاکم وہو مرسل) اور (۶) چھٹی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے باپ ماں دونوں یا ایک کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کیا کرے تو اس کی مغفرت کی جاوے گی اور وہ بار لکھا جاوے گا (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا) اور جو لوگ عورتوں کے لئے زیارت قبور کو مکروہ بتاتے ہیں ان میں بعض مکروہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بکراہت تحریمی کہتے ہیں۔ اور بعض مکروہ بکراہت تنزیہی۔ ان لوگوں کی (۱) پہلی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے (اخرجہ الترمذی وصححہ) اور (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو سامنے آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہاں سے آتی ہو۔ انہوں نے کہا کہ اس میت کی تعزیت کو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا شاید تو جنازہ کے ہمراہ کُدی یعنی قبرستان میں گئی تھی۔ انہوں نے کہا نہیں (اخرجہ احمد والحاکم وغیرہما) ان لوگوں کی یہی دو دلیلیں ہیں علامہ قرطبی نے ان متعارض و مختلف احادیث کی جمع و توفیق میں جو مضمون لکھا ہے اس کا خلاصہ[1] مجیب نے جواب میں لکھدیا ہے اور علامہ شوکانی نے اس کو اعتماد کے قابل و لائق بتایا ہے اور بلاشبہ جمع و توفیق کی یہ صورت بہت اچھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ عبدالرحمٰن مبارکپوری (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۷۰۵)

**سوال**: قبروں کے سالانہ میلے یعنی عرس قوالی روشنی۔ تیجا۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ سہ ماہی ششماہی اور برسی وغیرہ مذہب حنفیہ کی رو سے جائز ہیں یا نہیں۔

(عبدالرؤف از مرتضیٰ پور)

**جواب**: اصل حنفی مذہب اور اہلحدیث مذہب بلکہ جملہ مذاہب اہل سنت ایسے مسائل میں متفق ہیں کہ یہ رسوم ناجائز ہیں۔ حضرت شاہ اسحاق صاحب مرحوم کا رسالہ مائۃ مسائل ملاحظہ ہو مگر رسمی مذہب جو آجکل حنفی مذہب بنایا اور بتایا جاتا ہے اس کے ذمہ دار یہ لوگ خود ہیں حضرات ائمہ کرام کو اس مذہب کی کوئی خبر نہیں اس لئے کتب فقہ میں ان رسوم کی بابت کوئی حکم نہیں ملتا۔ (۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ)

**سوال**: میت عورت کی ہو تو جنازہ لے جاتے وقت اگر پردہ کے لیے تابوت دیا جائے تو یہ فعل مطابق قرآن و حدیث جائز ہوگا یا نہیں جواب مدلل ہونا شرط ہے۔

**جواب**: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جنازہ چارپائی پر اٹھایا جاتا تھا (ابن ماجہ) مردہ عورت محل پردہ نہیں ہے علاوہ ازیں میت کے لئے کفن کا

---

[1] وھو ھذا: اگر عورت صابرہ ہے اور اس سے کسی قسم کے فتنے کا خوف نہیں ہے تو اس کے لئے گاہے گاہے زیارۃ قبور مطابق سنت کے جائز و رخصت ہے اور اگر بے صبر ہے تو اس کیلئے جائز نہیں (ملخص) (فتاویٰ نذیریہ ص ۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پردہ کافی ہے۔ (۱۲ اگست ۳۱ء)

**تعاقب:** اس سوال کا جواب چونکہ حضرت مولانا دامت برکاتہم نے بہت مجمل اور ناکافی دیا ہے۔ یعنی صریح الفاظ میں تابوت بنانے کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ نہیں فرمایا ہے لہٰذا سائل کی تشفی کے لیے عرض ہے کہ عورت کے جنازہ پر پردہ کے لیے تابوت بنانا جائز و ثابت ہے۔ فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۴۲۵ میں بعد نقل عبارات کے تحریر ہے۔ ان سب عبارات سے صاف ظاہر ہوا کہ اجلہ اصحاب کرام جیسے حضرت انس و حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت علی و حضرت عباس و جم غفیر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے ایسا جنازہ کہ جس پر تابوت تھا اس پر معمول سے بخوشی نماز جنازہ ادا کی اور حضرت فاطمہؓ کی وصیت واسطے بنانے تابوت کے اور قبیح سمجھنا بغیر تابوت کے ہونے کو۔ چنانچہ بعد وفات آپ کے حسب وصیت کے عمل سامنے صحابہ کے کیا گیا اور نیز حضرت زینب ام المومنین زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر تابوت تھا اور حضرت عمر جیسے صحابی ماحی المنکرات نے نماز پڑھائی تھی۔ اور قسطلانی اور فتح الباری کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ اسلام میں دستور تابوت کا تھا اور تلخیص کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ عورت کے دفن کرنے کے وقت چادر کا پردہ کرنا چاہیے۔ اور بہت کتب میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ اہل سنت کے لیے اس قدر کافی ہے پس باوجود ایسے ثبوت کے کون انکار کر سکتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ سنت صحابہ کرام کا ہوا۔ موافق فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا۔ (متعاقب صاحب کا نام نہیں ہے)

**جواب:** مسنون طریق وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔ متعاقب نے جو روایات اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی ہیں ان سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں۔ نعش کے معنے مجمع البحار میں سریر میت کے لکھے ہیں بلاوجود اس کے ہم اس کو ممنوع یا حرام نہیں کہتے مگر مسنون نہیں ہے۔ (۶ دسمبر ۱۹۳۸ء)

**سوال:** ایک حاجی پنج وقتہ کا نمازی مع جماعت ادا کرنے والا۔ صورت دیکھو تو پورا مذہبی انسان عمر قریباً ۵۰ سال۔ یکایک صبح کے ۵ بجے خودکشی کرنے کو رستے پر لٹک گیا اور جان دیدی کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے؟ ع ا خ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب**: حدیث میں آیا ہے۔ ان رجلا قتل نفسه بمشقص فلم یصل علیه النبی صلی اللہ علیه وسلم (ابوداؤد و ترمذی) آنحضرتؐ کے زمانے میں ایک آدمی نے چھری سے خودکشی کر لی تو حضور علیہ السلام نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ (۲۰ رجب ۱۳۵۷ھ)

**سوال**: عرض ہے کہ جیسے اجمیر۔۔۔ میں یا سرہند۔۔۔ میں یا اور جگہ اولیاء اللہ علماء و صلحاء کی خانقاہیں پختہ کیوں بنی ہیں کیا وہ ان احکامات کو نہیں سمجھتے ہیں۔ الخ

**جواب**: مسائل شرعیہ نہ ہیں جو قرآن و حدیث سے بتعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوں چاہے کوئی عالم یا صوفی اُن پر عمل کرے یا نہ کرے ان میں کسی طرح کا تغیر تبدل نہیں آسکتا۔ قبروں کا پختہ بنانا تمام کتب حدیث اور کتب فقہ میں منع ہے جن بزرگوں کی قبریں پختہ بنائی گئی ہیں ان کی تعلیم سے نہیں بنائی گئیں۔ بلکہ پچھلے جاہل لوگوں نے بنائی ہیں اس لیے جاہلوں کے فعل سے شرعی حکم بدل نہیں سکتا۔ الخ

(اہلحدیث ۲۴ شوال ۱۳۶۰ھ)

تمت کتاب الجنائز بعونہ تعالیٰ

---

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# باب ہفتم

# مسائل متفرقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: زید کہتا ہے۔ تصویر ذی روح کی بنوانا اور گھر میں آویزاں کرنا جائز ہے جو منع کرتا ہے وہ سخت غلطی پر ہے۔ بکر کہتا ہے کہ ذی روح کا فوٹو کھنچوانا اور آویزاں کرنا حرام ہے۔ نیز بکر نے اصلاح کی غرض سے نہایت عاجزانہ کلام میں سمجھایا کہ آپ اس سے فوراً توبہ کیجئے۔ زید مجلس عام میں بول اٹھا کہ بخاری شریف کی حدیث جو مصور کی وعید میں آئی ہے منسوخ ہے لہٰذا جواب عنایت فرماویں۔ (سائل محمد زبیر خیرپا از اہلحدیث)

جواب: ذی روح کی تصویر بنانا یا استعمال کرنا منع ہے اور غیر ذی روح جیسے درخت وغیرہ کی تصویر جائز ہے حدیث شریف میں آیا ہے عن عبد اللہ بن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون۔ متفق علیہ۔ بخاری شریف کی اس روایت کو کسی نے منسوخ نہیں کیا اور نہ کہا ہے جو کہے وہ اپنے دعوے کا ثبوت دے۔ باقی رہا قائل جواز کا حکم جب تک اس کا اپنا بیان نہ پہنچے ہم اس کے حق میں فتویٰ نہیں دے سکتے۔

(اہلحدیث ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۱ھ)

سوال: دلہن کو دولہا والے لوگ یا دولہا کو دلہن والے لوگ دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں تو اس قسم کی مجبوری پر فوٹو (تصویر) اتروانا جائز ہے یا نہیں۔

(محمد عنایت اللہ جیلانی از مدراس)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب** : دلہن کو خود دیکھنا جائز ہے تصویر کی ضرورت نہیں اور تصویر سے مقصد بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ (۸ محرم ۱۳۶۲ھ)

**سوال** : سونے سے بنا ہوا فریم (عینک کا) دانت، گھڑی، اور اس کی زنجیر اور بٹوہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟　(سائل مذکور)

**جواب** : آجکل کے چشموں کے فریم اور گھڑیوں کے کیس خالص سونے کے ہوں تو ان کا استعمال مردوں کے لئے منع ہے۔ عورتوں کے لئے جائز ہے۔ ہاں مردوں کو سونے کے دانت لگانا جائز ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو سونے کی ناک لگانے کی اجازت فرمائی تھی واللہ اعلم (اہلحدیث ۸ محرم ۱۳۶۲ھ)

**سوال** : ہمارے یہاں ریاست کی طرف سے دسہرے کے موقع پر پندرہ روز مسلسل بازار لگتا ہے۔ جس میں زیادہ تر جانوروں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ صرف دو روز دسہرے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ باقی دنوں میں وہی خرید و فروخت۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف دو روز کے علاوہ اور دنوں میں شریک ہوسکتا ہے۔ بعض نوجوان رضاکاروں میں نام لکھوا کر انتظام کرتے ہیں۔ بعض مولوی صاحب بھی اس میلے میں شریک ہوتے ہیں جس روز رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس روز بھی رہتے ہیں۔ لوگ ان کو خطیب و امام بناتے ہیں حالانکہ دوسرے مولوی بھی موجود رہتے ہیں جو تمام ان باتوں سے متنفر اور بیزار ہیں خالد کہتا ہے کہ اس میلے میں شریک ہونا حرام ہے۔ رضاکار بننا شرک کی اعانت ہے ایسے مولوی کو قطعاً امام یا خطیب نہ بنانا چاہیئے۔ شرعی حیثیت سے اس کا جواب دیں۔

(شاہد بنارسی)

**جواب** : اس قسم کی منڈیاں اسواق جاہلیت کی طرح ہیں جن کی بابت امام بخاریؒ نے ایک باب کا عنوان یوں لکھا ہے۔ باب الاسواق التی کانت فی الجاھلیۃ فلما کان الاسلام تاثموا من التجارۃ فیھا فانزل اللہ لیس علیکم جناح۔ جب اسلام آیا تو صحابہ کرام نے ان بازاروں میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا تو یہ آیت شریف نازل ہوئی کہ ان میں تجارت کرنا گناہ نہیں ہے۔ میرے ناقص علم میں یہی حکم ان منڈیوں کا ہے جن کی بابت سائل نے سوال کیا ہے۔ ہمارے امرتسر میں اس کی مثال بیساکھی اور دیوالی کی منڈیاں ہیں، جو کئی دن تک رہتی ہیں جن میں لوگ ہر قسم کے مویشی کی خرید و فروخت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتے ہیں۔ ہاں ایسے بازاروں میں ناجائز اشیاء فروخت نہ کرے اور نہ فروخت کرنے پر مدد کرے ایسا ہی مسلم رضا کار دسہرے کے کام میں بھی مدد نہ کرے بحکم قولہ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (اہل حدیث ۸ محرم ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: ہمارے یہاں کے مسلمانوں میں دستور ہے کہ جب دروازے پر ہندو برہمن ٹھاکر وغیرہ آتے ہیں تو اپنے برابر چارپائی پر بٹھلاتے ہیں اور نائی حلوائی وغیرہ اگرچہ پکے اہلحدیث ہیں لیکن ان کو برابر نہیں بٹھاتے اور ساتھ کھانا برا سمجھتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(شاید بنارسی)

**جواب**: حدیث شریف میں آیا ہے انزلوا الناس منازلھم ہر آدمی کو اس کی عزت کے مطابق درجے میں بٹھایا کرو۔ اس کے علاوہ ارشاد ہے اذا جاءکم کریم قوم فاکرموہ جب کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔ اس لحاظ سے کسی ہندو معزز کو اچھی جگہ بٹھانا اور خادموں کو نیچے بٹھانا ناجائز نہیں ہے۔ البتہ مسلمان کسی درجہ کا ہو اس کے ساتھ کھانا کھانے سے پرہیز کرنا نہیں چاہیے حدیث میں ہے بحسب امرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم یعنی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۵ محرم ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: قرآن شریف اور تفسیروں میں آج تک تمام علماء ابیہ ابراہیم کا ترجمہ ابراہیم علیہ السلام کے سگے باپ کرتے آئے ہیں۔ اور اب بعض مولوی صاحب اب کا ترجمہ چچا کرتے ہیں کونسا ترجمہ صحیح ہے (خریدار)

**جواب**: اب کا معنی باپ ہے چچا نہیں۔ چچا کے لئے عربی میں لفظ عم ہے۔

(اہلحدیث ۲۲ محرم ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: اونٹ کا پیشاب پینا مریض کے لئے حدیث میں ہے۔ مگر بڑی مکروہ چیز ہے کیسے جائز ہوا؟ ہندو لوگ عورت کو نفاس کی حالت میں گائے کا پیشاب پلاتے ہیں کیا باعث اعتراض ہے۔ (سائل مذکور)

**جواب**: حدیث شریف میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز آیا ہے جس کو نفرت ہو وہ نہ پیئے۔ لیکن علت کا اعتقاد رکھے ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے لاباس ببول ما یوکل لحمہ (ایضاً)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**: پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض علماء کا یہ بیان صحیح ہے یا غلط کہ ان کے والدین موحد مومن تھے تفسیر ترجمان القرآن میں جا بجا اس کے برخلاف لکھا ہوا ہے لہٰذا آپ کا کیا ارشاد ہے۔

**جواب**: میرے نزدیک صاحب ترجمان القرآن کا قول صحیح ہے۔ اخبار اہلحدیث میں بھی کئی جگہ لکھا جا چکا ہے۔ (اہلحدیث ۲۲ محرم ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: چینی کی رکابیوں پر جو لوگ عربی وغیرہ لکھ کر بیماروں کو پلاتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ (اہلحدیث ۲۲ محرم ۱۳۶۲ھ)

**جواب**: آیات قرآنی کو لکھ کر پلانا بعض صلحاء نے جائز لکھا ہے۔ (اہلحدیث ۲۲ محرم ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: اگر کوئی مولوی صاحب منبر پر شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین، نواب صدیق حسن خان صاحبان کو سخت سست کہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

**جواب**: ایسا شخص بحکم حدیث سباب المسلم فسوق فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز جائز ہے بحکم حدیث صلّوا کل برّ و فاجر اور بحکم قرآن واركعوا مع الراكعين۔ (۲ صفر ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: جو لوگ تعویذ وغیرہ لکھ کر باندھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (امیر عظمت اللہ مدراس)

**جواب**: تعویذ کا مضمون اگر قرآن و حدیث کے مطابق ہو یعنی شرکیہ نہ ہو تو بعض صلحاء بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۲۹ محرم ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: اگر کوئی مدرسہ سود کے روپیے پر خریدا جائے تو اس میں قرآن و حدیث کی تعلیم جائز ہے یا ناجائز۔ (خریدار اہل حدیث نمبر ۱۲۰۵)

**جواب**: یہ سوال دو پہلو رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ سود سے حاصل کیا ہوا روپیہ مراد ہے یا سودی قرضہ پر لیا ہوا روپیہ۔ یہ دونوں صورتیں موجب گناہ ہیں لیکن تعلیم وہاں جائز ہے جیسے بت خانوں میں تعلیم قرآن جائز ہے۔ چنانچہ حرم شریف میں قبل از غلبہ اسلام تعلیم دی جاتی تھی۔ حالانکہ وہ بت خانہ بنا ہوا تھا۔ (۱۳ صفر ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: مچھلی کیوں بغیر تکبیر کے حلال ہوئی اور کب سے کس نبی کے زمانہ میں ادا اسی طرح مکڑی[1]

[1] مکڑی حشرات الارض میں داخل ہے اس کے حلال ہونیکا ہمارے علم میں کوئی ثبوت نہیں ۱۲ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی کس دلیل سے حلال ہے۔ (سعید العزیز فیض پوری)

**جواب:** حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں بھی مچھلی کا ذکر ملتا ہے۔ غالباً ہر نبی کے زمانہ میں حلال رہی ہے۔ (اہل حدیث ۱۶ ربیع الاول)

**تعاقب:** مؤرخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۳ء سوال نمبر ۲ کا جو جواب دیا گیا ہے۔ اس کی بابت عرض ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن صاحب کو گالی دینے والا امامت کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا۔ ایسے دشنام دہندہ امام کو امامت سے برطرف کر دے صلوا خلف کل بر وفاجر اور وارکعوا مع الراکعین کا مطلب یہ ہے۔ اگر کہیں اس قسم کا امام ہو اور تم وہاں پہنچ جاؤ تو تمہارے لئے مناسب نہیں کہ الگ جماعت قائم کرو بلکہ انہی کی معیت میں تم بھی نماز پڑھ لو یہاں جماعتی انشقاق کا سد باب کیا گیا ہے نہ کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(نسیم الحق از مؤائمہ الہ آباد)

**جواب:** فتویٰ کا بھی مطلب یہی ہے۔ اختلاف لفظی ہے۔ جہاں کسی غیر تمند نمازی کو ایسے سباب امام کو ہٹانے کی قدرت نہ ہو تو اس کی امامت میں نماز ادا کر سکتا ہے۔

(اہل حدیث ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

**سوال:** ایک مسلمان روزانہ دو تین مرتبہ افیون سے مدک بنا کر کھاتا ہے لہٰذا اس مدکی مسلمان سے سلام کلام نشست برخاست از روئے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز

(سعید الرحمٰن ضلع سنتھال پرگنہ)

**جواب:** ایسے شخص سے سلام کلام جائز ہے۔ مگر نصیحت کرنے کے ساتھ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ مَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَلَٰكِن ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ "گنہگار آدمی کو نصیحت کئے بغیر نہ چھوڑا کرو"

(اہل حدیث ۱۲ رجب ۱۳۶۲ھ)

**سوال:** بے نمازی کا جنازہ پڑھا جائے یا نہ؟ (حاجی محمد سعید ضلع سنگھ بھوم)

**جواب:** بے نمازی کے جنازے کا سوال اس کے کفر کی فرع ہے جن علماء کے نزدیک بے نماز کافر ہے اس کی نماز جنازہ بھی وہ جائز نہیں سمجھتے حضرت پیر صاحب بغدادی اور حافظ ابن قیم بھی اسی گروہ میں ہیں۔ جو اس کو کافر نہیں بلکہ فاسق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سمجھتے ہیں وہ نماز جنازہ جائز کہتے ہیں۔ حنفیہ کا یہی مسلک ہے پہلے مذہب کی دلیل قوی ہے اور اس میں تنبیہہ بھی ہے۔ (اہل حدیث ۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ)

**سوال**: نوکری نصاریٰ و جمیع کفرہ کی اہل اسلام کو اختیار کرنی شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ (عبد الرؤف مرتضیٰ پور)

**جواب**: کفار کی نوکری کا حکم کام کی نوعیت پر منحصر ہے کام اگر جائز ہے تو نوکری جائز ہے کام ناجائز ہے تو نوکری ناجائز ہے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۷ صفر ۱۳۵۶ھ)

**سوال**: کچھوا کوکرا اور گھونگا حرام ہیں یا حلال؟ از روئے قرآن و حدیث جواب ہو۔ (امیر میاں مظفر پور)

**جواب**: قرآن و حدیث میں جو چیزیں حرام ہیں ان میں یہ تینوں نہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے ذرونی ما ترکتم جب تک شریع تم کو بندش نہ کرے تم سوال نہ کیا کرو ان تینوں سے شریع شریف نے بند نہیں کیا لہٰذا حلال ہیں۔ (ایضاً)

**سوال**: (۱) حدیث شریف فر من المجذوم کفرارک من الاسد یعنی مجذوم سے ایسا بھاگنا چاہیے جیسا کہ شیر سے (۲) حدیث لاعدوی ولا ھامۃ ولا صفر ونیز مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید مجذوم فوضعها معه فی القصعة فقال کل ثقة باللہ او توکل علیہ۔ حدیث نمبرا سے احادیث ۲ و ۳ بظاہر مغائرت رکھتی ہیں مناسب استشہاد درکار ہے۔ (خریدار الحدیث ۲۷۴۲ نارائن کھیڑا ضلع بیدر دکن)

**جواب**: ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے لیکن درحقیقت نہیں۔ حدیث ۲ و ۳ تو اصلیت پر ہیں یعنی کسی کی بیماری کسی کو نہیں لگتی مگر ایسا ہوتا ہے کہ ایسے بیمار سے ملنے والا محض اپنے اسباب مرض سے مریض ہو جاتا ہے جس سے اس کا گمان یہ ہوتا ہے کہ یہی مرض متعدی ہو کر مجھے لگا ہے اس لئے حدیث نمبر اول میں فرمایا تم اگر ایسے کمزور قلب ہو تو ایسے بیماروں سے مت ملو بلکہ ان سے الگ رہو۔ (اہل حدیث۔ ۲۹۔ نومبر ۱۹۱۸ء)

**سوال**: شریعت طریقت اور حقیقت اور معرفت کی جامع مانع تعریف اور ان کی تفریق مجمل طور پر۔ (خاکسار محمد قاسم الینمو خریدار اہلحدیث ۵۰۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب**: شریعت ان احکام کا نام ہے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ ان احکام کو بحضور قلب دل لگا کر ادا کرنا طریقت و حقیقت ہے۔ حقیقت شریعت کے مخالف نہیں ہو سکتی بلکہ حقیقت شریعت کے لئے طریق کار کا نام ہے۔ اسی لئے حضرت مجدد صاحب سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فھی زندقۃ[1] یعنی حقیقت کے جس مسئلہ کو شریعت رد کر دے وہ واقعی الحاد اور بے دینی ہے یہ تینوں (طریقت حقیقت اور معرفت) دراصل شرعی احکام کے طریق کار کے نام ہیں اور یہ تینوں دراصل ایک ہیں۔ (۹ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

**سوال**: کل یہاں ایک جلسہ بنگلور کے مسلم لائبریری کا ہوا جس میں مولوی حاجی غلام محمد شملوی نے لیکچر دیا دوران تقریر میں گیارہویں اور بارہویں میں برائے ایصال ثواب غرباء کو کھانا وغیرہ کھلانا جائز کہا ہے آپ اس کے عدم ثبوت کے دلائل پیش کریں۔

(نیاز مند سر محمد ہاشم خریدار)

**جواب**: گیارہویں بارہویں کی بابت فریقین میں اختلاف اتنی بات میں ہے کہ مانعین اس کو لغیر اللہ سمجھ کر مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل کرتے ہیں۔ اور قائلین اس کو لغیر اللہ میں نہیں جانتے۔ مولوی غلام محمد صاحب نے دونوں کا اختلاف مٹانے کی کوشش کی ہوگی کہ گیارہویں بارہویں کا کھانا بغرض ایصال ثواب کیا جائے یعنی یہ نیت ہو کہ ان بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچے نہ کہ یہ بزرگ خود اس کھانے کو قبول کریں اس صورت میں واقعی اختلاف اٹھ جاتا ہے۔ ہاں نام کا جھگڑا باقی رہ جاتا ہے کہ اس قسم کی دعوت کو گیارہویں بارہویں کہیں یا نذر للہ کہیں۔ اس میں شک نہیں کہ شریع شریف میں گیارہویں بارہویں کے ناموں کا ثبوت نہیں۔ اس لئے یہ نام نہیں چاہیئے۔ فقط دعوت للہ فی اللہ کی نیت چاہیئے۔ دگر ہیچ۔

(اہل حدیث۔ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ)

**سوال**: ختنہ جس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں یعنی مسلمانیت کی ایک خاص علامت ہے اس کا وجود کس طرح ہوا اور کب سے شروع ہوا؟ اگر یہ ابراہیمی سنت ہے

---

[1] مکتوبات۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو کیا قربانی کی طرح جو ذبیحہ اسمٰعیل کا قصہ یاد دلاتی ہے اس کے متعلق بھی کوئی خبر ہے اور کیونکر؟ (خلیل احمد از مرزاپور)

**جواب**: ختنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور مسلمانوں کو ختنہ کرنے کا حکم ہے۔ بخاری مسلم کی حدیث میں آیا ہے اختتن ابراھیم بعد ما اتی علیہ ثمانون سنۃ (منتقی) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا تھا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے ایک شخص مسلمان ہوا اس کو فرمایا ختنہ کر۔

(۲۳ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ)

**سوال**: حلال جانور کا خصی کرنا کیسا ہے؟

**جواب**: جانور کا خصی کرنا جائز ہے کفارہ وغیرہ کچھ نہیں۔ (۲۸ جمادی ۱۳۶۵ھ)

**سوال**: عورت کا ذبیحہ جائز ہے؟

**جواب**: عورت کا ذبیحہ جائز ہے۔ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اللہ اعلم۔

(۱۴ جون ۱۹۴۶ء)

**سوال**: داڑھی منڈانے کے متعلق قرآن و حدیث میں کیا حکم ہے؟ (انجمن نصرۃ الاسلام بنگلور شہر)

**جواب**: داڑھی رکھنی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی کا ثبوت ملتا ہے۔ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي اور حدیثوں میں داڑھی رکھنے کا حکم بکثرت ملتا ہے اور قانون قدرت اس کے رکھنے کی تائید کرتا ہے۔

(۲۶ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ)

**سوال**: میں نے تصوف کی ایک کتاب میں لکھا ہوا دیکھا کہ ایک عورت متقی پرہیزگار چاندنی رات میں چرخہ کات رہی تھی اور وہ ہمیشہ اپنی روزی اپنی محنت سے مہیا کرتی تھی۔ اس اثناء میں مشرکین کی ایک برات پاس سے گذری تو ان کی مشعل وغیرہ کی روشنی میں اس سے کچھ سوت کاتا گیا۔ صبح اس کی صفائی قلب میں فرق آ گیا نور جاتا رہا ایسا کچھ مضمون تھا کیا یہ درست ہے؟ اسی طرح سے غنیۃ الطالبین میں کہتے ہیں کہ حضرت پیران پیر سے منقول ہے کہ پیر کو لازم نہیں کہ مرید کے گھر کا کھانا کھائے کیونکہ ان کی کمائی مشتبہ ہوتی ہے یہ قول بھی مؤید سابقہ مضمون کا ہے اب سوال یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی دعوت قبول فرمائی جن کی کمائی بھی مشتبہ تھی بوجہ سود وغیرہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



توجبکہ اس کے کھانے سے جناب نبی کریم پر کچھ مخالفانہ اثر نہ ہوا تو غیر نبی پر کیوں ہوگا۔ اگر مشرکین کی کمائی سے کھانا درست ہے تو تقویٰ میں کیوں فرق نہیں آتا؟ (قاسم علی اور سیر تیونہ چوکی ٹھنڈا)

**جواب:** چرخ کا قصہ تو ہم نے نہیں دیکھا اگر ہے تو غلو میں داخل ہے جس کی بابت قرآن مجید میں ارشاد ہے لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ۔ حدیث شریف میں ایسے امور کی بابت ایک عام ہدایت آئی ہے لن یشاد الدین احد الا غلبہ (دین کو کوئی شخص زور سے قابو کرنا چاہے تو خود یہ شخص کمزور ہو جائے گا) ایسے امور میں تشدد کرنا جواز قسم مباح ہو غلو ہے ہاں حضرت پیر صاحب کا فرمان ایک حد تک صحیح ہے کہ مرید چونکہ باکمال نہیں ہوتا اس کی کمائی مشتبہ ہو گی یا ہو سکتی ہے۔ کفار گو کفار ہیں مگر ہر کافر کی کمائی حرام نہیں غنیہ کی مثال اگر ہے تو وہ واقعہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی فرمایا اگر یہ خیال نہ ہو کہ صدقہ کی ہو گی تو میں اس کو کھا لیتا۔ اس قسم کے واقعات کی نسبت کہا جاتا ہے التقوٰی فوق الفتوٰی شرع شریف میں اس قسم کے واقعات ملتے ہیں گروہ تقویٰ کے درجہ پر ہوتے ہیں۔ احکام کے درجہ پر نہیں ہوتے مطلب یہ کہ کوئی شخص اس طرح کھجور پائے اور کھالے تو اس پر گناہ نہیں۔ اسی طرح مرید کے گھر کا کھانا جس کی حرمت معلوم نہ ہو کھالے تو ہرج نہیں حَتّٰی یُبَیِّنَ لَهُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ۔ (۲۴ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ)

**سوال:** کیا جادو صحیح ہے اور کہاں سے نکلا ہے۔ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جادو یعنی سحر سچ ہے کلام الٰہی سے نکلا ہے۔ بغیر موت کے مر سکتا ہے۔ مگر چلانے والا کافر ہے؟ ایسا خیال رکھنے والا کیسا ہے۔ (محمد فرزند علی۔ سوٹھ گاؤں۔ درہبنگہ)

**جواب:** قرآن شریف سے اتنا ثابت ہے کہ ہاروت و ماروت وغیرہ جادوگر اپنے جادو سے خاوند بیوی میں فساد ڈلوا دیتے۔ دیگر اسی قسم کے بیہودہ کام کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جو جادوگر آئے ان کے کرتب بھی آئے ہیں سَحَرُوْا اَعْیُنَ النَّاسِ (لوگوں کی آنکھوں کو جادو کرتے تھے۔) بغیر موت آئے کوئی نہیں مرتا۔ نہ بغیر آئے کوئی بیمار ہوتا ہے۔ سب کچھ بتقدیر الٰہی ہوتا ہے کلام الٰہی میں جادوگری کی تعلیم نہیں آئی۔ نہ اس کے الفاظ بتائے ہیں۔ مگر لوگوں کے کرنے کا ذکر ہے اس لئے جادوگری کی تعلیم نہیں آئی۔ نہ اس کے الفاظ بتائے ہیں۔ مگر لوگوں کے کرنے کا ذکر ہے اس لئے جادوگری کا کام جائز نہیں بلکہ سخت گناہ ہے۔ وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ۔ اگر اس کے الفاظ کفریہ ہوں تو کرنے والا کافر ہوجاتا ہے۔
(۸۔ شعبان ۱۳۴۴ھ)

سوال: مسلمان ہوکر مسلمان پہ جادو کرنا کیسا گناہ ہے۔ (فقیر ابوالحسن جونپوری از دیناجپور بنگال)

جواب: جادو کسی پر بھی کرنا جائز نہیں سخت گناہ ہے۔ قرآن شریف میں اس کو حرام اور مضر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ
(اہلحدیث ۱۲ شوال ۱۳۳۲ھ)

سوال: ایک عورت کا خاوند گذر گیا اور ایک کا زندہ ہے۔ لیکن اس نے طلاق نہیں دی۔ گذرے ہوئے خاوند کی عدت پوری نہیں کی۔ قاضی نے ہر دو عورتوں کا نکاح کردیا۔ دونوں کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ (قاضی مدبر الدین از پٹلاور ضلع اندور)

جواب: یہ ایک کھلی بات ہے کہ ایسا نکاح جائز نہیں وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ایسا نکاح خواں سخت گناہ گار ہے۔ اس کو عہدہ قضا سے معزول کردینا چاہیئے اور اس کو جلدی توبہ کرنا چاہیئے۔
(۱۸۔ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ)

سوال: آج کل لوگ سوائے مکہ شریف و مدینہ شریف کے دوسرے شہروں کو لفظ شریف لگا کر استعمال کرتے ہیں۔ جیسے بغداد شریف۔ اجمیر شریف۔
(عبیداللہ از بنگلور خریدار اہلحدیث)

جواب: مکہ یا مدینہ کے ساتھ شریف کا لفظ لکھنا کوئی مذہبی حکم نہیں قرآن مجید میں ان دونوں شہروں کا نام خالی آیا ہے۔ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ۔ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ۔ شریف کا لفظ لکھنا کوئی مذہبی حکم نہیں بلکہ اپنا اعتقادی شوق ہے۔ اس لئے کسی اور شہر کو کسی واقعی عزت کی وجہ سے شریف کہنا نہ کہنا دونوں برابر ہے نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے ہاں اگر کہنا ضرور ثواب سمجھے تو بدعت ہوگا کیونکہ اس کا ثبوت شریع میں نہیں۔ (اہلحدیث ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ)

سوال: کرکٹ۔ فٹ بال۔ ٹینس۔ ہاکی۔ کبڈی وغیرہ کھیل کھیلنا شرع میں جائز ہیں یا نہیں۔ اگر منع ہیں تو کیوں؟ فقط والسلام۔ (محمد عبدالقیوم انصاری ڈسڑی)

جواب: یہ سب کرتب جسمانی صحت کے لئے ہیں۔ حدیث شریف میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آیا ہے۔ ولجسدك عليك حق جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اس حدیث کے ماتحت سب جسمانی ورزشیں جائز ہیں۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ)

**سوال:** ہمارے قصبہ اور گرد و نواح میں یہ رواج ہے کہ جس روز ختنہ لڑکے کا کر دیا جاتا ہے۔ اس روز لڑکے کی ننھیال والے یعنی نانی و ماموں وغیرہ لڑکے اور لڑکے کے والدین کے واسطے جوڑے اور نقدی اور مٹھائی وغیرہ لاتے ہیں اور اسی روز قصبہ کی تمام برادری کو کھانا دیا جاتا ہے اور شام کو بعد مغرب تمام برادری میں بلاوا دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کے لڑکے کا ختنہ ہے۔ جب سب برادری جمع ہو جاتی ہے تو عام جلسہ میں ختنہ کیا جاتا ہے۔

**جواب:** لڑکے کے نانی وغیرہ جو لاتے ہیں بطور ایک احسان کے لاتے ہیں کیونکہ وہ بھی اس دلہا کو اپنی اولاد جانتے ہیں اس لیے جائز ہے۔ (اہلحدیث ۱۲ رجب ۱۳۴۷ھ)

**سوال:** ادریس علیہ السلام کے بارے میں قرآن شریف پارہ ۱۶ سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے جو کہا ہے کہ ہم نے ان کو اٹھا لیا اور مکان اعلیٰ میں رکھا جس کے بارہ میں مختلف لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مجسم جنت میں چلے گئے۔ کیونکہ ان سے ملک الموت کو دوستی تھی۔

لہٰذا ملتمس آنکہ بمعہ تشریح اور بحوالہ معتبر حدیث شریف مطلع کریں کہ صحیح ترجمہ کیا ہے۔ اور اس کے بارہ میں کہ وہ کس طرح جنت میں گئے۔ آیا دنیا میں انتقال کیا یا نہیں۔؟ (خریدار نمبر ۹۶۵۴)

**جواب:** حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں یہ لفظ آیا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے حضرت ادریسؑ کو بلند رتبہ پر اونچا کیا۔ سوال میں جو واقعہ مذکور ہے کسی آیت یا حدیث سے اس کا ثبوت نہیں لوگوں کے خیالات ہیں۔ (اہلحدیث ۱۷ شعبان ۱۳۴۶ھ)

**سوال:** ایک ملا صاحب یہاں ایسے ہیں۔ جو نماز کے بعد وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ "ولی سلطان باہو" یہ کیسا فعل ہے۔ اور ملا صاحب کا عقیدہ ہے کہ ولی یا اولیاء سب زندہ ہیں سنتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں یہاں تک کہ آنکھوں کا جھپکنا بھی ان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ (حسن الدین خریدار اہلحدیث از کیمپ چک)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب**: بروئے قرآن وحدیث ایسا کرنا منع ہے اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا مسجدیں سب اللہ کی عبادت کے لئے ہیں۔ ان میں خدا کے ساتھ اور کسی کو مت پکارا کرو۔ ایسا شخص بدعتی بلکہ مشرک ہے۔ ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں۔ اگر اتفاقیہ نماز پڑھا رہا ہو جہاں سے اس کو ہٹا نہ سکیں تو بحکم وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اس کے ساتھ پڑھ لینا چاہیئے۔ (اہلحدیث ۷ رجب ۱۳۵۹ھ)

**سوال**: "غنیۃ الطالبین" حضرت پیر صاحب کی ہے یا کسی اور کی؟ ہمارے حنفی بھائی کہتے ہیں۔ کہ یہ کتاب غیر مقلدوں نے بنا کر مشہور کر دی ہے۔

(سید حسن از مقام پیکنور ضلع بلاری)

**جواب**: "غنیۃ الطالبین" حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی ہے۔ اس کی تصدیق ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں کی ہے۔ جو لوگ اس میں شک کرتے ہیں۔ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ہمارے پاس جو غنیہ ہے وہ مکہ معظمہ کی چھپی ہوئی ہے۔ اس میں اور ہندی میں کوئی فرق نہیں۔ (۷ محرم ۱۳۶۰ھ)

**سوال**: ضعیف حدیث کا معنے کیا ہے ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں

(عبدالسلام)

**جواب**: ضعیف کے معنے ہیں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں۔ وہ کئی قسم کی ہوتی ہے۔ اگر اس کے مقابل میں صحیح حدیث نہیں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے جیسے نماز کے شروع میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے مگر عمل ساری امت کرتی ہے۔ (اہلحدیث ۷ ار فروری ۱۳۳ھ)

**سوال**: حدیث پر عمل کرنا فرض ہے۔ یا واجب یا سنت؟ اگر فرض یا واجب یا سنت ہے تو قرآن شریف کی طرح خلفائے راشدین کے زمانے میں کیوں نہیں جمع کیا گیا۔

(سائل مذکور)

**جواب**: حدیث میں جیسا حکم ہو ویسا اس پر عمل کرنا ہوگا۔ فرض ہے تو فرض۔ سنت ہے تو سنت زمانہ خلافت میں ہر ایک صحابی کے پاس اس کی ضروریات کے مطابق احادیث ہوتی تھیں۔ جن پر وہ عمل کرتے تھے۔ کتابی صورت میں پیچھے جمع ہوئیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ (اہلحدیث ۷ ار فروری ۱۳۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال:** مکہ مکرمہ میں بدو لوگ حج کو بیچتے ہیں اور حج کو جانے والے ان کے پاس سے حج خرید کر اپنے سگوں کو بخشواتے ہیں کیا ایسے حج مردوں کو پہنچ سکتے ہیں؟ اور مردوں کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ (خریدار اہلحدیث نمبر ۹۲۵۳)

**جواب:** حج یا کوئی اور شرعی فعل بکری کی چیز نہیں جو بک سکے۔ یہ محض دکانداری ہے۔ حج بدل میں نیابت تو ثابت ہے مگر خرید و فروخت نہیں نیابت یہ ہے کہ اس کی طرف سے نیت کرے لبیك عن فلان کہے۔ (۲۳ رمضان ۱۳۴۶ھ)

**سوال:** سر سید احمد خان مرحوم حنفی تھے یا اہلحدیث؟۔ (سید اسمٰعیل عارف از بڑا)

**جواب:** سر سید احمد خان نہ حنفی تھے نہ اہل حدیث بلکہ وہ محض اہل قرآن تھے حدیث کے منکر تھے۔ ہاں ایک دفعہ انھوں نے جماعت اہلحدیث سے مدافعت کی تھی جس کے صلے میں اہلحدیث کانفرنس منعقدہ علیگڈھ میں ان کا شکریہ ادا کیا گیا تھا (۱۰ محرم ۱۳۴۷ھ)

**سوال:** صلی اللہ علی النبی الامی و آلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلاماً علیك یا رسول اللہ کا وظیفہ شمال رخ دست بستہ کھڑے ہو کر پڑھا کیا ہے حدیث شریف میں اس کی بھی کچھ اصلیت ہے یا نہیں؟ (محمد شریف دکاندار ضلع کٹک)

**جواب:** حدیث شریف میں جس درود کی تعلیم آئی ہے وہ یہ ہے:
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اس کے سوا مذکورہ درود سب بناوٹی ہیں اصل کے ہوتے بناوٹی کو لینا ناجائز ہے۔ (اہلحدیث ۲ صفر ۱۳۴۹ھ)

**سوال:** سویا ہوا آدمی اس وقت جاگے جس وقت آفتاب طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو ایسے شخص کو اسی وقت نماز پڑھنی ہوگی یا تھوڑی دیر کرے تاکہ آفتاب پوری طرح طلوع یا غروب ہو جائے (عبد السبحان کلکتہ)

**جواب:** حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیند میں تصور نہیں مسلمان اگر بے اختیار نیند میں پڑا رہے تو جس وقت جاگے وہی اس کا وقت ہے۔ اس کے بعد علماء دو گروہ ہو گئے ہیں ایک گروہ تو یہی کہتا ہے کہ جب جاگے پڑھ لے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے اوقات مکروہات میں نماز نہ پڑھے بلکہ ذرا دیر کے بعد جائز اوقات میں پڑھے ان دونوں خیالوں میں سے جو خیال کسی کو پسند ہو اختیار کرے۔ (۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**: عورتوں کی ناک چھید کر زیور پہننا عند الشرع حرام ہے یا جائز۔ جو شخص کہتا ہے کہ ناک چھیدنا تبدیل خلق اللہ لازم آتا ہے اور لا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ کے خلاف لازم ہے اور قرون ثلاثہ میں یہ نہیں پایا گیا اور مسلم ہو یا غیر مسلم شریف قوم ناک میں زیور نہیں ڈالتی تھیں لہٰذا حرام ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ اور یہ مشہور ہے کہ حضرت سائرہ نے حضرت ہاجرہ کی ناک چھید کر زیور ڈالا تھا تاکہ بدصورت معلوم ہوں وہ بھی خوبصورت معلوم ہونے لگیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (خریدار نمبر ۹۵۰۶)

**جواب**: حدیثوں میں تو یہ ملتا ہے کہ عید کے روز آنحضرتﷺ نے عورتوں کو وعظ فرمایا وعظ میں صدقہ خیرات دینے کی تاکید فرمائی تو عورتوں نے کانوں کی بالیاں چھیدے میں دے دیں۔ جو حضرت بلال کی جھولی میں تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کانوں کا چھیدنا تبدیل خلق اللہ نہیں۔ کانوں کا نہیں تو ناک کا کیونکر ہوا؟ میرے نزدیک تو جیسے کان میں زیور ڈالنا جائز ہے ناک میں بھی جائز ہے تغیر خلق اللہ سے مراد ہے نسبت الی غیر اللہ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا (فافہم)

(۵ - اکتوبر ۱۹۲۸ء)

**سوال**: سر پر کروپ انگریزی بال رکھنا جائز ہے یا نہیں (سی اسے از پال گھاٹ)

**جواب**: انگریزی بال رکھنے خلاف سنت ہیں اس لئے جائز نہیں۔ اللہ اعلم۔

(اہلحدیث ج ۲۴ ص ۱۱)

**سوال**: ایک دفعہ اہلحدیث میں پڑھا تھا کہ شرب الدخان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس کا حوالہ درج اخبار فرمائیں۔ (عبدالرحیم از پتوکی)

**جواب**: حدیث کے الفاظ یہ ہیں نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر ہر نشے والی اور فتور لانے والی چیز سے منع فرمایا (جامع الصغیر سیوطی) شرب الدخان (تمباکو) سے دماغ میں نئے پینے والے کو فتور پیدا ہوتا ہے اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ج ص ۱۱)

**دیگر**: میرے نزدیک تمباکو کسی صورت میں بھی جائز نہیں کیونکہ یہ مضر صحت ہونے کی وجہ سے داخل وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ میں ہے جو اصحاب اس کو جائز کہتے ہیں مجھے ان سے اختلاف ہے مگر میں ان کی نسبت برا گمان یا برا قول استعمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں کرتا کیونکہ مسئلہ قیاسی ہے منصوصی نہیں (۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ)

تشریح: واضح ہو کہ حقہ کشی میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حرمت کے قائل ہیں اور بعض اباحت مع الکراہت کے اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضہم قال بکراھتہ و بعضہم قال بحرمتہ وبعضہم باباحتہ وافردوہ بالتالیف وفی شرح الوھبانیۃ یمنع من بیع الدخان وشربہ۔ وشاربہ فی الصوم لاشک یفطر وللعلامۃ الشیخ علی الاجھوری رسالۃ نقل فیہا انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمۃ المذاھب الاربعۃ قلت والف فی حلہ سیدنا العارف عبدالغنی النابلسی الحنفی رسالۃ سماھا الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان واقام الطامۃ الکبری علی القائل بالحرمۃ اوالکراھۃ فانہما حکمان شرعیان لابد لہما من دلیل ولادلیل علی ذلک فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ وان فرض اضرارہ للبعض لا یلزم منہ تحریمہ علی کل احد انتہی اور شیخ عبدالخالق زبیدی تحریر فرماتے ہیں قد تکلم العلماء المتاخرون فی ذلک لانہ لم یکن فی القرون السالفۃ فمنہم من فرط فی ذمہ ومنہم من شط مدحہ ومنہم من توسط وقال انہ مکروہ تحریما وھذا عندی احسن الاقوال واعدلہا اذلا قاطع بتحریمہ ولیس کل ذی منتن حراما والا لکان اکل الثوم والبصل والفجل والکراث حراما ھذا کلہ فی شرب دخانہ واما اکلہ وشمہ فہو مکروہ تنزیہا عندی لانہما دون شرب دخانہ انتہی۔ جو لوگ حقہ نوشی کی حرمت کے قائل ہیں ان کا قول ناقابل اعتماد ہے۔ اس واسطے کہ حرمت موقوف ہے اوپر دلیل قطعی کے اور قائلین حرمت نے حرمت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں کی ہے بلکہ عقلی دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں کل کی کل ظنی ہیں۔ اور وہ بھی مخدوش اور جو لوگ اباحت مطلق کے قائل ہیں ان کا قول بھی قابل اعتماد نہیں۔ اس واسطے کہ ان کے دلائل بھی مخدوش ہیں۔ اور جو لوگ اباحۃ مع الکراہۃ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قائل ہیں ان کا قول البتہ قابل اعتماد ہے۔ یہ گفتگو حقہ نوشی میں ہے۔ رہا تمباکو کا کھانا اور استعمال کرنا اس کا ناک میں سو کوئی دلیل معتبر اس کی کراہت پر قائم نہیں اور تمباکو ایک پاک چیز ہے اور اس کا دھواں بھی پاک ہے پس اس کے پانی کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور دھوئیں کی وجہ سے پانی جو متغیر ہو جاتا ہے سو اس سے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ نجاست کی وجہ سے پانی میں جب تغیر ہوتا ہے تب پانی ناپاک ہوتا ہے اور کسی چیز کی وجہ سے تغیر ہو تو ناپاک نہیں ہوتا ہما رے۔ اتنے بیان سے معلوم ہوا کہ زید کا قول غلط ہے۔ زید کو لازم ہے کہ بلا دلیل کسی چیز کو حرام اور ناپاک کہنے سے احتراز کرے۔ (فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۵۰۲)۔ (حررہ خلیل الرحمن عفی عنہ)

**سوال**؛ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو عرش معلّے کے نیچے سجدے میں گرتا ہے اور اللہ جل شانہ سے طلوع ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے جب تک حکم ایزدی نہیں ہوتا ہے تب تک ساجد رہتا ہے۔ اور کہتا ہے یا رب میں کہاں سے طلوع ہوں تب حکم باری طلوع من المشرق ہوتا ہے تو طلوع ہوتا ہے اب عقل چاہتی ہے کہ اگر آسمان دنیا سے پورب کی طرف جاتا ہے تو پھر دن ہونا چاہیے اور اگر زمین کے نیچے سے جاتا ہے تو زمین کے نیچے مثل دنیا اور بھی دنیا ہو جاتی ہے اس کی کیا وجہ؟۔ (سائل ابو سعید ابا جد محمد عبد الواحد المحمدی از باتو تیل ضلع اجتباہی)

**جواب**؛ اس حدیث کو سمجھنے کے لئے پہلے آسمان اور زمین کی صورت اور ان میں سورج کی رفتار کا سمجھنا ضروری ہے ان سب کی صورت اس طرح ہے۔

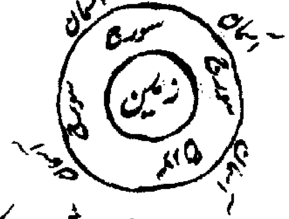


اس کے اوپر عرش ہے۔ اور یہ بات صاف روشن ہے کہ سورج ہر وقت چلتا ہے۔ اور چلتے وقت عرش کے نیچے ہی رہتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ سورج اپنی رفتار میں ایک طرف ڈوبتا ہے تو دوسری طرف چڑھتا ہے۔ اسی لئے اس کے طلوع غروب میں فرق ہے کلکتہ اور امرتسر کا نصف گھنٹہ سے زیادہ فرق ہے۔ پس سورج اپنی رفتار میں ہر وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عرش کے نیچے ہر قدم پر خدا سے اجازت طلب کرتا ہے۔ اور اجازت ہی سے لگلے مشرق پر طلوع کرتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک قدرتی منظر کا اظہار ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ اللہ کے اذن سے ہے)۔ قول مشہور ہے لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (دنیا میں جو حرکت یا جو سکون ہے سب اذن الٰہی سے ہے) مَا ھُمْ بِضَارِّیْنَ بِہٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔

پس سورج بھی اسی قدرتی قانون کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ یاد رہے کہ سورج ہماری نظر میں ہمارے حصہ زمین سے نیچے جاتا ہے۔ مگر درحقیقت وہ دوسرے حصہ پر پہنچتا ہے پھر بدستور باذن الٰہی چلتا چلتا ہمارے مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ سبحانہ ما اعظم شانہ۔ (۲۔ رمضان ۱۳۵۰ھ)

**سوال:** کیا روئے زمین کے عامۃ المسلمین سے خدا و رسول خدا کا مطالبہ صرف ایک ہی دین و مذہب پر قائم رہنے کا ہے۔ یا متفرق فرقوں پر۔ نیز جماعت المسلمین میں تفرقہ ڈالنے والے کا حشر کیا ہوگا؟

(محمد غلام قادر خلف حاجی مولا بخش دار الاشاعت محبوبیہ چھاؤنی نصیر آباد۔ سابق ٹانہ)

**جواب:** بیشک خدا کو ایک ہی دین پر قائم رہنا منظور ہے ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا۔ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے والے کی سزا وہی ہے۔ جو قرآن مجید میں مذکور ہے ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعًا لست منہم فی شیء (۲۰ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ)

**سوال:** آیا آنحضور سرور کائنات سید المرسلین کی خدمت۔ طاعت وعظمت کا کافۃ المسلمین سے خدائے بزرگ کس حد تک مطالبہ فرماتا ہے۔ اور بعد آنحضور حضرات متقین کا سلسلہ مدارج کیا قرار دیا ہے۔ (سائل مذکور)

**جواب:** ہر ایک مذہبی کام میں پیغمبر علیہ السلام کی سنت کا لحاظ رکھا جائے متقین کا سلسلہ مدارج ماتحت نبوت رکھا ہے۔ یعنی کسی متقی کے تقویٰ یا ولی کی ولایت سے انکار کرنا اس درجہ کا نہیں جس درجہ نبی کا انکار ہے۔

(اہلحدیث ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ)

**سوال:** کس قدر مسلمان ہندوستان بھر میں اس قابل نکل سکتے ہیں۔ جو خدا اور رسول خدا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے نزدیک محتاج تقلید نہ ہوں۔　　　　(سائل مذکور)

**جواب:** ان کے شمار کا علم تو خدا ہی کو ہے جو عالم الغیب ہے۔ جیسے ان لوگوں کے شمار کا علم خدا ہی کو ہے جو اس کے نزدیک اصل معنے سے مسلمان ہیں۔ فرمایا هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی۔　　　　(اہلحدیث ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ)

**سوال:** بعد حضور مسلمانوں پر حضور اقدس کے ابتدائی احکام و اعمال کا اتباع لازمی ہے۔ یا حضور کے آخری حصہ عمر کے احکام و اعمال کا اور ناسخ و منسوخ کا ان میں کیا تعلق ہے۔　　　　(سائل مذکور)

**جواب:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل قابل اتباع ہے۔ جہاں دو عملوں میں ایسا اتفاق ہو کہ موافقت نہ ہو سکے۔ وہاں آخری فعل پر عمل ہوتا ہے۔ پہلے کو متروک یا منسوخ کہتے ہیں۔ لیکن یہ شرط ضروری ہے کہ ان دونوں فعلوں میں نفی و اثبات ایسی ہو کہ ان میں موافقت نہ ہو سکے۔　　　　(اہلحدیث ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ)

**سوال:** ایک ہندو نے اپنے لڑکے کی شادی اپنے مذہبی رسومات باجہ ناچ آتش بازی کے ساتھ کی اور اپنی قوم والوں کی ضیافت بھی بڑی عمدگی سے کی۔ من بعد مسلمانوں کو کچھ رقم اور بکرے دے کر پلاؤ پکوا کر عام مسلمانوں کو کھلوانے کے لئے کہا گیا۔ اکثر لوگ دعوت کو منظور کر کے پیسے اور بکرے لے کر پلاؤ پکوا کر عام مسلمانوں کو کھلوانے کی پیروی کر رہے ہیں۔ چند لوگ اس دعوت سے ناراض ہیں۔ کیونکہ ہم قوم میں اگر کوئی باجہ ناچ وغیرہ کے ساتھ شادی کرتا ہے۔ تو اس کی دعوت میں شریک ہونے کو برا جانتے ہیں۔ تو غیر قوم کی دعوت کو کب قبول کریں گے۔ ہمارے لئے یہ کھانا جائز ہے یا ناجائز۔
　　　　(حاجی محمد اکبر خریدار نمبر ۹۱۵۱)

**جواب:** اسلام میں دو مرتبے ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ ایک اسلامی اخوت کا۔ دوسرا مرتبہ انسانیت کا۔ مسلم کی دعوت اسلامی اخوت پر ہے۔ غیر مسلم کی دعوت انسانیت کی حیثیت سے ہے اسی قسم کی دعوتوں اور مروتوں کی بابت قرآن مجید میں ہے کہ خدا تم کو غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور سلوک کرنے سے منع نہیں کرتا۔ لَا یَنۡهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِیَارِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ" یعنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو لوگ تم سے (مسلمانوں) سے دین کی وجہ سے لڑتے نہیں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا نہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ نیکی، سلوک اور انصاف کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا۔ اس عام قانون کے ماتحت غیر مسلم کی دعوت بحیثیت مرتبہ انسانی قبول کرنی جائز ہے۔ باجا گاجا وغیرہ جو وہ کرتے ہیں۔ انسانیت کے مرتبہ میں مانع نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے غیر مسلموں کی دعوت قبول فرمائی تھی۔ (اہلحدیث ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ)

**سوال**: کیا یاجوج ماجوج فرشتے ہیں. یا انسان؟ قائل اسلام ہیں یا منکر؟ (فضل الدین برہان پوری)

**جواب**: یاجوج ماجوج بنی آدم سے ہیں اور شدید ترین مفسد ہوں گے اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ۔ اللہ اعلم۔ (۲۳ صفر ۱۳۴۷ھ)

**سوال**: ایک شخص جو کہ خاندانی مسلمان ہے۔ اور ایک دوسرا شخص جو کہ ابھی ہندو سے مسلمان ہوا ہے۔ اگر یہ دونوں اسلام پر رہیں تو زیادہ ثواب کا مستحق کون ہوگا؟ (محمد ہارون)

**جواب**: جس کے عمل اچھے ہوں گے وہ ثواب زیادہ پائے گا۔ نو مسلم اگر کفر کی حالت میں بھی اچھے کام کرتا تھا تو ان اچھے کاموں کا بدلہ بھی اس کو ملے گا (الحدیث) (اہلحدیث ۲۳ صفر ۱۳۴۷ھ)

**سوال**: لڑکے یا لڑکی کا عقیقہ کس طرح کیا جائے۔ کتنے دن کے بعد کرنا سنت ہے ہم نے سوانح میں دیکھا ہے کہ بعد ہفتہ کے کرنا سنت ہے۔ اگر ہفتہ کو نہ کر سکا تو کب تک کر سکتے ہیں؟ کتنے بکرے لڑکی کے واسطے اور کتنے لڑکے کے واسطے؟ بعد ذبح کس کس کو حق ہے کہ گوشت عقیقہ کا تقسیم کیا جائے۔ اور کون کون لوگ عقیقہ کا ذبیحہ کھانے کے مستحق ہیں۔ اور کھانا بھی کھلانا سنت ہے یا نہیں؟ کیا عقیقہ کے ذبیحہ کی ہڈی توڑی نہیں جا سکتی تفصیل وتشریح سے جواب دیں۔ (احمد ظہیر الحسن خریدار نمبر ۵۰۶۹)

**جواب**: عقیقہ کا حکم مثل قربانی کے ہے۔ جتنی عمر کا جانور قربانی میں ہو سکتا ہے اتنی ہی عمر کا عقیقہ میں جس طرح قربانی کی تقسیم ہے۔ اسی طرح عقیقہ کی عقیقہ کا اصل وقت پیدائش سے ساتواں دن ہے۔ اگر نہ ہو تو بطور قضا کے چودہواں، اکیسواں اقوال ہیں۔ عقیقہ کا گوشت جو اپنے اور برادری کے حصہ کا ہو اس کو پکا کر کھلا دے تو منع نہیں جائز ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (اہلحدیث ۳۰ صفر ۱۳۴۷ھ)

**سوال**: سفر کرتے وقت سب لوگوں سے مصافحہ (الوداعی مصافحہ) کرنا مسنونہ ہے یا بدعت؟ (سائل مذکور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب** : مصافحہ سلام کا تتمہ ہے۔ مسافر سلام کر کے جائے تو مصافحہ بھی کر سکتا ہے۔ عام قانون سے یہ بات ماخوذ ہے۔ خاص بوقت سفر آنحضرت نے مصافحہ کیا ہو مجھے کوئی روایت یاد نہیں کسی صاحب[1] کو یاد ہو تو مطلع فرمائیں۔ (اہلحدیث ۳۰ صفر ۱۳۴۷ھ)

**سوال** : مولوی محمد علی ہندی نے جو انگریزی تفسیر لکھ کر شائع کی ہے۔ اس پر اعتماد و عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس تفسیر کا ترجمہ انگریزی سے ملادی زبان میں حاجی عثمان جو کہ ولا مینو سے ( ) سنے کیا ہے جس کی وجہ سے علماء جاوہ میں سخت نزاع پیدا ہو گیا ہے۔ اور اکثر علماء نے اس تفسیر پر مدلل اور معقول اعتراض کئے ہیں لیکن جاوی قرآن کے مترجم حاجی عثمان کہتے ہیں کہ مجھے اس تفسیر میں کوئی غلطی نہیں معلوم ہوتی پس آپ کا فرض ہے کہ اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔

**جواب** : یہ بات مشہور ہے کہ مولوی محمد علی جو اس تفسیر کے مصنف ہیں قادیانی عقائد کے مبلغ ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ تفسیر مذکور میں بعض آیات میں مضحکہ خیز معنوی تحریف کی گئی ہے۔ وہ آیات جن کا تعلق حضرت مسیح علیہ السلام سے ہے یا وہ آیات جن کو زبردستی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود پر چسپاں کیا گیا ہے ہمارے دعوی کا کھلا ہوا ثبوت ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر جامع ازہر کے شیوخ اور بیروت کے مفتی نے اس کا انگریزی ترجمہ کی مصر اور شام میں داخلہ کی ممانعت کر دی ہے۔ تاکہ لوگ تحریف و تسویل سے گمراہ نہ ہوں اور ان کے سلفی عقائد پر زد نہ پڑے۔ قادیانی بیشک دائرہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ وہ مسیح دجال کے حق میں وحی اور رسالت کے مجوز ہیں۔ ان کو قرآن حکیم کی معنوی تحریف میں وہ ملکہ حاصل ہے جن کے مقابلہ میں باطنی عقائد کے پیرو اور فارس کے زندیق کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک سورۂ فاتحہ میں استمرار وحی الی آخر الزمان منجملہ نکات و معارف قرآن سے ہے۔ قادیانی مدعی کے فاسد عقائد اور جاہلانہ غلط نویسی کی تردید ہم نے اس کی زندگی میں بھی کی ہے اور اس کی موت کے بعد ہم اس امر سے غافل نہیں ہیں اور انشاء اللہ ہم باطل کا مقابلہ حق و انصاف کے ساتھ تا مقدور کرتے رہیں گے۔

میری تحقیق میں اس ترجمہ پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے اور نہ فہم کا کوئی خاکہ اور عمل

---

[1] اگلے صفحات پر حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے۔ ۱۲ محمد داؤد راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سعی کا کوئی نقشہ اس کج اور ناہموار سطح پر تیار ہو سکتا ہے رہا یہ امر کہ یہ تفسیر غیر اقوام میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بہت مفید ہے سو حقیقت میں یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کو مطالب قرآن پر عبور نہ ہو اور نہ وہ لغت عربی اور اسالیب قرآن پر کوئی ادنیٰ سی بھی واقفیت رکھتا ہو سلف کی تفسیر سے واقف انسان کبھی اس لغو گوئی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ المنار۔ صفر ۱۳۴۳ھ ص ۲۸ مطبوعہ مصر) (احقر محمد عثمان فارقلیط دہلوی۔ دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی)

**اہلحدیث۔** مرزا صاحب قادیانی ان کے نزدیک مسیح موعود اور مجدد تھے جو طریق ترجمہ یا تفسیر انہوں نے اختیار کیا ہے اس کے اتباع کا اسی روش پر چلنا لابد و ضروری ہے۔

(۷ ستمبر ۱۹۲۳ء)

**سوال:** زید کا اعتقاد، و قول و عمل ہے کہ جھوٹ سب برابر نہیں ہیں۔ کوئی جھوٹ مناسب مقام پر جائز اور کوئی گناہ صغیرہ اور کوئی کبیرہ، کوئی لغو اور کوئی شرک۔ اور عمر کا اعتقاد ہے کہ کیا چھوٹے کیا بڑے کیا ثقیل کیا خفیف تمام آیت لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ میں داخل ہیں۔ مثلاً ایک مسلمان دو مسلمانوں کے درمیان یا میاں بیوی کے درمیان جھوٹی بڑی باتوں سے بغض و عداوت ڈالتا ہے۔ دوسرا سراسر جھوٹی نیک باتوں سے مسلمانوں میں اتفاق اور اصلاح کر دیتا ہے۔ کیا از روئے قرآن و حدیث جھوٹ گوئی کے الزام میں ان دونوں پر لعنت اللہ علی الکاذبین کا فتویٰ پہنچ سکتا ہے۔ دلیل قرآن و حدیث سے معہ حوالہ درج فرمائیں۔ (سائل سید حسن خریدار ۹۷۷۵ از ہرا باغ)

**جواب:** جھوٹ اپنی اصلیت اور حقیقت کے لحاظ سے سب برا ہے مگر نتائج کے لحاظ سے اس میں شدت یا ضعف آ جاتا ہے مثلاً دو مسلمانوں یا میاں بیوی میں مصالحت کرانے کو جھوٹ بولنا نتیجہ کے لحاظ سے قابل معافی ہے۔ دو میں لڑائی ڈلوانے کو جھوٹ بولنا معمولی جھوٹ سے بہت شدید ہے اسی طرح شرک بھی جھوٹ ہے مگر چونکہ اس کا تعلق خدا کی ذات سے ہے اس لئے نتیجہ کے لحاظ سے یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

(اہلحدیث ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ)

**سوال:** ہم کو کتابوں کے دیکھنے اور علماء کے بیان سے معلوم تھا کہ سورج غروب ہوتا ہے اور بحضور رب العالمین سجدہ کرکے نکلنے کی اجازت چاہتا ہے۔ ہم لوگ ترجمہ میں بیٹھے تھے آیت حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ تلاوت ہو کر تفسیر ہوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ سورج غروب نہیں ہوتا بلکہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں زمین کا ذکر ہوا۔ مولانا نے فرمایا کہ مسلمان کس قدر پستی کی طرف جا رہے ہیں کہ زمین کو گول نہیں مانتے حالانکہ امریکہ ہمارے نیچے آباد ہے اور آیت وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ بھی پڑھی مگر گول ہی بتائی۔ (محمد حیات از کلکتہ)

**جواب**: زمین گول کہنا قرآن وحدیث کے خلاف نہیں مشاہدہ ہے کہ کلکتہ میں جس وقت صبح صادق ہوتی ہے۔ امرتسر میں اس وقت تقریباً پون گھنٹہ رات ہوتی ہے۔ جس وقت کلکتہ میں روزہ افطار کرتے ہیں امرتسر لاہور میں اس وقت بہت سے لوگ نماز عصر پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں جس وقت نماز مغرب ہوتی ہے مکہ معظمہ میں اس وقت تین گھنٹے دن باقی ہوتا ہے۔ سب اس لئے ہے کہ زمین گول ہے۔

(۲۹ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ)

**سوال**: عطر جس کو انگریزی میں سینٹ کہتے ہیں۔ اس کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں۔ آج کل زمانہ گرانی میں عطر خریدنا بہت مشکل ہے۔ انگریزی عطر بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جس میں شراب ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اور دوسرا بغیر شراب کے ان میں کونسا استعمال کرنا چاہیئے۔؟

**جواب**: وہ عطر جس میں شراب ملی ہوئی ہو اس سے بچنا چاہیئے۔ بے شراب کو استعمال کر لینا چاہیئے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ج ۲۵ ش ۱۵)

**سوال**: ایک لڑکے کی مسلمانی پیدائشی کٹی ہے۔ اگر دوبارہ اس کو دوبارہ حجام سے کیا جائے۔ تو جان کا خطرہ ہے۔ کیا حکم ہے۔ نیز ختنہ کے موقع پر برادری کو کھانا وغیرہ کھلانا کیسا ہے۔

**جواب**: جو لڑکا مختون پیدا ہوا اس کے ختنہ کی ضرورت نہیں کتاب نیل الاوطار میں اس دعوت کو جائز دعوتوں میں شمار کیا ہے۔ (اہلحدیث ج ۳۴ ش ۲۵)

**سوال**: بے نمازی وشرابی قصاب کا ذبح کیا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

**جواب**: بے نمازی شرابی مسلمان نے اگر اسلامی طریق پر ذبح کیا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔ طعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم۔ (پ ۶)

اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ج ۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بازار کا گوشت یا بازاری قصابوں سے گوشت خرید کرنا اور کھانا کیسا ہے؟

**جواب**: بازار میں گوشت بیچنے والے اور بازاری قصاب اگر مسلمان ہیں تو ان سے گوشت خرید کرنا اور کھانا جائز ہے اور اگر اس بات کا شبہ ہو کہ ان لوگوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا ہو تو بھی ان سے خرید کرنا اور کھانے کے وقت اللہ کا نام لے کر کھانا جائز ہے۔ بلوغ المرام اور اس کی شرح سبل السلام میں ہے۔

عن عائشة ان قوما قالوا للنبي صلى الله عليه وسلم ان قوما ياتوننا باللحم لا ندري اذكر اسم الله عليه ام لا فقال سموا عليه وكلوا رواه البخاري تقدم ان في رواية ان قوما حديثي عهد بالاسلام وهي هنا من تمام الحديث بلفظ قالت وكانوا حديثي عهد بالكفر وتقدم ان الحديث من ادلة من قال بعدم وجوب التسمية ولا يتم ذلك وانما هو دليل على انه لا يلزم ان يعلموا التسمية فيما يجلب الى اسواق المسلمين وكذا ما ذبحه الاعراب من المسلمين لانهم قد عرفوا التسمية قال ابن عبد البر لان المسلم لا يظن به في كل شئ الا الخير الا ان تبين خلاف ذلك انتهى - قال في روضة الندية تحت هذا الحديث ان فيه الترخيص لغير الذابح اذا شك في اللحم هل ذكر عليه اسم الله ام لا فانه يجوز له ان يسمي وياكل والله اعلم (حررہ سید عبدالوہاب عفی عنہ سید نذیر حسین فتاوی نذیریہ صفحہ ۴۷۹)

**سوال**: زید کہتا ہے کہ مرغی کو فوراً ذبح کر کے کھانا مکروہ ہے۔ بلکہ تین روز باندھ کر ذبح کرنا چاہیئے۔ اور بکر کہتا ہے کہ خواہ کتنے ہی روز باندھ کر ذبح کرے جب بھی اس کا گوشت مکروہ ہے۔ اور تقویٰ کے خلاف ہے۔ لہٰذا کیا ارشاد ہے۔

(محمد شہادت)

**جواب**: شریعت میں اس کے متعلق کوئی حکم نہیں ہے۔ باندھے یا نہ باندھے اس کو شرعی مسئلہ کہنا غلط ہے اصل میں ایسا کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ مرغی چونکہ غلیظ چیزیں کھاتی ہیں اس لیے تین روز باندھ کر اس کو پاک کر لینا چاہیے۔ یہ خیال بھی ذاتی وہم کا نتیجہ ہے۔ مرغی کا غلاظت کھانا ایسا ہی ہے جیسے کھیتوں میں کھاد کا پڑنا۔ دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ نہ کھاد والے کھیت کی پیداوار حرام ہے۔ نہ یہ حرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واللہ اعلم۔ (اہلحدیث ج ۲۴)

شرفیہ: بکر سراسر غلط کہتا ہے مرغی شرعاً مکروہ نہیں ہے اس کو کھانا از روئے حدیث صحیح خود نبی کریم صلعم سے ثابت ہے۔ ایک حدیث میں ہے عن ابی موسی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل لحم الدجاج متفق علیہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۶۱

ہاں دوسری حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الجلالۃ والبانہا رواہ الترمذی وفی روایۃ ابی داؤد نہی عن رکوب الجلالۃ انتہی مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۶۱ سو واضح ہو کہ جلالہ میں مبالغہ ہے مطلب یہ کہ جس کی اکثر غذا نجاست ہو وہ جلالہ ہے کہ اس کے گوشت و دودھ میں اثر آجاتا ہے۔ اس کو کھانا ممنوع ہے اور جس کی اکثر غذا نجاست نہ ہو وہ جلالہ نہیں اور ناجائز بھی نہیں اور باندھنے سے کچھ نہیں ہوتا ہاں مدت مدید کے بعد ممکن ہے کہ اثر جاتا رہے۔ یہ باندھنا بعض علماء کا قول ہے حدیث نہیں۔

**سوال**: زید کہتا ہے خوشی و مسرت کے موقع پر مخصوص شخص جس کے لئے مجلس منعقد کی جاتی ہے یا خوشی منائی جاتی ہے یا دعوت طعام یا شیرینی کا انتظام کیا گیا ہو ساری مجلس میں نمایاں طور پر معلوم ہونے کے لئے یعنی شادی میں نوشہ وعظ میں مولوی صاحب حج کو جاتے ہوئے یا واپس آئے ہوئے حاجی صاحب کو ایک پھولوں کا ہار گلے میں ڈال رکھنے میں گناہ نہیں اس کے علاوہ اس مجلس میں یا دعوت میں نہ کچھ شرک و کفر کے کام ہوتے ہیں نہ کچھ خلاف شرع نذر و نیاز رسم طعام وغیرہ ہے اس لئے ایسی ضیافتوں میں یا دعوتوں میں جس میں نوشہ یا مولوی صاحب یا حج کو جاتے یا آتے ہوئے حاجی صاحب کے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا گیا ہو شامل ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ گناہ ہے لہٰذا عرض خدمت ہے کہ دونوں میں کون حق پر ہے

(ایک سائل از مدراس)

**جواب**: مجلس دعوت میں اصل مدعو کو ممتاز دکھانا کوئی حرج نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ شریف پہنچے تو لوگ آنحضرت کو پہچانتے نہ تھے۔ حضرت ابوبکر آپ کے سر پہ چادر تان کر کھڑے ہو گئے (اہلحدیث ۱۰ مارچ ۱۹۳۳ء)

شرفیہ: صرف امتیازی حیثیت میں بیشک حرج نہیں مگر پھولوں کے ہار و نمود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خلاف اخلاص ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

**سوال**: عورت کے لئے ساڑی ٹھیک ہے یا تہبند یا پائجامہ۔

**جواب**: شریعت نے لباس کوئی خاص مقرر نہیں کیا جس ملک میں جو لباس مسلمانوں کا ہے وہ پہن سکتے ہیں اور جس لباس سے مشابہت کفار ہوتی ہو وہ ترک کر دیں یہی اصول ہے من تشبه بقوم فهو منهم۔ (اہلحدیث ۱۴ اپریل ۱۹۳۲ء)

**سوال**: گراموفون کا قرآن سننا خصوصاً گراموفون کا گانا سننا کیسا ہے اور اس کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے۔

**جواب**: گراموفون فی نفسہ ایک قدرتی چیز ہے جس کو صنعت سے بنایا گیا ہے جیسے گھڑی وغیرہ جو آلارم کرتی ہے اسی الارم کو نماز کے لئے استعمال کرے تو جائز ہے کسی برے کام میں شریک ہونے کے لئے کرے تو ناجائز اسی طرح گراموفون ہے جو اپنے داخل کے مناسب حکم رکھتا ہے اس کا فروخت کرنا گھڑیوں کی طرح ہے واللہ اعلم (اہلحدیث ۲۴ جون ۱۹۳۲ء)

**سوال**: اگر ایک مسلم سہواً ذبح کے وقت تکبیر بھول گیا تو کیا وہ جانور حلال ہے یا حرام اور تکبیر کے ساتھ انی وجهت الخ پڑھنا ضروری ہے۔

**جواب**: مسلم بسم اللہ بھول جائے تو معاف ہے حدیث میں آیا ہے مسلم کے دل میں بسم اللہ ہے عند الذبح انی وجهت پڑھنا مسنون ہے۔ (اہلحدیث ۴ جون ۱۹۳۲ء)

**شرفیہ**۔ قولہ مسلم بسم اللہ بھول جائے الخ۔ حرام ہے اس لئے کہ یہ نص صریح کتاب اللہ کے خلاف ہے ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وانه لفسق الاية پ ع ا۔ یہ ایسا ہے جیسے لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل الاية پ ۲ ع ۷ اور جس حدیث کا مولانا نے ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں وہ ابن عباس سے مروی ہے بلفظ المسلم يكفيه اسمه فان نسي ان يسمي حين يذبح فليسم ثم لياكل اخرجه الدار قطني وفيه راو في حفظه ضعف وفي اسناده محمد بن يزيد بن سنان وهو صدوق ضعيف الحفظ واخرجه عبد الرزاق باسناده صحيح الى ابن عباس موقوفا عليه وله شاهد عند ابي داؤد في

---

لے جواب دیگر بر صفحہ ۵۸۳، ۱۲۰ سے آتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی مراسیلہ بلفظ ذبیحۃ المسلم حلال ذکر اسم اللہ علیہ ام لم یذکر ورجالہ موثقون انتھی ما فی بلوغ المرام وقال فی تقریب التہذیب محمد بن یزید بن سنان لیس بالقوی والمرسل رواہ البیہقی موصولاً وفی اسنادہ ضعف وقال البیہقی الاصح وقفہ علی ابن عباس وقد روی عن ابی ہریرۃ وھو منکر اخرجہ الدار قطنی وفیہ مروان بن سالم وھو ضعیف انتھی فی تلخیص الحبیر ص۳۸۳ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انھر الدم وذکر اسم اللہ علیہ فکلی الحدیث متفق علیہ کذا فی بلوغ المرام پس کتاب اللہ اور حدیث سے بسم اللہ و اللہ اکبر ذبیحہ کے لیے شرط ہے فاذا فات الشرط فات المشروط نص کتاب و سنت کے مقابلہ قول صحابی حجت نہیں اور مرفوع روایت جو خلاف ہے اول تو صحیح نہیں دوم نص صریح کتاب اللہ کے خلاف ہے لہٰذا قابل عمل نہیں۔ اور کتاب و سنت صحیحہ کے ہوتے ہوئے کسی کا قول حجت نہیں۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**سوال:** جو شخص دیدہ دانستہ مسلمان کہلا کر قرآن مجید کی بے ادبی کرے تو موجب شرع شریف اس کی کیا سزا ہے اس نے قرآن پاک کے اوراق پر پاخانہ کر دیا اور غلاظت کو اوراق قرآن شریف پہ مل کر زمین میں دفن کر دیا۔

**جواب:** شخص مذکور پاگل ہے یا ملحد زندیق ہے اس کی سزا آجکل یہی ہے کہ مسلمان اس سے مسلمانوں کا سا برتاؤ نہ کریں قرآن شریف میں ارشاد ہے وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ یہ آیت شاہد ہے کہ جس کے دل میں قرآن مجید کی عزت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں۔ (۱۵ مئی ۱۹۳۱ء)

**سوال:** اگر کسی شخص کے ہاتھ سے قرآن مجید زمین پر گر جائے تو اس کے لئے کفارہ لازم آتا ہے یا نہیں؟

**جواب:** بے قصد گر پڑے تو کوئی گناہ نہیں۔ (۱۴ جون ۱۹۳۲ء)

**سوال:** انگریزی بسکٹ کھا سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں خنزیر کی چربی ملی ہوئی ہے کیا یہ صحیح ہے یا نہ۔

**جواب:** اگر خنزیر کی چربی کا یقین ہو جائے تو نہ کھائے۔ محض شک سے ترک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


نہ کرے۔ (۲۴ رجون ۳۲ء)

**سوال:** بکر کہتا ہے کہ جب دور سے آئے تو یعنی سفر سے آئے ہوئے کو مصافحہ کرنا چاہیئے لیکن ہر وقت ملنے پر مصافحہ کرنا منع ہے بکا یہ صحیح ہے؟

**جواب:** جب اور جس وقت سلام علیکم کہے اس وقت مصافحہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے سلام کو مصافحہ سے پورا کیا کرو مصافحہ چونکہ بغرض اظہار محبت ہوتا ہے اس لئے موقعہ شناسی بھی ضروری ہے جس میں کسی فریق کا حرج یا تکلیف نہ ہو۔ (۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

**تشریح:** مہمان کو رخصت کرتے وقت مصافحہ کرنا کیسا ہے بعض لوگ اس سے روکتے ہیں۔ (رسائل عبدالمبین منظر)

**الجواب:** جامع ترمذی ابواب الدعوات باب مایقول اذ ودع انسانا میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث ذیل وارد ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعها حتی یکون الرجل هو یدع ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس حدیث سے رخصت ہوتے وقت ہاتھ پکڑنا یعنی مصافحہ کرنا کھلا ثابت ہے حکم (قول) نہیں سنت (فعل) تو موجود ہے اور ممانعت کسی روایت میں بھی نہیں آئی۔ پس جواز میں کیا کلام ہے جو لوگ منع کرتے ہیں محض بے دلیل اور غلو سے کام لیتے ہیں واللہ اعلم۔

(علامہ) ابوالقاسم محمد خان سعید منزل بنارس سٹی ۲۵ شوال ۱۳۶۵ھ

(ارسال کردہ مولانا عبدالمبین منظر صاحب ناظم مدرسہ شمس العلوم سمرا ضلع بستی)

**تشریح:** بعد حمد و صلوات کے واضح ہو کہ مصافحہ کے بارے میں اگرچہ رواج تو ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اکثر آدمی دونوں ہاتھ سے کرتے ہیں اور اسی کو اچھا بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن حدیثوں کی رو سے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو حدیثیں مصافحہ کے بارے میں آئی ہیں ان میں ید کا لفظ ہے جن کے معنے ہیں ایک ہاتھ۔ چنانچہ ترمذی صفحہ ۱۰۹ باب المصافحہ میں حضرت انسؓ سے روایت ہے قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا قال فیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذ بیدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وبصا نحه قال نحو۔ یعنی ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی آدمی اپنے اپنے بھائی سے یا دوست سے ملے تو کیا اس کے واسطے جھک جایا کرے آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا کیا معانقہ کرے فرمایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا کرے فرمایا کہ ہاں اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اور مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۰ باب فی اخلاقہ وشمائلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صافح الرجل لا ینزع یدہ من یدہ حتی یکون ھو الذی ینزع یدہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وسیع الحلم اور عظیم الخلق تھے کہ جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو جب تک وہی شخص اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ مبارک سے جدا نہ کرتا تب تک آپ اپنا ہاتھ جدا نہیں فرماتے اور مشکوٰۃ کتاب الدعوٰۃ صفحہ ۲۰۹ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے آیا ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعھا حتی یکون الرجل ھو یدع ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقول اَسْتَوْدِعُ اللہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَآخِرَ عَمَلِکَ من ابی داؤد وغیرہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑتے۔ پھر نہ چھوڑتے اس کو جب تک کہ وہ شخص خود ہی آپ کے مبارک ہاتھ کو نہ چھوڑتا اور آپ اس وقت یعنی رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یوں ہے۔ کہ تیرے دین اور امانت کو اور کاموں کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور مشکوٰۃ باب المصافحہ میں ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لیجاتے تو وہ آپ کا ہاتھ پکڑتیں اور اپنی جگہ بٹھلاتیں اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پاس آتیں تو آپ ان کا ہاتھ پکڑتے اور اپنی جگہ بٹھلاتے۔ ان حدیثوں سے کئی مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ ملنے والے کی تعظیم کے واسطے جھک جانا درست نہیں ہے اور معانقہ کی بابت حدیث اول میں ممانعت ہے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے جواز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معلوم ہوتا ہے جو کہ ترمذی جلد دوم صفحہ ۱۰۹ میں ہے۔ مگر ترمذی والی روایت میں چونکہ یہی مذکور ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت سفر سے آئے تھے لہٰذا دونوں روایتوں کے جمع کرنے سے یہ مسئلہ نکلا کہ جب سفر سے آوے تب معانقہ بھی درست ہے اور ہر وقت کی ملاقات میں معانقہ منع ہے صرف مصافحہ کرنا سنت ہے اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جس طرح آتے وقت مصافحہ سنت ہے۔ اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سنت ہے حالانکہ اکثر لوگ یوں کہتے ہیں کہ رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ درست نہیں ہے۔ پس یاد رکھیں کہ درست اور سنت ہے۔ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ ملنے والے اگر محرم ہو تو عورت مرد کو بھی باہم مصافحہ کرنا درست ہے جیسے باپ بیٹی یا بھائی بہن یا خاوند زوجہ وغیرہم مگر مولوی یا پیرزادے چونکہ نامحرم عورتوں سے بھی مصافحہ کیا کرتے ہیں اس لئے اس موقع پہ یہ لکھنا ضروری ہے کہ کسی مرد کو نامحرم عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ابن ماجہ صفحہ ۲۱۲ باب بیعۃ النساء میں امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا اصافح النساء یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں اور ابن ماجہ کے اسی باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ قسم ہے اللہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ اگر کوئی صاحب یوں کہیں کہ یہ بیعت کے بارے میں ہے تو میں یہ جواب دوں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ انی لا اصافح النساء عام ہے اس عموم میں سے محرم عورتیں خاص ہو گئیں بوجہ حدیث مذکورہ بالا کے جس میں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مصافحہ کرنے کا بیان ہے باقی سب عورتیں ہر صورت سے اس عموم نہی میں داخل رہیں۔ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ ہر ایک ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے۔ کچھ یہ نہیں ہے کہ چند روز کے بعد ملاقات ہو تب ہی سنت ہو۔ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مصافحہ میں سنت طریقہ یہی ہے کہ ایک ہاتھ سے کیا جاوے۔ دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت نہیں ہے۔ دونوں ہاتھ کا بیان تو اس طرح ہے کہ جس طرح تیمم والی حدیثوں میں ہوا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۶ باب التیمم میں بخاری کی روایت سے آیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے فضرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکفیہ الارض ونفخ فیہما ثم مسح بہما وجہہ وکفیہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پہ ماریں اور ان دونوں میں پھونک ماری پھر ان دونوں کو اپنے چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھوں پر ملا اور مسلم کا لفظ اسی روایت میں یوں ہے انما یکفیک ان تضرب بیدیک الارض یعنی فرمایا کہ تجھ کو کفایت کرتا تھا کہ مارتا تو دونوں ہاتھ اپنے زمین پر۔ پس مصافحہ کی حدیثوں میں ید کا لفظ اور تیمم کی حدیث میں یدین اور کفین کا لفظ آنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرنا سنت ہے اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو التحیات کا پڑھنا سکھایا اس وقت میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں تھا۔ اس سے بعض علماء دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی سنت نکالتے ہیں لیکن انصاف کی رو سے یہ حدیث مصافحہ کے بارے میں نہیں اور ہو سکتی بھی نہیں ہے تو نہیں اس لئے کہ اس میں مصافحہ کا ذکر نہیں بلکہ تعلیم اور تذکیر کا بیان ہے اور یہ عام دستور ہے اور سب جانتے ہیں کہ جب کوئی ضروری بات یا کام کسی کو سکھانا یا سمجھانا ہوتا ہے اور اس کے حال پر مہربانی و شفقت کی نظر ہوتی ہے تو اس کے سر پہ یا کاندھے پر ہاتھ رکھ کر یا اس کا ہاتھ پکڑ کر سکھایا سمجھایا کرتے ہیں اور ہو سکتی نہیں۔ اس لئے کہ مصافحہ کے صرف تین موقعہ ہیں یا آتے وقت یا رخصت ہوتے وقت یا بیعت کے وقت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تینوں موقعے نہیں پھر اس کو مصافحہ کے مسئلہ سے کیا علاقہ۔ باقی رہا بعض علماء کا قول یا فعل سو وہ دلیل شرعی نہیں ہے خصوصاً جبکہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مخالف واقع ہو تو پھر اس سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ اس کی اتنی رعایت کافی ہے کہ اگر کوئی شخص دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے تو اس پر چنداں گرفت نہ کی جائے مگر اس کو سنت کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ سنت ہونے کا شرف تو ایک ہی ہاتھ کے مصافحہ کے واسطے حاصل ہے۔ ایک ہاتھ کے مصافحہ کو نصاریٰ طریقہ اگر ناواقفیت کی وجہ سے ہے تو عمر کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ کی یا دوسرے کافروں کی مشابہت ایسے کام میں ہوا کرتی ہے جس کو شریعت اسلام نے ثابت یا مقرر نہیں رکھا۔ مسلمان لوگ صرف کفار کی ریس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کو کرنے لگیں اور جو کام شریعت میں ثابت ہو چکا ہے وہ اگر یہود و نصاریٰ یا دوسرے کافروں میں بھی پایا جاوے تو اس کام پر ان کی مشابہت کا اطلاق صحیح نہیں ہے اور وہ واجب الترک بھی نہیں ہے مثلاً سپہ گری کا فن سیکھنا اور گھوڑے کی سواری میں مشاقی پیدا کرنا آج کل نصاریٰ میں بہت کثرت سے رائج ہے۔ مگر شریعت اسلام میں بھی چونکہ یہ امر مقرر اور مامور بہ ہے لہٰذا اس کو نصاریٰ کی مشابہت کے تحت میں لا کر واجب الترک ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ اس قاعدہ کو یاد رکھیں اور ہر موقع پر اس کے موافق جانچ کر کے حکم لگایا کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ غلطی نہ ہوگی اور اگر عمرو مذکور نے جان بوجھ کر ایسا لفظ کہا ہے تو سنت کی صریح توہین ہے اور سنت کی توہین کفر ہے ایسی باتوں سے مسلمانوں کو بہت ڈرنا اور بچنا چاہیئے فقط (حررہ العاجز حمید اللہ عفی عنہ ساکن سراوہ ضلع میرٹھ) سید محمد نذیر حسین

**ہوالموفق**: جواب صحیح ہے۔ بیشک مصافحہ کا طریقہ مسنون یہی ہے کہ ایک ہاتھ سے یعنی داہنے ہاتھ سے کیا جائے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں رسالہ المقالۃ الحسنٰی فی سنیۃ المصافحۃ بالید الیمنیٰ ایک جامع اور مفید رسالہ چھپ کر شائع ہوا ہے جس شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق کامل طور پر بع مالہا وما علیہا کے منظور ہو اسے چاہیئے کہ اس رسالہ کو ضرور مطالعہ کرے۔ ہاں اس جواب میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ "اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جس طرح آتے وقت مصافحہ سنت ہے اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سنت ہے حالانکہ اکثر لوگ یوں کہتے ہیں کہ رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ درست نہیں۔ پس یاد رکھیں کہ درست اور سنت ہے" سو مجیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا ٹھیک نہیں ہے اس واسطے کہ رخصت ہونے وقت کے مصافحہ کے درست اور سنت ہونے کو مجیب نے حدیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعھا الخ سے ثابت کیا ہے حالانکہ اس حدیث سے صرف مسافر کے رخصت کرتے وقت مصافحہ کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے اور غیر مسافر کے لئے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث میں تودیع سے مراد مسافر کو رخصت کرنا ہے۔ اور مطلب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سفر میں جانے والے کو رخصت فرماتے تو اس کا ہاتھ پکڑتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَاٰخِرَ عَمَلِکَ دیکھو شرح حدیث وکتب لغت۔ ہاں جامع ترمذی میں ابوامامہؓ کی حدیث میں جو یہ جملہ مروی ہے وتمام تحیاتکم بینکم المصافحۃ یعنی تم لوگوں کے سلام کی تمامی مصافحہ کرنا ہے یعنی سلام جب ہی پورا اور کامل ہوگا کہ سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس جملہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں "تمام وکمال ہائے سلام شما کہ میان یکدیگر می کنید مصافحہ است یعنی چون سلام کنید مصافحہ نیز بکنید تا سلام تمام شود وکامل گردد" سو حدیث کے اس جملہ سے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے البتہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ رخصت ہوتے وقت مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے سلام کرنا بلاشبہ مسنون ہے اور سلام کی تمامی مصافحہ کرنا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ رخصت ہوتے وقت مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے مصافحہ کرنا مسنون ہے۔ لیکن جامع ترمذی کی یہ حدیث ضعیف وناقابل احتجاج ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے ہذا اسناد لیس بالقوی یعنی اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن یزید ہے۔ اس کی نسبت ترمذی نے امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور خلاصہ میں اس کی نسبت لکھا ہے قال البخاری منکر الحدیث یعنی امام بخاری نے کہا کہ علی بن یزید منکر الحدیث ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس راوی کی نسبت منکر الحدیث کہتے ہیں اس راوی سے حدیث کا روایت کرنا حلال نہیں میزان الاعتدال میں ابان بن جبلہ کے ترجمہ میں مرقوم ہے نقل ابن القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ الحاصل جامع ترمذی کی یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا اس حدیث کے جملہ مذکورہ سے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ ثابت نہیں ہو سکتا اور کتاب شرعۃ الاسلام میں جو یہ اثر مرقوم ہے کہ کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلاقوا تعانقوا واذا تفرقوا انما نحوا وحمدوا اللہ واستغفروا عند ذلک وان التقوا وافترقوا فی الیوم مرارا انتہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سو یہ اثر بے سند ہے صاحب شرعۃ الاسلام نے اس اثر کی نہ سند لکھی ہے اور نہ کسی کتاب حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ فلاں کتاب میں یہ اثر مروی ہے۔ پس جب تک اس اثر کی سند صحیح معلوم نہ ہو کیونکر قابل اعتبار ہو سکتا ہے اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس اثر کو شعبی سے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں لفظ واذا تفرقوا نصافحوا نہیں ہے بلکہ اس کا لفظ صرف اس قدر ہے ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا اذا التقوا تصافحوا واذا قدموا من سفر تعانقوا خلاصہ یہ کہ رخصت ہوتے وقت غیر مسافر کے لئے مصافحہ کا مسنون ہونا نہ کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے اور نہ کسی اثر صحیح سے۔ ہاں مسافر کے لئے رخصت ہوتے وقت ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

(فتاوی نذیریہ ج ۲ صفحہ ۵۸)

**سوال**: بذریعہ فونوگراف کسی قاری کی قراءت قرآن پاک کو سننا جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً سلطان ابن سعود کے خطبے یا عرب و عجم کے کسی قاری کی قراءت قرآن پاک وغیرہ؟

**جواب**: جائز ہے منع کی کوئی دلیل نہیں۔ (۸۔ اگست ۱۹۳۱ء)

## قراءت کی تشریح: از قاری احمد سعید بنارسی۔

جاننا چاہیے کہ تجوید کہتے ہیں خوبی و لطافت سے ہر حرف کو اپنے مخرج اور صفت کے ساتھ ادا کرنے کو اور ترتیل کہتے ہیں آہستگی کے ساتھ مد اور تشدید وغیرہ صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کو۔ اس کا موضوع حروف تہجی ہے اور غایت تصحیح حروف ہے۔ علم قراءت وہ علم ہے کہ جس کے اختلاف الفاظ وحی کے معلوم ہوتے ہیں اور قراءت تین قسم ہے ایک قراءت متواترہ دوم قراءت مشہورہ سوم قراءت شاذہ۔ قراءت متواترہ جن کے تواتر پر اجماع و اتفاق ہے اور منقول ہے سات ائمہ سے ہر ایک امام کے دو راوی مشہور ہے۔

حرف کے ادا کرنے میں جس جگہ آواز ٹھیرتی ہے اس کو مخرج کہتے ہیں جس حرف کا جو مخرج ہے اگر وہ وہیں سے ادا ہو تو حرف صحیح ہوگا ورنہ غلط۔ مخرج کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کا مخرج معلوم کرنا ہو اس کو ساکن کر کے اس کے پہلے ہمزہ مفتوحہ لا کر ادا کریں جیسے ب کی بار۔ اَعْ کی ع۔ اَخْ کی خ۔ پس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس جگہ آواز ٹھہرے وہی اس کا مخرج ہے کل حرف اُنیس اور مخرج ۱۷ ہیں۔ کیونکہ بعض بعض مخرج سے کئی کئی حرف ادا ہوتے ہیں حلق میں تین مخرج ہیں (۱) شروع حلق سینہ کی طرف مخرج ہمزہ د ہار کا ہے (۲) بیچ حلق مخرج عین و حاء مہملہ کا ہے (۳) آخر حلق مخرج غین و خار کا ہے ؎

حرف حلقی شش بود اے نور عین ہمزہ ہار و حاء و خار و عین و غین

منہ میں دس مخرج ہیں (۱) جڑ زبان حلق کی طرف مع اوپر کے تالو کے مخرج قاف کا ہے (۲) مخرج قاف سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر مخرج کاف کا ہے (۳) بیچ زبان مع اوپر کے تالو کے مخرج جیم شین یای غیر مدہ کا ہے (۴) کنارہ زبان مع داڑھ کے مخرج ضاد کا دونوں جانب سے ہے۔ مگر بائیں سے آسان ہے (۵) کنارہ زبان اور ضاحک ناب رباعی ثنیہ کے مسوڑے ہے مخرج نون کا ہے (۷) نون کے مخرج سے ذرا اندر مخرج رار کا ہے (۸) سر از بان مع جڑ ثنایا علیا مخرج تار دال طار کا (۹) سرازبان مع سر ثنایا علیا مخرج ثار ذال ظار کا (۱۰) نوک زبان مع درمیان سر ثنایا علیا و سفلی مخرج زار و سین و صاد کا ہے۔

صفات غیر متضادہ سات ہیں (۱) صفیر اس کے حروف کو صفیرہ کہتے ہیں جو ص ز س ہیں۔ ان کے ادا میں ایک آواز تیز مثل سیٹی کے ہونا چاہیئے جیسے مس کی س (۲) قلقلہ اس کے حروف ساکن ہوں تو ایک آواز لوٹتی ہوئی نکلنی چاہیئے نہ مثل تشدید کے ہو نہ کوئی حرکت جیسے خلق کا قاف (۳) لین اس کے دونوں حرف کو ان کے مخرج سے بلا تکلف نرم ادا کرنا چاہیئے۔ اس طرح پر کہ اگر ان میں مد کرنا چاہیں تو ہو سکے جیسے یاء صیف اور واؤ خوف کے (۴) انحراف اس کے حرف کو منحرف کہتے ہیں جو لام اور راء ہیں۔ لام کے ادا میں آواز سر زبان کی اور رار کی ادا میں آواز بلیٹھ زبان کی طرف پھرے۔ اس طرح کہ بجائے لام کے رار اور بجائے رار کے لام نہ ہونے پائے (۵) تفشی یہ صفت شین کی ہے۔ اس کے ادا میں آواز پھیلی ہوئی ہونا چاہیے لیکن آواز پر نہ چڑھنا چاہیئے نہیں تو شین پُھو جائے گی جیسے شئ کی شین۔ استطالت یہ صفت ض کی ہے اس کے ادا میں اس کے شروع مخرج سے آخر مخرج تک بتدریج آواز نکلنی چاہیئے یعنی آواز یکا یک فوراً ایک دفعہ نہ نکلے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تاکہ کیفیت درازی مدہ کی سی ظاہر ہو جیسے ولا الضالین کا ض (۷) تکریر یہ صفت راء کی ہے اس کے ادا کرنے کے وقت اس کے مخرج میں زبان کو پورے طور پر قرار اور جماؤ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر بالکل ہی جڑ سے نہ ادا کی جائے تو بجائے ایک راء کے کئی راء ہو جاویں۔ اسی وجہ سے راء میں ایک قسم کی قوت ہوتی ہے جیسے رب کی راء۔ اگر یہ صفت راء کی نہ ادا کی جاوے تو راء مثل واؤ ہو جاوے لیکن تکریر حد سے زیادہ نہ کرنا چاہیئے کہ بجائے ایک راء کے کئی راء ادا ہو جاویں۔

(۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

**سوال:** حنفی ولا الدالین اور اہل حدیث ولا الضالین پڑھتے ہیں۔ کس کا پڑھنا صحیح ہے؟

**جواب:** ضاد کو مشابہ ظا پڑھنے کا حکم کتابوں میں لکھا ہے مشابہ دال پڑھنے کا نہیں مشابہ دال پڑھنے سے معنے الٹ جاتے ہیں یعنی راہ دکھانے والے اور اصل میں اس کے معنے ہیں گمراہ۔

(۲۱ اپریل ۱۹۱۹ء)

**استفتاء بابت تحقیق حرف ضاد:** حضرات علماء کرام کیا فرماتے ہیں اس بارے میں کہ عام طور سے بعض جگہ ضاد کو مشابہ بمخرج دال پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ رضی اللہ کو ردی اللہ ولا الضالین کو ولا الدالین اور سید الضحیٰ کو عبد الدحی وغیرہ۔ مگر اکثر مقامات ضاد کو ضاد ہی پڑھتے ہیں۔ مثلاً ماہ رمضان کو رمدان حضرت کو حدرت اور مرض کو مرد نہیں کہتے۔ اور رضی اللہ کی جگہ ردی اللہ عنہ کہتے ہیں تو معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ رد کے معنی پھیرنا، انکار کرنا، منسوخی وغیرہ کے ہیں۔ اگرچہ اس سے یہ معنی نہیں لیتے مگر ظاہر میں ردی اللہ عنہ کہنا کیسا ہے:

**الجواب:** یہ صحیح ہے کہ حرف ضاد کو دال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ کہ وہ ظا کے ساتھ اپنی اکثر صفات میں مشابہ ہے۔ مگر ظا سے بھی وہ جدا گانہ حقیقت رکھتا ہے۔ پس جو شخص اس کو خالی ظا پڑھے وہ اور جو شخص خالص دال پڑھے وہ دونوں تبدیل حرف کے مرتکب ہیں۔ اور جو شخص ضاد کے ادا کرنے کے قصد سے پڑھے۔ اور اس کی آواز دال پر کی نکلے یا ظا کے مشابہت نکلے ان دونوں کی نماز صحیح ہوگی۔ اور ظا کے مشابہ پڑھنے والا اقرب الی الصحت ہوگا۔ اور خالص دال کی آواز سے ادا کرنا غلط ہے۔ دال پر جس آواز کو ہم نے کہا ہے وہ ضاد کی بگڑی ہوئی آواز ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیونکہ دال میں فی حد ذاتہ تفخیم نہیں ہوتی۔ (محمد کفایت اللہ عفی عنہ دہلی)

**الجواب**: یہ مسئلہ فن تجوید کے اعتبار سے تو بہت اہم ہے۔ لیکن فساد صلوٰۃ یا عدم فساد صلوٰۃ کے لحاظ سے اس قدر اہم نہیں ہے۔ جس قدر کہ آج کل لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ پس نماز کے ہونے نہ ہونے کو اس مسئلہ پر موقوف کرنا تجوید کے مسئلہ کو فقہی بحث میں لانے کے مرادف ہے۔ اس لئے اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے۔ کہ ضاد اصل حقیقت کے اعتبار سے تو آواز ظا کے مشابہ ہے۔ دال کے مشابہ نہیں۔ لیکن جو شخص سعی اور کوشش کے باوجود اس حرف کو صحیح ادا کرنے پر قادر نہ ہوسکے نماز اس کی بہرحال ہو جائے گی فقط واللہ اعلم۔ (بندہ محمد یوسف عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی)

(الجمعیۃ دہلی ۱۶ / مارچ سنہ ندارد۔ اہلحدیث ۲۲ محرم ۱۳۵۷ھ)

**مزید تشریح**۔ از قلم حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب رحمانی۔ ششہنیاں ضلع بستی)

قرار تجوید اور ماہرین تدریف نے حرف "ض" کو مشتبہ الصوت بالظاء یا مشتبہ الصوت بالدال ہونے کے متعلق جو تحقیق انیق ارقام فرمائی ہے۔ اس کا ایک ملخص ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں ضرورت ہے کہ بتعمق دامعان سے دیکھ کر مذہب منصور کے حق میں تعصب سے الگ ہو کر صحیح فیصلہ کیا جائے۔

**مخارج حروف ثلاثہ**: سب سے پہلے ہم ض۔ ظ۔ د۔ ان حروف ثلاثہ کے مخارج کو بطریق لف ونشر الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی باہمی مناسبت ومشابہت اور اتحاد تلفظ و تقارب فی السمع پر روشنی ڈالیں گے۔ انشاء اللہ۔

**حرف ض** کے متعلق علامہ قاضی ناصر الدین البیضاوی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ والضاد من اصل حافۃ للسان وما یلیہا من الاضراس۔ یعنی ضاد کا مخرج زبان کا پورا کنارہ دائیں یا بائیں طرف کی داڑھ ہے۔ نیز رضی وشافیہ اور کتب تجوید میں بھی مرقوم ہے۔ الضاد المعجمۃ من اول حافۃ اللسان وما یلیہ من الاضراس من الجانب الایسر وقیل من الایمن کذا فی الاتقان۔ رئیس المتکلمین علامہ فخر الدین رازیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے مخرج الضاد من حافۃ اللسان وما یلیہا من الاضراس۔

علامہ جار اللہ زمخشریؒ بھی تفسیر کشاف میں یہی لکھتے ہیں۔ مخرج الضاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من اصل حافة اللسان وما يليها من الاضراس۔ اور حرف ظ کے مخرج کے متعلق اتقان میں ہے ۔یعنی حرف ظ کا مخرج اوپر کے دونوں دانتوں (ثنایا علیا) اور زبان کی نوک ہے ۔ اور حرف د کے متعلق اسی اتقان میں یوں ہے واللطاء والدال والتاء من طرفه واصول الثناء العليا مصعدا الى الحنك الخ یعنی د کا مخرج زبان کی نوک اور اوپر کے دونوں دانتوں ثنایا علیا کی جڑ ہے ۔

**صفات حروف ثلاثہ:** ان حروف ثلاثہ کے مخارج کو جان لینے کے بعد ان کے اوصاف وصفات کی تشریح کی جاتی ہے تاکہ ان کی باہمی مناسبت ومشابہت کا مسئلہ آئندہ واضح ہوجائے۔ حروف "ض" کی صفات کے متعلق کتب تجوید میں لکھاہے الرخاوة والجهر والاستعلاء والاطباق والتفخيم والاستطالة والاصمات من صفات الضاد المعجمة والتفشي عند البعض ايضا كذا في جهد المقل یعنی رخاوت ۔جہر۔ استعلاء۔ اطباق، تفخیم، استطالت ، اصمات اور عند البعض تفشی بھی ہے ۔نیز بعض کتب تجوید میں ض کی صفات میں سے سکون کو بھی شمار کیا گیا ہے ۔ اور حرف ظا کی صفات کے متعلق علامہ محمد مرعشی لکھتے ہیں ۔ الاصمات والجهر والرخاوة والاستعلاء والاطباق والتفخيم من صفات الظاء المعجمة كذا في جهد المقل وشرحه وفي منهاج النشر السكون ايضا یعنی اصمات جہر۔ رخاوت۔ استعلاء۔ اطباق۔ تفخیم سکون حرف ظا ر کی صفتیں ہیں نیز اسی کتاب میں صفات دال کے متعلق یوں مرقوم ہے ۔ القلقلة والشدة والاصمات والانفتاح والترقيق والاستفال من صفات الدال المهملة۔ یعنی قلقلہ۔ شدت۔ اصمات۔ انفتاح ۔ ترقیق ۔ استفال۔ دال کی صفات ہیں

**مشابہت حروف ثلاثہ:** اوصاف وصفات حروف ثلاثہ بیان کرنے کے بعد حرف ض وظ کے تشابہہ واشتراک فی الصفات کے متعلق ہم ذیل میں علماء تجوید کی تحقیق نقل کرتے ہیں۔ الضاد والظاء اشتركا صفة جهرا ورخاوة واستعلاء واطباق وانفردت الضاد بالاستطالة كذا في الاتقان۔ یعنی ض و ظ بجز استطالۃ کے باقی تمام صفات میں متحد ہیں۔ علامہ موصلی حنبلی نے شرح شاطبیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں لکھا ہے۔ ان الضاد والظاء والذال متشابھة فی السمع والضاد لاتفترق عن الظاء الا باختلاف المخرج وزیادة الاستطالة فی الضاد ولولاھما لکانت احداھما عین الاخریٰ۔ یعنی ضاد وظائے وذال مشابہ الصوت ہیں اور ضاد وظائے کے اندر اگر مخرج حقیقی اور استطالة کا فرق نہ ہوتا تو دونوں عین ہوتے اسی مشابہت کو علامہ فخرالدین رازیؒ تفسیر کبیر میں یوں فرماتے ہیں: وبیان المشابھة من وجوہ الاول انھما من حروف المجھورة والثانی انھما من الحروف الرخوة والثالث انھما من الحروف المطبقة الخ

نیز علامہ محمد بن محمد جزری لکھتے ہیں۔ والناس یتفاوتون فی النطق بالضاد فمنھم من یجعلہ ظاءً لان الضاد یشارک الظاء فی صفاتھا کلھا ویزید علی الظاء بالاستطالة ولولا الاستطالة واختلاف المخرجین لکانت ظاءً وھم اکثر الشامیین وبعض اھل المشرق۔ یعنی لوگ حرف ضاد کی ادائیگی میں مختلف ہیں۔ بعض لوگ ضاد کو ظائے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اکثر صفات میں شریک ہے۔ اگر استطالت اور اختلاف مخرجین کا فرق نہ ہوتا تو ضاد عین ظائے ہو جاتا۔ اکثر شامیوں اور اہل شرق کا یہی مذہب ہے۔ قصیدہ جزریہ میں بھی اس ہی مشابہت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ؎

والضاد باستطالة ومخرج میز عین الظاء وکلھا یجی

عباراتِ منقولہ بالا اور حروف ثلاثہ کی صفات سے کالشمس فی نصف النہار واضح ہو گیا کہ حرف ضاد وظوئے دونوں آٹھ نو صفات میں متحد ہیں لیکن حرف ضاد ودال میں کوئی مناسبت ومشابہت نہیں۔ بلکہ ان میں تباین ہے۔ ان دونوں کے اوصاف پر غور کیجئے۔ ضاد میں رخاوت ہے تو دال میں شدت۔ ضاد ساکنہ ہے دال قلقلہ ہے ضاد مطبقہ ہے۔ دال منفتحہ۔ ضاد مستعلیہ ہے۔ دال مستفلہ۔ ضاد میں تفخیم ہے دال میں ترقیق۔ ضاد مستطیلہ ہے دال آنی۔ ضاد میں تفشی ہے دال میں عدم تفشی۔

**اہل لسان اور فقہاء**

اس مشابہت وتضاد کے بیان کرنے کے بعد اب ہم اہل لسان اور فقہاء کے اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ ضاد کو مشتبہ الصوت بالظاء پڑھنا چاہیے۔ یا بالدال۔ مشہور ومعروف مؤرخ ابن خلکان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنی تاریخ میں زیر ترجمہ ابن الاعرابی اللغوی لکھتے ہیں۔ وکان (ای ابن الاعرابی) یقول جائز فی کلام العرب ان یعاقبوا بین الضاد والظاء فلا یخطی من یجعل ھذہ فی موضع ھذہ وینشد ؎

الی اللہ اشکو من خلیل اودہ ثلاث خلال کلھا لی غائض

بالضاد ویقول ھکذا سمعتہ من فصحاء العرب۔ یعنی ابن الاعرابی کہتے تھے کہ کلام عرب میں ضاد کو ظوئے کی جگہ میں اور ظوئے کو ضاد کی جگہ میں پڑھنا چاہئے جو شخص ایسا کرے خاطی نہ ہوگا۔ پھر اس شعر کو پڑھتے جس میں ظوئے کی جگہ ضاد پڑھنا فصحاء عرب سے ثابت ہوتا ہے۔ نیز علامہ محمد بن محمد جزری لکھتے ہیں۔

وحکی ابن جنی فی کتاب التنبیہ وغیرہ ان من العرب من یجعل الضاد ظاء مطلقا فی جمیع کلامھم وھذا غریب وفیہ توسع للعامۃ کذا فی التمھید للجزری۔ یعنی بعض اہل عرب ضاد کو مطلقا ظوے ہی پڑھتے ہیں۔ نیز علامہ جمال الدینؒ فرماتے ہیں :- ابدال الضاد ظاء وھی لغۃ اکثر اھل العرب اھ یعنی ضاد کو ظوے سے بدلنا اکثر اہل عرب کی لغت سے ثابت ہے۔ اسی مفہوم کی تائید فقہاء کرام بھی فرماتے ہیں۔ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ لو قرأ الضالین بالظاء او الذال لا تفسد صلوتہ ولو قرء بالدالین تفسد صلوتہ۔ اگر الضالین کو الظالین یا الذالین ظوئے اور ذال کے ساتھ پڑھے تو نماز ہو جائے گی اور اگر الدالین دال کے ساتھ پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ تفصیل کے لئے بزازیہ۔ درمختار۔ عالمگیریہ۔ خلاصۃ الفتاویٰ۔ غنیۃ المستملی۔ جزریہ۔ رسائل الارکان وغیرہ کتب فقہ حنفیہ نیز فتوی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی ملاحظہ فرمایئے۔

نتیجہ : ماسبق میں جو تقریر بطرز مقدمات تحریر کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حرف ضاد و ظوے۔ اکثر اوصاف وصفات میں متحد ہوئے اور اہل عرب کے کلام سے ضاد کو ظوئے پڑھے۔ اور علماء تجوید کے کلام اور فقہائے عظام کے فتاوے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ضاد کو مشتبہ الصوت بالظوئے پڑھ سکتے ہیں اور ضاد و ظوئے کے درمیان تفریق کرنے کے ہم مکلف نہیں (کما قال الرازی) اس لئے الضالین کو الظالین پڑھنا جائز ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۔ چونکہ حرف ضاد اور دال میں من حیث الصفات اور باعتبار مخرج تضاد اور تبائن ہے۔ اس لئے ضاد کو مشتبہ الصوت بالدال نہیں پڑھ سکتے۔ اور اگر کسی نے ضالین کو دالین پڑھا تو خود فقہاء حنفیہ کے اقوال کی رو سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ نیز اہل عرب کے کلام سے بھی ضاد کو دال سے بدلنے کا ثبوت نہیں۔

(اہلحدیث ۲۹ محرم ۱۳۵۷ھ)

**سوال**: عورتوں کو خط وکتابت سکھانے کا کیا حکم ہے جائز ہے یا منع؟ (عبدالرحمن از کلکتہ)

**جواب**: جو کام مردوں کو جائز ہے وہ عورتوں کو بھی جائز ہے۔ یہ تو ہے عام دلیل خاص یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو فرمایا۔ تو نے حفصہ کو جس طرح لکھنا سکھایا ہے۔ گرم دانوں (پت) کا علاج بھی سکھا دے۔ ثابت ہوا کہ کتابت سکھانی جائز ہے۔

**نوٹ**:۔ اس مضمون پر ایک مختصر رسالہ مصنفہ مولانا شمس الحق ڈیانوی کتاب سبل السلام مطبوعہ دہلی کے ساتھ ملحق ہے۔ (۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء)

**سوال**: گراموفون اور ہارمونیم سننا اور بجانا۔ نیز تماشہ بائیسکوپ میں جانا جائز ہے یا نہیں۔

**جواب**: یہ تمام لغویات خلاف شرع ہیں۔ جن سے مرد مومن کو پرہیز کرنا چاہیے۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ۔ مومن مرد لغو باتوں سے پرہیز کیا کرتے ہیں۔

(۲ محرم ۱۳۵۸ھ)

## رقص وسرود شریعت کی روشنی میں

(از قلم سیف الرحمن صاحب مولوی فاضل اوکاڑہ)

شریعت کی رو سے رقص وسرود (گانا بجانا، ناچنا) کبائر میں شامل ہے۔ زناکاری، شراب خوری اور دیگر جرائم کبیرہ اس کے لازمی نتائج ہیں۔ بسا اوقات راگ وسرود کی مجلیں اور قوالی کی محفلیں اخلاق کے لئے تباہ کن اور ایمان وحیا کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہیں۔ ان کے اثرات بڑے بڑے بزدل کی طبائع میں بھی ایک ہیجان اور اضطراب پیدا کر دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ قرآن مجید کی وہ آیات ملاحظہ فرمایئے۔ جن میں ان لغویات سے رد کئے گئے لئے احکام مذکور ہیں۔ (۱) وَمِنَ النَّاسِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ٥ بعض وہ لوگ ہیں جو لہوالحدیث اختیار کرکے اپنی جہالت سے خدا کی راہ سے روک ہٹتے ہیں۔ اور طریقۂ خداوندی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اُن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

لغت عرب کی مشہور کتاب قاموس کو اٹھا کر دیکھو۔ اس میں لکھا ہے کہ اَلْهٰى بمعنی اشتغل بالغناء گانے میں یا گانا سننے میں مشغول ہُوا۔ "الھی باب افعال" ہے لہو مصدر سے۔ لھو الحدیث ہے نام ہے گانوں کا اور باجوں کا۔ یہ نام شرعی ہے اس کے لفظی معنی غفلت میں ڈال دینے والی بات کے ہیں پس باجا اور گانا دونوں ہی غفلت میں ڈال دینے والی چیزیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ حضرت ابوالصہبا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے تین دفعہ قسم اٹھا کر فرمایا۔ واللہ الذی لا الٰہ غیرہ ھو الغناء۔ خدا کی قسم اس سے مراد گانا ہے۔

(۲) وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا مسلمانوں کی صفت یہ ہے کہ وہ گانے کی مجلسوں میں شرکت نہیں کرتے، اور جب کبھی نادانستہ ایسی لغویات پر گذر ہو تو دامن بچا کر گذر جاتے ہیں۔

امام محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ۔ الزور ھو الغناء یہاں "زور" سے مراد گانا ہے۔ امام کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لا یحضرون مجالس الباطل: یعنی وہ باطل کی مجلسوں میں شرکت نہیں کرتے۔ لغت میں لغو کے معنے ہر اس شے کے ہیں۔ جو پھینک دینے کے قابل ہو۔ ہر بے سود کلام بھی لغتًا لغو میں شامل ہے۔ چنانچہ لغت عرب کی مستند کتاب قاموس میں ہے۔ اللغو ھو السقط وما لا یعتد بہ من کلام وغیرہ۔ اسی طرح لکھا ہے کہ کلمۃ لاغیۃ فاحشۃ ہر بیہودہ اور فحش کلمہ لغو ہے۔ "غادی" کے معنی صاحب قاموس نے لکھے ہیں کہ ھو مجلس الغناء۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہُوا کہ مسلمان وہ ہیں کہ جو قوالی اور راگ و سرود کی مجلسوں میں نہیں جاتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(۳) وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ۔ مسلمانوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ گانا سننے سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

(۴) وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ۔ یعنی تو اپنی طاقت کے مطابق اپنی آواز سے گمراہ کرتا یا بہکاتا پھر۔ اس آواز سے مراد بھی گانا ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ صوته الغناء یعنی شیطان کی آواز گانا ہے اور آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ صوته المزامیر کہ شیطان کی آواز باجے گاجے ہیں

(۵) اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ۝ کیا تم اس سے تعجب کر رہے ہو۔ اور ہنس رہے ہو اور روتے نہیں ہو اور گا گا رہے ہو۔ سامدون کا لفظ سمود سے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ السمود الذی هو الغناء فی لغت حمیر۔ یعنی سمود کے معنی گانے کے ہیں لغت حمیر میں۔ امام لغت عرب ابو عبیدہؒ کہتے ہیں۔ المسمود الذی غنی له۔ یعنی جس کے لئے گایا جائے اُسے مسمود کہتے ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں۔ کہ کفار کی یہی عادت ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کو سننے کی بجائے گانا سنا کرتے ہیں۔ اذا سمعوا القرآن تغنوا۔ قرآن پاک کی ان آیات کے بعد آپ اس باب میں فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) میری اُمت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ریشم شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے (بخاری شریف) معازف کے معنی تمام اہل لغت کے نزدیک آلات لہو و لعب ہیں (جن کی بدترین شکل آجکل سینما۔ تھیٹر۔ بائیسکوپ ہیں۔)

(۲) ان اللہ حرم الخمر والمیسر والمزر والکوبة والقنین۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے شراب اور جوے اور باجے تاشے اور طبلے کو حرام فرمایا ہے (مسند احمد)

(۳) لا تبیعوا القینات ولا تشتروهن ولا تعلموهن ولا خیر فی تجارة فیهن وثمنهن حرام و مثل هذا نزلت هذه الآیة ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ۔ الآیة (ترمذی) یعنی گانا گانے والیوں کی خرید و فروخت نہ کرو اور نہ انہیں گانا سکھاؤ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور ان کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اور ان کی قیمت حرام ہے۔ یہی بیہودہ باتیں ہیں جو فرمانِ قرآن راہ خدا کی روک ہیں۔

(۴) ابن ابی الدنیا میں ہے۔ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت میں زمین میں دھنس جانا، صورتوں کا بدل جانا اور آسمان سے سنگ کا بیان فرمایا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے دریافت فرمایا کہ کیا یہ عذاب لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں پر نازل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اذا ظهرت القينات وظهر الربوا الخ جب قوال اور گانے والیاں اور سود ظاہر ہوگا۔ اس پر گویئے اور ان کے مشتاق صوفی خوب غور فرمالیں۔

(۵) میری امت کی ایک جماعت کھاتی پیتی، لہو ولعب کرتی اچانک سور بندر بن جائے گی۔ تیز آندھی چل کر میری امت کے بعض لوگوں کو اڑا کر دریا برد کر دے گی۔ اس گناہ پر کہ یہ شراب حلال کرلیں گے۔ باجا بجائیں گے۔ اور گانے والیوں کو مقرر کرلیں گے (مسند احمد۔ ترمذی)

(۶) رسول اکرمؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم قریب المرگ ہیں۔ حضورؐ تشریف لاتے ہیں اور بچے کو گود میں اٹھالیتے ہیں چند لمحات کے بعد آپ کا فرزند ارجمند داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیتا ہے۔ اور طائرِ روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتا ہے آپ کی آنکھیں اشک باری میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ اور آپ کا شب تاریک میں ضیا افشانی کرنے والا منور چہرہ .... اشک باری سے لبریز ہو جاتا ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ آپ لوگوں کو تو اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ پھر یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آنسو بہانا تو میں نے حرام نہیں کیا۔ میں نے دو احمق آوازوں سے منع کیا ہے صوت عند نغمة لهو ولعب ومزامير شيطان۔ ایک تو وہ آواز جو گانے کی نغمہ اور سرکے والی آواز ہو۔ دوسری وہ جو مصیبت کے وقت منہ نوچنے، کپڑا پھاڑنے اور نوحہ کرنے کے ساتھ ہو۔ امام ترمذی رح نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شیطان نے کہا۔ الٰہی میرا مؤذن کون ہے؟ فرمایا بلجے۔ اس نے کہا۔ الٰہی میرا قرآن کیا ہے، فرمایا گیا شعر و اشعار۔ اس نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہا، میرا کھانا کیا ہے۔ فرمایا گیا، مُردہ اور ہر وہ جانور جو خدا کے نام پر ذبح نہ کیا جائے اس نے کہا الٰہی میرا پیشہ کیا ہے، حکم ہُوا، ہر نشہ آور چیز۔ اس نے کہا میرا مکان کونسا ہے۔ حکم ہُوا کہ بازار تیرا مکان ہے۔ اس نے کہا میری شکاری رسیاں اور پھندے کیا ہیں، حکم ہُوا عورتیں۔ اس نے کہا، میری آواز کیا ہے۔ فرمایا کہ باجے گاجے تیری آواز ہیں۔ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم (طبرانی)

الغرض سماع وغنا یہ شیطانی قرآن ہے اور وجد و رقص یہ شیطانی نماز ہے۔ باجے گاجے شیطانی نماز کے مؤذن ہیں۔ اس کے امام مغنی، قوال اور گویئے ہیں اور مجلسِ قوالی کے تمام حاضرین اس ابلیسی نماز کے مقتدی ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

(۸) فقہ کی معتبر کتاب جامع الرموز میں ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم کان ابلیس اوّل من تغنی سب سے پہلے جس نے گانا گایا وہ ابلیس ہے۔

(۹) حنفی مذہب کی مستند اور مایہ ناز کتاب فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اما استماع صوت الملاھی کالضرب بالقصب وغیر ذلک حرام ومعصیۃ لقولہ استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسق والتلذذ بھا کفر یعنی باجے گاجے سننے حرام اور گناہ۔ کیونکہ رسولِ پاک کا فرمان ہے کہ باجوں کا سننا گناہ اور اس کے لیے محفل رچانا فعل بد ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔

## صحابہ کرامؓ اور دیگر اکابر امت کے اقوال

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع۔ یعنی گانا اس طرح دل میں نفاق اُگاتا ہے۔ جس طرح کہ بارش کھیتی کو اُگاتی ہے۔ امام ابن ابی الدنیا کی کتاب ذم الملاھی میں مذکور ہے۔ کہ امام ضحاکؒ فرماتے ہیں الغناء مفسدۃ للقلب مسخطۃ للرب۔ یعنی غنا دل کو بگاڑنے والا ہے اور خدا کو ناراض کرنے والا۔

سردارانِ صوفیہ حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا ہے کہ الغناء رقیۃ الزنا غنا زنا کا منتر ہے۔

امام یزید بن ولیدؒ کا فرمان ہے۔ ان الغناء راعیۃ الزنا۔ گانا سننے سے بدکاری کا چسکا پڑ جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خلیفۂ وقت سلیمان بن عبد الملک قوالوں اور گویوں کو سخت سزائیں دیا کرتے تھے۔
امام نووی رحمہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔ حرمه (الغناء) ابو حنيفة واهل العراق ومذهب الشافعي كراهة وهو المشهور من مذهب مالك۔ یعنی امام ابو حنیفہ رح اور اہل عراق نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ امام شافعی رح کے نزدیک مکروہ ہے اور امام مالک رح کا بھی مشہور مذہب یہی ہے۔
ایک اور جگہ امام شافعی رح فرماتے ہیں۔ من استكثر عنه فهو سفيه وترد شهادته جو گانا بہت سنتا ہے وہ بے وقوف ہے اور اس کی شہادت مردود ہے۔
ایک اور مقام پر امام شافعی فرماتے ہیں، احدثته الزنادقة کہ اس راگ کو زندیقوں نے جاری کیا ہے۔
حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رح نے اپنے فتاوی میں تحریر فرمایا ہے۔ اما غناء پس کلام خدا و احادیث سردار انبیاء علیہ التحیۃ والسلام بحرمت آں ناطق است۔ یعنی قرآن و حدیث کے الفاظ تو صاف صاف گانے کی حرمت میں وارد ہوئے ہیں۔
پھر شاہ صاحب رح اپنے اسی فتوے میں حنفی مذہب کی معتبر کتاب محیط سے نقل فرماتے ہیں کہ التغني والتصفيق واستماعها كل ذالك حرام ومستحلها كافر۔ یعنی گانا گانا اور تالیاں بجانا اور گانے اور تالیوں کو شوق سے سننا یہ تمام باتیں حرام ہیں اور انہیں حلال کہنے والا کافر ہے۔ ان کے علاوہ بیسیوں اور مقتدر ہستیوں اور اکابران دین کے اقوال اس سلسلے میں ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔ مضمون کے طویل ہونے کے باعث انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (الاعتصام گوجرانوالہ ۲۷ فروری ۱۹۵۲ء)

**سوال:** ہمارے ملک میں سرطان یعنی کیکڑے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور زید اس کو مچھلی میں شمار کر کے کھاتا ہے اور لوگوں کو حلت کا فتویٰ دیتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ یہ عقرب کے مشابہ ہے۔ فرمائیے یہ حلال ہے یا حرام؟

**جواب:** سرطان کی حرمت مجھے کسی آیت یا حدیث میں نہیں ملی۔ اس لئے بحکم ذروني ما تركتكم حلال ہے۔ (اہلحدیث ۱۲ مئی ۱۹۳۳ء)

**تعاقب:** تمباکو کے سوال کے جواب میں شاید یہ حدیث ذہن میں نہ رہی ہو بلکہ وہاں تو آیت ويحرم عليهم الخبائث سے استدلال تھا۔ محدثین نے اسی آیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی بناپر سرطان کوبھی حرام فرمایا ہے - علامہ دمیری حیاۃ الحیوان میں بذیل حکم سرطان لکھتے ہیں - یحرم اکلہ لاستخباثہ ولما فیہ من الضرر ص۱۷ ج ۲ - یعنی بوجہ خبیث اور مضر ہونے کے سرطان کا کھانا حرام ہے - حافظ عسقلانی فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں - ومن المستثنیٰ ایضا التمساح والقرش والثعبان والعقرب والسرطان والسلحفاۃ للاستخباث والضرر اللاحق من السم ودینلس قیل ان اصلہ السرطان فان ثبت - (پ ۲۳ ص۲۱۵) یعنی حلت صید بحر سے مستثنیٰ کئے گئے ہیں (گھڑیال اور قرش عظیم الجثہ بحری شکاری جانور) اور آبی اژدہے اور بچھو اور کیکڑے اور کچھوے بوجہ خبیث ہونے کے اور اس نقصان کے جوان کے زہر سے آکل کو لاحق ہوتا ہے اور گھونگے کہ اصل ان کی سرطان ہی ہے - کیونکہ دونوں صدف سے پیدا ہوتے ہیں - پس اگر ایسا ہی ہے تو گھونگے بھی مثل کیکڑوں کے حرام ہوں گے - انتہیٰ - (سیف بنارسی ۱۰ رجون ۱۹۳۲ء)

**سوال** : شرکی منتر پڑھنا اور فائدہ پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب** : شرکیہ منتر سے دم کرنا حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم، حدیث شریف میں آیا ہے لا تشرک باللہ ان قتلت او حرقت الخ

(۱۱ رجمادی الاول ۵۸ھ)

**تشریح** : (بقلم مولوی المکارم ظفر عالم صاحب مدرس مدرسہ اشاعت القرآن کھنڈیلہ) گذارش ہے کہ شرکیہ الفاظ کے ساتھ دم کرنا یا کرانا شرعاً ممنوع اور حرام ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ لم یجعل شفاء کم فی حرام (ابوحاتم فی صحیحہ)

چونکہ شرک خبیث ہے اور خبیث کے ساتھ تداوی منع ہے - اس لئے ضرورت ہو یا غیر ضرورت - ہر طرح حرام اور ناروا ہے - ابوداؤد میں ہے - ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیٰ عن الدواء الخبیث - اور دوسری جگہ مذکور ہے کہ عمرو بن حزم حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا -

یارسول اللہ انہ کانت عندنا رقیۃ نرقی بھا من العقرب وانک نھیت عن الرقی قال اعرضوھا علی فقال ما اری باسا من استطاع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔
جناب صلعم نے اس واسطے حکم دیا کہ اُس رقیہ کو اُس دم کو میرے سامنے پیش کرو تاکہ اس کے درمیان شائبہ شرک ہو تو آپ منع فرماویں۔ جب آپ نے سن لیا تب فرمایا۔ ما اری باسًا اور اجازت دے دی کہ یہ دم کر لیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو شرک سے بچانے کو نامعلوم دم سے بھی اجازت نہیں دیتے تھے فکیف یبیح الرقی بالکلمات الشرکیۃ۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ عموم پر ہرگز نہیں۔ اگر ہوتی تو آپ کیوں فرماتے کہ اس کو سامنے لاؤ اور سن کر کیوں فرماتے " ما اری باسًا " اس کے علاوہ عوف اشجعیؓ فرماتے ہیں ۔کنا نرقی فی الجاھلیۃ یارسول اللہ کیف تری فقال اعرضوا علی رقاکم لا باس بالرقی مالم یکن فیہ شرک۔ عوف کی حدیث سے معلوم ہوا ۔لا باس بالرقی مالم یکن فیہ شرک عام ہے اور من استطاع منکم ان ینفع اخاہ خاص ہے۔ اگر وقت ضرورت شرکیہ دم جائز ہوتا تو مالم یکن فیہ شرک آپ کا کلام بے سود ہو جائے گا۔ حالانکہ ایسا ہو نہیں سکتا اور یہی تو موقع تعاوید کا تھا۔ آپ فرما دیتے کہ بوقت ضرورت شرکیہ کلمات کے ساتھ دم کر لیا کرو۔
شیخ محمد بن عبدالوہاب کتاب التوحید میں باب النشرۃ ذکر کر کے ایک حدیث حضرت جابرؓ سے ذکر فرماتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن النشرۃ فقال ھی من عمل الشیطان (رواہ احمد بسند جید وابوداؤد) اس مختصر کے بعد معلوم کرنا چاہیئے کہ شرکیہ کلمات کے ساتھ شفا ہرگز نہیں اس لئے کہ اس فعل سے اللہ رب العالمین کی عزت میں دست اندازی ہوتی ہے۔ جس کے ہاتھ میں نفع اور نقصان ہے۔ جب دست اندازی ہوئی تو شفا کہاں سے۔ خواہ ضرورت ہو یا غیر ضرورت۔ ضرورت کے وقت اگر حرام حلال ہو جائے تو ضرورت کے وقت مزارات پر جانا۔ اور ان سے شفاء مریضاں وحل مشکلات طلب کرنا جائز ہو گا اور ضرورت کے وقت جائز ہو گا کہ زنا اور لواطت کر لیا کریں۔ ضرورت کے وقت چوری راہزنی و دیگر محرمات جائز ہوں گے۔ ضرورت کے وقت جائز ہو گا۔ کہ کسی عورت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ تعلق کر کے دعویٰ کر لیں کہ اس کے ساتھ تو میرا نکاح ہوا ہے اور گواہ جعلی پیش کر دیں۔ خاوند والی عورت کو جیت کر لے جائیں۔ جب شرک کرنا کرانا جائز اور مباح ٹھیرا تو منہیات و محرمات بطریق اولیٰ جائز ہوں گے۔ جو شخص قوت رجولیت میں کمزور ہو۔ اس پر رحم کر کے اس کی عورت کے ساتھ حرام کاری شروع کر دیں تاکہ رب العالمین اس کو اولاد دیدے۔ اور دلیل یہ پیش کریں "من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلیفعل"۔ بس پھر تو دنیا میں لطف آ جائے۔ نعوذ باللہ من ہذا۔

معلوم ہوا کہ حدیث من استطاع منکو اپنے عموم پر ہرگز نہیں۔ اور جب عموم پر نہیں تو شرکیہ کلمات سے جھاڑ پھونک کس طرح جائز ہوگا۔ جبکہ صراحۃً ادلہ حرمت موجود ہوں۔ (اہلحدیث ۶ محرم ۱۳۵۱ھ)

**دیگر:** (از قلم جناب حافظ مولانا مولوی ابو عمران عنایت اللہ صاحب وزیرآبادی)

حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے کہ میرے گلے میں ایک یہودی کا تعویذ بندھا ہوا تھا۔ جسے میرے شوہر عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھ کر توڑ پھینکا اور فرمایا کہ اس قسم کے بیہودہ اور شرکیہ تعویذات عبداللہ کے اہل وعیال کو ہرگز مناسب نہیں۔ میں نے عرض کیا "مجھے اس سے فائدہ معلوم ہوتا ہے"۔ فرمایا کہ یہ شیطانی عمل ہے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجربہ کردہ تعویذ۔ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ تیرے لئے مفید اور کافی نہیں (احمد ابوداؤد ابن ماجہ ابن حبان مستدرک)۔ جابرؓ اور عوفؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جھاڑ پھونک سے بالکل ہی روک دیا تھا۔ پھر منتریوں سے اس کے الفاظ سن کر اس شرط پر اجازت دی۔ کہ اس میں شرکیہ الفاظ ہرگز نہ ہوں۔ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ۔ (ملخص اخبار توحید امرتسر ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ)

**سوال:** کیا حقہ نوشی کرنا درست ہے۔ اگر منع ہو تو کس دلیل سے۔ تشفی بخش جواب دیں۔

**جواب:** ایک حدیث میں آیا ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عن کل مسکر ومفتر۔ یعنی نشہ آور دماغ میں فتور لانے والی چیزوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ تمباکو میں سکر نہیں مگر فتور دماغ ضرور ہے جو شخص اس کو نہ پیتا ہو وہ پہلی دفعہ کھائے پیئے تو اس کے دماغ میں ضرور چکر آجاتا ہے۔ پس اگر یہ حدیث صحیح ہے تو کچھ شک نہیں کہ تمباکو اس میں داخل ہے۔

(۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ)

**تشریح:** (از مولانا عبدالحکیم صاحب ناظم جامع مظہر العلوم پٹنہ)

واضح باد کہ عربی میں تتن یا تنبغ اور ترکی میں جس کو آجکل عرف میں دخان یا تمباکو کہتے ہیں اس کے مسکر ہونے کی تحقیق کرنا نہایت ضروری ہے۔ کتاب کشاف اصطلاحات الفنون کے صفحہ ۶۵۶ میں ہے۔ السُّکُر بالضم وسکون کاف بمعنی مستی ومست شدن ونبیذ خرما وہر چیز مست کنندہ باشد۔ کما فی المنتخب وقال السکر بمعنی مستی حالۃ تعرض الانسان من امتلاء دماغ من الابخرۃ المتصاعدۃ من الخمر وما یقوم مقامہا الیہ فیتعطل معہ عقلہ المیز بین الامور الحسنۃ والقبیحۃ وقیل السکر غفلۃ تعرض الانسان مع الطرب والنشاط وفتور الاعضاء من غیر مرض ولا علۃ مباشرۃ ما یوجبہا من الماکول والمشروب والمشموم وقیل ھو فتور تغلب علی العقل من غیر ان یزیلہ وقیل ھو معنی یزیل بہ العقل وفی کشف الکبیر قیل ھو سرور یغلب علی العقل بمباشرۃ بعض الاسباب الموجبۃ فیمنع الانسان عن العمل بموجب عقلہ من غیر ان یزیلہ ولہذا بقی السکران اھلا للخطاب۔ انتہی۔

وقال ابو حنیفۃ رح السکران ھو الذی لا یعقل مطلقا لا قلیلا ولا کثیرا ولا الرجل من المرأۃ وعندھما ھو الذی یھذی ویختلط جدہ بھزلہ ولا یستقر علی شیئ فی جواب وخطاب والیہ مال اکثر المشائخ کما فی الہدایۃ وفی فتاوی قاضی خان۔ قال ابو حنیفۃ السکران من لا یعرف من السماء۔ ولا الرجل من المرأۃ وقال صاحباہ اذا اختلف کلامہ بالھذیان فھو سکران وعلیہ الفتوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وعند الشافعی ان یظہر اثرہ فی مشیہ وحرکاتہ واطرافہ وھذہ خلا صبتہ ما فی الشرح وقایہ۔ شرع کے مسائل اکثر کلیہ ہیں۔ جزئیہ بہت ہی کم ہیں۔ از ان جملہ یہ بھی ہے کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی مِنْ اَکْلِ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ (الحدیث) سواء کان بریا او بحریا لیس فی الشرع لتسمیۃ لکل ذی ناب چنانچہ گیدڑ، چیتا، بھیڑیا، گھڑیال، تمساح، اس میں داخل ہیں۔ ایضاً۔

نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ ذِیْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّیْرِ (الحدیث) باز، اوسکا، کوڑال، بوکھا اس میں داخل ہیں۔ ایضاً۔ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ حَشَرَاتِ الْاَرْضِ۔ (الحدیث) چنانچہ چھچھوندر، چھپکلی، گرگٹ، قنفذ، یربوع اس میں داخل ہیں۔

ھکذا من کلیات الشریعۃ المطھرۃ۔ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ وَّمَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ۔ بخاری شریف میں ہے کہ "خَطَبَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ عَلٰی مِنْبَرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نزل تحریم الخمر وھی من خمسۃ اشیاء العنب والتمر والحنطۃ والشعیر والعسل۔ الخمر ما خامر العقل قال الخطابی انما عد عمر الخمسۃ المذکورۃ لاشتھار اسماءھا فی زمانہ ایضاً۔ بعض احادیث میں رز اور ذرہ کا بھی ذکر آیا ہے فیہ دلالۃ علی انہ کل ما خامر العقل فھو خمر سواء کان من المشروبات اوالماکولات اوالمشمومات فی ای زمن ومن ای شیء۔ سبل السلام صفحہ ۱۷۰ ج ۲ میں ہے ویحرم ما اسکر من ای شیء وان لم یکن مشروبا کالحشیشۃ وفی عون المعبود صفحہ ۳۷۰ ج ۳ قال فی السبل قال المصنف ای الحافظ ابن حجر من قال انھا ای الحشیشۃ لا تسکر وانما تخدر فھی مکابرۃ فانھا تحدث ما یحدث الخمر من الطرب والنشاط قال واذا سلم عدم الاسکار فھی مفترۃ وقد اخرج ابوداود انہ، قال نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ کُلِّ مُسْکِرٍ وَّمُفَتِّرٍ۔ وقال علی العراقی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وابن تیمیة الاجماع علی تحریم الحشیشة اول ما ظهرت فی آخر المائة السادسة من الهجرة حین دولة التتار وهی من اعظم المنکرات وهی شر من الخمر من بعض الوجوه لانها تورث نشاط و لذة وطرباً کالخمر وتصعب الطعام علیها اعظم من الخمر وانما لم یتکلم فیها الائمة الاربعة لانها لم تکن فی زمانهم۔

ایضاً فی ص۲۷ قال رسول الله علیه وسلم کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ۔ وقال صلی الله علیه وسلم مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُهٗ فَقَلِیْلُهٗ حَرَامٌ۔" ولم یفرق صلی الله علیه وسلم بین نوع ونوع ککونه ماکول او مشروبا علی ان الخمر قد توکل بالخبز والحشیشة تذاب وتشرب"۔ انتہی

تاڑی، بھنگ، افیون وتمباک مسکر ومفتر کے اندر داخل ہیں۔ کیونکہ اصول کا مسئلہ ہے"۔ ان الحکم یدور مع العلة والعلة فی تحریم الخمر الاسکار فمهما وجد الاسکار وجد التحریم"

وفی البخاری "لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ (الحدیث) وفی فتح الباری پ۲۲ فی هذا الحدیث وعید شدید علی من یتحیل فی تحلیل ما یحرم بتغیر اسمه وان الحکم یدور مع العلة والعلة فی تحریم الخمر الاسکار فمهما وجد الاسکار وجد التحریم ولو لم یستمر الاسم۔

ایضاً باب الخمر من العسل" کے تحت فتح الباری میں ہے" وکان البخاری اراد بذکر هذا الاثر فی الترجمة ان المراد بتحریمها اسکر کثیره ان یکون الکثیر فی تلک الحالة مسکرا فلو کان الکثیر فی تلک الحال لایسکر لم یحرم قلیله وکثیره کما لو عصر العنب وشربه فی الحال۔

ایضاً ایک حدیث یہ بھی ہے کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ وَمَا اَسْکَرَ الْفَرَقُ مِنْهُ فَمِلْءُ الْکَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ۔

تجربہ: عوام وخواص اطباء سے یہ مسئلہ حل ہوا ہے کہ فرق یعنی قریباً آٹھ سیر چھوڑ کر بجائے اس کے چھٹانک بھر زردہ یا کچی پتی کھائی جائے تو عقل وحواس بجا رہتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عیاں راچہ بیاں۔ اگر کسی کو اس میں کچھ شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لے۔ لاحکیم الا ذو تجربۃ۔

شارع علیہ السلام کا کلام "ما اسکر کثیرہ" ہے ما اضر کثیرہ نہیں ہے ورنہ دنیا بھر کی حلال غذا بھی حرام ہو جاتی۔ جملہ "وما اسکر کثیرہ" عام ہے اس میں مشروبات، ماکولات و مشمومات کی تخصیص و قید نہیں۔ حدیثوں میں شراب کا لفظ بقید اتفاقی ہے۔ قید احترازی نہیں۔ فتح الباری میں ہے کذا قیدہ بالنشربۃ وھو متفق علیہ ولا یرد علیہ ان غیرا لشراب ما یسکر۔ جیسے وھی من خمسۃ اشیاء الخ اس زمانہ کے لحاظ سے قید اتفاقی ہے۔ آجکل چاول اور بھات کو بھی سڑا کر نشہ آور چیز تیار کی جاتی ہے۔

یہ بھی واضح ہو کہ بعض کتب اور شروحات کے اندر حشیشہ کو کسی نام کے ساتھ متعین کیا ہے۔ ہمارے ناقص خیال میں یہ حکم ہے۔ اصل میں اسکار و افتار علت ہے۔ جس زمانہ میں جس قسم کی اشیاء میں وہ علت پائی جائے۔ تو وہ شئے محرمات میں سے شمار ہو گی۔ الحاصل انصاف کی عینک لگا کر ادلہ مذکورہ کو ملاحظہ کرنے سے کما حقہ معلوم ہو جائے گا کہ حقہ یا تمباکو خواہ زردہ ہو کچی پتی ہو۔ یا خمیرہ ہو یا بیڑی سگرٹ سب مسکرات و مفترات میں داخل ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

تماکو نوش را سینہ سیاہ است اگر باور نداری سنے گواہ است

قال ابن ارسلان فی شرح السنن اجمع المسلمون علی وجوب الحد علی شاربھا سواء کان شرب قلیلا او کثیرۃ ولو قطرۃ واحدۃ (نیل الاوطار)

مسکر اور مفتر میں ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ "نوم و نعاس" میں (عون المعبود)

ہر چند کہ مسئلہ ہذا میں علماء کرام مختلف الآراء ہیں۔ مگر ؎

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

انشاء اللہ تعالیٰ ہذہ کفایۃ لمن لہ ہدایۃ ولیس لہ غوایۃ۔ واللہ ولی التوفیق۔

(اہلحدیث دہلی ۱۵ اگست ۱۹۵۸ء)

نوٹ: شراب کے بعد بنی نوع انسان کو جس چیز نے تباہ و برباد کیا ہے وہ تمباکو ہے۔ "ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ گھر یلو زہر ہے" امید ہے کہ تمباکو زدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرات اس مضمون سے کچھ سبق حاصل کریں گے۔ محمد عمر خوشنویس"

**نوٹ:** تمباکو کو مباح کہنے والے حضرات کو جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارکپوری نے اس کا استعمال غیر مباح قرار دیا ہے۔ (دیکھو تحفۃ الاحوذی جلد ۳ ص ۱۸۲)

**سوال:** سرگین جو اپلے تھاپ رکھتے ہیں اور اس سے کھانا پکاتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** سرگین پر پکائی ہوئی چیز کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا دعونی ما ترکتکم
(۲۳ جنوری ۳۱ء)

**سوال:** ہم نے ایک گیابھن بکری کاٹی جس کے بطن میں بچہ زندہ تھا۔ مگر ذبح کرنے کے بعد جب دیکھا تو بچہ مرا ہوا نکلا۔ اب یہ بچہ حلال ہوگا یا حرام۔

**جواب:** ماں کا ذبح بچے کا بھی ذبح ہوتا ہے۔ (۲۳ جنوری ۳۱ء)

**سوال:** کیا عورتوں کو خوشبو لگانی چاہیے؟

**جواب:** حدیث شریف میں آیا ہے۔ عورتوں کی مشک میں رنگ ہو اور مردوں کی مشک میں خوشبو (ایضاً)

**سوال:** عبد العلی یا علی بخش نام رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

**جواب:** علی اسماء الٰہیہ میں سے ہے۔ اس لحاظ سے عبد العلی وغیرہ جائز ہے۔ مگر ایک بزرگ کا نام بھی ہے۔ اس لئے اشتباہ کی وجہ سے قابل ترک ہے جیسا فرمایا۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا۔ (۴ دسمبر ۱۹۳۱ء)

**سوال:** ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کرنے اور بنک کے سود کو لے کر اپنے مصرف میں لانا درست ہے یا نہیں۔ اور اس سے انکم ٹیکس دے سکتا ہے یا نہیں۔

**جواب:** ڈاکخانہ اور سرکاری بنک کا انٹرسٹ انکم ٹیکس دے سکتا ہے۔ (۴ دسمبر ۱۹۳۱ء)

**سوال:** ڈاکخانہ کے کیش سرٹیفکیٹ کا سود دیا گیا۔ اسے کس طرح خرچ کریں۔

**جواب:** جن کے نزدیک ڈاکخانہ کا منافع جائز ہو وہ اسے کھانا جائز جانتے ہیں۔ مفتی دیوبند اور جمعیۃ العلماء جائز کہتے ہیں۔ جن کے نزدیک حرام ہے۔ وہ اس کا کھانا بھی جائز نہیں جانتے۔ اللہ اعلم (۹ جون ۳۹ء)

**تشریح:** ڈاکخانہ اور سرکاری بنک میں روپیہ جمع کرنا اور اس کا سود لینا جائز نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس لئے کہ وہ لوگ اس روپیہ کو سود پر چلاتے ہیں جو قطعی حرام ہے۔ اور فرمان باری تعالیٰ ہے۔ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۵ الایۃ اور اعانت علی الاثم ہے لہٰذا جائز نہیں۔ دوم۔ بالفرض اگر وہ سود کا معاملہ و کاروبار نہ بھی کریں۔ تو بھی ان کا سود دینا اور جمع کرنے والے کا لینا دونوں حرام ہیں۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

**تطبیق**: بعض نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ مگر سود بہر حال سود ہی ہے۔ جس کا کھانا ہر حال میں حرام ہے۔ جو جواز کا فتویٰ دیتے ہیں وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ خود استعمال نہ کرے۔ بلکہ نو مسلمین کے تالیف قلوب پر یا کسی سودی قرضخواہ کے سود پر صرف کرے۔

(اہلحدیث سوہدرہ ۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۲ء)

**سوال**: شیر کی چربی کسی عضو پر لگانے سے بغیر دھوئے نماز جائز ہے یا نہیں۔

**جواب**: شیر کی چربی کی ناپاکی کا ثبوت شرع میں مجھے نہیں ملا (۴ دسمبر ۱۹۳۱ء)

**سوال**: کسی نے ناجائز کام کیا۔ یعنی چوری کی پھر خدا کی قسم کھائی کہ دوبارہ نہیں کروں گا۔ مگر پھر چوری کی اس کی کیا سزا ہے۔

**جواب**: چوری کی سزا تو ہمارے بس میں نہیں شرعاً بارہ آنہ سے زیادہ چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹنا چاہیے۔ مگر یہ کام اسلامی اسٹیٹ کا ہے جو کہ مفقود ہے۔ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر اتنا غریب ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا تو تین روزے رکھ لے۔ اللہ اعلم (۲۸ اگست ۱۹۳۱ء)

**سوال**: عورتوں کو پردہ کہاں تک کرنا چاہیے۔

**جواب**: عورتوں کو پردہ اتنا ہی کرنا چاہیے۔ جو قرآن مجید میں حکم ہے۔ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ۔ خمار سر کی اوڑھنی کو کہتے ہیں اس کی بابت ارشاد ہے کہ عورتیں اپنی اوڑھنی غیر مردوں کے سامنے منہ پر ڈال لیا کریں۔

(اہلحدیث ۲۳ جنوری ۱۹۲۱ء)

**تشریح**: از حضرت العلام مولانا عبدالسلام صاحب بستوی)

زینت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فطری یعنی پیدائشی۔ جیسے چہرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہی اصل زینت و مجمع النور والحسن ہے۔ اس میں مقناطیسی جاذبیت مضمر ہے۔ دوسرے تصنعی یعنی بناوٹی زینت جیسے اچھے اچھے کپڑے پہننا۔ سرمہ مسی، مہندی لگانا ادم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زلفوں کو سنوارنا۔ ان دونوں میں سے اس جگہ پہلی زینت مراد ہے۔ تو لا یبدین زینتھن کے یہ معنی ہوں گے۔ وہ عورتیں اپنی زینتوں (چہروں) کو ظاہر نہ کریں۔ یعنی ان مخصوص لوگوں کے علاوہ جن کا استثنا اسی آیت میں بیان کر دیا گیا ہے۔ دیگر اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے ظاہر نہ کریں۔ یعنی نہ کھولیں۔

یہی مطلب سورہ احزاب والی آیت سے سمجھا جاتا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ. (احزاب) | اے ہمارے نبی آپ اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے یہ فرما دیجئے کہ وہ اپنے چہروں پر اپنی چادروں کے گھونگٹ کر لیا کریں۔ جس سے پہچان لی جائیں اور انہیں ستایا نہ جائے۔ |

یہ آیت کریمہ چہرہ چھپانے کو نہایت واضح طریق سے ثابت کر رہی ہے۔ جلابیب۔ چادروں اور ادنا لٹکانے کو کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنی چادروں کو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ جس سے چہرہ چھپ جائے گا خواہ گھونگٹ سے چھپے یا نقاب و برقع سے ڈھکے یا کسی اور طریق سے۔ چہرے کو چھپانا مقصود ہے۔ وہ اس طرح سے حاصل ہو جائے گا۔ مشہور مفسر علامہ ابن جریر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَشَبَّهْنَ بِالْإِمَاءِ فِي لِبَاسِهِنَّ إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوتِهِنَّ لِحَاجَتِهِنَّ فَكَشَفْنَ شُعُورَهُنَّ وَوُجُوهَهُنَّ وَلَٰكِنْ لِيُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ لِئَلَّا يَعْرِضَنَّ فَاسِقٌ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُنَّ حَرَائِرُ بِأَذًى مِنْ قَوْلٍ (تفسیر ابن جریر صفحہ ۲۹۔ جلد ۲۲)

ترجمہ:۔ اے ہمارے نبیؐ آپ اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ جب وہ کسی ضرورت کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکلیں۔ تو لونڈیوں کے لباس کی طرح لباس نہ پہنیں کہ جس سے سر اور چہرے کھلے ہوئے ہوں بلکہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ تاکہ کوئی اوباش ان کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چھیڑتے نہیں۔ سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ شریف خاتون ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَخْرُجُ الْحُرَّةُ وَالْأَمَةُ مَكْشُوفَاتٍ يَتْبَعُهُنَّ الزُّنَاةُ وَتَقَعُ التُّهَمُ فَأَمَرَ اللّٰهُ الْحَرَائِرَ بِالتَّجَلْبُبِ وَقَوْلُهُ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ قِيلَ يُعْرَفْنَ أَنَّهُنَّ حَرَائِرُ فَلَا يُتَّبَعْنَ وَيُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ الْمُرَادُ يُعْرَفْنَ أَنَّهُنَّ لَا يَزْنِينَ لِأَنَّ مَنْ تَسْتُرُ وَجْهَهَا مَعَ أَنَّهُ لَيْسَ بِعَوْرَةٍ لَا يُطْمَعُ فِيهَا أَنَّهَا تَكْشِفُ عَوْرَتَهَا فَيُعْرَفْنَ أَنَّهُنَّ مَسْتُورَاتٌ لَا يُمْكِنُ طَلَبُ الزِّنَاءِ مِنْهُنَّ۔

ترجمہ:۔ جاہلیت کے زمانہ میں شریف عورتیں اور باندیاں سب منہ کھول کر پھرتی تھیں بدکار لوگ ان کا تعاقب کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے شریف عورتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادریں ڈالیں اور یہ جو فرمایا کہ ذٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس لباس سے پہچان لیا جائے گا کہ وہ شریف عورتیں ہیں۔ اس لئے ان کا پیچھا نہ کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بدکار نہیں ہیں۔ کیونکہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی۔ حالانکہ چہرہ ایسا عضو نہیں ہے جس کا چھپانا (ہر وقت) فرض ہو تو کوئی اس سے یہ امید نہ رکھے گا کہ وہ شرمگاہ کھولنے پر آمادہ ہو گی۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۹۱)

حضرت محمد بن سیرین و عبیدہ بن سفیان سے دریافت کیا گیا کہ اس حکم پر عمل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ تو انہوں نے خود چادر اوڑھ کر بتایا اور اپنی پیشانی اور ناک اور ایک آنکھ چھپالی۔ صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

أَمَرَ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوتِهِنَّ فِي حَاجَةٍ أَنْ يُغَطِّينَ وُجُوهَهُنَّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِنَّ بِالْجَلَابِيبِ وَيُبْدِينَ عَيْنًا وَاحِدًا۔ (تفسیر ابن جریر ۲۲ صفحہ ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانک لیا کریں۔ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

ان تمام تفسیروں سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ عورتیں اپنے چہروں کو اجنبی لوگوں سے ضرور چھپائیں۔ جیسا کہ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک زمانہ سے اب تک اس آیت کا یہی مطلب سمجھا گیا۔ جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔ آپ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو دیکھئے ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیت کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مستورات نقاب اوڑھ کر چہرہ چھپایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے چہروں کو کھلا رکھیں۔ المحرمۃ لا تنتقب ولا تلبس القفازین۔ (ابوداؤد موطا)

محرمہ عورت احرام کی حالت میں نہ چہرہ پر نقاب ڈالے اور نہ ہاتھوں میں دستانے پہنے۔ دار قطنی میں ہے۔ کہ عورت کا احرام اس کے چہرہ میں ہے اور مرد کا احرام اس کے سر میں ہے۔ یعنی احرام کی حالت میں عورت کا چہرہ کھلا رہنا چاہیئے۔ اور مرد کو سر کھلا رکھنا چاہیئے۔ عورت کی بے نقابی مخصوص بالاحرام ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ غیر احرام کی حالت میں محل نقاب ضرور ہے۔ ورنہ تخصیص شرعی کا ابطال لازم آئے گا جو کسی حالت میں درست نہیں ہے۔ چہرہ کا پردہ تمام امتوں میں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن دو عورتوں کی بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ ان میں سے ایک نے واپس آکر آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ کہ میرے والد صاحب آپ کو بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو یوں بیان فرماتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ ۔ | ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آکر کہنے لگی کہ میرے والد صاحب آپ کو بلاتے ہیں۔ |

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ وَضَعَت ثَوْبَهَا عَلَى وَجْهِهَا قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ (ابن ابی شیبہ ابن کثیر وقال اسنادہ صحیح) وہ لڑکی اپنے چہرہ پر کپڑا رکھ کر گھونگھٹ کی شکل میں چہرہ کو چھپا کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عرض کرنے لگی۔ کہ میرے والد صاحب آپ کو بلاتے ہیں۔
صاحب اکلیل اور کمالین اسی آیت کے تحت میں فرماتے ہیں۔ فیہ مشروعیۃ ستر الوجہ للحسنۃ۔ اس آیت کی رو سے شریف عورت چہرہ چھپانے کی شرعاً مامور ہے۔ اگر چہرہ کھلا رہے تو پردہ کس چیز کا۔ علاوہ چہرہ کے پردہ دنیا کی ہر ایک قوم کرتی ہے۔ پھر اسلام نے پردہ میں کیا جدت کی۔ فَلَا یُؤْذَیْنَ سے وہی اعضا مراد ہے جو ایک غیرت مند انسان کی بیوی، بہن، ماں، بیٹی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جانے سے اس ایذا و تکلیف پہنچتی ہے (ملخص از اسلامی پردہ صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۲۴ مزید تفصیلات کے لئے جناب عزیز زبیدی صاحب کا مقالہ (چہرہ ہی تو سب کچھ ہے۔) الاعتصام گوجرانوالہ۔ مجریہ ۳ جولائی ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ ملاحظہ فرمایئے۔

**سوال**: اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرنی منع ہے یا غیر مسلم کی بھی۔ الخ

**جواب**: غیبت ایک اخلاقی جرم ہے۔ کیونکہ یہ ایک کمینہ حرکت ہے۔ اس کا فاعل بزدل ہے۔ کہ سامنے اظہار نہیں کرتا اور پیچھے عیب جوئی کرتا ہے۔ اس شرح میں اس کی حرمت عام مومن و کافر کو شامل ہے۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ۔ اسی عام اصول کی طرف رہنما ہے۔ مگر بعض افعال پر عامۃ الناس کو متنبہ کرنا ہوتا ہے۔ یا بعض دفعہ کسی شرعی غرض سے کسی شخص کی نسبت صحیح رائے قائم کرنی مقصود ہوتی ہے۔ جیسے محدثین کو راویوں کی عیب جوئی اور اظہار میں حدیثوں کی تنقید مطلوب تھی پہلی صورت کو قرآن کی آیت نے مستثنیٰ کر دیا۔ لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ مظلوم کو ظالم کے حق میں اظہار ظلم کی اجازت دینی بھی اسی غرض سے ہے۔ کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ فلاں فلاں شخص ظالم ہیں۔ تاکہ اس کے دھوکہ سے بچیں۔ قانون مروجہ کی دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند جو کسی شخص کی ہتک عزت کے واسطے ہے۔ اس میں چند مستثنیات ہیں۔ جن پر فاعل پر جرم ثابت نہیں ہوتا۔ بعینہ وہی صورت منیب ہے۔ امام نوویؒ کا قول (کہ اس کا کچھ مواخذہ نہ ہوگا) حدیث کے مخالف نہیں۔ انما الاعمال بالنیات

(۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال:** لوگ ہمیشہ قرآن اٹھاکر قسم کھاتے ہیں۔ تو کیا قرآن شریف اٹھاکر قسم کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

**جواب:** قسم کا جو طریقہ حدیثوں میں آیا ہے۔ اس میں یہ ذکر نہیں ملتا۔ بلکہ صرف اللہ کے نام سے قسم ہوتی تھی۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ من کان حالفا فلیحلف باللہ اولیصمت۔ جس کو قسم کی ضرورت ہو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ (اہلحدیث ۲۰ ربیع الثانی ۳۹ھ)

**سوال:** آج کل حجامت میں کوئی پیشانی کے بال بنواتا ہے۔ کوئی صرف پیشانی کے رکھواتا ہے۔ کوئی پان بنواتا ہے۔ کوئی صرف قلمیں بنواتا ہے۔ کوئی انگریزی فیشن کو پسند کرتا ہے؟

**جواب:** حدیث شریف میں آیا ہے۔ سر کے بال سارے منڈواؤ یا سارے رکھو۔ اس لئے صورت مرقومہ میں سر کے بالوں کو کم و بیش کرنا منع ہے۔ البتہ داڑھی کے خط کے برابر کرکے چہرہ اور پیشانی کی صفائی کرنے سے منع کی کوئی بابت مجھے یاد نہیں۔ بہرحال شرعی احکام کی پابندی ضروری ہے۔ اسی طرح حجامت وغیرہ میں بھی۔ (۱۸ رمضان ۳۱ھ / ۲۵)

**سوال:** غلہ کو مہنگائی کے لئے روک کر رکھ دینا کیسا ہے؟

**جواب:** غلہ کو اس طرح روکنا کہ لوگوں کو قحط کی تکلیف محسوس ہونے لگے۔ حدیثوں میں منع ہے۔ ہاں موسمی کمی سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۸ ربیع الثانی سنہ)

**سوال:** داڑھی مسلمان کو کس قدر لمبی رکھنے کا حکم ہے؟

**جواب:** حدیث میں آیا ہے۔ داڑھی کو بڑھاؤ جس قدر خود بڑھے۔ ہاتھ کے ایک قبضے کے برابر رکھ کر زائد کٹوا دینا جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک قدرتی گول تھی تاہم اطراف و جوانب طول و عرض سے کسی قدر کانٹ چھانٹ کر دیتے تھے۔ (۲ ذی قعدہ ۳۱ھ)

**تشریح:** (از حضرت العلام مولانا عبدالوہاب صاحب آروی) واضح ہو کہ اس میں تو شک نہیں ہے کہ داڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کٹوانا حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنتِ قدیمہ سے ہے اور اس کی بڑی فضیلت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آئی ہے۔ صحیحین میں روایت ہے۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب۔

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں کا خلاف کرو۔ داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب کٹواؤ۔

اور بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھکوا الشوارب واعفوا اللحی اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے۔ عن عائشۃ قال عشر من الفطرۃ قص الشارب و اعفاء اللحیۃ والسواک والاستنشاق وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء قال زکریا قال مصعبؒ ونسیت العاشرۃ الا ان تکون المضمضۃ (ترمذی جلد ثانی صفحہ ۱) ترجمہ: عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرۃ (انبیاء علیہم السلام کی سنت سے) دس چیزیں ہیں۔ مونچھ کٹوانا، داڑھی کا بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی لینا، ناخنوں کو تراشنا۔ انگلیوں کی گرہوں کو دھونا، بغل سے بال اکھاڑنا، زیر ناف کے بال مونڈھنا، پانی سے استنجاء کرنا۔ راوی حدیث مصعبؒ کہتے ہیں کہ دسویں چیز کو میں بھول گیا غالباً وہ کلی کرنا ہے۔ ان چند سطروں کی تحریر سے اس بات کی بخوبی وضاحت استدلالی صورت میں ہوگئی کہ داڑھی کا بڑھانا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرما کر وجوبی[1] صورت میں ترغیب دی۔ اور اس کے لئے آپ نے کوئی حد اور وقت بھی معین نہیں فرمایا۔ لیکن جابرؓ سے روایت ہے۔ ملاحظہ ہو۔ واخرج ابو داؤد من حدیث جابرؓ حسن قال کنا نعفی السبال الا فی حجۃ او عمرۃ (ترجمہ) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (صحابہ کرام) داڑھی کے بالوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے مگر حج یا عمرہ میں کٹوایا کرتے تھے) اور شرح نخبہ میں شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں۔ ومثال المرفوع من الفعل حکما ان یفعل الصحابی مالا مجال فیہ

[1] کیونکہ صیغہ امر سے مخاطب فرمایا اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ اصول سے ثابت ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



للاجتھاد فینزل علی ان ذالک عندہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما قال الشافعی فی صلوۃ علیؓ کرم اللہ وجہہ فی الکسوف فی کل رکعۃ اکثر من رکوعین انتھی وقال السیوطی من المرفوع ایضاً ما جاء عن الصحابی ومثلہ لا یقال من قبل الرای ولا مجال للاجتھاد فیہ فیحمل علی السماع جزم بہ الرازی فی المحصول وغیر واحد من ائمۃ الحدیث وترجم علی ذلک الحاکم فی کتابہ معرفۃ الاسانید التی لا یذکر سندھا (تدریب الراوی ص ۱۹۳) دونوں عبارتوں کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب کسی صحابی سے کوئی ایسا امر ثابت ہو جس کی بنا عموماً صرف عقل ہی پر نہ ہوا کرتی ہو اور نہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور اس صحابی کی عادت اسرائیلیات روایت کرنے کی بھی نہیں ہے تو وہ امر حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے اور موطا امام مالکؒ میں ہے مالک عن نافع ان عبد اللہ ابن عمر کان اذا افطر من رمضان وھو یرید الحج لم یاخذ من رأسہ ولا من لحیتہ شیئا حتی یحج (ترجمہ) عبد اللہ ابن عمرؓ جب رمضان سے فارغ ہوتے اور ان کا حج کا ارادہ ہو تو اپنا سر اور داڑھی نہ کتواتے یہاں تک کہ حج کرتے اور دوسری روایت میں ہے ان عبد اللہ بن عمرؓ کان اذا حلق فی حجۃ او عمرۃ اخذ من لحیتہ وشاربہ (ترجمہ) عبد اللہ ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ میں سر منڈاتے تو اپنی داڑھی اور مونچھوں سے بھی کم کراتے اور یہ اثر تعلیقاً بخاری شریف میں ان لفظوں میں مروی ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ (ترجمہ) عبد اللہ بن عمرؓ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور جو مٹھی سے زیادہ ہوتی اسے کتوا دیتے اور اسی طرح ابوہریرہ رضؓ سے بھی ثابت ہے (حوالہ عنقریب آئے گا)

یہ دونوں جلیل القدر صحابی داڑھی کو کتوایا کرتے تھے اور داڑھی بڑھانے کی حدیث بھی ان دونوں حضرات سے منقول ہے۔ عبد اللہ ابن عمرؓ سے جو حدیث بخاری شریف میں مروی ہے وہ تو اوپر تحریر ہو چکی ہے۔ اور ابوہریرہؓ سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خوب کتروایا کرو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔ بہر حال ان حضرات کے فعل اور روایت میں تعارض واقع ہو رہا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ان حضرات نے دیدہ دانستہ حدیث کے خلاف کیا نعوذ باللہ اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کو حدیث رسول اللہ نہیں پہنچی تھی۔ (کیونکہ وہ تو خود ہی روایت کرتے ہیں) اس صورت میں سوائے اس کے کہ ان کے فعل اور روایت میں تطبیق دی جائے۔ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے جو تطبیق دی ہے اس کو اس جگہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:۔ ابوداؤد والنسائی من طریق مروان بن سالم رأیت ابن عمر یقبض علی لحیته لیقطع ما زاد علی الکف وفی البخاری کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیته فما فضل اخذه واخرج ابن ابی شیبة وابن سعد ومحمد بن الحسن وروی ابن ابی شیبة عن ابی هریرة نحوه وهذا من فعل هذین الصحابیین یعارضه حدیث ابی هریرة مرفوعاً احفوا الشوارب واعفوا اللحی اخرجه مسلم وفی الصحیحین عن ابن عمر مرفوعاً احفوا الشوارب واعفوا اللحی ویمکن الجمع بحمل النهی علی الاستیصال او ما قاربه بخلاف المذکور ولا سیما ان الذی فعل ذلک هو الذی رواه تخریج ص۱۷۶۔ خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابیوں کے فعل اور روایت میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جو داڑھی کٹوانے کی ممانعت ہے تو وہ جڑ سے کٹوانے کی ممانعت ہے (جیسا کہ آجکل عام رواج ہو رہا ہے) اور مطلقاً کٹوانے کی ممانعت نہیں ہے جیسا کہ راویان حدیث سے ثابت ہے اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک شخص کی داڑھی کم کرائی تھی۔ (پارہ ۲۴)

تنبیہ:۔ اس مسئلہ میں حضرات محدثین کرام میں اختلاف ہے۔ فریق اول کے نزدیک کسی حالت میں کتروانا جائز نہیں ہے اور اس کے بہت تھوڑے لوگ قائل ہیں۔ انہیں میں سے امام غزالیؒ ہیں اور امام نوویؒ کا رجحان بھی یہی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فریق ثانی کے نزدیک حج یا عمرہ کے زمانہ میں کٹوانا مستحب ہے۔ اس کے قائل امام شافعیؒ وغیرہ ہیں۔

فریق ثالث۔ جب کبھی داڑھی کے بال بکھر جاویں اور داڑھی ایک مٹھی سے بڑی ہو اس وقت داڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر زیادہ کو کٹوانا جائز ہے۔ اسی کے قائل حسن بصریؒ عطاءؒ قاضی عیاضؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور یہی مذہب اکثر علماء کا ہے۔ بموجب تحریرات استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے چنانچہ شاہ صاحب ممدوح شرح مؤطا کے حاشیہ میں عبداللہ بن عمرؓ کے اثر مذکور کے تحت فرماتے ہیں۔ وعلیہ اھل العلم الخ (اہلحدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۴۷ء)

داڑھی کے بڑھانے اور کٹانے کی بحث: حضرت الامام مولانا عبدالجبار صاحب غزنویؒ کا فتویٰ مولانا محمد علی صاحب لکھنوی مدنی کا ایک علمی مضمون جو داڑھی کے بڑھانے اور کٹانے کے مسئلہ کے متعلق "الاعتصام" کی کسی گذشتہ اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ اس پر مولوی عبدالقادر صاحب حصاروی نے تعاقب کیا جس کے بعض الفاظ فی الحقیقت نامناسب تھے۔ اس تعاقب کے جواب میں الاعتصام کی گذشتہ اشاعت میں مولانا محمد علی صاحب لکھنوی کا ایک مختصر سا نوٹ شائع ہو چکا ہے آج ہم اس مسئلہ پر حضرت الامام مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ ان کے مطبوعہ مجموعۃ الفتاوی ص ۲۴۱ مولانا محمد داود صاحب غزنوی کے توجہ دلانے سے شائع کر رہے ہیں امید ہے کہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ اس مسئلہ میں قول فیصل کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔

مٹھی سے زائد داڑھی کٹانے کا جواز۔ **استفتاء** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی کو ایک مشت سے کم کرنے والا تارک سنت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

**الجواب وھو الموفق للصواب**۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ داڑھی اگر قبضہ سے زائد ہو اس کا کترانا جائز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اَخَذَھا۔ اور فتح الباری شرح بخاری میں ہے ثم ساق الطبری بسندہ الی ابن عمر انہ فعل ذلک برجل ومن طریق ابی ھریرۃ انہ فعل اور موطا امام مالک میں ہے ان سالم ابن عبد اللّٰہ کان اذا اراد ان یحرم دعا بالجملین فقص شاربہ واخذ من لحیتہ ایضا موطا میں ہے۔ ان عبد اللّٰہ بن عمر کان اذا افطر من رمضان وھو یرید الحج لم یاخذ من رأسہ ولا من لحیتہ شیئا حتی یحج ترجمہ) اور عبد اللہ بن عمرؓ جب حج یا عمرہ کا ارادہ کرتے تو اپنی داڑھی مبارک مٹھی میں لیتے۔ جو مٹھی سے زیادہ ہوتی تو اس کو کاٹ ڈالتے۔ اور فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ پھر طبری نے اس حدیث کی سند کو عبد اللہ بن عمر کو پہنچایا کہ انہوں نے خود یہ فعل کیا۔ اور حضرت عمرؓ تک کہ انہوں نے کسی اور شخص سے یہ فعل کیا۔ اور ابو ہریرہؓ کے طریق سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی یہ فعل کیا۔ اور موطا امام مالک میں ہے کہ سالم بن عبد اللہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو قینچی منگوا کر اپنی مونچھیں کاٹ ڈالتے۔ اور اپنی داڑھی سے بھی کچھ بال لیتے ایضاً موطا میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر جب رمضان مبارک سے فارغ ہوتے اور حج کا ارادہ بھی ہوتا تو اپنی داڑھی اور سر کے بال نہ کاٹتے یہاں تک کہ حج مبارک سے فارغ ہوتے۔

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ شوال اور ذی قعدہ اور عشرہ ذی الحج تک نہیں کتراتے تھے باقی مہینوں میں قبضہ سے اگر زائد ہو جاتی تھی تو کتراتے اور سبب کترانے کا طول داڑھی کا ہے نہ نسک (اعمال حج) کیونکہ اخذ من اللحیۃ (داڑھی کا کٹانا) کسی اہل علم کے نزدیک نسک سے نہیں ہے۔ سر کے بال کا حلق اور قصر بلاشک نسک سے ہے۔ زیادہ طول لحیہ بعض علماء مکروہ لکھتے ہیں۔ کالقاضی عیاض وغیرہ مگر حدیث صحیح اعفوا اللحی سے ثابت ہے کہ مکروہ نہیں اور قبضہ سے زائد کترانا منافی اعفاء کا نہیں ہے اگرچہ کامل اعفاء طول میں ہے۔ حافظ ابن عبد البرؒ استذکار میں لکھتے ہیں۔ وفی اخذ ابن عمر فی الحج من مقدم لحیتہ دلیل علی جواز اخذ من اللحیۃ فی غیر الحج لانہ لو کان ذلک غیر جائز فی سائر الزمان ما جاز فی الحج لانھم انما امروا ان یحلقوا او یقصروا اذا حلوا من حجھم ما نھوا عنہ فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



احرا مهم وا بن عمر روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعفوا اللحی وھو اعلم بمعنی ما روی وکان المعنی عندہ وعند جمھور العلماء الاخذ من اللحیۃ ما تطائر وتفاحش وسمج واللہ اعلم وروی عن علیؓ انہ کان یاخذ من لحیتہ مما یلی وجھہ وقال ابراھیم کانوا یاخذون من عوارض لحاھم وکان ابراھیم یاخذ من عوارض لحیتہ وعن ابی ھریرۃ انہ کان یاخذ من اللحیۃ ما فضل من القبضۃ وعن ابن عمر مثل ذلک ومن الحسن مثلہ وقال قتادۃ ما کانوا یاخذون من طولھا الا فی حج او عمرۃ وکانوا یاخذون من العارضین کل ھذا من کتاب ابی بکر بن ابی شیبۃ بالا ماتید اخبرنا عبد الوارث ثنا قاسم ثنا الحسینی ثنا محمد بن ابی نجیح عن مجاھد قال رأیت ابن عمر قبض علی لحیتہ بیدہ ثم قال للحجام خذ ما تحت القبضۃ۔ انتھی۔

(ترجمہ) اور عبداللہ بن عمر کا ایام حج میں اپنی داڑھی کے آگے سے بال لینا اس بات پر دلیل ہے کہ غیر ایام حج میں بھی یہ فعل جائز ہے کیونکہ اگر یہ فعل تمام ازمنہ میں ناجائز ہوتا تو حج میں بھی جائز نہ ہوتا کیونکہ صحابہ کرام کو تو یہ حکم تھا کہ جب وہ حج سے فارغ ہوں تو وہ اپنے بال منڈوا دیں یا کترا دیں جس سے ان کو احرام کی حالت میں روکا گیا تھا اور عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اعفوا اللحی (داڑھیوں کو بڑھاؤ) اور خود مٹھی سے زیادہ بال لیتے تھے۔ اس حدیث کا مطلب عبداللہ بن عمر خوب جانتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز ہے کہ داڑھی سے وہ بال لیے جائیں جو زائد اور پراگندہ ہوں اور برے معلوم ہوں واللہ اعلم اور علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی داڑھی کے دائیں بائیں سے بال لیتے تھے اور ابراہیم نے کہا کہ صحابہ کرام دائیں بائیں داڑھی کے بال لیتے تھے اور ابراہیم خود بھی دائیں بائیں اپنی داڑھی کے بال لیتے تھے۔

اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی داڑھی کے طول کی طرف سے وہ بال لیتے تھے جو مٹھی سے زیادہ ہوتے اور عبداللہ بن عمرؓ سے بھی اسی طرح ثابت ہے اور حسن سے بھی اور قتادہ نے کہا کہ صحابہ کرام ایام حج اور عمرہ کے سوا اور دنوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں داڑھی کے لنبان کی طرف سے بال کبھی نہ کاٹتے تھے۔ اور داڑھی کے دائیں بائیں طرف سے بال لیتے تھے۔ یہ سب مضمون مذکورہ بالا ابوبکر بن ابی شیبہ کی کتاب میں باسناد ثابت ہے کہا خبر دی ہم کو عبدالوارث نے کہا حدیث سنائی ہم کو قاسم نے کہا حدیث سنائی ہم کو حسن نے کہا حدیث سنائی ہم کو محمد بن ابی عمر رضؓ نے کہا حدیث سنائی ہم کو سفیان نے کہا حدیث سنائی ہم کو ابن ابی نجیح نے مجاہد سے کہا میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ اس نے اپنی داڑھی کی مٹھی بھری۔ پھر حجام کو کہا جو مٹھی سے نیچے ہے کاٹ ڈال اور قبضہ سے کم رکھنا ڈاڑھی کا نا جائز ہے کیونکہ اعفار کا خلاف ہے اور اعفار کے ساتھ شارع کی طرف سے امر وارد ہے اور امر جب تک قرینہ صارفہ نہ ہو وجوب پر محمول ہوتا ہے اور یہاں قرینہ صارفہ کوئی نہیں تو امر وجوب کے واسطے ہے اور وجوب کے خلاف کرنا گناہ ہے اور حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یاخذ من لحیتہ من طولہا وعرضہا رواہ الترمذی اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابوداؤد عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (۲۷۔ مارچ ۱۹۵۳ء۔ الاعتصام گوجرانوالہ)

**سوال:** ٹسر خالص اور ریشم آمیختہ مردوں کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** ٹسر ریشم نہیں بلکہ اس کے کیڑے الگ ہیں اس لئے جائز ہے ریشم آمیختہ بھی مردوں کو جائز ہے۔ (۲ ذی قعدہ ۳۹ھ)

**سوال:** چائنا سلک کے دوپٹہ سے یا کوٹ پہن کر نماز جائز ہے یا نہیں اور یہ کیا ہے؟

**جواب:** میرے ناقص علم اور تحقیق میں چائنا سلک ریشم ہے اس لئے مردوں کو اس کا پہننا جائز نہیں۔ ٹسر ریشم نہیں بلکہ اس کے کیڑے الگ ہیں اور ان کا توالد تناسل بھی الگ الگ ہے۔ ریشمی کپڑے کا رنگ ٹسر پہ نہیں آتا اس لئے ٹسر جائز ہے اور چائنا سلک مردوں کو ہرگز جائز نہیں۔ (۲۹ ذی قعدہ ۳۹ھ)

**سوال:** گائے کا عقیقہ جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو سات حصے شمار کئے جائیں گے یا نہیں؟

**جواب:** گائے کا عقیقہ کسی حدیث میں مجھے یاد نہیں ہے شرکت تو اور بھی قابل ثبوت ہے۔ قربانی میں گائے لگتی ہے مگر عقیقے کا حکم خاص ہے جس کی بابت فرمایا عن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الغرض مرشاتان لڑکے سے دو بکریاں ذبح کی جائیں ۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)

**تعاقب:** بقر و ماجزاء سے بقر عقیقہ میں آپ کو تردد ہے لہٰذا ثبوت پیش خدمت ہے۔ باب العقیقۃ عون المعبود ص۶۵ حدیث عند الطبرانی و ابی الشیخ عن انس رفعہ یعق عنہ من الابل والبقر والغنم ونقلہ ابن المنذر ص۲۵ عن حفصۃ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر والجمھور علی اجزاء الابل والبقر فتاوی نذیریہ ص۲۴۸ ۔ باب العقیقۃ میں ابن حجر سے ہے وسبع البقر والبدنۃ کشاۃ ۔

(از حکیم عبدالرزاق آسنسوال و مولانا ابوالقاسم بنارسی مرحوم)

**مفتی:** اس اطلاع کے لئے آپ اور مولوی ابوالقاسم بنارسی شکریہ کے مستحق ہیں گائے کا عقیقہ جائز ہے ۔ (اہلحدیث سوہدرہ ۱۶ مئی ۱۹۵۲ء)

**تعاقب:** یہ تعاقب اور پھر اس کا جواب ۔

(نوٹ) تعاقب کا ملخص بھی چونکہ جواب تعاقب میں آگیا ہے اس لئے اس کی نقل ضروری نہیں سمجھی گئی ۔ (راز) ۔ (از قلم جناب مولانا محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی ؒ)

اخبار اہلحدیث ۱۰ اکتوبر ص۱۳ پر ایک طویل تعاقبی مضمون شائع ہوا ہے جس میں طبرانی صغیر کی حدیث (گائے ۔ اونٹ عقیقہ میں ذبح کرنے کے جواز والی) کے ہر راوی پر جرح نقل کی گئی ہے یہ ساری بحث ایک اردو رسالہ سے نقل کی گئی ہے جو اس باب میں کچھ عرصہ ہوا ایک مولوی صاحب نے بنگال میں شائع کیا تھا ۔ یہی جرحیں مولوی عبدالحنان صاحب دلالپوری نے بھی ۱۹۲۱ء میں اخبار اہلحدیث میں شائع کرائی تھیں میں نے انہی دنوں اس مسئلہ پر ایک لبیط مضمون اخبار اہلحدیث میں شائع کرایا تھا جس میں نہایت تفصیل سے ان تمام اعتراضوں کا جواب دیا تھا جن کو اب مولوی عین الحق صاحب دلالپوری نے دوبارہ اخبار اہلحدیث میں شائع کرایا ہے اور اس کے مالہٗ وما علیہ پر معقول بحث کی جا چکی ہے ۔ میں نے لکھا تھا کہ حافظ ابن حجرؒ جو اصول حدیث کے بھی مصنف ہیں اور اسماء الرجال کے بھی جن کی شرح نخبہ سے اب بھی متعاقب نے استدلال کیا ہے ۔ جنہوں نے ذہبی کی میزان الاعتدال پر لسان المیزان لکھی ہے اور اس میں راویوں پر وہ تمام جرحیں مرقوم ہیں جو متعاقب نے لکھی ہیں باوجود اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بات کے علم کے وہ حدیث مذکور کو فتح الباری میں نقل کرتے ہیں اور کسی راوی پر کوئی جرح نہیں کرتے اور مقدمے میں لکھ چکے ہیں کہ شرح بخاری میں جن احادیث کو میں بغیر جرح کے نقل کروں گا وہ صحیح ہوگی یا حسن۔ علاوہ ازیں اسی حدیث کے راوی انس اپنے بچوں کے عقیقہ میں اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ ابوبکر صدیق بھی عقیقہ میں اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ دیگر صحابہؓ کا بھی یہی تعامل رہا ہے۔ جیساکہ حافظ ابن قیم نے تحفۃ الودود با حکام المولود میں بالتفصیل نقل کیا ہے۔ جمہور محدثین کا بھی یہی تعامل رہا ہے۔ اور دلیل وہی حدیث آخر ہیں حضرت میاں صاحب کا بھی فتویٰ (فتاویٰ نذیریہ جلد دوم ص۴۲۸ راز) بھی یہی ہے اندر جرحیں سب کی سب مبہم اور غیر مفسر ہیں تو کیونکہ حدیث مذکورہ مردود ہوگی یہ ساری بحثیں اخبار اہلحدیث جلد ۱۹ ع ۸ سے ۲۳ دسمبر ۱۹۲۱ء ع ۵ و ع ۲۳ و ع ۲۴ و ع ۳۵ و ع ۳۶ و ع ۳۷ و ع ۳۹ از ۹ جون ۱۹۲۳ء تا ۲۸ جون ۲۳ء میں شائع ہو چکی ہیں۔ جن صاحبوں کے پاس مذکورہ پرچے موجود ہوں وہ ان میں دلالپوری صاحب کے اعتراض کا شافی جواب ملاحظہ کریں اور حضرت فاضل مدیر اہلحدیث) اگر مناسب سمجھیں تو اس مضمون کو کسی پرچہ میں شائع کردیں۔ غرض متعاقب کے تعاقب سے کوئی صاحب دھوکہ نہ اٹھائیں ان کی ساری جرحیں مرفوع ہیں (نوٹ)؛ کوئی صاحب متعاقب کا اصل مضمون ملاحظہ کرنا چاہیں تو وہ اہلحدیث ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۰ء پھر ۱۷ اکتوبر ۳۰ء ملاحظہ کریں۔ (راز)

**سوال** : کوئی شکاری تکبیر پڑھ کر بندوق چلائے یا تکبیر پڑھ کر کتے کی ڈوری چھوڑے اور شکاری کے پہنچنے سے پہلے وہ جانور مرجائے آیا وہ جانور حلال ہے یا حرام۔

**جواب** : جو علماء بندوق کو تیر کے حکم میں سمجھتے ہیں ان کے نزدیک شکار بندوق حلال ہے۔ خاکسار کا بھی یہی خیال ہے۔ (۲۸- جمادی الاول ۱۳۴۶ھ) - اگر تکبیر پڑھ کر گولی ... چلائی جائے اور جانور قبل از ذبح مرجائے تو حلال ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ (اہلحدیث سوہدرہ ۸ مئی ۱۹۵۲ء)

**تشریفیہ** :- بندوق کی گولی سے جو جانور مرے وہ موقوذہ ہے لہٰذا حرام ہے اس لیے کہ تیر کا پھل اپنی دھار سے چیرتا ہے اور گولی اپنی زور آتش سے اگر پار بھی نکلے تو وہ دھار سے نہیں زور سے مثل حجر صغیر کے ہے جو بعض اصغر جانور کے بعض اوقات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پار ہو جاتی ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**سوال:** کچھوے کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ یہ حلال ہے یا حرام مفصل جواب دیں۔

**جواب:** کچھوا حلال ہے بحکم قرآن مجید قُلْ لَّا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا الخ (۱۸ جولائی ۲۷ء)

**شرفیہ:** قولہ کچھوا حلال ہے الخ لم یری الحسن بالسلحفاۃ باسا۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸

**سوال:** مور کا کھانا کیسا ہے؟

**جواب:** مور کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ ذی مخلب نہیں ہے بحکم حدیث شریف نھی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذی مخلب من الطیر (الحدیث) (۱۸ جون ۲۷ء)

**سوال:** ہندہ نے نذر مانی کہ میرا بیمار لڑکا سفر سے صحیح سالم واپس آجائے گا تو ایک گائے قربانی دوں گی بفضل خدا لڑکا تندرست گھر آگیا ہندہ نے منت کی گائے ذبح کر کے تمام مصلیان مسجد امیر غریب کو گوشت تقسیم کر دیا۔ اب سوال یہ کہ اس کا کھانا کن کو حلال ہے اور کن کو حرام؟

**جواب:** نذر کرنے والے کی نیت پر موقوف ہے اس کی نیت اگر محض فقرار اور مساکین کو کھلانا تھا تو غیر فقیر نہ کھائیں۔ اگر یہ شرط اس نیت میں نہیں تو سب کھا سکتے ہیں انما الاعمال بالنیات۔ (۱۱۔ اگست ۱۹۳۳ء)

**سوال:** لڑکے یا لڑکی کو کتنا عرصہ شیر ماں پلانا چاہیے اور دونوں کو یکساں یا کم و بیش۔

**جواب:** قرآن مجید کی نص صریح میں اس کا حکم ہے وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ پورے دو سال مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔ (۴۔ اگست ۱۹۳۳ء)

**سوال:** زید کے ہاں حلال طیب پیشہ تھا۔ تیسرے سال سے اس نے شراب کا پیشہ اختیار کیا اور شراب کی دکان ایک سال کے بعد گھاٹے کی وجہ سے اٹھ گئی۔ اور ابھی تک بند ہے اب زید کے ہاں کا کھانا کیسا ہے۔ کھا سکتے ہیں یا نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب**: زید کو دکان شراب میں گھاٹا ہوا اس سے معلوم ہوا کہ زید کا کھانا شراب کے نفع سے نہیں ہے بلکہ اپنے مال سے ہے پس جائز ہے۔ (۱۹ مئی ۱۹۳۳ء)

**شرفیہ**: شراب کے نفع سے نہیں ہے الخ یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اتنی مدت جو دکان سے پیسہ وصول ہوتا رہا ہے وہ اب تک موجود ہے وہ شراب ہی کے نفع سے ہے گھاٹا تو خرچ وغیرہ کے باعث ہے مگر پیسہ کم از کم مخلوط ہے لہٰذا ناجائز۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

**سوال**: اکثر یہ پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی چیز پان وغیرہ دیں تو سلام علیک کہتے ہیں یہ کیسا ہے؟

**جواب**: ایسے موقعہ پر جزاک اللہ کہنا چاہیئے۔ سلام کا موقعہ وقت ملاقات یا وقت رخصت ہے۔ (۱۹ مئی ۱۹۳۳ء)

**سوال**: ایک شخص کی عمر ۶۵ سال ہے ناڑی کا کارخانہ ہے کام کرنے کو مکان میں غریب محلہ کی عورتیں آتی ہیں یہ شخص نماز کا پابند ہے۔ صبح تلاوت بھی کرتا ہے لیکن سخت بدکلام ہے۔ ہر وقت فحش گالیاں ماں بہن کی بکتا رہتا ہے تمام کاریگر اور مزدور عورتیں ناراض رہتی ہیں۔ گھر میں اپنی بہوؤں سے بھی گالی گلوچ سے پیش آتا ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ (عبد الحمید انصاری)

**جواب**: حدیث شریف میں ہے۔ چار عادتیں جس میں ہوں گی وہ پکا منافق ہوگا ان چاروں چیزوں میں سے ایک عادت ہوگی تو ربع حصہ منافق ہوگا۔ ان چاروں میں گالی گلوچ کرنا بھی ہے پس اس حدیث کے موافق فحش گالیاں دینے والے میں چوتھائی نفاق ہے اس کو جلدی توبہ کرنی چاہیئے اس کے علاوہ قرآن شریف میں ارشاد ہے مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ انسان جو لفظ بولتا ہے لکھنے والے اس کو لکھ لیتے ہیں شخص مذکور خود غور کرے کہ اس کے اعمالنامے میں کتنا گند غلاظت بھرا ہوگا پھر ایک وقت اس کو کہا جائے گا۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا تو اپنا اعمالنامہ خود ہی پڑھ لے اور خود ہی حساب کرلے۔

(۲۵۔ اگست ۱۹۳۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال:** میں نے منت مانی تھی کہ اگر میری ملازمت ہو جائے تو فلاں مسجد کی امداد کے لیے اپنی تنخواہ کی تہائی دیتا رہوں گا۔ خدا کی قدرت دو تین روز بعد میری ملازمت مستقل ہو گئی مگر چند ضروریات کی وجہ سے تہائی تنخواہ نہ نکال سکا اور بعد میں شادی بھی ہو گئی۔ اخراجات بڑھ گئے نتیجہ یہ کہ ڈیڑھ سال ہو گیا مگر ابھی تک مسجد کی امداد کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں دیا الخ

**جواب:** جائز منت جو مانی اسے پورا کرنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے اوف بنذرك۔ نذر پوری کیا کرو مسجد مخصوص کی نیت ہے تو وہی ملحوظ رہے گی۔ عام کی ہے تو عام ہو گی۔ بہر حال نذر واجب الادا ہے۔

(۲۸ جولائی ۱۹۳۳ء)

**سوال:** زید کا قول ہے معجم طبرانی میں ایک حدیث ہے رخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھو فی العروس دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ نے ایک صحابی سے فرمایا شادی کے موقعہ پر وہاں گانے والی کو لے گئے ہو؟ انصار گانا پسند کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شادی بیاہ وغیرہ میں ناچ گانا ہارمونیم کے ساتھ جائز ہے۔ عمر کہتا ہے کہ ناجائز ہے اور حدیث بالا غلط ہے امید کہ دونوں کے قول میں جو مسلک راجح ہے اس سے مطلع فرمائیں۔

(حمید اللہ بکاری ذر بھنگہ)

**جواب:** حدیث شریف میں یوں آیا ہے۔ ایک تابعی کہتا ہے میں قرظ بن کعب اور ابو مسعود انصاری کے پاس ایک شادی میں گیا۔ وہاں لڑکیاں گا رہی تھیں سننے والے نے کہا اے اصحاب رسول اللہ ایسا کام تمہارے سامنے ہو رہا ہے انہوں نے بالاتفاق جواب دیا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت فاذھب فانه قد رخص لنا فی اللھو عند العرس رواہ النسائی (مشکوٰۃ باب اعلان النکاح) تو اگر چاہے تو بیٹھ اور ہمارے ساتھ یہ گانا سنتا رہ اور اگر چاہے تو چلا جا ہم کو شادی میں ایسے لہو ولعب کی اجازت دی گئی ہے۔ پس جو کچھ اس حدیث میں ملتا ہے اس سے آگے بڑھنا تجاوز ہے اور ثابت شدہ پر بحث کرنا خلاف سنت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے ایسا ہی اس میں ناچ ہارمونیم وغیرہ کا اضافہ کرنا متدین لوگوں کا کام نہیں۔ اللہ اعلم۔ (۱۴ جولائی ۳۲ئہ)

**تشریح:** اس کے آگے اضافہ بدعتی ہے اس لئے کہ دوسری حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ وہ کیا ہے وہ دف بجانا اور غنا کی تصریح ایک روایت میں آئی ہے اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم راوی ابن ماجہ اور دف کا ذکر مسند احمد اور ترمذی و دوسری روایت نسائی وابن ماجہ میں ہے مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۲۷۲ دوسری حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ربی بمحق المعازف والمزامیر الحدیث رواہ احمد مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۳۱۸ نیز ایک حدیث کے اشارہ میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا آپ کے بعد لوگ ہوں گے جو ریشم اور شراب اور باجوں کو حلال بنا کر عمل کریں گے پھر وہ سور بندر بن جائیں گے رواہ البخاری مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۴۵۲ پھر ایسے امور کی آپ اجازت دیں گے ہرگز نہیں پس ناچ گانا راگ مروجہ وغیرہ بدعتی ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**سوال:** حضرت رسول اللہ سے داڑھی کا رکھنا کہاں تک ثابت ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ داڑھی بالکل کٹانی یعنی قینچی لگانی بھی منع ہے بعض فرماتے ہیں کہ چھوٹے بڑے سب ایک برابر کرانے کی کوئی مخالفت نہیں۔ براہ مہربانی صحیح حدیث درج فرمائیں۔

**جواب:** اس مسئلہ کے متعلق بارہا مذاکرات علمیہ لکھے گئے ہیں۔ اس بارے میں دو حدیثیں مختلف آئی ہیں ایک میں تو فرمایا داڑھی بڑھاؤ دوسری میں حضرت کا اپنا فعل ہے کہ داڑھی کے ارد گرد سے بڑھے ہوئے بال کٹا لیا کرتے تھے اس لئے تطبیق یہ ہے کہ ساری رکھنی مستحب ہے اور ایک مشت کے برابر رکھ کر باقی کٹا لینا جائز ہے۔ (۲۲ جمادی الاول ۴۵ھ)

**تشریح:** صحیح بخاری میں ہے۔ عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خالفوا المشرکین ووفروا اللحی واحفوا الشوارب وکان ابن عمرؓ اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فما فضل اخذه انتهى قال فى فتح البارى الذى يظهر ان ابن عمر كان لا يخص هذا التخصيص بالنسك بل كان يحمل الامر بالاعفاء على غير الحالة التى تشوه الصورة بافراط طول شعر اللحية او عرضها وقال قوم اذا زاد على القبضة يوخذ الزائد ثم ساق بسنده الى ابن عمرؓ انه فعل ذالك والى عمرؓ انه فعل ذلك برجل ومن طريق ابى هريرةؓ انه فعله واخرج ابوداؤد بسند حسن قال كنا نعفى السبال الا فى حج او عمرة قوله بضم اوله وتشديد المهملة وتخفيف الموحدة جمع سبلة بفتحتين وهى ما طال من شعر اللحية فاشار جابرؓ الى انهم يقصرون منها فى النسك ثم حكى الطبرى اختلافا فيما يوخذ من اللحية هل له حد ام لا فاسند عن جماعة الاقتصار على اخذ الذى يزيد منها على قدر الكف وعن الحسن البصرى انه يوخذ من طولها وعرضها ما لم يفحش وعن عطاء نحوه قال وحمل هولاء النهى على ما كانت الاعاجم تفعله من قصها وتخفيفها قال وكره آخرون التعرض لها الا فى حج او عمرة واسنده عن جماعة واختار قول عطاء وقال النووى المختار تركها على حالها وان لا يتعرض لها بتقصير ولا غيره وكان مراده بذلك فى غير النسك لان الشافعى نص على استحبابه فيه انتهى ما فى فتح البارى ملخصًا اوپر فتح الباری میں گزر چکا ہے کہ الذی یظہر ان ابن عمرؓ لا یخص ھذا التخصیص بالنسک الخ اس حصر وقصر کی تشریح مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ ابن عمرؓ احرام کی حالت میں قصر یا اصلاح شعر لحیۃ وغیرہ نہ کرتے تھے الا یوم النحر، ورنہ ویسے بعد ضرورت یہ حصر نہ تھا۔ مالک عن نافع ان عبداللہ بن عمرؓ كان اذا افطر من رمضان وهو يريد الحج لم ياخذ من راسه ولحيته شيئا حتى يحج انتهى ص۱۵۴ ص۱۵۵ پس ثابت ہوا کہ یہ عدم قصر وحصر صرف شوال وذی قعدہ و ۹ یوم ذی الحجہ کا بسبب احرام ہوتا تھا نہ کہ عام طور پر سال بھر تک پس حسب ضرورت سال بھر تک عدم قصر نہ تھا۔ اور چونکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اکثر لوگ بعد رمضان حج کے لیے محرم ہو جاتے ہیں اور وہ احرام میں ریش بروت وغیرہ کی اصلاح جائز نہیں الا یوم النحر اس لئے جابرؓ کی حدیث میں حج و عمرہ کا ذکر ہے ورنہ ویسے حسب ضرورت شرعی اصلاح کے ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اور نیل الاوطار میں ہے قال القاضی عیاض یکرہ حلق اللحیۃ و قصہا و تحریفہا و اما الاخذ من طولہا و عرضہا فحسن و تکرہ الشہرۃ فی تعظیمہا کما تکرہ قصہا وحلقہا وقد اختلف السلف فی ذالک فمنہم من لم یحد بل قال لا یترکہا الی حد الشہرۃ و یاخذ منہا و کرہ مالک طولہا جدا و منہم من حد بمازاد علی القبضۃ فیزال و منہم من کرہ الاخذ منہا الا فی حج او عمرۃ انتہیٰ ج ۱ ص ۹۷ حاصل یہ کہ سلف صالح جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ محدثین کے نزدیک ایک مشت تک داڑھی کو بڑھنے دینا حلق و قصر وغیرہ سے اس کا تعارض نہ کرنا واجب ہے کہ اس میں اتباع سنت اور مشرکوں کی مخالفت ہے اور ایک مشت سے زائد کی اصلاح جائز ہے اور با فراط شعر لحیہ و تشوہ وجہ و صورت و تشبہ بعض اقوام مشرکین ہندو سادھو سکھ وغیرہ جن کا شعار باوجود افراط شعر لحیۃ عدم اخذ ہے قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے ورنہ مشرکوں کی موافقت سے خلاف سنت بلکہ بدعت ثابت ہوگی جس کا سلف صالحین میں سے کوئی بھی قائل نہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ حدیث نبوی انہکوا الشوارب واعفوا اللحیٰ و خالفوا المشرکین جب تک کہ حدیث کے تینوں جملوں پہ پوری طرح عمل نہ کیا جائے گا اتباع سنت اور مشرکین کی مخالفت نہ ہوگی مثلاً اگر کوئی مونچھوں کو حذف کر دے اور اعفار لحیہ نہ کرے یا کرے مگر باوجود افراط شعر لحیہ و تشوہ وجہ و تشبہ بعض مشرکین مذکورہ بالا اس کی اصلاح نہ کرے تو حدیث کے جملہ خالفوا المشرکین پہ عمل نہ ہوگا اس لئے کہ خالفوا المشرکین کا الف لام استغراقی ہے کہ مشرکوں سے ہر نوع کی ہر نوع و ہر حیثیت سے مخالفت کاملہ واجب ہے اور وہ مخالفت قطع شوارب سے ہو یا اعفار لحیۃ سے ہو یا باوجود افراط شعر لحیہ عدم اصلاح شعر لحیۃ سے ہو اور اگر ان شقوق میں سے کوئی شق باقی یا ناقص رہ گئی تو مخالفت کاملہ نہ ہوگی لہٰذا اتباع سنت بھی نہ ہوگا۔ ورنہ ڈاڑھی مونچھیں منڈانے والوں پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ انہکوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الشوارب پر عمل ہو کر اتباع سنّت و مخالفت مشرکوں کی ہو گئی ولا قائل بہ احد من علماء الاسلام پس افراط شعر کی صورت میں قبضہ سے زائد کی اصلاح واجب ہے کما تقدم ہذا ہو الصدق والصواب واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ الخ

ابو سعید شرف الدین دہلوی (نور توحید لکھنو۔ ۱۰۔ جنوری ۱۹۵۲ء)

**سوال** : حائضہ عورت سے سطحی میل ملاپ اور اس کے ہاتھ سے پکی ہوئی اشیاء کھانے کا عندالشرع کیا حکم ہے۔ ہاں اس کے ساتھ ہی قواعد طبیہ اور اصول حکمت کا بھی لحاظ رہے

**جواب** : جائز ہے۔ حدیثوں سے ثابت ہے۔ قرآن شریف میں جماع سے منع ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ طبی حکم بھی یہی ہے۔ کہ حیض میں جماع کرنا فریقین کو مضر ہے۔ (۱۷ / مارچ ۱۹۳۳ء)

**سوال** : پیشاب کرنے کے بعد پانی اور مٹی سے طہارت کرنا فرداً فرداً کفایت کرتا ہے یا مٹی استعمال کرنے کے بعد پانی سے طہارت کرنی اسی طرح پانی کے بعد مٹی استعمال کرنی ضروری ہے۔؟

**جواب** : فرداً فرداً بھی کافی ہے۔ مٹی کے بعد پانی کا استعمال تو آیا ہے مگر پانی کے بعد مٹی کا ثبوت نہیں۔ (۱۷ / مارچ ۱۹۳۳ء)

**سوال** : کیا شرعاً پختہ مکان بنانا جائز ہے؟ اگر نہیں تو بنانے والا شرعاً کیسا ہے؟ قبر پختہ کی ممانعت پر قیاس کرکے کوئی آدمی زندوں کے لئے پختہ مکان بنانے کے متعلق کہہ سکتا ہے؟ (سید عبدالغفار رضوی)

**جواب** : پختہ مکان حسب ضرورت بنانا جائز ہے۔ پختہ قبر پر اس کا قیاس جائز نہیں قبر محل فنا ہے مکان محل رہائش ہے ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ ایک شخص دیوار لیپ رہا تھا حضرت نے اس کو فرمایا تھا کہ الامر اقرب۔ "موت اس سے زیادہ قریب ہے" یہ ایک زاہدانہ ارشاد تھا ممنوع نہ تھا۔ (۲۰ / رمضان ۱۳۵۱ھ)

**سوال** : زید نے کہا بعد تعمیر مکان دعوت ضروری ہے ورنہ نقصان یا کسی آفت کا اندیشہ ہے۔ بکر برخلاف ہے اور ایسی دعوت کو ریاکاری کی غرض بتلاتا ہے۔ فقراء کا ایسی دعوت میں حصہ نہیں ہوتا۔ صحت پر کون ہے۔ (شیخ قاسم علی لودہانوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب** : قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں سلف کا قول لکھا ہے کہ تعمیر مکان کا دہیمہ مستحب ہے ریاکاری کو تو ہر جگہ دخل ہے اور ہر جگہ معیوب ہے ۔ اللہ اعلم ۔ (۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء)

**سوال** : سٹہ کھیلنا جائز ہے یا نہیں ۔ برتقدیر ثانی اگر کسی شخص کو ایسا علم معلوم ہو جس سے سٹہ کا نمبر ٹھیک ٹھیک دریافت کر سکتا ہو تو اس کے لئے سٹہ کھیلنا جائز ہے ؟ یا نہیں ؟

(محمد میاں کانپور)

**جواب** : سٹہ قمار بازی ہے ۔ پنجاب گورنمنٹ نے بھی اس کو قمار (جوا) قرار دیا ہے قطعاً ناجائز ہے ۔ (۲۵ ۔ نومبر ۱۹۳۲ء)

**سوال** : بعض لوگ نومسلموں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے الخ

**جواب** : نومسلم بڑی عزت کے لائق ہے جو بحکم قرآن و حدیث پہلے سب گناہوں سے پاک ہو چکا ہے حدیث میں ہے الاسلام یھدم ما کان قبلہ ۔ جو شخص نومسلموں کو حقیر جانتا ہے تو اسلام کی ترقی کا مانع ہے جس کا گناہ اس کو اٹھانا پڑے گا ۔

(۱۱ ۔ نومبر ۳۲ء)

**سوال** : بیماری کا علاج جب کہ سوائے شراب نوشی کے ڈاکٹر نہ تبلائے ایسی حالت میں علاج شراب سے جائز ہے یا نہیں ؟

**جواب** : شراب کے ساتھ علاج کسی طرح جائز نہیں ۔ طبی طور پر بھی اس کا عوض مل سکتا ہے ۔ (۱۷ جون ۳۲ء)

**سوال** : ہمارے ہاں بہت سے لوگوں نے یہ رسم و رواج جاری کر رکھا ہے کہ کسی شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے ۔ اور وہ لڑکا برس چھ ماہ زندہ رہ کر اگر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کے بعد جو کوئی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا ناک چھید دیتے ہیں ۔ اور کسی چھوٹی قوم کے ہاتھ پلیسہ دو پلیسہ پر فروخت کر دیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ یہ لڑکا زندہ رہے ۔ اور نام بھی اسی قسم کا رکھتے ہیں جیسے بیچو ۔ چمرو ۔ اور ڈومنا ۔ چھیدی ۔ دمڑی الخ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

**جواب** : سوال میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ سب خلاف سنت ہے ۔ نہ ناک چھیدنا درست ہے نہ ایسے نام رکھنے جائز ہیں ۔ ایسے افعال نہ زمانہ رسالت میں تھے نہ زمانہ خلافت میں ۔ (۵ ۔ دسمبر ۱۹۳۰ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال:** مذہب اسلام میں باجوں کا بجانا ناجائز ہے۔ فوج میں جو باجہ ہوتا ہے اس کے بجانے والے مسلمان بھی ہوتے ہیں جو اپنے حاکم کے حکم سے بجاتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ باجہ بجانے کا گناہ بجانے والے پر ہو گا یا حاکم پر؟

(مرزا فیاض علی بیگ سکندر آباد دکن)

**جواب:** باجہ کئی اغراض کے لئے ہے۔ محض گانے بجانے اور سرود کے لئے یا فوج میں جوش پیدا کرنے کے لئے وغیرہ ان اغراض کا حکم الگ الگ ہے فوج کی غرض اگر نیک ہے تو اس کو جوش دلانا بھی صحیح ہے۔ انما الاعمال بالنیات

(۱۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

**تعاقب:** استدعا یہ ہے کہ یہ جواب کس آیۃ یا حدیث سے مستنبط ہوتا ہے۔ حالانکہ رسول خدا تو باجوں وغیرہ کو نیست و نابود کرنے آئے تھے۔ ان کا بجانا و درکنار سننا بھی حرام کر دیا خواہ کیسا بھی ہو حدیث شریف میں تو کسی طرح کے باجے کی بھی اجازت معلوم نہیں ہوتی جیسے کہ مشکوٰۃ ص ۳۱۸۔ ص ۳۸۶ ص ۴۵۶ پر رقم ہے۔ امید واثق ہے کہ آپ ضرور میرے اس شبہ کو دور فرما کر آئندہ نمبر میں جگہ دیں گے۔ (خریدار نمبر ۱۰۷۲)

(۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء)

**مفتی:** میری رائے محض رائے ہے۔ دلیل شرعی نہیں[1]

**سوال:** کسی وقت یا سفر کے ٹائم میں انگوٹھی یا چاندی کا چھلہ وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں

**جواب:** جائز ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اما الفضۃ فالعبوا بہا

(۶ فروری ۱۹۳۱ء)

**سوال:** ساس کو اپنے حقیقی داماد سے گوشہ کرنا از روئے شرع جائز ہے؟

**جواب:** ساس ابدی محرم ہے جس طرح ماں۔ اس لئے اس کو داماد کے ساتھ بیٹھنا منع نہیں

(۵ ذی الحجہ ۴۹ھ)

**سوال:** شراب بیچنے والوں کو اس کی تجارت کے واسطے مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت آئی ہے مکان کرایہ دینے والا ان

---

[1] گانے اور ناچنے پر مفصل مضمون صـــ پر دیکھئے ۱۲ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان میں تو نہیں لیکن معین اور مجیز ہے۔ اس لئے مکان دینا جائز نہیں۔ لاتعاونوا علی الاثم۔

(۴ دسمبر ۱۹۳۱ء)

**سوال:** جانور کے ذبح کرنے میں تاکید ہے کہ اس کی رگ ذبح کے وقت پوری طرح کاٹ دی جائے جس میں دیر تک جانور کو تکلیف نہ ہو تو مچھلی کے بارے میں کیا اس کا خیال کرنا ضروری ہے۔ الخ (محمد ابراہیم از جاجھا)

**جواب:** حدیث شریف میں آیا ہے۔ میری امت کو دو مردے حلال ہیں۔ منجملہ مچھلی بھی ہے۔

(۱۱ دسمبر ۱۹۳۱ء)

**سوال:** زید نے زنا کاری شراب خواری وغیرہ کرنے کے جرم میں اپنی برادری میں اپنے گناہوں کی دنیاوی سزا پائی یا گورنمنٹ کی عدالت میں اپنے گناہوں کے جرم میں سزا پائی لیکن جیل میں گیا یا روپے کا جرمانہ ادا کیا تو کیا اس کو بروز قیامت بھی سزا ہو گی؟

**جواب:** حدیث شریف میں ہے الحدود کفارات شرعی سزائیں کفارہ ہیں برادری اور انگریزی سزا کی بابت ایسا ارشاد نہیں آیا۔ تاہم دل سے توبہ کرے تو بخشش کی امید ہے۔

(۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء)

**تعاقب پر تعاقب در دعوت ختنہ**

۲۵ رجب ۱۳۳۰ھ کے پرچہ اہلحدیث میں مولوی محمد اسحاق صاحب کا تعاقب در بارۂ دعوت ختنہ کے شائع ہوا ہے دعوت ختنہ مستحب نہیں بلکہ ناجائز ہے۔ خاکسار کو کچھ اس میں کلام ہے۔ میرے ناقص خیال میں اگر دعوت ختنہ میں کوئی ناجائز کام نہ ہو تو اس کی اجابت مستحب اور جائز ہے جیسا کہ امام نووی ؒ نے ختنہ کی دعوت کو دعوات مستحبہ میں بیان کیا ہے۔ قال اصحابنا وغیرھم الضیافات ثمانیۃ انواع الولیمۃ للعرس والخرس للولادۃ والاعذار للختان والوکیرۃ للبناء والنقیعۃ لقدوم المسافر والعقیقۃ یوم سابع الولادۃ والوضیمۃ الطعام عند المصیبۃ والمادبۃ الطعام بلا سبب۔ ترجمہ۔ علمائے شافعیہ وغیرہ فرماتے ہیں۔ دعوتیں آٹھ قسم پر ہیں۔ دعوت ولیمہ۔ دعوت خرس اولاد پیدا ہونے کے وقت اور دعوت اعذار ختنہ کے وقت اور دعوت وکیرہ مکان کی تعمیر کے وقت اور نقیعہ مسافر کی آمدورفت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عقیقہ ولادت کے بعد ساتویں دن اور وضیمہ مصیبت کے وقت اور مادبہ بغیر کسی سبب کے اور نیز دعوت ختنہ کی اجازت عمومیت مسلم کی حدیث سے فلیجب عرسا کان او نحوہ ثابت ہے اور کان عبد اللہ یاتی الدعوات فی العرس وغیر العرس۔ ترجمہ: عبداللہ رضی اللہ عنہ جاتے تھے ولیمہ کی دعوت میں اور جو ولیمہ کے سوا ہے پس نحوہ اور غیر العرس کا کلمہ دعوات مذکورہ کو شامل ہے جن میں ختنہ کی دعوت بھی وارد ہے۔ اور نیز جمہور علما اس بات پر ہیں کہ ختنہ کی دعوت یعنی مستحب ہے۔ چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں:۔ فقال مالک والجمہور لا تجب الاجابۃ الیہا ترجمہ: امام مالک اور جمہور علماء فرماتے ہیں ولیمہ کے سوا جو دعوتیں ہیں ان کا قبول کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ زیرانکہ علماء کا اختلاف صرف وجوب اور عدم وجوب میں ہے نہ مستحب اور عدم مستحب میں پس استحباب کے تو ضرور ہی قائل ہیں ہاں اتنا ضرور خیال ہو کر دعوت ولیمہ ہو یا ختنہ کی بدعات سے اور فسق و فجور کے کاموں سے خالی ہو ورنہ تو دعوت کا قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ پس ان بالا دلیلوں سے یہ امر واضح ہوا کہ مفتی ماہر کا حکم دعوت ختنہ کی مستحب ہے پس ان کا کھانا جائز ہے لیسلم بالصدق اور متعاقب کا فرمانا دعوت ختنہ کی مستحب نہیں ہے بلکہ ناجائز ہے غیر مقبول ہے۔ (۱۲ رمضان ۱۳۳۱ھ) (خاکسار محمد فیض اللہ از مدرسہ دار الہدیٰ سنت آباد بکھر سندھ)

**سوال**: حنفی لکھتے ہیں کہ اترکوا قولی الخ حکم امام صاحب نے خاص اپنے شاگردوں کو دیا ہے اور ان کو جو مرتبہ اجتہاد پر ہوں جیسا کہ میزان شعرانی میں ہے۔ قلت ھو محمول علی من لہ قدرۃ علی استنباط الاحکام الخ نہ بے علم آدمی کو آیا یہ صحیح ہے؟ (محمد عیسیٰ عفی عنہ خریدار اہلحدیث نمبر ۳۴۹۴)

**جواب**: اس کا جواب خود اسی قول میں ملتا ہے۔ سارا قول یوں ہے۔ اترکوا قولی بقول الرسول۔ یعنی امام ابو حنیفہ صاحب فرماتے ہیں رسول کے قول کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دیا کرو۔ پس جس کو کوئی حدیث مل جائے جو امام کے فتوے کے مخالف ہو۔ اس پر فرض ہے کہ وہ امام کا قول چھوڑ دے گو وہ پورا محدث نہیں نہ پورا مجتہد ہے۔ خود حنفیہ لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محمد بھی مجتہد مطلق نہ تھے پھر ان کو بھی یہ حکم نہ ہو سکا۔ قاضی ثناء اللہ مرحوم پانی پتی مالابدہ میں مسئلہ شراب بیان کر کے کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ امام صاحب کا حدیث کے مخالف ہے لہٰذا متروک ہے۔ اور امام محمدؒ کا فتویٰ موافق حدیث کے ہے۔ لہٰذا وہ صحیح ہے حالانکہ علماء اصول کی اصطلاح میں قاضی صاحب مرحوم مجتہد نہ تھے۔ مختصر یہ ہے کہ رسول خدا کی بات سے جس کی بات مخالف ہو گی وہ قابل رد سمجھی جائے گی (۱۹ مئی ۱۹۱۶ء)

**سوال**: ایک عورت حج کو جانا چاہتی ہے مگر اس کو کوئی محرم نہیں ملتا۔ ایک شریف معتبر نامحرم جاتا ہے کیا وہ عورت اس کے ساتھ جا سکتی ہے؟

**جواب**: ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قافلے سے پیچھے رہ گئی تھیں تو ایک صحابی جو اسی کام کیلئے مقرر تھا کہ قافلہ کے پیچھے آوے اور گم شدہ چیز مل کو اٹھا لائے وہ آیا تو حضرت عائشہ اس کے اونٹ پر سوار ہو کر آنحضرت کے پاس قافلہ میں پہنچ گئیں۔ اس حدیث سے نکل سکتا ہے کہ محرم کے نہ ملنے کی صورت میں کوئی شخص نیکبخت پارسا قابل اعتماد ہو تو اس کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز ہے۔ علمائے کرام اس کی صحت اور غلطی سے اطلاع بخشیں۔ ۲۵- جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ - ۲۳ جون ۱۹۱۱ء

**سوال**: ایام عاشورہ میں شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**جواب**: بے شک کر سکتے ہیں جو لوگ ان رسوم کے پابند ہیں وہ بدعتی ہیں۔

(۱۸- رجب ۱۳۳۰ھ)

**سوال**: جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا انکار کسی صاحب نے کیا ہے۔ سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ کوئی معتبر تاریخی ثبوت نہیں صحیح کس طرح ہے۔

**جواب**: جس نے انکار کیا میں نے اس کو دعوت مباحثہ دی تھی کہ آؤ میں ثابت کرتا ہوں۔ مگر وہ نہ آئے میری نسبت جس نے یہ کہا جو آپ کہتے ہیں اس نے مجھ پہ افترا کیا ہے اس کو جلدی توبہ کرنی چاہیے۔ (ایضاً)

**سوال**: اکثر احناف بڑے فخر سے اس امر کا دعوے کرتے ہیں کہ حضرت پیران پیر سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کا مذہب ابتداء میں حنبلی تھا ازاں بعد انہوں نے مذہب حنبلی سے مذہب حنفی کی طرف رجوع کی اور آخر عمر تک اسی مذہب پہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قائم رہے اور بس - اور حضرت امام مہدی آخر الزمان بھی مذہب حنفیہ ہی کے عامل ہوں گے - پس احناف کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے یا سچا اور دونوں بزرگوار کس طریق پر عمل کرتے تھے اور کریں گے؟ (سید الرؤف از کارنجہ برار)

**جواب**: حضرت ممدوح کی نسبت گو بعض لوگ حنبلی مذہب کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حنفی کا تو کوئی بھی مدعی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے - کیونکہ حضرت پیر کی تصنیفات میں حنفی مذہب کے خلاف بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں رہا امام مہدی کا حنفی ہونا سو جب وہ آئیں گے دیکھا جائے گا - سردست تو اتنا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس حالت میں حنفیوں کا اپنا مسلمہ اصول ہے کہ مجتہد دوسرے مجتہد کا مقلد نہیں ہو سکتا تو امام مہدی کیا کسی مجتہد سے بھی کم ہوں گے؟ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم نے بھی ان خیالات کی تردید کی ہے - (۲۷ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ)

**سوال**: قنوت امام کو بلفظ اھدنی یا اھدنا کیا پڑھنا چاہیئے زید کہتا ہے کہ اھدنا پڑھنا دعا میں مقتدی کو بھی شامل کر لینا چاہیئے - عمرو کہتا ہے نہیں جو الفاظ حدیث کے ہیں وہی پڑھنا چاہئیں - اھدنا پڑھنا اپنی رائے ہے - امید ہے کہ جواب مدلل اور مہربانی فرما کر واضح تحریر فرمائیں گے -

(راقم ایک مسافر از رنگون مکان نمبر ۱۲۱ گلی نمبر ۲۵ مسجد اہلحدیث)

**جواب**: اھدنا پڑھنا چاہیئے تاکہ مقتدیوں کو بھی شامل ہو جائے - نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ امام جب اپنے لئے ہی دعا مانگتا ہے تو مقتدیوں کی خیانت کرتا ہے - اللہ اعلم (۱۱ شوال المعظم ۱۳۴۲ھ)

**سوال**: زید ایک شہر کا قاضی ہے اور وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس شہر کے مسلمانوں کو اختیار نہیں ہے کہ سوائے میرے عقد خوانی اور جانوروں کی ذبحیت خود کریں - یا کسی دوسرے شخص سے کروائیں ان کاموں کا میں ہی مختار و مستحق ہوں اور میرے پاس شاہی سند موجود ہے - پس عرض سائل یہ ہے کہ زید کا دعویٰ قابل تسلیم ہے یا غلط ہے؟

**جواب**: شریعت میں یہ کام کسی خاص شخص سے مخصوص نہیں کئے گئے - یہاں تک کہ خلیفہ وقت بھی نہیں روک سکتا - ہاں آج کل عرفی طور پر یہ کام ان لوگوں کے سپرد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیے گئے ہیں جس کا اثر صرف ان کے مالی حق پر ہو سکتا ہے۔ عقد کے جواز یا عدم جواز پر نہیں۔ یعنی یہ قاضی لوگ اپنی فیس کا دعویٰ تو کر سکتے ہیں لیکن عدم جواز نکاح یا حرمت ذبیحہ کا فتویٰ نہیں لگ سکتا۔ (بوجہ شکستگی اخبار حوالہ متیقن نہ ہو سکا)

**سوال:** زید کسی دوسرے کا خط لکھ رہا تھا۔ بکر آن کر خاموش کھڑا رہا۔ زید نے کہا کہ بھائی سلام کلام کچھ بھی نہیں چور کی طرح کیوں کھڑے رہے۔ بکر نے کہا کہ جب کوئی آدمی کسی کام میں مشغول ہو سلام کرنا منع ہے۔ زید نے کہا۔ اس کی دلیل لاؤ۔ بکر نے کہا تم خود تحقیق کرو۔ پھر اسی روز زید سوتا تھا۔ بکر نے آکر سلام کیا۔ جس سے زید کی آنکھ کھل گئی۔ زید نے کہا کہ اس طرح جگانا منع ہے۔ تم نے مجھے نیند میں کیوں جگایا۔ بکر نے کہا میں نے نہیں جگایا میرے ساتھ والے نے جگایا۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ سلام کرنا کس کس جگہ اور کس کس آدمی کو منع ہے۔ (عبداللہ از بمبئی ۱۹۔ جنوری ۱۹۱۸ء)

**جواب:** کام کرتے کسی کو سلام علیکم کرنا منع نہیں۔ بلکہ نماز میں بھی سلام علیکم کرنا جائز ہے۔ ہاں ایسا بھی نہ کرے کہ کوئی شخص سوتا ہو تو بلند آواز سے اس کو اٹھا دے جس سے اس کو تکلیف ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے رات کے وقت بہت بلند آواز سے قرآن پڑھنے سے منع فرما دیا تھا۔ اسی طرح سلام کو سمجھنا چاہیے۔ شریعت کا کوئی کام ایذا پر مبنی نہیں ہر مسلمان کو سلام علیکم کہنے کا حکم ہے۔ (۸ فروری ۱۹۱۸ء)

**سوال:** پردہ نشین مسلمان کے مکان میں غیر لڑکا کتنی عمر کا جاسکتا ہے اور کتنی عمر کے لڑکے سے پردہ کرنا چاہیے؟

**جواب:** قرآن مجید میں اس کی بابت یوں ارشاد ہے۔ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ (وہ بچے جو عورتوں کے ستر پر اطلاع نہ رکھتے ہوں) عمر کے لحاظ سے آجکل دس بارہ سال کے (۱۰ محرم ۱۳۳۶ھ)

**سوال:** کیا وجہ ہے جو اہل حدیث علماء کرام حدیث شریف مندرجہ ذیل پر عمل پیرا نظر نہیں آتے؟ حدیث شریف عن عمار قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان طول صلوٰۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقھہ فاطیلوا الصلوٰۃ واقصروا الخطبۃ وان من البیان لسحرا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(رواہ مسلم) (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نماز لمبی اور خطبہ چھوٹا پڑھنا فاعل کی عقل کی دلیل ہے اور بعض بیان مثل جادو کے مؤثر ہوتے ہیں۔

آہ ایسے غافل ہو گئے کہ ہمیشہ حضورؐ کے فرمان واجب الاذعان کو ہم لوگ پس پشت ڈال رہے ہیں اور پرواہ تک نہیں کرتے۔ کوئی مولوی صاحب تو گھنٹہ بھر خطبہ اور دس منٹ نماز اور کوئی مولانا ڈیڑھ بلکہ دو گھنٹہ خطبہ اور پندرہ منٹ میں نماز غرضیکہ جس کو دیکھا وہ مذکورہ بالا حدیث کے خلاف کر رہا ہے۔ خدا ہم کو توفیق نیک عطا کرے آمین۔ (الراقم العاجز محمد بن ولی جوناگڈھی)

**اہلحدیث:** اس حدیث کی تشریح میں اختلاف ہے بعض علماء طول اور قصر ان دونوں (نماز اور خطبہ) میں باہمی نسبت سمجھتے ہیں۔ یعنی خطبہ کی نسبت سے نماز لمبی ہو۔ ان معنی سے تو خطبہ نماز سے چھوٹا ہونا چاہیے۔ نماز اگر پندرہ منٹ میں ختم ہو تو خطبہ دس بارہ منٹ میں ہو۔ غالباً اسی تشریح کے مطابق آپ کا سوال ہے۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ خطبہ فی نفسہ چھوٹا ہو اور نماز فی نفسہا لمبی ہو۔ ان دونوں میں نسبت مراد نہیں مثلاً آجکل اچھے طویل لیکچر کے لیے دو گھنٹہ ہوتے ہیں۔ تو خطبہ بھی چونکہ ایک لیکچر ہے وہ اتنا لمبا نہ ہونا چاہیے بلکہ دو گھنٹے سے کم وقت میں ختم کرنا عقلمندی ہے تاکہ حاضرین سو نہ جائیں جیسا کہ لمبے خطبوں میں مشاہدہ ہوتا ہے۔

(اہلحدیث ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ)

**تعاقب بر فتویٰ بندقہ:** اخبار اہلحدیث جلد ۱۷ نمبر ۳ میں ایک فتویٰ مولانا ابوالوفاء صاحب کا در بارہ حلت شکار بندوق کے چھپا ہے جبکہ بندوق بسم اللہ کہہ کر چلائی جائے اور شکار بندقہ رصاصیہ یا چھرہ یا گولی سے گر کر مر جائے اور ذبح کرنے کا موقع نہ ملے مولانا موصوف نے لکھا ہے کہ بندوق کا وجود پہلے نہ تھا متاخرین علماء نے اسے تیر کے حکم میں داخل کیا ہے لہذا جو تیر کے شکار کا حکم ہے یعنی حلت تو یہی اس کا حکم بھی ہے۔ علت جامعہ دونوں میں خرق (پھاڑ) کا پایا جاتا ہے اور صدم کا نہ ہونا یہ ہے خلاصہ استدلال)

**اقول:** بندقہ رصاصیہ یا چھرہ، یا گولی۔ ان میں نہ تو دھار ہے نہ نوک پھر ان سے بجز صدم پائے جانے کے خرق اصلی کسی طرح نہیں پایا جا سکتا۔ البتہ وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خرق جو صدم کی شدت سے حاصل ہوتا ہے وہ البتہ پایا جاتا ہے کہ چھرہ یا گولی شدت صدم سے شکار میں یا دیوار میں یا انسان کے جسم میں گھس جاتی ہے پس یہ خرق بلاشبہ عارضی ہوا جب تک دھار دار یا نوکدار چیز نہ ہو خرق کا پایا جانا مفقود ہے۔ اور جو خرق شدت صدم سے پایا جاتا ہے وہ عارضی ہے جو قابل اعتبار نہیں۔ بلکہ وہاں صدم ہی معتبر ہے۔ اور صدم سے مرا ہوا جانور حرام ہے۔ تم تجربہ کر کے دیکھ لو جب شدت صدم ہوگا تو اس کے ساتھ خرق ضرور ہوگا۔ اصل اس مسئلہ میں امام شوکانی رحمہ اللہ کی تحریر سے غلط فہمی عارض ہوتی ہے۔ تفسیر فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۱ میں ہے۔ قال الشوکانی اما البنادق المعروفة الآن وھی بنادق الحدید التی یجعل فیھا البارود والرصاص ویرمی بھا فلم یتکلم علیھا اھل العلم لتاخر حدوثھا فانھا لم تصل الی الدیار الیمنیة الا فی المائة العاشرة من الھجرة وقد سالنی جماعة من اھل العلم عن الصید بھا اذا مات ولم یتمکن الصائد من تذکیته حیا والذی یظھر لی انه حلال لانھا تخرق وتدخل فی الغائب من جانب منه وتخرج من الجانب الاخر وقد قال صلعم فی الحدیث الصحیح اذا رمیت بالمعراض فخرق فکله فاعتبر الخرق فی تحلیل الصید انتھی[1] والحاصل ان جملة ما یحسن الصید به من الالات ھذه البنادق الحدیدة التی یرمی بھا بالبارود والرصاص فان الرصاصة یحصل بھا خرق زائد علی خرق السھم والرمح والسیف ولھا فی ذلك عمل یفوق کل آلة ویظھر لك ذلك بانك لو وضعت ریشا او نحوه فوق رماد دقیق او تراب دقیق وغرزت فیه شیئا یسیرا من اصلھا ثم ضربتھا بالسیف المحدد او نحو ذلك من الالات لم یقطعھا وھی علی ھذه الحالة ولو رمیتھا بھذه البنادق لقطعتھا فلا وجه لجعلھا قاتلة بالصدم لا من عقل ولا من نقل وما نقل من النھی عن اکل ما رمی بالبندقة کما فی روایة عدی بن حاتم عند احمد ولا تاکل من البندقة الا ما ذکیت فالمراد بالبندق ھھنا ھی التی تتخذ من طین فیرمی بھا بعد ان ییبس وفی صحیح البخاری قال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن عمر فی المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ وھکذا ما صیدہ بعصی الحذف فقد ثبت فی الصحیحین وغیرھما من حدیث عبداللہ بن المغفل ان رسول اللہ صلعم نھی عن الخذف وقال انہا لا تصید صیدا ولا تنکئی عدوا لکنہا تکسر السن وتفقا العین ومثل ھذا ما قتل بالرمی بالحجارۃ غیر المحددۃ اذا لم تخرق فانہ وقیذ لا یحل واما اذا خرقت حل انتہی[1]"

ہم نے پوری عبارت باوجود طول ہونے کے نقل کر دی۔ اس کا خلاصہ وہی ہے جو پہلا گذرا ہاں اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نواب معلی القاب مولانا صدیق حسن صاحب بھی اس مسئلہ میں امام شوکانی کے موافق ہیں اور وہ رسالۂ یعنی پر کی مثال دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بہ نسبت تلوار و نیزہ و تیر کے گولی یا چھرہ یا بندقہ میں خرق بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ جو تجربہ پر موقوف ہے۔ غالباً بعد تجربہ کے لکھا ہوگا لیکن ہماری سمجھ میں اب تک یہ نہ آیا کہ وہ پتھر سے مارے ہوئے شکار کو بھی جائز اور حلال بتلاتے ہیں بشرطیکہ پتھر مارنے سے شکار میں خرق پایا جاوے واما اذا خرقت حل لیکن پتھر جب خرق پیدا کرے تو شکار حلال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس طرح پتھر مارنے میں صدمہ پایا جاتا ہے اور مٹی کے غلہ میں صدمہ پایا جاتا ہے اور غلہ کے شکار کی حرمت عدی بن حاتم کی روایت میں موجود ہے ولا تاکل من البندق الا ما ذکیت (غلہ کا شکار نہ کھاؤ جب تک ذبح نہ کر لو۔ اسی طرح بندوق کے چھرے یا گولی میں بھی صدمہ ہی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ دھاردار یا نوکدار نہیں نہ محدد ہے پس خرق کا وجود بتبع صدمہ شدید ہوا نہ بالاصالۃ۔

**نوٹ**: اس مسئلہ میں ایک بڑی مبسوط تحریر "القول المحمود" ہے جو مصر میں طبع ہوئی۔ ایک علامہ ہندوستانی ساکن ریاست ٹونک کی ہے دوسری تحریر علامہ مرحوم کی ہے جو وہ بھی مصر ہی میں طبع ہوئی ہے مولانا سید عرفان صاحب مرحوم ٹونکی نے ان دونوں کا مبسوط جواب لکھا تھا مگر وہ طبع نہ ہو سکا۔ خود مولانا عرفان صاحب

---

[1] حضرت مولانا سید عرفان کا یہ علمی و قلمی رسالہ بزرگوارم حاجی احمد خاں مرحوم نمبردار موضع رہپوا کے کتب خانہ میں تھا مجھے خود اس کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا ہے افسوس کہ حاجی صاحب مرحوم کے بعد یہ قیمتی خزانہ کرم خوردہ ہو کر ضائع ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حلت کے قائل تھے۔ مگر اب تک اس امر کی تشفی نہ ہوئی جسے اس کمترین نے پیش کیا ہے۔ خزق کے معنے اہل لغت نے قتل بحدہ لکھا ہے (مجمع البحار) اور بندقہ یا چھرہ یا گولی میں حد نہیں نہ نوک ہی ہے۔ (عبد السلام مبارکپوری عفی عنہ)

**اڈیٹر:** آپ کے اس تعاقب سے معلوم ہوا کہ حلت شکار بندوق کا فتوی ہی نہیں۔ بلکہ نواب صاحب بھوپال اور قاضی شوکانی سید عرفان وغیرہ مرحومین بھی قائل تھے۔ آہ! ؎

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم جنید و شبلی و عطار شد مست

علاوہ دلائل نقلیہ کے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر شکار بندوق حرام قرار دیا جائے تو آجکل شکار کی رسم ہی بند ہو جائے کیونکہ تیروں کا رواج ہی نہیں۔ فافہم۔

(۲۸ شوال ۱۳۵۲ھ)

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سنت پڑھ رہا ہے اور فرض نماز کھڑی ہو گئی اس کا ارادہ چار رکعت ادا کرنے کا ہے۔ ابھی پہلی رکعت میں ہے۔ دو رکعت کے بعد سلام پھیرے یا چار کے بعد۔ معہ حوالہ کتب جواب مرحمت ہو۔

**جواب:** بعد اقامت اس کو فوراً سنت ترک کر دینی چاہیئے۔ اس امر پر یہ حدیث دلیل ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قائم کی جائے نماز (اقامت) کوئی نماز درست نہیں مگر فرض۔ سنت ترک کر کے فرض میں شامل ہو جائے۔ فجر کی سنت ہو یا اور کوئی۔ بعد اقامت سنت پڑھنے والا مجرم ہے۔ (محمدی دہلی ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ)

**سوال:** من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ یہ حدیث ہے یا دلیل اگر حدیث ہے تو قوی ہے یا ضعیف؟

**جواب:** کسی بزرگ کا قول ہے اس کے معنے ہیں جو کوئی اپنے آپ کو بغور دیکھے کہ میں کیسا عاجز محتاج ہوں وہ خدا کو پہچان جاتا ہے۔ کیونکہ یہ انسان کو خدا کی ہستی کا ثبوت دیتی ہے۔

(۱۴ محرم ۱۳۳۱ھ)

**سوال:** جمعہ کے دن بوقت خطبہ خوانی خطیب منبر پر کھڑا ہو کر عصا پر ٹیک دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتا ہے تو با حدیث صحیحہ ثابت ہو۔ نہ دے سکتا ہے تو وہ بھی احادیث

---

؎ یادگار از حضرت مولانا احمد اللہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحیحہ سے ممانعت ثابت ہو۔ بغرض سنت ہے یا بدعت حکم خدا و رسول کے موافق مع ساتھ تشریح کے جواب دیں۔ (عبدالقادر کرنول)

**جواب:** ابن ماجہ میں حدیث ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا خطب فی الحرب خطب علی قوس واذا خطب فی الجمعۃ خطب علی عصا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب میدان جنگ میں خطبہ پڑھتے تو کمان کو ہاتھ میں لے کر پڑھتے اور جب جمعہ کے روز پڑھتے تو عصا (لکڑی) پہ پڑھتے۔ اس قسم کی حدیثیں بکثرت ہیں۔ اللہ اعلم۔ (۲۷ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ)

**سوال:** نمبر ۲۰ جلد ۷ فتویٰ نمبر ۱۱ کے جواب میں قبر پر پتھر وغیرہ کوئی نشان کے لئے رکھنا حدیث شریف کے رو سے آپ نے جائز بتلایا ہے۔ سوال میرا یہ ہے۔ اب نشانہ پتھر قبر پہ کس طرح لگانا۔ کیا نام مردے کا لکھنا۔ یا گول۔ لمبا یا چوڑا پتھر لگانا۔ (پی عبدالرحیم)

**جواب:** حدیث شریف میں اتنا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کی قبر پر پتھر رکھا نام وغیرہ لکھنے کا ثبوت نہیں۔ پتھر کسی خاص علامت کا رکھا جائے تو کافی ہے۔ (۲۸ رجب ۲۸ھ)

**سوال:** زید ماہ محرم کے عشرہ کے دنوں میں تعزیہ کی مجالس میں جا کر کھیلتا کودتا ہے۔ از روئے قرآن وحدیث ایسی مجلسوں میں زید کا جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور زید اس کو ثواب یا جائز سمجھ کر نہیں جاتا ہے فقط اس نیت سے جاتا ہے کہ محرم کی مجلسوں میں ہندو اور مسلمان سب جاتے ہیں اس لئے مسلمانوں کا زور ہندوؤں پہ غالب رہے اور ہندو مغلوب رہیں اور آئندہ اسلام میں ہندو قوم کوئی قسم کا خلل یا ضرر نہ پہنچائیں۔ (محمد عبداللہ۔ چیرا کنڈا۔ مانبھوم بنگال)

**جواب:** تعزیہ وغیرہ کی مجلس میں کسی نیت سے جانا بھی جائز نہیں۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں منع ہے لَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (۹ جولائی ۲۰ء)

**سوال:** ایک شخص جس کی زبان سے حرفوں کی ادائیگی، زبان کی لکنت یا ناک میں سے آواز نکلنے کی وجہ سے نہ ہوتی ہو اور وہ کسی کی سمجھ میں مشکل سے آتا ہو اور بہرا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی ہو تو ایسا شخص پیش امامی کے لائق ہو سکتا ہے یہ بھی خیال رہے کہ اس گاؤں میں اس شخص سے قابل شخص بھی موجود ہیں اور رئیس دوسرا عالم پیش امامی کے لیے رکھنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ (از منگرول بہبہ اکولہ)

**جواب:** قرآن مجید کو صحیح طریق سے پڑھنے کا حکم قرآن و حدیث میں آتا ہے رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا وغیرہ نیز سامعین شریک جماعت کو صحیح قرآن سن کر لبا اوقات تذکیر بھی ہوتی ہے اس لئے حکم ہے لِیَؤُمَّکُمْ اَقْرَءُکُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ زیادہ قرآن پڑھنے والا امامت کرایا کرے۔ اس لئے امام ایسا ہونا چاہیئے جس میں یہ اوصاف ہوں کہ اس کی قرارت ترتیل سے ہو جس سے سامعین متاثر بھی ہوں۔

(۴ ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ)

**سوال:** بعد نماز فریضہ کامل درود شریف پڑھ کے اللھم انت السلام پڑھیں یا درود شریف ترک کر کے فقط اللھم انت السلام سے شروع کریں درود شریف قبل پڑھنے کی ممانعت میں کوئی حدیث صحیح ہو تو بیان کریں۔

(خاکسار قاضی غلام محی الدین از کبرلی ساؤتھ افریقہ)

**جواب:** اوراد مسنونہ کے لئے یہ طریق ہے کہ جو ورد کسی مقام پر ثابت ہووہی مسنون ہے دوسرا نہیں حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص نے چھینک مار کر اللھم صل علی محمد کہا تو ابن عمر نے کہا اس موقع کے لئے ہم کو درود نہیں سکھایا گیا ہے۔ اس روایت کے مطابق بعد نماز متصل وہی دعا پڑھنی چاہیئے جس کا ثبوت ملتا ہے یعنی اللھم انت السلام۔ درود کی فضیلت بجائے خود ہے مگر وقت مناسب وہی ہے جو بتلایا گیا۔

(۴ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ)

**سوال:** ماسوائے ارنب یعنی خرگوش کے مسخ شدہ چیزوں سے کوئی اور بھی حلال ہے یا نہیں؟

**جواب:** ارنب (خرگوش حلال ہے۔ اس کے مسخ ہونے کا ثبوت میں نے نہیں پایا۔

(۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء)

**سوال:** اسلامی دوران یعنی رسالت محمدیہ میں نزول جسمانی ابن مریم کی کیا ضرورت ہے بنی آدم پر تسلط شیطانی روحانی ہے۔ جس کے دفعیہ کے لئے نزول مسیح بھی روحانی ہونا چاہیئے۔ مسیحیوں کا خود عقیدہ ہے کہ مسیح کا نزول ثانی جلالی ہوگا۔ (شیخ قاسم علی اودسیر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب**: جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے ہیں وہ ایسے ہی اوقات میں آئے کہ شیطان کا لوگوں پر غلبہ تھا۔ (اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ) تو کیا انبیاء کی پیدائش جسمانی تھی یا روحانی (وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةً) مسیحیوں کا عقیدہ جلالی کے معنے ہیں یا حکومت۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ بلکہ ہمارے زمانہ کے غیر اصلی مسیح قادیانی کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ اور ازالۂ اوہام) (۱۸ ستمبر ۱۳۱ء)

**سوال**: کیا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی ہر دو حضرات حنفی تھے یا اہلحدیث؟ اگر حنفی تھے تو سورہ فاتحہ خلف الامام کی کیوں تائید کرتے تھے۔ اگر کرتے تھے تو غالباً خود بھی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہونگے اگر اہلحدیث تھے تو یہ کیوں مشہور ہے کہ آپ حنفی تھے؟ (ایضاً)

**جواب**: مولانا عبدالحی لکھنوی تو اپنے آپ کو حنفی لکھتے تھے۔ شاہ صاحب بلباس حنفیت عامل تھے۔ مگر احادیث کا ان پر اثر تھا۔ اس لئے بہت سے مسائل حدیثیہ کے قائل تھے۔ مثلاً شاہ صاحب رفع یدین کی بابت فرماتے ہیں والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع جو رکوع کے وقت رفع یدین کرتا ہے وہ نہ کرنے والے سے مجھے محبوب تر ہے۔ اللہ اعلم۔ (۱۲ دسمبر ۱۹۲۹ء)

**سوال**: ایک شخص نے دو مرغ ذبح کئے مگر ناواقفی کی وجہ سے ان کی گھنڈی کا کچھ حصہ زبان کاکٹ کر نیچے کی طرف آگیا۔ کیا یہ حلال ہوئے؟ یا حرام؟

**جواب**: حلال ہے۔ اس قسم کی بھول چوک معاف ہے۔ (۵ رجب ۱۳۴۶ھ)

**سوال**: چار آدمی مسجد کے پاس بیٹھ کر تاش یا جوا کھیلتے تھے۔ ایک پرہیزگار متقی نے انہیں منع کیا کہ یہاں مت کھیلو۔ انہوں نے جواب دیا یہ تو مسجد نہیں۔ جاؤ تمہارا اس میں کام نہیں۔ مسجد کے متولی نے بھی کھلاڑیوں کی تائید کی۔ درانحالیکہ وہ جگہ متصل مسجد ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ متولی از وارث وقف کنندہ مرحوم متولی ہے کیا یہ سب کھلاڑی اور متولی صاحب مجرم ہیں؟۔ (خریدار نمبر ۸۰۸۳)

**جواب**: تاش۔ جوا وغیرہ ہر جگہ منع ہے۔ مسجد کے پاس ہو یا دور۔ کھیلنے والوں کی تائید کرنا بھی گناہ ہے۔ (۶ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ)

**سوال**: ہمارے اطراف میں ایک مولانا محدث و مفسر صاحب آئے تھے۔ صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موصوف ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں بغیر دعوت نہیں جاتے تھے۔ مجلس وعظ میں قرآن وحدیث دل کھول کر بیان کرتے ہیں۔ برائے وعظ نصیحت کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ مگر گھر اگر دعوت کریں اور صاحب دعوت اگر تعظیماً کچھ دینا چاہیں تو بنظر حقارت فقیروں کی بھیک کہہ کر نہیں لیتے۔ لیکن پہلے ہی یہ بندوبست کر لیتے ہیں کہ تمہارے گاؤں جاکر جلسہ وعظ کروں گا میرا خرچ باربرداری پچاس روپے سے کم نہیں۔ پھر ویسا ہی ٹھہرا لیتے ہیں۔ کیا صاحب دعوت اگر کچھ دے تو از روئے قرآن وحدیث منع ہے؟

**جواب**: حدیث شریف میں آیا ہے اذا اعطیت بلا اشراف نفس فخذہ (جب تمہیں بے مانگے کوئی چیز ملے تو لے لیا کرو) اس حدیث سے ثابت ہے کہ کوئی شخص واعظ کی خدمت کرے تو قبول کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (جو لوگ تم سے مزدوری نہیں مانگتے ان کی بات سنو) یہ مانگنے کے متعلق ہے۔ حدیث مذکور کے خلاف نہیں۔ (۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ)

**سوال**: تعویذ اور گنڈے کرنا قرآن شریف سے جائز ہے یا نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا ہے کرنا درست ہے یا نہیں؟

**جواب**: تعویذ اور گنڈے کرنا حدیثوں میں منع آیا ہے جو دعائیں اور معوذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں وہ لکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالے جائیں تو ثبوت ملتا ہے مثلاً

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق وشر کل شیطان وهامة وشر کل عین لامة مصنوعی تعویذات کے الفاظ اگر شرک وکفر سے پاک بھی ہوں تو بھی وہ اس درجہ کے نہیں ہو سکتے جو درجہ ان کلمات طیبہ کا ہے۔ (یکم فروری ۱۹۱۸ء)

**تشریح**: وہ تعویذات اور گنڈے شرعاً ناجائز اور ممنوع ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوں۔ استعانت بغیر اللہ ہو یا جن کے معنے معلوم نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور آیات قرآنی وادعیہ ماثورہ کے ساتھ تعویذ کرنا اور گلے میں لٹکانا بلاشک جائز و درست ہے۔ حدیث مندرجہ ذیل اس پر شاہد ہے سنن ابوداؤد و جامع ترمذی میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا فزع احدکم فی النوم فلیقل اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ فانها لن تضرہ وکان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبداللہ بن عمرو یعلمہا من بلغ ولدہ ومن لم یبلغ منہم کتبہا فی صک ثم علقہا فی عنقہ۔ قال صاحب التعلیق الصبیح تحت ھذا الحدیث وھذا اصل فی تعلیق التعویذات التی فیہا اسماء اللہ تعالیٰ وکذا فی المرقات یعنی یہ حدیث تعویذات کے لٹکانے کے متعلق جن میں اسمائے الٰہی ہوں اصل ہے فقط۔ ۲ شوال عید الفطر ۱۳۷۲ھ

(حررہ العاجز ابو محمد عبدالجبار صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم کھنڈیلہ (مشرقی پنجاب)

**سوال:** کتاب حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے صفحہ ۴۸۹ میں ایک حدیث یوں مرقوم ہے الشؤم فی المرأۃ والدار والفرس۔ (نحوست عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی ہے۔) زید کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عقل سلیم کے خلاف ہے اور ایسی حدیث پر اعتقاد رکھنا جزو ایمان نہیں۔ بکر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ سے اُسے صحیح بتاتا ہے اور عورتوں کی نحوست کو تسلیم کرتا ہے بلاہ عنایت اس حدیث کے متعلق شائع فرمائیں کہ اسماء الرجال کی کسوٹی پر صحیح اترتی ہے یا نہیں۔ زید بکر کے عقائد کے متعلق بھی اپنی رائے سے مطلع فرمائیں (ڈاکٹر محمد ایوب ایسسٹنٹ سرجن ادھم)

**جواب:** حدیث غلط نہیں۔ دونوں صاحبوں کو حدیث مذکورہ کے معنے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے معنی یہ ہیں کہ ان تین چیزوں میں ناموافقت ہونے کی صورت میں جو تکلیف ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں عورت کی ناموافقت اللہ کی پناہ۔ گھوڑے کی سرکشی خدا کی پناہ۔ گھر کی تنگی الاماں اسی لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے وسع لی فی داری (اے خدا میرے گھر میں وسعت دے)۔ (۲۷ صفر ۱۳۴۶ھ)

**سوال:** کیا نبیوں کے سب ہی خواب سچے ہوتے ہیں یا کہ بعض نہیں بھی مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لَقَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا کہہ کر قربانی فرزند سے منع کیوں کیا جاتا۔ اگر یہ خواب سچا ہوتا تو عمل ضروری تھا لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ۔

**جواب:** حضرت ابراہیم کا خواب سچا اور اس کے وہی معنے ہیں جو انہوں نے سمجھے اور کرنے پر تیار ہو گئے لیکن انجام تک پہنچانے سے خود خواب دکھانے والے نے روک دیا۔ کیونکہ انما الاعمال بالنیات۔ (۲ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ)

**سوال:** کسی کو یہ کہتے سنا کہ جناب اڈیٹر اہلحدیث نے تفسیر عربی کے بعض مقامات کو بایماء سلطان نجد تبدیل کر دیا۔ اگر یہ درست ہو تو جدید اور سابقہ دونوں تفسیروں سے اصح کون ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب**: سلطانی دربار میں حسب صوابدید علمائے نجد مجھ پر لازم کیا گیا تھا کہ میں آیت "استویٰ" کی تفسیر سلف محدثین کے موافق کر دوں اور اس پر ایک حاشیہ لکھوں۔ چنانچہ میں نے یہ لازم ادا کر دیا اور حاشیہ بھی لکھ دیا۔ آپ دونوں کو دیکھ کر فرق بتلایئے گا تو آپ کے سوال پر غور کیا جائیگا۔ ورنہ کہا جائے گا لو تراہ لوجدتہ۔ (۲- ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ)

**سوال**: کس طرح سورج گرہن یا چاند گرہن ظہور میں آتے ہیں۔ اس کا ثبوت بذریعہ قرآن وحدیث چاہتے ہیں۔ یہ بھی اگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آسمان گردش میں ہے تو واضح کریں۔

**جواب**: آسمان کی گردش اس آیت سے مفہوم ہوتی ہے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (آسمان گردش والے کی قسم ہے) سورج چاند کے گرہن کی وجہ قرآن یا حدیث میں نہیں۔ حدیث میں گرہن کو آیت اللہ فرمایا ہے۔ گرہن کی وجہ سمجھنے سے پہلے زمین چاند اور سورج کا باہمی تعلق ذہن نشین کرنا چاہیے علم ریاضی والوں نے ان تینوں کا جو نقشہ بنایا ہے وہ یوں ہے۔

زمین ـــــ چاند ـــــ سورج۔ چاند اور زمین سورج سے روشنی لیتے ہیں۔ چاند اپنی حرکت میں ایسی جگہ آ جاتا ہے جو اس تصویر میں دکھائی دیتا ہے یعنی چاند، زمین اور سورج میں حائل ہو جاتا ہے جیسا نقشہ مرقومہ میں دکھایا ہے تو ہم باشندگان زمین کو سورج گرہن معلوم ہوتا ہے۔ صرف ہمارے دیکھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ سورج بدستور روشن ہے اور جب چاند تک سورج کی روشنی پہنچنے میں زمین حائل ہو جاتی ہے تو چاند کو گرہن ہو جاتا ہے مثلاً یوں چاند ـــــ زمین ـــــ سورج یہ سب کچھ ان تینوں کی حرکات پر موقوف ہے۔ مگر یہ تشریح علم ریاضی والوں کی ہے۔ قرآن وحدیث میں صرف آیۃ من آیات اللہ آیا ہے جو سارے مطلب کو حاوی ہے۔ (۸ ستمبر ۱۹۳۳ء)

**سوال**: مشکوٰۃ میں جو حدیث حضرت عمرؓ سے روایت آئی ہے کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتدا کرو گے ہدایت والے ہو جاؤ گے یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح ہے۔ (اے۔ ای۔ پٹیل۔ ٹون افریقہ)

**جواب**: یہ روایت صحیح نہیں۔ حافظ ابن قیمؒ کئی طرق نقل کر کے لکھتے ہیں لا یثبت شئی منھا (کوئی روایت ثابت نہیں) آگے لکھا ہے فھذا الکلام لا یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اعلام الموقعین صفحہ ۲۳۶ ج ۱ (۵- جولائی ۱۹۳۵ء)

**سوال**: بعد مرگ ولی یا نبی کی کرامات کا سلسلہ جاری رہتا ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب:** معجزات اور کرامات دو قسم کی ہیں۔ ایک عملی دوم علمی۔ عملی یہ ہے کہ ان کے ہاتھ (یدیم) سے خلاف عادت کوئی کام ہو جائے جیسے شق القمر وغیرہ یہ تو بعد انتقال ختم ہو جاتا ہے۔ علمی یہ کہ آئندہ زمانہ کے متعلق کوئی خبر دی ہو وہ بعد انتقال پوری ہو جائے اس قسم کی کرامت بعد انتقال بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تیس دجال ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یا فرمایا تھا کہ میرے بعد اسلام کا نام ہی نام رہ جائے گا چنانچہ یہی ہو رہا ہے اس قسم کے معجزات یا کرامات بعد انتقال بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ (۲۳-۱ اگست ۱۹۲۵ء)

**سوال:** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند کو دیکھ کر "هٰذَا رَبِّي" کہا یہ عقیدہ کہا یا اور کسی نیت سے کہا صورت اول میں شرک لازم آیا۔ خواہ چند منٹ کے لیے ہو۔ اس الزام کا ازالہ کس طرح ہو۔ نبی سے ایسا فعل ایک لمحہ کے لیے بھی ممکن نہیں۔ زید کہتا ہے هٰذَا رَبِّي مترادف ہے اَهٰذَا رَبِّي کے واسطے تردید عقیدہ قوم امتحاناً کہا تھا۔ (شیخ قاسم علی)

**جواب:** جو کچھ زید کہتا ہے پہلے مفسروں میں سے بعض نے یہی کہا ہے۔ میرے نزدیک استفہام نہیں نہ شرک ہے قبل نبوت اختلاف مدارج کے تحت میں ہے۔ اس کی مثال میں آیت کریمہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى پیش ہو سکتی ہے۔ (۴ ستمبر ۱۹۳۶ء)

**سوال:** بخاری ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ مصر میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ابوبکرؓ پر ایسی ناراض ہوئیں کہ مرتے دم تک کلام نہیں کیا اور یقیناً ممدوحہ نے ابوبکرؓ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا اور اسی حال میں وفات پائی یا ثابت کرو کہ انہوں نے ابوبکرؓ کی کب اور کیونکر بیعت کی اور اگر بیعت نہیں کی تو بقول آنحضرت مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (تفسیر در منثور سیوطی زیر آیۃ مسودہ) مسلمان تھیں یا نہیں اگر مسلمان تھیں تو ابوبکرؓ کیونکر خلیفہ ہوئے۔ (سید پیر)

**جواب:** شیعوں کی طرف سے اس قسم کے بیکار سوال ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے مسئلہ وراثت کے متعلق جب حدیث سنی تو اس امر میں گفتگو نہ کی بلکہ راضی ہو گئیں۔ چنانچہ شیعوں کی مسلمہ کتاب نہج البلاغت کی شرح ابن ابی الحدید میں ہے فرضیت بالتسلیم خلافت تو ان کے عرضی دعوی ہی سے ثابت ہے۔ ابوبکرؓ کی خدمت میں بحیثیت حاکم دعوی پیش کرنا ہی تسلیم خلافت ہے۔ (۴ ستمبر ۱۹۳۶ء)

**سوال:** بخاری ج ۲ ص ۲۱۳ میں ہے کہ فاطمہؓ میری پیاری پارۂ جگر ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا یہ بتلاؤ کہ رسول خدا کو غضبناک کر کے ابوبکر کیوں کر مسلمان رہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**جواب:** حدیث کا مطلب صحیح ہے کہ جو فاطمہؓ کو تکلیف دہی کا کام کرے نہ یہ کہ نیک نیتی سے حدیث رسول سنائے جو فاطمہؓ کی منشاء کے خلاف ہو تو اس پر بھی یہ وعید جاری ہو۔ ہرگز نہیں
(۴ ستمبر ۳۶ء)

**سوال:** قرآن میں لکھا ہے یہود بدعملی سے بندر بنائے گئے یہ خلاف ہے لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ کے اگر یہ درست ہے تو تناسخ ثابت ہے۔ صحیح مفہوم کیا ہے؟

**جواب:** لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ کے معنی ہیں لا مبدل مغیر اللہ لخلق اللہ تناسخ توالد سے ہوتا ہے بے توالد تناسخ نہیں۔ (۲۰ نومبر ۳۶ء)

**سوال:** کیا حضرت ابراہیمؑ واقعی آگ میں ڈالے گئے تھے۔ قرآن سے ایسا ثابت ہے بینوا توجروا

**جواب:** واقعی ڈالے گئے تھے آگ کو حکم کُونِي بَرْدًا پہنچا یہی چاہتا ہے۔ (۲۰ نومبر ۳۶ء)

**سوال:** سورہ فاطر میں فرشتوں کے پروں سے مراد ان کا واقعی ہے یا صرف تمثیل مقصود ہے؟

**جواب:** اہل حق کے نزدیک انکا واقعہ ہے اہل نیچر کے نزدیک تمثیل ہے۔ (۲۰ نومبر ۳۶ء)

**بحث تسبیح دانہ:** افراد اہلحدیث کا کچھ ایسا خیال ہے کہ ہاتھ میں عقیق البحر وغیرہ کی تسبیح رکھنا بدعت ہے اور اکثر احمد و ترمذی و ابوداؤد کی اس روایت کو پڑھ دیتے ہیں واعقدن بالانامل فانھن مسئولات مستنطقات یعنی انگلیوں کی پوروں پر شمار کیا کرو۔ گویہ طریق اولیٰ و افضل ہے لیکن دھاگے میں دانوں کو جمع کر کے تسبیح پڑھنا اور ان پر شمار کرنا بھی بحکم حدیث جائز ہے سنن اربعہ و ابن حبان و حاکم میں سعد بن ابی وقاص کی یہ روایت مذکور ہے انه دخل مع رسول الله صلی الله علیه وسلم علی امرأة وبين يديها نوى او حصى تسبح به الحديث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے یہاں تشریف لے گئے وہ اپنے آگے کنکریوں یا گٹھلیوں کو رکھ کر تسبیح پڑھتی تھی۔ حضرت نے اس کو بالکل نہیں روکا بلکہ اور دعا بتلادی کہ اس کو پڑھ۔ ترمذی نے اس کو حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ ایک دوسری روایت حاکم و ترمذی میں ہے عن صفية قال دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وبين يدي اربعة آلاف نواة اسبح بها الخ حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ حضور پرنور میرے یہاں تشریف لائے حالانکہ میرے آگے چار ہزار گٹھلیاں تھیں میں ان پر تسبیح پڑھتی تھی تو آپ نے مجھے سبحان اللہ عدد خلقہ والی دعا بتلادی۔ سیوطیؒ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ قاضی شوکانی نیل میں فرماتے ہیں والحدیثان الآخران يدلان على جواز عقد التسبيح بالنوى والحصى وكذا بالسبحة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لعدم الفارق لتقریرہ صلعم للمرأتین علی ذالک وعدم انکارہ یعنی دونوں حدیثوں سے کنکری اور گٹھلی اور تسبیح مروجہ پر شمار تسبیح کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں عورتوں کو منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے اس فعل پر ان کو ثابت رکھا رسالہ جزء ہلال الحفار میں بہت سے آثار اس طور سے تسبیح پڑھنے کے منقول ہیں ابن سعد نے طبقات میں فرمایا ہے اخبرنا عبداللہ ابن موسیٰ اخبرنا اسرائیل عن جابر عن امرأۃ خدمتہ عن فاطمۃ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب انہا کانت تسبح بخیط معقود فیہا۔ یعنی فاطمہ تاگے والی تسبیح پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں اور زوائد الزہد میں ہے عن ابی ہریرۃ انہ کان لہ خیط فیہ الفا عقد فلا ینام حتی یسبح یعنی حضرت ابوہریرہؓ کے پاس دو ہزار دانہ کی ایک تسبیح تھی سوتے وقت ہمیشہ اس پر پڑھتے۔ غرض آثار کہاں تک نقل کئے جائیں۔ علامہ سیوطی کا اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام ہے المنحۃ فی السبحۃ اس میں انہوں نے بڑے زوروں سے تسبیح دانہ والی کو پڑھنے کا ثبوت دیا ہے آخر میں فرماتے ہیں ولم ینقل عن احد من السلف ولا من الخلف المنع من جواز عد الذکر بالسبحۃ بل کان اکثرھم یعدونہ بہا ولا یرون ذالک مکروھا انتھی۔ یعنی دانہ والی تسبیح پر تسبیح پڑھنے کی ممانعت سلف و خلف کسی سے بھی منقول نہیں بلکہ وہ لوگ خود اسی تسبیح پر شمار کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی کراہت نہیں دیکھتے۔ ولعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔ عاجز محمد ابو القاسم بنارسی (۲۰ مئی ۱۹۱۳ء)

**سوال**: قرآن پاک و احادیث کا ترجمہ کرکے شائع کرنا ثابت وجائز ہے یا نہیں؟

**جواب**: جائز بلکہ ضروری ہے بدلیل قولہ تعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہے اور تبلیغ ضروری ہے اس سے قرآن پاک احادیث کا ترجمہ ہر زبان میں چاہیئے تاکہ تبلیغ کا کام پورا ہو سکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا پر پورا عمل ہو۔ (۲۷ اگست ۳۷ء)

**سوال**: علمائے اہلحدیث کے دیئے ہوئے فتاوی عام جماعت اہلحدیث کے لئے معتمد و معتبر و مستند و واجب التسلیم و واجب التعمیل ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**جواب**: کسی عالم کے فتوے کا معتبر و مستند ہونا اس کی دلیل پر منحصر ہے دلیل پختہ ہوگی تو معتبر ہے ورنہ نہیں محض عالم کا فتویٰ واجب التعمیل نہیں۔ واجب التعمیل صرف فرمان خدا و رسول ہے اور بس بحکم اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ الآية - واللہ اعلم (۲۳ ستمبر ۳۷ء)

# تمت بالخیر

الحمد للہ کہ آج فتاوی ثنائیہ محشی بحواشی شریفہ مع تشریحات مفیدہ (جلد اول) کی تکمیل سے فراغت ہوئی دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس دینی علمی مجموعہ کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور حضرت العلام جناب مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی یادگاروں میں اس یادگار عظیم کو بھی دوام نصیب کرے اور حضرت الاستاذ مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب محدث دہلوی دامت برکاتہم کو دونوں جہان میں جزائے خیر عطا کرے جنہوں نے بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ پوری کتاب پر نظر فرمائی اور جگہ جگہ اپنے فاضلانہ حواشی سے اس یادگار کو چار چاند لگائے اور علمی اعانت کرنے والے دیگر حضرات علمائے کرام کو بھی جزائے خیر دے جنہوں نے اس کی ترتیب اور تبویب میں وقتاً فوقتاً اپنے بہترین قیمتی مشوروں سے مجھے ممنون و مشکور کیا اور جملہ معاونین حضرات کو باری تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے جن کی مالی اعانت نے ایک خادم اس اہم ترین کام کو آسان کر دیا۔ یہ حقیقت پہلے بھی لکھی جاچکی ہے اور مکرر پھر عرض ہے کہ معصوم عن الخطا صرف انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوتے ہیں پھر ہر انسان سے خطا و نسیان کا ہمہ وقت امکان ہے حجۃ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک انسان تھے۔ ہمارا فرض ہے کہ آپ کا جو فتویٰ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پائیں اسے "لغزش و نسیان" پر محمول کریں۔ اسلاف امت کے حق میں بدگوئی کرنا سچے مسلمان کا شیوہ نہیں۔ اس بارے میں قرآن پاک کا صاف اعلان ہے۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

محمد داؤد راز

(۱۱- شوال المکرم ۱۳۷۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# باب ہشتم

# کتاب النکاح

## افتتاحیہ

از حضرت العلام مولانا ابو المکارم ظفر عالم صاحب شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ مالیگاؤں

اما بعد۔ اسلام کے ظاہری احکام دو طرح کے ہیں عبادات اور معاملات کتب حدیث و فقہ انہی دو قسموں پر مشتمل ہیں مسلمان کو ظاہر عبادت سے آراستہ رکھنا رکن عبادات ہے اور اپنی زندگی (حرکات و سکنات) کو ادب کے ساتھ رکھنا رکن معاملات اول کا تعلق خدا سے ہے جس کو حق اللہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا حق بندگی اپنے بندوں سے بلا شرکت غیرے چاہتا ہے۔ نماز روزہ اور زکوٰۃ و حج مسلمان کے مال و جان اور زبان سے یہ حق ادا ہونا چاہیے دوسری قسم کا تعلق بنی نوع انسان سے ہے جس کو تمدنی تعلق کہتے ہیں یہ منزل جس قدر دشوار گذار ہے اسی قدر اس کے مفاد میں فائدہ نہ صرف غیروں کا بلکہ خود اپنا بھی ہے اسی سے انسان کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔

فتاویٰ ثنائیہ کی ترتیب فاضل مرتب نے انہی دو قسموں پر رکھی جو ہزارہا مسائل کا زبدہ ہے۔ جلد اول عبادات کے بعد جلد ثانی معاملات ہی پر ہے اور چونکہ مسائل و احکام نکاح اسی سے متعلق ہیں اس لیے حسب ارشاد عزیزم راز صاحب بطریق اختصار میں ان مسائل کو پیش کر رہا لیکن یہ اس قدر تفصیل طلب ہیں کہ خود قرآن مجید سے بیان کرنے میں یہ بحث ناکافی ہوگی کیونکہ بحیثیت فتاویٰ اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے پھر احادیث کا سلسلہ تو بہت ہی طویل ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صرف کتب صحاح کے مصنفین نے عنوانات کے تحت بہت سی حدیثیں جمع کی ہیں سیدنا امام بخاری رح نے اپنی صحیح میں ۲۲۸ حدیثیں جمع کیں اور امام مسلم رح نے صحیح مسلم میں ۱۶۱، اسی طرح امام ابو داؤد رح نے اپنی سنن میں ۱۱۷، اور امام نسائی رح نے ۱۹۳ پھر اسی طرح ابن ماجہ میں ۱۷۴، ترمذی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موطا مالک و دیگر کتب ان کے سوا ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ سب تفصیل اس جگہ نہیں سما سکتی اس لئے محض تعمیل ارشاد کی بنا پر مختصر مسائل اپنے رسالہ دستور النکاح سے منتخب کر کے پیش کرتا ہوں۔ وھو الموفق

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں معلوم کرو کہ فن تدبیر منزل کے اصول تمام عرب و عجم کے نزدیک مسلم ہیں۔ البتہ ان کی صورتوں میں اختلاف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں پیدا کیے گئے اور حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہوا کہ تمام دنیا میں بایں طور حکمۃ اللہ کا اعلان ہو کہ عرب کا دین تمام ادیان پر غالب کیا جائے و نیز تمام دنیا کے عادات عرب کی عادات سے منسوخ کیے جائیں اور تمام دنیا کے لوگوں کی ریاست ان کی ریاست سے منسوخ کی جائے لہٰذا یہ بات ضروری ہوئی کہ بجز عرب کی عادات کے تدبیر منزل کسی صورت نہیں ہو سکتی (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۸۷)

سبحان اللہ شاہ صاحب نے کیسی پیاری بات کہی ہے۔ کیوں نہ ہو کیونکہ یہ دین تمام ادیان سے سہل تر ہے قران بھی کہتا ہے۔

یرید اللہ بکم الیسر۔ ولا یرید بکم العسر — خدا تمہارے حق میں آسانی کا ارادہ کرتا ہے۔ نہ دشواری کا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین — تم آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ دشواریاں پیدا کرنے کو

پیغمبر کا مقام جب یہ ہے تو پھر نکاح کے احکام میں کیوں اچھائی نہ ہو گی بس اسی کو پیش نظر رکھ کر مسائل نکاح پر نظر ڈالیے۔

## نکاح کیا ہے؟

یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی عقد مرد و عورت اور مجامعت کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شرعی میں۔ نکاح نام ہے اس تقریب کا جو اعلان عام، اور تقرری مہر رضائے فریقین سے کسی عورت کا کسی مرد کے ساتھ رشتہ یا عقد کیا جاتا ہے۔

اس میں اول خدا تعالیٰ کی رضامندی دیکھی جاتی ہے کہ آیا اللہ کی طرف سے اجازت ہے کہ نہیں پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضابطہ اور عمل در آمد کے موافق ہے یا نہیں پھر لڑکیوں کے ولی کی رضامندی ضروری ہے اگر ولی رضامند نہ ہو اور نکاح ہو جائے تو اس طرح کے نکاح بدیوں میں ل جاتے ہیں اور نتائج خراب نکلتے ہیں ایسا ہی لڑکوں اور لڑکیوں کی رضا ضروری ہے پس ان رضامندیوں کے بعد نکاح ہوتا ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی نارضامندی اور مخالفت ہو تو پھر اس میں مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں مختصر یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل در آمد کے موافق اور دینوں پھر طرفین کی رضامندی کے بعد جب ایک فریق منظور کرتا ہے اور دوسرا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کو قبول کرتا ہے تو بس یہی نکاح ہوتا ہے

**مقصد نکاح**

بڑا مقصد تو نکاح سے یہ ہے کہ خدا و رسول کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے قرآن مجید میں متعدد جگہ نکاح کا ذکر آیا ہے اور حدیث و فقہ میں اس کی تفصیل و شرح بیان کی گئی ہے بڑی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس کے مقاصد و تجرد کے مفاسد خوب واضح بیان کیے گئے ہیں قرآن میں ہے

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا — اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تم میں سے جوڑے بنائے

وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ — کہ تم ان سے آرام پکڑو اور تم میں دوستی اور نرمی رکھدی

پھر فرمایا

نساء کم حرث لکم — تمہاری عورتیں تمہاری اولاد پیدا کرنے کیلئے بمنزلہ تمہاری کھیتی کے ہیں۔

ایک جگہ فرمایا۔

حافظات للغیب — تمہاری بیویاں تمہاری غیر حاضری میں تمہارے مال و عزت اور دین کی حفاظت کرنے والیاں ہیں

محصنین غیر مسافحین بھی فرمایا کہ تمہارا نکاح اس نیت سے ہو کہ تم تقویٰ و پرہیزگاری کے قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔ "حصانؔ" کا لفظ "حصن" سے مشتق ہے اور "حصن" بمعنیٰ قلعہ، نکاح کا نام احصان اس واسطے رکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان عفت کے قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور بدکاری اور بدنگاہ سے بچ جاتا ہے اور جسم بھی بچا رہتا ہے پس حاصل یہ نکلا کہ نکاح قلعہ کا حکم رکھتا ہے انسان کو اللہ نے متمدن بنایا ہے اس لئے وہ خلوت میں آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ وہ مجبور ہے کہ اپنے ہمنشیں کا ہمدم ہو جمعیت کا حصول مرد و عورت کے بجز ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے اس کے لئے ازدواجی زندگی ضروری ٹھیری یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تجرد و رہبانیت کو ممنوع قرار دیا ہے بڑے بڑے دانا اور حکما نکاح کے قائل رہے ہیں تامل کرو گے تو تجرد میں صرف اتنا ہی فائدہ نظر آئے گا کہ وہ عیالداری کے تفکرات سے بچا رہے مگر جب ذرا زیادہ غور و تامل سے کام لوگے تو مفاسد زیادہ نظر آئیں گے طرح طرح کے آلام و امراض پیدا ہونگے مجرد آدمی تکثیر نوع انسانی سے محروم رہے گا۔ خانہ داری کی برکتوں اور آسائیوں سے بھی محروم رہنا پڑیگا پھر محبت جو درحقیقت دنیا میں ایک نعمت عظمیٰ ہے اس کی لطف اندوزی سے کیا واقف ہو سکے گا بہرحال انسان جو جمعیت و ملاپ اور رہن سہن کے لئے مجبور ہے۔ پس نکاح ہر حال میں مفید صحت، اطمینان بخش۔ راحت رساں اور سرور افزا کفایت آمیز و ترقی زندگی دارین ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یاایها الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

معلوم ہوا منجملہ تقویٰ کے نکاح بھی ہے اور منجملہ شعائر اسلام بھی

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ ورزقکم من الطیبات

اس آیت میں رب کی طرف سے بندوں پر منت عظمیٰ ہے کہ ازواج پیدا کیے اور اولاد و اولاد کی اولاد دی

بہرحال تم اخلاقی طور پر پابندی صورت میں جب اس پر غور کرو گے تو نکاح کو فائدوں سے بھرپور پاؤ گے طریق معیشت کے لئے اس سے بہتر اور مناسب کوئی اور صورت نہیں۔ بیماریوں سے بچانے کا عجیب علاج ہے اگر یہ قانون الٰہی بنی نوع انسان میں نافذ نہ ہوتا تو دنیا آج سنسان نظر آتی نہ تو کوئی مکان ہوتا اور نہ یہ موجودہ شاداب و سرسبز کارخانہ ہوتا۔ پس اللہ اور اس کے رسول کا فرمان سچ ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ کہ آدمی گناہ سے بچتا ہے دل ٹھکانے لگتا ہے نیت ڈانواں ڈول نہیں ہوتی شہوت کم ہو جاتی ہے اولاد ہونے سے امت اسلام بڑھتی ہے سنت انبیا پر عمل ہوتا ہے اولاد صالح اور نیک پیدا ہو تو اس کی موت کے بعد وہ دعائے خیر کرتی ہے۔ نکاح سے شکر نعمت بھی بجالایا جاتا ہے کیونکہ صحبت کرنا بھی ایک نعمت ہے عورت کی بدخلقی اور اولاد کی پرورش پر جو کچھ صبر اور تکلیف جھیلی جاتی ہے وہ بھی گناہ کے کفارہ کا سبب ہے نکاح میں فائدہ کا فائدہ اور ثواب کا ثواب، کیونکہ میاں بیوی کا پاس بیٹھ کر محبت پیار کی باتیں کرنا ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفل نمازوں سے بھی بہتر ہے اسی لئے خدا نے یہ حکم دیا

| | |
|---|---|
| وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم | اپنی رانڈوں اور لائق غلاموں و باندیوں کے نکاح کر دو |
| فانکحوا ما طاب لکم من النساء | جو عورتیں تم کو پسند ہوں نکاح کر لو۔ |

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے

| | |
|---|---|
| تناکحوا تناسلوا فانی مکاثر بکم الامم ولو بالسقط (غنیۃ) | تم نکاح کرو اولاد بڑھاؤ کیونکہ میں فخر کرنے والا ہوں تم سے امتوں پر۔ اگرچہ وہ حمل کا بچہ ہو کچا ہی نہ ہو۔ |

نکاح کے سبب آدمی حرام کاری اور غیر عورتوں کی طرف نظر کرنے سے بچ جاتا ہے (بخاری)

جو شخص عفت کے لئے نکاح کرتا ہے اللہ پاس کی مدد کرنا ضروری ہے (ترمذی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نکاح سے انسان کا آدھا ایمان کامل ہوتا ہے جس نے نکاح نہ کیا اس کا آدھا ایمان نہیں (مشکوٰۃ)

مرد عورت میں جیسی نکاح سے محبت ہوتی ہے کسی اور چیز سے نہیں ہوتی (مشکوٰۃ)

جو شخص نکاح کر سکتا ہو پھر وہ نکاح نہ کرے تو ہم میں سے نہیں (طبرانی)

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میں نکاح کرتا ہوں جو میری سنت سے بیزار ہو وہ مجھ سے نہیں (بخاری)

مسواک، خوشبو، ختنہ، نکاح ایسے کام ہیں جن کو تمام رسولوں نے کیا (ترمذی)

اے گروہ جوانوں کے! جس کو تم میں جماع یا گھرداری کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کیونکہ اس میں آنکھ کا بچاؤ، ستر کی حفاظت ہے ورنہ روزہ ہی سہی کیونکہ یہ خصی ہونا ہے (ابوداود)

مسکینہ ہے وہ عورت جس کا شوہر نہیں اور مسکین ہے وہ مرد جس کے عورت نہیں۔ خواہ دونوں ہی مالدار کیوں نہ ہو (غنیۃ الطالبین)

ابن عباس نے فرمایا۔ کہ اس امت میں افضل ترین وہ تھے جن کی بیویاں سب سے زیادہ تھیں یعنی نور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (تلبیس ابلیس)

## علماء کے اقوال

نکاح مستحب ہے یا سنت، یا واجب غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور اگر یہ یقین ہو کہ بغیر نکاح زنا میں گرفتار ہو گا تو فرض ہے شافعیہ کے نزدیک مباح ہے شیخ عبدالقادر جیلانی نے واجب کہا ہے اور امام نووی نے مستحب۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک نکاح تمام نوافل سے افضل ہے کیونکہ وجود اولاد کا سبب ہے۔ امام شوکانی ؒ نے اہل حدیث کا مذہب یہ لکھا ہے کہ نکاح اس آدمی کے لئے مشروع ہے جو جماع پر قادر ہو اور جس کو حرام میں پڑ جانے کا خوف ہو تو واجب ہے
(غنیۃ الطالبین، سبل السلام، نیل الاوطار)

## کون عورتیں لائق نکاح ہیں

یہود نکاح کے لئے مال دیکھتے تھے نصاریٰ جمال دیکھتے تھے۔ مگر اسلام دین کا اعتبار کرتا ہے۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نکاح کی جاتی ہے عورت چار سبب سے مال، حسب، جمال، دین مگر تو دین والی سے نکاح کر مٹی پڑے تیرے دونوں ہاتھوں پر اگر تو نے دین دار کو چھوڑا (بخاری مسلم)
حسب کہتے ہیں بڑے گھرانے کی عورت کو جیسے امیر رئیس، بادشاہ، امام عالم کی دختر، اور جمال کہتے ہیں خوبصورتی کو، مال سے مراد یہ ہے کہ عورت آسودہ ہو۔ دین ظاہر ہے فرمایا جس نے عورت کی عزت دیکھ کر نکاح کیا اللہ اس کی ذلت بڑھا دے گا اور جس نے مال دیکھا اس کو محتاج کر دیگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس نے حسب دیکھا۔ اس کا کمینہ پن زیادہ ہوگا البتہ جس نے اس لئے بیاہ کیا کہ آنکھ کو بچائے بعز کو دو کے صلہ رحم کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس مرد، عورت میں برکت دے گا (طبرانی)

فرمایا حضورؐ نے وہ عورت اچھی ہے جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کردے اور جب اس کو حکم دے تو بجالائے شوہر کی مخالفت اپنی جان و مال میں نہ کرے کہ جس سے وہ ناخوش ہو (نسائی)

حدیث میں ہے کہ تم کنواری سے بیاہ کرو کیونکہ ان کے منہ بہت میٹھے، ان کے رحم بہت صاف ہیں تھوڑی سی چیز پر راضی ہو جاتی ہیں

## تعداد ازواج

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ (قرآن مجید)

نکاح کرو عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں اور دو، دو، تین تین، چار چار عورتوں سے پس اگر تم کو اس کا احتمال ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر قناعت کرو۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ غیلان بن سلمہ جب مسلمان ہو گئے ان کے پاس دس بیویاں تھیں وہ تمام اسلام لے آئیں آنحضرت صلعم نے فرمایا غیلان چار کو رکھ لے باقیوں کو چھوڑ دے۔ (ابن ماجہ)

حارث کا بیان ہے کہ میں جب مسلمان ہوا تو میرے پاس آٹھ عورتیں تھیں میں نے آنحضرت صلعم سے بیان کیا تو فرمایا کہ چار کو چن لے باقیوں کو چھوڑ دے (ابوداؤد)

مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ یک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ اگر چار میں سے کسی ایک کو طلاق دے دی گئی یا عورت مر گئی تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن جو کوئی اپنی منکوحات میں برابری نہ کر سکے تو ایک ہی پر بس کرے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے

فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ الایۃ

پھر یہ بھی فرمایا۔

لَنْ تَسْتَطِيعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ۔ تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ بیویوں میں عدل کرو

امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح میں بتز دیدہ وافضل امام زین العابدین رحؒ سے روایت پیش کی ہے لا یتزوج اکثر من اربع۔ باب میں آیت مثنی وثلث وربع میں انکا یہ قول ہے کہ صرف چار عورتیں نکاح میں جائز ہیں زیادہ نہیں (بخاری)

## کفو و ولایت

کفو کے معنی مساوات و مماثلت کے ہیں یہ مساوات صرف دین میں معتبر ہے نہ ذات پات میں (سبیل السلام)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد کے ساتھ اسی لئے درست نہیں۔ سید کا نکاح شیخانی سے اور شیخ مرد کا سیدانی عورت سے مغل کا پٹھانی سے جائز ہے اگر کوئی سیدانی بالغہ عورت اپنا نکاح کسی غیر کفو میں خود ہی کرے تو کسی کو اس کے فسخ کا اختیار نہیں۔ اسی طرح اگر کسی نابالغ دختر کا نکاح، بدکار فاسق آدمی سے چاہے اس کے رشتہ دار نے یا غیر متعلق شخص نے کر دیا ہو تو ولی کو اس کے فسخ کا مجاز ہے

| | |
|---|---|
| یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم | اے لوگو! ہم نے پیدا کیا تم کو ایک مرد عورت سے اور تم میں گروہ، گروہ بنا دیے اس لئے کہ تم دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے کو تمیز کیے جا سکو بے شک اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اللہ پیارا اور زیادہ قربت کے تم میں سے |
| (قرآن مجید) | وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ |
| انما المومنون اخوۃ (الحدیث) | مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ |

خواہ لنگڑا، لولا، یا مال دار، غریب ہو یا مغل، پٹھان اور سید، جولاہا یا بھٹیارا ہو

| | |
|---|---|
| والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض | مومن اور مومنہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں |
| ان اللہ لا یضیع عمل عامل منکم من ذکر وانثی بعضکم من بعض | میں نہیں ضائع کروں گا عامل کے عمل کو تم میں سے مرد ہو یا عورت بعض تمہارے بعض سے ہیں |
| فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون | جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن نہ تو ذاتیں ہوں گی اور نہ آپس میں پوچھنا رہے گا |

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر سفید کو سیاہ پر اور سیاہ کو سفید پر کسی کو فضیلت و بزرگی نہیں مگر بوجہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے کیونکہ تم سب آدم زاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں (سبل السلام)

فتح مکہ کے دن حضورؐ نے وعظ فرمایا کہ مومن متقی اللہ کے نزدیک بزرگ ہے اور فاسق فاجر اللہ کے نزدیک ذلیل ہے (سبل السلام)

حضرت بلال باوجود غلام ہونے کے مقبول بارگاہ خدا ہوئے ابوجہل باوجود نجیب القوم ہونے کے ذلیل ہوا۔ بلال کی کم ذاتی ہونے نے اثر نہ کیا اور ابوجہل کی نجابت و شرافت کچھ کام نہ دے سکی

آنحضرت صلعم کی سگی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش خاندان بنی اسد بن خزیمہ سے تھیں جن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عزت ورفعت شان معلوم ومعروف ہے مگران کا نکاح زید غلام سے ہوا تھا
ابو ہند جن کا نام یسار تھا آنحضرت صلعم کے حجام تھے مگر آپ نے ان کے نکاح کا پیغام بنی بیاضہ
کے قبیلہ میں بھیجا تھا۔ حالانکہ یہ غلام تھے اور وہ مشہور خاندان کی خاتون تھیں (زاد المعاد)
فاطمہ بنت قیس قرشیہ فہریہ خاندان قریش سے تھیں مگر آنحضور صلعم کے مشورہ سے ان کا نکاح
اسامہ بن زید غلام زادہ سے ہوا تھا۔ (سبل السلام)
ہالہ بنت عوف جو کہ ہمشیرہ عبدالرحمن کی تھیں اور بڑے معروف خاندان کی صاحبزادی
تھیں۔ مگر ان کا نکاح حضرت بلال حبشی ؓ سے ہوا تھا (سبل السلام)
غرضیکہ کفو کا لحاظ محض دین میں ہے ابن القیم فرماتے ہیں "مالدار حسب ونسب والی عورت
کا نکاح غلام دیندار کے ساتھ جائز ہے اور قریشی عورت کا غیر قریشی ونیز غیر ہاشمی کا ہاشمی کے
ساتھ بلکہ ایک فقیر دیندار مسلمان کے ساتھ عورت مالدار کا نکاح بلا شبہ جائز ہے" (زاد المعاد)
ولایت میں طول طویل جھگڑے نکال لیے حالانکہ شریعت کا صاف بیان یہ ہے جس کو علمائے
محدثین نے بیان فرمایا۔ کہ نکاح عورت کا بغیر ولی کے باطل ہے

| | |
|---|---|
| عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نکاح الا بولی (ترمذی، ابوداود) | ابو موسیٰ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ نہیں ہے نکاح بلا ولی کے |

حضرت عائشہ سے روایت ہے:-

| | |
|---|---|
| ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فان دخل بھا فلھا المھر بما استحل من فرجھا فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی لہ | حضور اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت بغیر اجازت ولی کے اپنا نکاح کرے پس نکاح اس کا باطل ہے تین بار فرمایا پھر اگر صحبت کی اس عورت سے تو اس کے لئے مہر ہے اس سبب کہ فائدہ اٹھایا اس کی شرمگاہ سے پھر اگر ولی آپس میں جھگڑیں تو بادشاہ اس کا ولی ہے جس کے واسطے کوئی ولی نہیں۔ |

اس کے سوا اور بھی کئی حدیثیں ہیں جن سے غیر صحیح ہونا عورت کے نکاح کا بدوں ولی کے ثابت ہوتا
ہے قریب تیس صحابیوں کے اس بارے میں روایتیں ہیں معلوم ہوا اعتبار ولی کا ضروری ہے

**شرائط نکاح**

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احق شروط کہ جس کو تم وفا
کرو وہ شرطیں ہیں جس سے تم نے فرج کو حلال کیا ہے" مراد اس سے یا تو مہر
ہے یا تمام وہ شرطیں جن کی ترغیب دے کہ نکاح کیا ہے یا وہ باتیں ہیں جن کی عورت مقتضائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زوجیت مشتق ہے ورنہ ایسی شرطیں جو شرع کے خلاف ہیں۔ ان کا پورا کرنا لازم نہیں۔ جیسے یہ شرط کرنا کہ دوسرا نکاح نہیں کروں گا۔ میں تعزیوں کی زیارت کو جایا کروں گی۔ قبروں پر بھی جانے سے نہ رکوں گی میں تم سے اس وقت نکاح کر سکوں گی جب پہلی عورت کو طلاق دے دو۔ ہمیشہ اپنی سسرال ہی میں ہوں گی۔ تمہارے ساتھ پردیس نہ جاؤں گی وغیرہ وغیرہ۔

شرائط جو نکاح سے متعلق نہیں ہرگز جائز نہیں ہیں حدیث میں ہے، کہ جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے، نکاح میں ضروری ہے، کہ اگر لڑکی بالغ ہو تو خود اس کا راضی ہونا شرعاً معتبر ہے، اور جو نابالغ ہو تو اس کے ولی کو اختیار ہے، بغیر اس کی مرضی کے نابالغ لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا، مرد و عورت دونوں کے لئے ضروری ہے، کہ کسی کو نکاح کی وکالت کے لئے مقرر کریں، اور وکیل کے ساتھ دو گواہوں کا ہونا بھی ضروری ہے، اگر دو مرد گواہی کے لئے میسر نہ ہو سکیں، تو صرف ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لئے کافی ہیں، مگر گواہ کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔

ترمذی میں ہے، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ زنا کرنے والیاں ہیں وہ عورتیں جو بے گواہ کے اپنا نکاح کر لیتی ہیں، نکاح میں خطبہ مسنونہ پڑھے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور خطبہ ہے حضرت امام احمد بن حنبل جب کسی مجلس نکاح میں شریک ہوتے اور وہ خطبہ نہ سنتے تو مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے (غنیۃ الطالبین)

تقرر مہر بھی ضروری ہے یہ نکاح کا جزو اعظم ہے اس کا تقرر جانبین کی رضامندی پر موقوف ہے، مگر کمی کے ساتھ مہر ہونا بہت اچھا اور باعث خیر ہے۔ بڑی برکت والا ہے وہ نکاح جو سہل ہو تکلیف میں، یعنی جس نکاح میں اسباب جمع کرنے کی تکلیف نہ ہو، اور وہ عورت تھوڑے مہر پر راضی ہو جائے (مشکوۃ)

نکاح بیٹھ کر پڑھانا سلف کا اور مشائخین کا طریقہ رہا ہے (غنیۃ الطالبین)

اگرچہ کھڑا ہو کر خطبہ پڑھنے میں ممانعت نہیں ہے، متولی نکاح یا قاضی یا اور کوئی شخص دولہا کو سامنے بٹھا کر یا برابر بٹھا کر یہ کہے، کہ میں نے فلاں لڑکی فلاں کی بیٹی، بمقابلہ اتنے مہر کے تیرے ساتھ نکاح کر دی، دولہا جواب میں کہے، میں نے قبول کی، نکاح ہو گیا حاضرین مجلس اور نکاح خواں نوشہ کو مبارکی دیں

بارک اللہ لک وبارک اللہ علیک وجمع بینکما — خدا تیرے واسطے برکت دے، اور تجھ کو برکت دے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی خیر (تحفۃ الاحوذی)،		جمع رکھے تم دونوں کو خیر و بھلائی کے ساتھ۔

عورتیں بھی گھر میں اسی طرح مبارکی دیں (بخاری)

نکاح میں ایجاب و قبول، نکاح کے رکن ہیں اگر ایجاب نہ ہوا اور قبول پایا گیا۔ یا ایجاب ہوا اور قبول نہ ہوا۔ تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ انعقاد نکاح کے وقت جو لفظ پہلے بولا جائے وہی ایجاب ہے۔ خواہ عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی۔ اور اس کے جواب کو قبول کہتے ہیں

نکاح بلا خطبہ بھی درست ہے۔ مگر خلاف سنت ہے (ابوداؤد)

نکاح کے لئے اگرچہ خاص دن یا وقت مقرر نہیں۔ مگر پیران پیر نے جمعہ، جمعرات کے دن کو اچھا سمجھا ہے، وقت کا بھی شام کے وقت کو اچھا سمجھا ہے (غنیۃ الطالبین)

نکاح کے لئے مساجد اللہ مناسب ہیں، ورنہ جواز ہر جگہ ہے، حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا مسجدوں میں نکاح کیا کرو اور اس کا اعلان بھی کر دیا کرو (ترمذی)

مسجدوں میں نکاح کے لئے زینت، فرش، فروش اور روشنی وغیرہ کو ابن الحاج حنبلی نے مناسب نہیں سمجھا ہے (المدخل لابن الحاج)

**زفاف** کے معنی عورت کو آراستہ کر کے خاوند کے پاس بھیجنے کے ہیں، نکاح کے بعد مستحب ہے، کہ عورتیں جمع ہو کر دلہن کو نہلا دیں، اور آراستہ کر کے خاوند کے پاس بھیجیں زفاف و خلوت۔ دن اور رات دونوں وقتوں میں درست ہے کوئی خصوصیت رات ہی کی نہیں (نووی)

منکوحہ اگر جماع کی قوت رکھتی ہو، تو خلوت چاہیئے، ورنہ نہیں (نووی)

شوہر کو چاہیئے، کہ صحبت سے پہلے مہر کا کچھ نہ کچھ حصہ، عورت کو دے دے، حضرت علی رضہ نے بی بی فاطمہ رضہ کے ساتھ جب نکاح کیا، تو صحبت کا وقت آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب تک علی رض فاطمہ رضہ کو کچھ دے نہ دیں صحبت نہ کریں، چنانچہ انہوں نے زرہ دے کر خلوت کی (ابوداؤد)

نکاح شرعی یہ ہے، کہ دولہا سے ہو سکے تو کپڑا، زیور، مہر کا کچھ حصہ دلہن کے ولی کے پاس بھیج دے پھر دن کو پاپیادہ یا سوار ہو کر دلہن کے گھر چلا جائے۔ نہ روشنی کی ضرورت ہے نہ سواری کی، نہ جلوس کی، اور نہ باجے گاجے کی، عقد کے دو بول پڑھا کر دلہن کو اپنے گھر لے جائے۔ دلہن پاؤں پیدل یا سواری دونوں طرح جو ممکن ہو، دن کو یا رات کو چلی جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چادر چھپی ہوئی نکاح ہو گیا۔ اگر کسی کے سو لڑکیاں ہیں، تو ولی کو اس کے اس طرح نکاح کر دینے میں تکلیف نہ ہو گی۔

# حقوق زوجیت

حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں، مابین خاوند اور بیوی کے جو میل جول ہوتا ہے، وہ تمام ارتباطات منزلہ سے بڑھ کر ہے، اور نفع بھی زیادہ ہے، حاجت بھی بہت ہے، کیونکہ تمام عرب و عجم کے قبائل کا یہی دستور ہے۔ کہ ارتفاقات پورا اور کامل کرنے میں بیوی خاوند کی معاونت کرے، اور اس کے کھانے، پینے اور لباس کے تیار کرنے کی متکفل ہو، اور اس کے مال کو محفوظ اور اس کی اولاد کو حفاظت سے رکھے، اور بعد اس کے چلے جانے کے اس مکان میں اس کی قائم مقام رہے، اسی واسطے اکثر توجہ شرائع کی اسی طرف ہوئی کہ حتی الامکان اس کا باقی رکھنا، اور اس کے مقاصد کا بڑھانا، اور اس کے مکدر کرنے اور باطل کرنے سے بیزاری چاہنا کسی ارتباط کے مقاصد کا پورا کرنا بدوں الفت کے ممکن نہیں ہو سکتا، اور الفت بغیر خصلت کے جس پر وہ خاوند بیوی اپنے آپ کو مجبور نہ کریں نہیں حاصل ہو سکتی، لہٰذا حکمت کا مقتضی ہوا کہ اس خصلت کی طرف توجہ اور رغبت کی جائے (حجۃ اللہ ص۵۵)

میں کہتا ہوں، کہ ایماندار عورتوں کو چاہیئے، کہ امور شرعیہ میں اپنے شوہروں کی اطاعت کریں، اور ان کو خوب راضی رکھیں، خاوندوں کی ناخوشی اور خلاف مرضی باتوں سے بچیں، اس لئے کہ خدا و رسول کی تابعداری کے بعد عورت کو خاوند ہی کی تابعداری کا حکم ہے۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں ایک حدیث یہ ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المراۃ ان تسجد لزوجھا۔ رواہ الترمذی۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ کرنے کا، تو بیشک عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

**عورت پر شوہر کا یہ حق ہے** کہ جب وہ اپنے بستر پر اس کو بلا دے، تو انکار نہ کرے ورنہ شوہر اس ناراضگی میں سو گیا تو ملعون ہو گی (بخاری مسلم)

یہ بھی حق ہے، کہ وہ گھر میں بیٹھے، خاوند کے حکم بغیر باہر نہ جائے، در یچہ میں نہ آئے چھت پہ نہ چڑھے، پڑوسیوں سے دوستی اور باتیں بہت نہ کرے، بلا ضرورت ان کے گھر نہ جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خاوند کی مالدارانہ چیز کا خیال رکھے، کسی سے نہ کہے، شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے، جو کچھ میسر ہو اسی پر قناعت کرے، زیادہ مطالبہ نہ کرے، اپنے عزیزوں سے زیادہ خاوند کا حق سمجھے، احسان کی ناشکری نہ کرے، یہ نہ کہے کہ تو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا، ہر وقت خرید فروخت اور طلاق کا سوال بے سبب نہ کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ میں نے دوزخ میں نگاہ کی، تو بہت سی عورتوں کو دیکھا، اس کا سبب پوچھا، تو فرمایا، کہ خاوندوں پر لعن طعن اور ناشکری کرنے کی وجہ سے ان کا یہ حال ہے۔

## شوہروں پر حقوق یہ ہیں | فرمایا:۔ استوصوا

استوصوا بالنساء خیرا فانهن خلقن من ضلع وان اعوج شیء فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء (بخاری مسلم)

یعنی عورتوں کے معاملہ میں بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ اس لئے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، پھر اگر تم اس کے سیدھا کرنے کا قصد کرو گے، تو اس کو توڑ ڈالو گے اور اگر اسی حالت میں چھوڑ دو گے تو ہمیشہ وہ پسلی کجی کی حالت پر باقی رہے گی پس قبول کرو وصیت کو عورتوں کے بارے میں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس کے معنی یہ ہیں، کہ یہ بات مثل امر لازم کے ہو گئی ہے اور بمنزلہ اس چیز کے ہو گئی، کہ جو ایک شے کے مادہ میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے، اور انسان جب مقاصد منزل کے پورا کرنے کا اس عورت سے قصد کرے، تو اس کو یہ بات ضروری ہے، کہ ادنیٰ ادنیٰ امور سے درگذر کرے، اور جو بات اپنی خلاف مرضی کے دیکھے اس پر اپنے غصہ کو دبا لے مگر ہاں جو بات غیرت کے قبیل سے ہو یا کسی ظلم وغیرہ کا بدلہ لینا ہو، تو کچھ مضائقہ نہیں (حجۃ اللہ) حدیث میں ہے، عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، کیونکہ خدا کی امان پر تم نے ان کو اپنے قبضہ میں لیا ہے، اور خدا کے حکم سے تم نے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے، اور تمہارا ان پر یہ حق ہے، کہ تمہارے فرشوں پر کسی ایسے کو جگہ نہ دیں، جس سے تم بیزار ہو، پھر اگر وہ ایسا کریں، تو ان کو مارو مگر تھوڑا، اور تم پر ان کا کھانا اور پہننا حسب دستور واجب ہے، اللہ پاک فرماتا ہے وعاشروهن بالمعروف. حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں، کہ جب اصلی وہ معاشرت بالمعروف ہے، کہ جس کی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھلانے اور اچھا برتاؤ کرنے کے ساتھ بیان کی ہے، اور جو شرائع مستند الی الوحی ہیں، ان میں ممکن نہیں، کہ قوت کی جنس اور اس کی تعداد مقرر کر دی جائے، کیونکہ یہ بات ناممکنات سے ہے کہ تمام جہان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگ ایک ہی چیز پر اتفاق کر لیں اس لئے مطلق حکم کیا گیا ہے (رحمۃ اللہ)

غرض یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں کے حقوق کا خیال کرنا چاہیئے، اور چاہیئے کہ ان کے ساتھ حلم و بردباری سے زندگی بسر کریں، ہنسی دل لگی اور خوش طبعی کے ساتھ پیش آیا کریں، حدیث میں بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضا ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھیں، انہوں نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ دوڑی، اور آپ سے آگے نکل گئی، مگر جب میں موٹی ہو گئی، تو پھر ہماری دوڑ ہوئی، مگر اب کے بار حضور مجھ سے آگے نکل گئے، پھر آپ نے فرمایا میرا یہ آگے بڑھ جانا بدلے اس آگے نکل جانے کے ہے (ابوداود)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ازواج مطہرات کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ تھا، حسن خلق اور مہربانی کرنا، حدیث سے صاف ظاہر ہے، پس جو امور خلاف شرع نہ ہوں، اور ان میں کسی طرح کی رسوائی، بدنامی اور گناہ عائد نہ ہوتا ہو، تو پھر انہیں کی خوشی کو مقدم سمجھیں، اور جہاں تک ممکن ہو ان کو راحت و آرام سے رکھیں، زندگی بھر نرمی و خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کیا کریں، تاکہ دن بدن آپس میں محبت و الفت بڑھتی رہے، اور کسی طرح کی رنجش و بے لطفی درمیان میں نہ آنے پائے، اور با آرام زندگی بسر ہو جائے۔

یہ ہیں مختصر مسائل نکاح، لیکن حقیقت یہ ہے، کہ زمانہ حاضرہ میں نکاح کرنے سے پشیمانی و حیرانی کے سوا کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا، اولاد جس کو عامہ نتیجہ سمجھتے ہیں، وہ ایک تجربے طعم اور فاکہہ بے رائحہ ہے، چاہے اولاد ذکور ہو یا اناث، الا ماشاء اللہ اس زمانے میں اولاد کا صاحب علم و عمل ہونا، اور پابند سعادت رہنا، والدین کے حقوق کا عارف ہونا، محالات سے ہو گیا ہے۔ و نسال اللہ العافیۃ و حسن الخاتمۃ۔ اللھم آمین۔

ظفر عالم۔ موتی پورہ۔ مالیگاؤن

**س**:۔ بکر کی شادی حمیدہ سے اس وقت ہوئی جب کہ دونوں سن بلوغ کو پہنچ چکے تھے، انہیں رازق عالم جو رزق عطا فرماتا، اس سے یہ دونوں باتفاق قناعت سے زندگی بسر کرتے والدین حمیدہ نہایت شریر اور فتنہ پرداز ہیں وہ بے بنیاد و بے قصور تہمتیں داماد کے سر لگاتے اور خود فحش زبانی سے کام لیتے ہیں، ان کی حرکات کو دیکھ کر بکر نے اپنی زوجہ کو اس بات کی تاکید کر دی ہے کہ میرے بے اجازت کوئی چیز دیہاں تک کہ پانی کا ایک گھونٹ بھی اگر وہ تجھ سے چاہیں) مت دینا۔ اسی قدر بس نہیں، بلکہ ان سے تو گفت و شنید بند کر کے قطع تعلق کرا دیا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مکان میں انہیں نہ آنے دے۔ حمیدہ بے چاری شوہر کی مرضی کے خلاف عمل کر سکتی ہے یا نہیں، اگر شوہر کی مرضی پہ چلے، تو والدین کی دل شکنی کے واسطے یہ گنہ گار ہو گی یا نہیں۔

(سائل محمد حسرت علی از کندرہ پارہ)

**ج**:۔ ماں باپ سے قطع تعلق کرنا ناجائز ہے خاوند کا حکم قطع تعلق والدین کرنے کا شریعت کے خلاف ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق اس لئے خاوند کا یہ حکم واجب العمل نہیں ہے، مگر رفع فساد کے لئے خاوند کی بے خبری میں ملے، خاوند کے سامنے نہ ملے، تاکہ فساد ذات البین نہ ہو۔

(اہلحدیث ۶ مارچ ۱۹۳۱ء)

**س**:۔ ہندہ کو حرام کا حمل ہے، بکر نے لاعلمی سے نکاح کیا، نکاح کے دو ماہ بعد ہندہ نے وضع حمل کیا، بکر نے ہندہ کو نکال دیا، یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ بکر طلاق بھی نہیں دیتا، نان و نفقہ بھی نہیں دیتا، ہندہ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ خیال رہے، کہ ہندہ اور بکر رواجی حنفی ہیں　(محمد خان از منڈل)

**ج**:۔ حرام کے حمل میں نکاح کے جواز میں اختلاف ہے، حنفی مذہب میں جائز ہے، مگر ہلا طلاق سے منع ہے، اس لئے بغیر باقاعدہ علیحدگی کے نکاح ثانی نہیں کر سکتی

(اہلحدیث ۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء)

**شرفیہ**: اس کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ ہے، کہ خود زانی سے نکاح ہو، دوسری یہ کہ غیر زانی سے، صورت ثانیہ میں علت منع ان یسقی ماءہ زرع غیرہ پائی جاتی ہے اولی میں نہیں، پس صورت اولی میں جواز ہو سکتا ہے، ثانیہ میں نہیں، کما تقدم، پس جب علت منع پائی گئی، تو صورت مذکورہ میں نکاح نہ ہوا لہٰذا طلاق کی ضرورت نہیں۔ نعم ان دخل فلہا المہر بما استحل من فرجہا کما یدل علیہ حدیث الترمذی وابی داؤد وغیرہما فی حدیث عائشۃ فی النکاح بغیر ولی۔

ابو سعید شرف الدین دہلوی

**تشریح**: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو حمل تھا اور زید کو معلوم نہیں تھا کہ ہندہ حاملہ ہے، زید نے ہندہ سے باجازت ولی اس کے روبرو گواہان کے نکاح کیا، تو یہ نکاح ازروئے شرع شریف کے درست و جائز ہے یا نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور زید کو ہندہ سے صحبت وغیرہ کرنا حلال ہے یا حرام۔ فقط

الجواب:۔ اگر ہندہ کسی کے نکاح میں تھی، اور وہ شخص مرگیا، یا اس شخص نے طلاق دے دی اور ہندہ حاملہ ہے، تو نکاح جائز نہیں، کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور قبل عدت گذرنے کے نکاح ناجائز ہے، اور اگر ہندہ کسی کے نکاح میں نہ تھی، اور حاملہ ہے، تو وہ حبلی من الزنا ہوئی، اور حبلی من الزنا کے ساتھ نکاح جائز ہے، مگر قبل وضع حمل کے صحبت جائز نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۱۶۶)

**س:۔** بالغہ لڑکی جو پانچ سال سے بالغ ہے، شادی نہ کرنا کیسا فعل ہے؟

**ج:۔** حدیث شریف میں آیا ہے، جو شخص بالغہ لڑکی کی شادی نہ کرے، جو خرابی ہوگی، وہ اس کا ذمہ دار ہوگا (اہلحدیث ۳ اپریل ۱۹۳۱ء)

**تعاقب** اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۲ رمضان بصفحہ فتاوی سوال ۸ میں ہے ایک شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ تجھے طلاق رجعی ہے" پھر اسی مجلس میں یا دو چار روز کے بعد اپنی بیوی کو مخاطب کرکے یا کسی اور کے پاس کہتا ہے، کہ میں اس طلاق سے رجوع نہیں کروں گا، کچھ دن اسی حال میں گذر جاتے ہیں، پھر اس کے دل میں رجوع کا خیال پیدا ہو، تو کیا اس حال میں رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟

(از فضل دین، از رائے کلاں ضلع امرتسر)

جواب ۸:۔ رجوع کا حق ایسا کہنے سے ساقط نہیں ہوتا، لہذا رجوع کرسکتا ہے، ہاں اپنی بات میں جھوٹا ہوگا۔

**س:۔** یہ ہے کہ جس طرح رجوع کا حق ایسا کہنے سے ساقط نہیں ہوتا اسی طرح اپنی بیوی مطلقہ بطلاق رجعیہ کی عدت کے اندر اندر اگر کوئی اپنی حقیقی سالی سے نکاح کرلے، تو حق رجعہ ساقط نہ ہونا چاہیے، جس طرح یہ قول ہے یعنی "رجوع نہیں کروں گا" اسی طرح نکاح بھی قول ہے، کیونکہ نام ہے ایجاب قبول کا، اور ایجاب قبول ہے، بلکہ "رجوع نہیں کروں گا" یہ قول صریح بھی ہے اور نکاح قول ضمنی ہے، چونکہ ایجاب قبول کے ضمن میں اس کا تحقق ہوتا ہے، لہذا صریح قول کا (رجوع نہیں کروں گا) جب اعتبار نہیں، تو ضمنی قول کا بدرجہ اولی اعتبار نہ ہونا چاہیے، جب اعتبار نہیں، تو اس صورت میں سالی سے نکاح جائز نہیں (تا وقتیکہ عورت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فیصلہ نہ کرے، جب نکاح جائز نہیں، تو حق رجوع ساقط نہیں اگر آپ یہ کہیں کہ سالی کے ساتھ نکاح کرنے سے معلوم ہوا کہ مطلق نے تشریح کی صورت اختیار کی ہے، تو جواباً عرض ہے کہ اسی طرح رجوع نہیں کروں گا کے کہنے سے معلوم ہوا کہ مطلق نے تشریح کی صورت اختیار کی ہے "طابق النعل بالنعل ولیس بینہما فرق" کا مصداق بن گیا۔

(سائل خاکسار ابوالخیرم سلفی بردوانی)

ج: پہلی صورت میں وہ مانع نہیں، جو دوسری صورت میں ہے، دوسری صورت سالی کے ساتھ نکاح ہونا قوی مانع ہے، جو پہلی صورت میں نہیں اس لئے دونوں میں فرق ہے

(اہلحدیث ۱۱ مئی ۱۹۳۱ء)

**شرفیہ**:۔ معاقب کو تعاقب کا شوق ہے خواہ غلط ہو یا صحیح، اس کی تحقیق کسی مقام پر مفصل آتی ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

# فتویٰ متعلقہ نکاحِ زانیہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت حمل زنا والی کا عقد اس شخص کے ساتھ جس کا حمل ہے درست ہے یا نہیں، اگر اس میں اختلاف ہو تو فتوے کس پر ہے، دلیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب:۔ شخص مذکور کا نکاح عورت مذکورہ کے ساتھ جائز ہے، بشرطیکہ یہ زنا عورت مذکورہ سے اتفاقاً صادر ہوا ہو اور زنا کی عادی و پیشہ والی نہ ہو، کیونکہ زانیہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے، باقی رہی یہ بات کہ فتویٰ کس پر ہے سو اس بارے میں کوئی صریح قول نظر سے نہیں گذرا لیکن فتویٰ کے قابل یہی قول ہے، کیونکہ دلیل کی رو سے بھی قوی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ ابو محمد عبد الحق اعظم گڈھی

ھو الموفق:۔ جواب صحیح ہے اور عند الحنفیہ اسی پر فتویٰ ہے رد المختار میں ہے وصح نکاح حبلی من زنا عندھما وقال ابو یوسف لا یصح والفتوی علی قولھما کما فی القھستانی انتھی اور در مختار میں ہے۔ لو نکحھا الزانی حل لہ وطیھا اتفاقا انتھی۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سیدنا محمد نذیر حسین

(فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۲۵۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## نکاح زانیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معروض آنکہ فقیر کو اخبار اہلحدیث مورخہ ۸ رشعبان ۱۳۳۲ھ کے سوال نمبر ۱۰۰ کے جواب میں چند شبہات ہیں براہ نوازش جناب والا ان کو رفع فرما دیں، دیگر آنکہ زانیہ حاملہ کے نکاح میں فقیر کو ہمیشہ تردد رہتا ہے، جناب والا کی قلم سے جائز معلوم ہوا، لہٰذا اس کو ضرور حل فرما دیں، اور بے فائدہ سمجھ کر نہ چھوڑ بیٹھیں، میری نیت اس مسئلہ میں محض تحقیق حق ہے، خدا تعالیٰ کے لئے اس کو حل فرما دیں۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

آپ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے، کہ زانیہ حاملہ اگر اپنے زانی کے ساتھ نکاح کرے تو باوجود حمل کے، بعد تو یہ نکاح صحیح ہے، اور وطی بھی جائز ہے، اور اگر حمل غیر کا ہے تو وطی نہ کرے، نکاح صحیح ہے

فدوی کی ناقص تحقیق میں قبل وضع حمل نکاح صحیح نہیں، خواہ حمل اسی ناکح کا ہو یا غیر کا، اور وطی تو فرع نکاح ہے ملاحظہ ہو آیت وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اس کے عموم سے امام جلال الدین سیوطی نے دلیل پکڑی ہے، کہ زانیہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، دیکھو تفسیر درمنثور، اور مسک الختام صفحہ ۵۳۵ میں نیل الاوطار سے نقل کرکے تحریر فرمایا ہے

| | |
|---|---|
| وقال ابو حنیفۃ یعتد بوضعہ ولو کان من زنا لعموم الآیۃ | کہا امام ابو حنیفہ نے بلکہ حاملہ زانیہ کی عدت وضع حمل ہے، اگرچہ حمل زنا سے ہو، واسطے عموم آیت وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ کے۔ |

اور مسک الختام ص ۵۵۳ میں ہے " و تویید عموم است حدیث سعید بن المسیب از بصرہ کہ مردے از انصار است نزد ابو داؤد وگفت بزنی کردم زن دوشیزہ را در پردہ او پس داخل شدم بروے ناگاہ وے آبستن است، پس ذکر حدیث را وگفت مفارقت کرد آنحضرت میان ہردو۔

اور عون المعبود شرح ابو داؤد کے صفحہ ۲۰۷ میں زیر شرح اس حدیث کے لکھا ہے قال الامام الخطابی فی المعالم فی الحدیث حجۃ ان ثبت لمن رای الحمل من الفجور یمنع عقد النکاح۔ اور سفیان ثوری، اور ابو یوسف اور احمد و اسحاق کا یہی مذہب ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب جواز کی طرف ہے، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور حدیث میں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انہ فرق بینہما ولو کان النکاح وقع صحیحا لم یجز التفریق لان حدوث الزنا بالمنکوحۃ لا ینسخ النکاح ولا یوجب للتزوج الخیار (والحدیث سکت عنہ المنذری)۔ انتہی

(محمد عاشق از ریگیلیا نوالہ ضلع لاہور)

**اڈیٹر:** ثنائیہ حاملہ کے نکاح کی دو صورتیں ہیں، ایک تو اسی شخص سے ہو جس کے زنا سے وہ حمل ہے دوسرا اس کے غیر سے ہو، دوسری صورت میں تو میں بھی وضع حمل کے انتظار کا قائل ہوں، اور جن بزرگوں کے اقوال آپ نے نقل کئے ہیں، وہ بھی یہی کہتے ہیں، ائمہ حنفیہ کا فتوی کتب فقہ میں صاف ہے، کہ زانی کا اپنے مزنیہ حاملہ کے ساتھ نکاح جائز ہے، بہر حال آپ کو جو اشتباہ پیدا ہوا ہے، تو وہ دو صورتوں کے ملا دینے سے ہوا ہے، حالانکہ دونوں الگ الگ ہیں

(۱۴ ار رمضان ۳۲ھ)

**س** ۔ مجلس نکاح میں جو مسجد میں ہوتی ہے، ہندوؤں دیار واڑیوں کو لازما بلایا جاتا ہے، تو یہ طریقہ جائز ہے؟ نیز مجلس نکاح میں کھجور و پان لازما تقسیم کیا جاتا ہے، تو کیا یہ سنت کے موافق ہے

(رسائل مذکور)

**ج** ۔ غیر مسلموں سے اگر ملاقات ہے، تو ان کی شرکت کوئی گناہ نہیں ہے۔

(اہلحدیث ...... ۱۹۴۹ء)

**شرفیہ:** ۔ بشرطیکہ ان کے آنے سے کوئی خلاف شرع فعل سرزد نہ ہو، اس بات کا بہر حال خیال رکھنا ضروری ہے۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س** زید کی لڑکی کو جب کہیں سے شادی کا پیغام آتا ہے، تو زید اپنے داماد سے کہتا ہے کہ مجھے اس قدر روپیہ علاوہ مہر دو، اور تم دونوں جانب خرچ برداشت کر کے شادی کر لو، تو کیا اس طرح اپنی بیٹی کے بدلے روپیہ لینا جائز ہے؟ اور اگر ان روپیوں کو لڑکی کا باپ مہر کے نام سے شادی سے پہلے لے کر اپنے یا اپنی لڑکی کے اخراجات میں لا دے، تو کیا یہ صورت جائز ہے

**ج** ۔ لڑکی کو جو بوقت نکاح ملے، وہ در اصل لڑکی کا مال ہے، لڑکی کی طرف سے اس کا باپ وصول کرے، اور اس کی ولایت خود استعمال کرے تو جائز ہے، حدیث شریف میں آیا ہے۔ انت ومالک لابیک

(اہلحدیث ۵ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ)

**شرفیہ:** ۔ انت ومالک لابیک۔ تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے باپ ہی کا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحیح ہے۔ اگر باوجود وسعت کے طریق مذکور ذلیل حرکت اور خست ہے۔ اس لئے کہ طریق مذکور حدیث مرفوع یا خلفائے راشدین وغیرہ صحابہ سے ثابت نہیں، ہاں اگر وسعت نہیں افلاس ہے تو ضروری امور کے لئے کچھ لے سکتا ہے، وہ امور بھی خلاف شرع نہ ہوں، جیسے ضروری لباس متوسط یا ضروری خورد و نوش وغیرہ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

## جواب تعاقب

جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم۔ سطور مندرجہ ذیل کو اخبار اہلحدیث کے کسی گوشہ میں جگہ دے کر ممنون فرمایئے۔

اہلحدیث ۲۵ رجب میں ایک مضمون مولوی احسان علی صاحب کا نظر سے گذرا جس میں فاضل مضمون نگار نے مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل اڈیٹر اہل حدیث پر تعاقب کیا ہے، اصل مسئلہ یہ تھا کہ لڑکی کا باپ اگر بوجہ مفلسی کے اخراجات عقد کی غرض سے لڑکے والے سے لے تو جائز ہے یا نہیں؟ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جواب دیا تھا، کہ جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض سے پہلے مہر لے لیا تھا، اس پر مولوی احسان علی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر دلوایا تھا، خاص اپنے یا شادی کے اخراجات کے لئے کچھ نہیں لیا تھا، نہ اس کا کہیں ثبوت ہے، لہذا معلوم ہوا، کہ اس وقت آپ کا (یعنی مولوی ثناء اللہ صاحب کا) جواب موافق سوال کے نہیں بالکل غلط ہے، بلکہ یہ جواب سوال کے مطابق ہے، اس وجہ سے کہ سوال تو صرف یہ ہے، کہ صورت مسئولہ میں اخذ جائز ہے یا نہیں جواب بالاختصار یہ ہے، کہ جائز ہے، اس جواب کا سوال کے مطابق ہونا اجلی بدیہیات سے ہے، محتاج دلیل تو کجا محتاج تنبیہہ بھی نہیں۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو دلیل پیش کی ہے وہ البتہ مثبت مطلوب نہیں۔ کیونکہ سوال اس مال کی نسبت ہے، جو مہر کے علاوہ ہے، اور حدیث سے اخذ مہر ثابت ہے

اب رہی یہ بحث کہ دراصل جواب صحیح ہے یا نہیں میرے نزدیک جواب بہت صحیح ہے، معترض کا یہ کہنا کہ شادی کے اخراجات یا خاص اپنے خرچ کے لئے لینے کا کوئی ثبوت نہیں، یہ معترض کے تساہل و تسامح کا بین ثبوت ہے، وہی ابوداؤد شریف کا ص ۲۰۶ جہاں سے معترض نے حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ نکحت علی صداق اوحباء او عدۃ قبل عصمۃ النکاح فهو لها وما كان بعد عصمۃ النکاح فهو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لمن اعطیہ واحق ما اکرم علیہ الرجل ابنتہ او اختہ قال الشارح رحمہ اللہ وقال فی السبل الجیلد والعطیۃ للغیر او للزوج زائد اعلی مہرھا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا، کہ باپ کو عطیہ لینا جائز ہے، گو یہ بھی معلوم ہوا، کہ باپ اس کا مالک نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ لڑکی کی ملک ہے، مگر یہ عجیب کے واسطے مضر نہیں، کیونکہ سوال لینے کا ہے تملک کا نہیں، علاوہ ازیں بحکم انت ومالک لابیک ونیز بحکم واحق ما اکرم علیہ الرجل ابنتہ او اختہ باپ کو اپنے ضروریات میں بھی صرف کرنا جائز ہے، معترض نے لکھا ہے، کہ جب شارع ؑ نے لڑکی والے پر کوئی خرچ نہیں رکھا، تو پھر اخراجات کیلئے نقدی لینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں، کہ شارع ؑ کے خرچ نہ مقرر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے، کہ خرچ کے لئے لینا ہی جائز نہیں ہے، اخراجات شادی تین قسم کے ہیں، ماموره وممنوعہ ومباح، قسم اول کے اخراجات کے واسطے لینا متحقق نہیں ہو سکتا، کیونکہ لڑکی والے حسب ادعائے معترض اس خرچ سے بری ہیں، دوسری قسم کے اخراجات کے واسطے لینا ممنوع ہوگا، کیونکہ ممنوع کام کے لئے لینا اور دینا ناجائز ہے، تیسرے قسم کے اخراجات کے لئے مباح ہو، تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، نہ شارع نے کہیں اس کی ممانعت کی معترض لکھتے ہیں، ما لیس منہ فھورد کے مصداق ہے، میں کہتا ہوں، کہ یہ اس وقت میں ما لیس منہ فھورد کا مصداق ہوگا، جب کہ اس کو امر کو شرعی کہا جاوے، اور اس کے فعل میں کسی قسم کی ثواب کی امید رکھی جاوے واذا لیس فلیس۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

(عبدالغفار بجوادی مقیم حال مہواره ضلع اعظم گڈھ)

(۲۳ راگست۔ ۱۹۱۲ء)

**س**۔ ایک مولوی صاحب نے وعظ میں بیان کیا، کہ اسلام میں کفو اور قومیت کا لحاظ نہیں دین میں پٹھان، جولاہا، درزی وغیرہ کا شریعت سے کچھ امتیاز نہیں ہے محض بناوٹی ہے، مولوی صاحب کا یہ کہنا ٹھیک ہے یا نہیں (دیکھے از جنگی پور)

**ج**۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے یٰایُّھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی یعنی اے لوگو ہم نے (خدا نے) تم کو ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا کیا ہے، نیز فرمایا۔ انما المؤمنون اخوۃ مسلمان سب بھائی ہیں، اس لئے حق یہی ہے، کہ اسلام میں ان قوموں اور پیشوں کی وجہ سے امتیاز نہیں کیا گیا، جو مسلمان مرد چاہے، جس مسلمان عورت سے شادی کرے جائز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے لیکن عرف عام کے لحاظ سے بھی جبر نہیں کیا رشتہ کی بابت تو جبر نہیں مگر دیگر برتاؤ میں ملاپ میں سب کو برابر کا حکم دیا (اہلحدیث ۱۹ مئی سنہ ۱۶ء)

# مسئلہ کفاءت اور اسلام

(از مولانا عبد الجلیل صاحب ناظم دار العلوم مشتہنیاں ضلع بستی)

اسلام ہی وہ مذہب ہے جسے تمام محاسن و کمالات ساری دلربائیوں اور خوبیوں کا جامع کہنا درست ہے، اس کے تمام اصول و قوانین عین فطرت و نیچر کے مطابق ہیں، بنابریں کفارت کا مسئلہ محض ایک معاشرتی، اخلاقی اور سوسائٹی کی حیثیت رکھتا ہے، اسے کوئی شرعی اہمیت حاصل نہیں، ورنہ یہ مسئلہ اسلام کے نقارہ عام، اس کی مساوات عامہ، اور عالم گیر دعوت کے سخت منافی ہوگا

کیونکہ عہد رسالت کے عظیم الشان مجمع میں کالے، گورے، عربی، عجمی، ہندی، ترکی کے قومی امتیازات، اور حسب و نسب، ذات پات کے تفاخر و تبختر کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا، سیادت و شیخیت کے باطل اور جاہلانہ عقیدے کو محو کر کے صرف خشیۃ اللہ اور اتقاء کو وجہ تفوق اور موجب تفضل قرار دیا گیا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود کلکم من آدم و آدم من تراب کے اندر اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے، نیز آج سے چودہ سو برس قبل فضلائے عرب میں اقوام عرب خصوصاً قریش جیسی متکبر و مغرور قوم کے سامنے رسالت مآب علیہ السلام نے خطیبانہ شان و شوکت سے حسب و نسب کے تفاخر خاندانی اور آبائی نخوت و غرور اور قومی عُجب و تکبر کے استیصال و بیخ کنی کا اعلان فرمایا یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالاٰباء العجب کل العجب۔ مسلمانوں کی شومیٔ قسمت کو دیکھئے، جہاں ان میں ہزاروں انواع و اقسام کے اختلافات موجود تھے، وہاں مسئلہ کفارت کی بھی نیا درکھ کر اختلاف و تفریق کی خلیج کو اور زیادہ وسیع کیا گیا، مسئلہ زیر بحث میں جس غلو سے کام لیا گیا، اور جن طویل و عریض تفریعات اور فقہی موشگافیوں کا مظاہرہ کیا گیا ہے، ان کی تفصیل کے لئے شرح وقایہ ص ۲۰ و ۲۱ ج ۲ نیز بحر، فتح، بنایہ، جامع الرموز، قاضی خان، بدائع، ظہیریہ وغیرہ کتب فقہ کا مطالعہ کیجئے جن میں نہایت تفصیل کے ساتھ لوہار، دربان، سائیس، دھنیا، درزی، سقہ، صراف، بزاز، عطار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حجام، جولاہا وغیرہ کی تقسیمات وتفریعات سے سینکڑوں اوراق مملو نظر آئیں گے، اتنے بڑے اہم مسئلہ کی بنیاد جن دلائل وبراہین پر ہے، ہم ذیل میں فقہاء کے ان دلائل پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں ناظرین کرام غور سے مطالعہ کریں۔

**پہلی حدیث** تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء یعنی اپنے نطفوں کے لئے اچھی عورتوں کا انتخاب کرو، اور نکاح کفو سے کرو۔

اس حدیث کو بروایت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حاکم اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے واگرچہ اس حدیث کو فقہاء نے استدلال میں پیش کیا ہے، مگر اس حدیث کے جتنے بھی مختلف طرق ہیں، سب ضعیف ومخدوش ہیں، اس کے رواۃ حارث بن عمران، سلیمان بن عطار، محمد بن مروان، عکرمہ بن ابراہیم ہیں، مگر سب ضعیف ہیں

حارث بن عمران جعفری کے متعلق لکھا ہے۔ ضعیف در ماہ ابن حبان بالوضع (تقریب) تفصیل کے لئے دیکھو کتب اسماء الرجال) نیز اس حدیث کو علامہ حافظ محمد بن طاہر مقدسی نے اپنی کتاب تذکرۃ الموضوعات میں موضوعات کے تحت میں بیان کیا ہے، اور حافظ ذہبی نے اس کے ایک راوی کو ضعیف اور دوسرے کو متہم بتایا ہے۔ ابن ابی حاتم نے بے اصل، منکر اور باطل ٹھہرایا ہے

**دوسری حدیث** الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء یعنی عورتوں کا نکاح اولیاء ہی کریں، اور ان کی شادی کفو ہی سے ہونی چاہیئے۔

---

یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں، ایک مبشر بن عبید، دوسرے حجاج بن ارطاط، مبشر بن عبید، باتفاق محدثین ضعیف اور متروک ہے، بلکہ وضع حدیث کے ساتھ بھی متہم کیا گیا ہے، البتہ حجاج بن ارطاط کو بعض لوگوں نے کچھ ثقہ بھی بتایا ہے، مگر اکثر ائمہ نے مدلس اور ضعیف کہا ہے، اس لئے اس جرح مفصل کے مقابلہ میں بعض کی توثیق زیادہ قابل اعتماد نہیں، مبشر بن عبید کو تو امام المحدثین امام بخاری، امام احمد بن حنبل، دار قطنی وغیرہ نقادان نے ساقط الاعتبار بتلایا ہے، اس لئے یہ حدیث کسی طرح قابل حجت نہیں، نیز اسی حدیث کی ایک سند ابن ابی حاتم سے بھی منقول ہے، اور بغوی وغیرہ نے اگرچہ حسن بھی کہا ہے، مگر تمام تر محدثین نے بالکل ضعیف بتلایا ہے، اس حدیث کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک راوی عباد بن منصور نہایت ہی ضعیف اور منکر الحدیث ہے، چنانچہ امام نسائی فرماتے ہیں قابل حجت نہیں، ابن معین فرماتے ہیں، قوی نہیں، بلکہ محض لا شئے ہے، بقول ابن سعد محدثین نے منکر الحدیث اور بالکل ضعیف بنایا ہے، علامہ سیوطی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے، نیز ائمہ حدیث سے اس کے متعلق مختلف اقوال بھی نقل فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر مختلف اسانید سے بھی یہ حدیث منقول ہے، مگر بقول ابن عدی کوئی بھی طریقہ صحیح نہیں، کیونکہ ہر ایک کا راوی بشر بن عبید ہے، جو کہ کذاب اور وضاع حدیث جتلایا گیا ہے، بیہقی اور دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، مگر ساتھ ہی ضعیف اور متروک بھی ٹھہرایا ہے۔

**تیسری حدیث** عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العرب بعضهم اکفاء بعض والموالی بعضهم اکفاء بعض الا حائکا او حجاما۔

یعنی اہل عرب آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں، اور اسی طرح غلام کا غلام کفو ہے، مگر جولاہا اور حجام اہل عرب کے کفو نہیں

اس حدیث کو امام حاکم نے عبد اللہ بن عمر رض سے نقل کیا ہے، فقہاء اس روایت کو تائید میں برابر پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ ان کے طریق استدلال کے خلاف ہے، کیونکہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے، نیز اس حدیث کے متعلق ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا ھذا کذب لا اصل لہ۔ وقال فی موضع باطل۔ یعنی یہ حدیث سراسر جھوٹ بے بنیاد اور باطل ہے، ابن عبد البر نے تمہید میں دوسرے طریق سے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے، مگر اس طریق میں ایک راوی عمران بن ابی الفضل ہے، ابن حبان اس کے متعلق لکھتے ہیں یروی الموضوعات عن الثقات یعنی موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا، نیز حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں ھذا منکر موضوع یہ منکر اور موضوع ہے یہی وہ روایت ہے، جسے ہشام بن عبید اللہ راوی نے عام مجمع میں بیان کیا اور (دباغ) کا لفظ بھی بڑھا دیا جس سے دباغوں نے حملہ کیا، اور ایک جماعت ٹوٹ پڑی، یہاں تک کہ ان کے قتل کے لئے تیار ہو گئے، اسی حدیث کو ابن عدی اور دارقطنی نے دوسرے دو طرق سے بھی روایت کیا ہے، مگر دونوں طریقے ساقط الاعتبار ہیں، ایک طریق میں علی بن عروہ ہیں، جن کو ابن حبان نے وضاع کہا ہے، اور دوسرے طریق میں محمد بن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فضل بن عطیہ ہیں، ان کو بھی متروک الحدیث کہا گیا ہے، حاصل یہ ہے، کہ اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں، مگر تمام کے تمام طریقے ضعیف اور مردود ہیں، اسی واسطے حافظ ابن عبدالبر تمہید میں لکھتے ہیں ھذا منکر موضوع ولہ طرق کلھا واھیۃ یعنی اس حدیث کے بہت سے طریقے ہیں، مگر سب واہی اور بے کار ہیں، کوئی بھی قابل احتجاج نہیں، عبداللہ بن عمر کی مذکورہ بالا حدیث کی متابعت میں مسند بزار کی وہ حدیث جو معاذ بن جبل سے مروی ہے پیش کی جاتی ہے، مگر حدیث معاذ کو حدیث ابن عمر کا شاہد ٹھہرانا باطل و عبث ہے کیونکہ مسند بزار کی یہ روایت خود منقطع ہے، خالد بن معدان کا معاذ بن جبل سے سماع ثابت نہیں، نیز اس میں ایک راوی سلیمان بن ابی الجون ہے، جس کو ابن القطان لکھتے ہیں۔ لا یعرف یعنی مجہول ہے، دیکھو تفصیل کے لئے نیل الاوطار ص۱۳۶ جزء۶ مصری، وسبل السلام ص۷۔ جزء۲ فاروقی،

مسند بزار کی حدیث، جسے حدیث ابن عمرؓ کا شاہد بتلایا جاتا ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری میں اسی حدیث معاذ شاہد کے متعلق لکھتے ہیں

واما ما اخرجہ البزار من حدیث معاذ رفعہ العرب بعضھم اکفاء بعض و الموالی بعضھم اکفاء بعض باسنادہ ضعیف۔

یعنی مسند بزار کی وہ حدیث جو معاذ بن جبل سے مرفوعاً مروی ہے، جس کا مطلب یہ ہے، کہ اہل عرب عرب کے کفو ہیں، اور غلام غلام کا کفو ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔

**چوتھی حدیث** یا علی ثلث لا تؤخرھا الصلوۃ اذا اتت و الجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا۔

یعنی اے علیؓ تین چیزوں میں تاخیر مت کرنا اولاً نماز ہے، جب وقت آجائے تو تاخیر مت کرنا دوسرے جب جنازہ حاضر ہو جائے تو جلدی کرنا تیسرے جب کسی بیوہ کا کفو مل جائے تو تاخیر مت کرنا

اعتبار کفو کے بارے میں سب سے قوی دلیل علی کرم اللہ وجہہ کی یہ حدیث ہے، جسے امام ترمذی اور حاکم نے اپنی اپنی کتاب میں روایت کیا ہے، امام ترمذی نے تو اس حدیث کو غریب کہا ہے، ترمذی کی اس سند میں سعید بن عبداللہ الجھنی ہے، جو کہ بالکل ضعیف ہے، البتہ حاکم کی روایت میں سعید بن عبداللہ الجھنی کے بجائے سعید بن عبدالرحمن جہنی کا نام آیا ہے، جو کہ امام ذہبی یا خود امام حاکم کے نزدیک معتبر ہے، نیز ابن ماجہ اور ابن حبان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یں بھی یہ روایت موجود ہے، علاوہ ازیں اگر ہم رواۃ کی جرح وقدح، تعدیل و توثیق سے قطع نظر کرلیں، جب بھی مخالف کا مقصد پورا نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ حدیث مذکور میں کفو کا معنی وہی ہے، جو اصطلاح فقہ میں مستعمل ہے، نیز جو معنی فقہ کے دفتروں میں آپ کے وصال کے صدیوں بعد بیان کیا گیا، وہی معنی آنحضور نے لئے اور یہ بھی خیال رہے، کہ آپ کے ذاتی نوسلے اور صحابہ کرام کے عملی کارنامے اس صورت میں حدیث کے مصداق کے خلاف تو نہیں؟ ودونہ خرط القتاد ہمارے نزدیک تو اس روایت میں کفو سے عمر اور دینی صلاحیت وغیرہ میں مساوات مراد ہے، کفو بمعنی مساوی قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ

## پانچویں حدیث

عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قالت جاءت فتاۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان ابی زوجنی ابن اخیہ لیرفع بی خیستہ قال فجعل الامر الیھا فقالت قد اجزت ما صنع ابی ولکن اردت ان اعلم النساء ان لیس الی الاباء من الامر شیئ رواہ ابن ماجہ والنسائی (نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۵)

یعنی ایک نوجوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول میرے باپ نے میری شادی اپنے بھتیجے سے محض اس غرض سے کر دی ہے، کہ میری وجہ سے اس کی ذلت (خساست) دور ہو جائے آنحضور نے اس عورت کو فسخ کا اختیار دے دیا مگر عورت نے پھر عرض کیا، اے اللہ کے رسول میں اپنے باپ کے فیصلہ نکاح پر راضی ہو گئی میری غرض صرف یہ تھی، کہ عورتوں کو اس بات کی خبر کر دوں کہ ماں باپ کو اجبار کا کوئی حق نہیں۔

---

قاضی شوکانی حدیث ابن ماجہ کو صحیح بتاتے ہیں، اور کہتے ہیں رجالہ رجال الصحیح حدیث کا مطلب تو بالکل واضح ہے، اور اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، کہ اگر عورت کسی آدمی کے ساتھ نکاح پر راضی نہ ہو، مگر اولیاء بالجبر نکاح پڑھا دیں، تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے، مضمون ہذا کی پہلی قسط میں عبد اللہ بن بریدہ کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے یہ لکھا گیا تھا کہ اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، کہ عورت کی عدم رضا کے وقت قاضی عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دے سکتا ہے، اس واضح نتیجہ کے بعد حدیث مذکور سے کفاءت کا اثبات محض تنکے کا سہارا ہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میمون میں صحابہ کرام کا کوئی کام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنا اور آپ کا سکوت فرمانا اس امر کے جواز کی دلیل ہے، اس لئے مرافعہ گذار خاتون نے محض اپنے قلبی مقصد "اجبار ولی کی تردید" کے لئے مقدمہ دائر کیا تھا، اس سے کفارت کا کوئی تعلق نہیں، حدیث کے اس ٹکڑے پر غور کیجیے۔ اردت ان اعلم النساء ان لیس الی الاباء من الامر شیٔ الخ

**چھٹی حدیث** عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت خیرت بریرۃ علی زوجھا حین عتقت متفق علیہ۔ چونکہ بریرہ کا شوہر مغیث اصح مذہب کے مطابق غلام تھا، اس لئے بریرہ کے آزاد ہونے کے بعد کفارت فی الحریت باقی نہیں رہی لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دے دیا، یہ ہے طریق استدلال جسے قائلین بالکفارت پیش کرتے ہیں، مگر ہماری تحقیق میں کفارت کا اثبات اس حدیث سے بھی درست نہیں، بلکہ جو شخص بھی حر اور عبد میں تفریق کر سکتا ہے، حریت اور عبدیت کے فرق کو مدنظر رکھ کر یہ کہہ سکتا ہے، کہ لونڈی کو چونکہ اپنے نکاح کا کوئی ذاتی اختیار نہیں ہوتا بلکہ مالک جس شخص کے ساتھ چاہے اس کا نکاح کر سکتا ہے، اگرچہ لونڈی اس آدمی کے ساتھ نکاح پر راضی نہ ہو لیکن حریت کے بعد اپنے تمام امور اور سارے معاملات میں صاحب اختیار ہو جانے کی وجہ سے شریعت نے اسے اختیار دے دیا، کہ مالک کی ملکیت میں ہونے کی وجہ سے جس غیر اختیاری امر (نکاح) پر مجبور کی گئی ہے، اس پر نظر ثانی کرلے، یہ ہے تخییر کی اصل وجہ، کفارت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ نے بھی حکمت تخییر بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے، تفصیل کے لئے دیکھو سبل السلام

یہ ہے ان دلائل کی حقیقت جسے ناظرین کے سامنے میں نے نہایت اختصار کے ساتھ پیش کر دیا ہے، اسی طرح کے چند رطب و یابس آثار بھی ہیں، جنہیں میں بخوف طوالت ترک کر دیتا ہوں، اب ہم ذیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عملی نمونے پر روشنی ڈالتے ہیں۔

**نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عملی کارنامے** سالار قافلہ امت سرور عالم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی سگی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش رضی خاندان بنی اسد بن خزیمہ کی عزت اور رفعت شان کا کون منکر ہو سکتا ہے، مگر آنحضور علیہ السلام نے زینب کا نکاح زید جیسے غلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے کر دیا تھا، کہاں ہے کفارت فی الحریتہ؟

(۲) فاطمہ بنت قیس قرشیہ فہریہ کو دیکھو، خاندان قریش سے تعلق رکھنے کے باوجود آنحضور علیہ السلام ہی کے مشورہ سے اسامہ بن زید جیسے غلام زادہ سے نکاح کرتی ہیں،

(۳) عرب کے مشہور و معروف قبیلہ بنی بیاضہ کو کون نہیں جانتا، مگر آنحضور علیہ السلام نے ابو ہند حجام کے لئے ان کے یہاں شادی کا پیغام بھیجا۔

(۴) عبدالرحمٰن بن عوف کی جلالت شان اور خاندانی شہرت سے کون واقف نہیں مگر آپ کی بہن ہالہ بنت عوف کا نکاح بلال جیسے حبشی النسل سے ہوا تھا۔

(۵) خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضؓ قرشی نے اپنی بیٹی حفصہ رضؓ کو سلمان رضؓ جیسے فارسی النسل پر پیش کیا تھا (سبل)

(۶) خاندان بنی ہاشم کی محترم خاتون ضباعہ بنت الزبیر الہاشمیہ، مقداد بن الاسود الکندی کے نکاح میں تھیں، کہاں بنی ہاشم اور کہاں بنی کندہ۔

(۷) ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ جیسی محترم خاتون قرشیہ کا نکاح سالم بن معقل آزاد کردہ غلام سے کر دیا تھا۔

باشندگان یثرب کے غرور اور عجب و تکبر کو دیکھو، کہ جس وقت زمانہ جاہلیت میں سردار مکہ نے ایک انصاریہ خاتون کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا، تو انصار کا مغرور قبیلہ اس شرط پر راضی ہوا، کہ سردار مکہ کو ان کی لڑکی اپنے مکان پر رخصت کرالانے کا کوئی اختیار نہ ہوگا یہ تھی ان کی جہالت اور آبائی نخوت و غرور، مگر جب آنحضور علیہ السلام نے آبائی فخر و غرور کا خاتمہ کر دیا، تو بلال حبشی کی خواہش نکاح کا اظہار کرتے ہی بیسیوں انصار اپنی بیٹیاں دینے کے لئے تیار ہو گئے،

یہی نہیں بلکہ عرب کا مشہور شاعر شہزادہ امرؤالقیس ملک ضلیل جس محترم خاتون کے جد امجد کا بہت بڑا مداح تھا، اسی ممدوح اعظم کی پوتی بھی ایک ادنی مسلمان کے نکاح میں رہ کر اس کی کفش برداری پر فخر کرتی تھی۔

نہایت اختصار کے ساتھ یہ چند واقعات لکھ دیئے گئے ہیں، جن کے پیش نظر ہر صاحب بصیرت فیصلہ کر سکتا ہے، کہ کفارت نسبی کوئی چیز نہیں، اگر شریعت مطہرہ میں کوئی چیز معتبر ہے، تو وہ کفارت فی الدین ہے، یہی مذہب ہے زید بن علی، امام مالک، عمر و ابن مسعود، ابن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سیرین، عمر بن عبد العزیز، امام بخاری رحمہم کا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار
(اخبار اہلحدیث ۱۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

# مسئلہ کفو کی تحقیق

از قلم حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

نکاح کے متعدد قابل بحث مسائل میں کفو کا مسئلہ بھی ہے، خصوصاً اس لئے بھی کہ متاخرین فقہاء نے اس میں بے حد غلو کیا ہے، یہاں تک کہ نکاح کے جواز و عدم جواز تک اس کا اثر ڈالا ہے، اور کفو کے درجوں اور رتبوں تک کی تعیین کی ہے، حالانکہ یہ مسئلہ صرف ایک معاشرتی حیثیت رکھتا ہے، اور اس سے زیادہ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

"کفو" کے معنی برابر، مساوی، ہمسر اور جوڑ کے ہیں، اور اصطلاحاً اس سے مراد یہ ہے، کہ عورت مرد جن کا نکاح باہم مقصود ہے، وہ معاشرت اور سوسائٹی کے لحاظ سے ہم مرتبہ اور ہم درجہ ہوں، تاکہ میاں بیوی میں باہم خوش گوار تعلقات قائم رہیں، اور ایک دوسرے کو ذلیل یا حقیر نہ سمجھیں، بات صرف اتنی تھی، مگر عجمی نخوت اور ہندی ذات پات کے جھگڑوں نے اس رائی کو پہاڑ بنا دیا، اور اب کم از کم ہندوستان میں ہندوؤں کے اثر سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ مسلمانوں میں بھی برہمن، چھتری، ویش اور شودر کی طرح سید، شیخ، مغل، پٹھان گویا چار ذاتیں ہو گئی ہیں، اور پیشوں کے لحاظ سے اور بھی ماتحت تقسیمیں ہو گئی ہیں، اور ان میں باہمی حسب و نسب کی تفریقیں قائم کر دی گئی ہیں۔

**کفو کی حیثیتیں** چنانچہ فقہ حنفی میں کفو کی چار حیثیتیں قائم کی گئی ہیں، نسب، اخلاق، تقویٰ مال و دولت اور پیشہ، اور یہ ضروری سمجھا گیا ہے، کہ اگر کوئی بالغ لڑکی اپنے اختیار سے کسی ایسے مرد سے شادی کرے، جو خود یا اس کا خاندان لڑکی سے یا لڑکی کے خاندان سے نسب میں یا اخلاق و تقویٰ یا مال و دولت یا پیشہ میں کم درجہ ہو، تو لڑکی کے اولیاء کو حق حاصل ہوگا، کہ وہ قاضی کی عدالت میں دعوے دائر کر کے اس کا نکاح فسخ کرا دیں، بعض فقہاء نے تو غلو کر کے یہاں تک فتویٰ دے دیا ہے، کہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا۔

**نسب کے اعتبار میں اختلاف** نسب میں قریش کو بڑا درجہ دیا گیا ہے، ان کے برابر کوئی غیر قریشی نہیں، پھر عام عرب قبائل کا درجہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر عجم کا، اسی طرح وہ نومسلم جو بذات خود مسلمان ہوا ہے، اس نومسلم کا مقابل نہیں، جو چند پشت پہلے مسلمان ہوا ہو، مال و دولت کے لحاظ سے یہ اجازت دی گئی، کہ اگر کوئی دولت مند لڑکی کسی فقیر مفلس مرد سے جو عورت کے دین مہر اور نفقہ کو ادا نہ کرسکتا ہو شادی کرلے، تو لڑکی کے اہل خاندان ایسے نکاح کو توڑ دیں (توحید امرتسر ۶ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ)

س:۔ میرا خاوند میری بدقسمتی سے عرصہ دراز سے شرابی اور زانی ہے، جس سے میرا نباہ بہت مشکل ہے، بہت دفعہ علیحدگی کے واسطے کہا گیا ہے، مگر میری کوئی شنوائی نہیں ہوتی براہ مہربانی آپ شریعت محمدیہ سے مکمل فتویٰ اخبار اہلحدیث میں مع میرے سوال شائع فرمائیں (ایک خاتون از قصور)

ج:۔ صورت مذکورہ میں عورت بذریعہ عدالت فسخ نکاح کرانے کا حق رکھتی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ جیسے حقوق عورتوں کے مردوں پر ہیں ویسے انکے بھی مردوں پر ہیں

مرد نہیں چاہتا کہ میری بیوی زانی یا شرابی ہو، اسی طرح عورت بھی مرد کا ایسا ہونا پسند نہیں کرتی، قرآن مجید میں ارشاد ہے

عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ عورتوں سے اچھا سلوک کیا کرو۔

نیز فرمایا:۔

لَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا عورتوں کو محض تکلیف دینے کو مت رکھو بلکہ اچھا نباہ رکھو

واللہ تعالیٰ اعلم (اہلحدیث ۶ نومبر سن ۱۹۳۱ء)

**شرفیہ:**۔ یہ صحیح ہے، اور حدیث نبوی لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی رواہ احمد فی مسندہ سے بھی اس جواب کی تائید ہوتی ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

س:۔ میری لڑکی مسماۃ عائشہ بی بی کا خاوند مسمی عزیز الدین عرصہ پانچ سال سے ایسے متعدی مرض میں مبتلا ہے، جس کا اثر اس کے چہرے پر ہے، اور زبان پر لکنت آگئی ہے، اور کچھ کاروبار بھی نہیں کرسکتا، اسی دوران میں اس نے مسماۃ مذکورہ کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا، اور آج تک اس کے نان و نفقہ کی بھی خبر نہیں لی، اور نہ مسماۃ مذکورہ کو چھوڑتا ہے، اندریں حالات مسماۃ مذکورہ نکاح فسخ کرانے کی کیا صورت اختیار کرے، کیونکہ مسمی عزیز الدین کے متعدی مرض سے عائشہ بی بی کو سخت خطرہ درپیش ہے، کہ وہی مرض اسے بھی نہ لاحق ہوجائے (قطب الدین کمہار از گوورداسپور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**ج**:۔ بذریعہ پنچ برادری، یہ نہ ہو سکے، تو بذریعہ عدالت مجاز فسخ نکاح کرا سکتی ہے۔
(فتاوی مولانا عبدالحی صاحب ج ۳ ص ۸۶) (فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۲۵۰، ۲۵۱)
(اہلحدیث ۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء)

**شرفیہ**:۔ نکاح فسخ کرا سکتی ہے، مگر بشرط صحت دعوی و ثبوت شرعی،
(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س**:۔ بموجب رسم ملک اگر ہودیوں کا سہرا توشہ کو پہنا دیا جاوے، تو اخلاقی گناہ کیا ہے، کیا ممانعت کی کوئی صریح حدیث ہے، نیز برات کے ہمراہ انگریزی باجا وغیرہ بجانا جس کے مضمون میں لغو کچھ نہیں، برائے اظہار خوشی ہے، کیا یہ جائز ہے؟

**ج**:۔ خلاف سنت نبویہ اور مشابہت کفار کی وجہ سے گناہ ہے۔ من تشبہ بقوم فھو منھم کا وعید ہے، باجہ بجاتے ہوئے بارات کا جانا بھی ایک معنی میں ریا کاری ہے، خطرہ ہے، کہ آیت مرقومہ ذیل کے تحت نہ ہو

لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ (پ ۱۰ ع ۲۶)

یعنی ان لوگوں کی مانند مت ہو جو ریا کاری اور تکبر کی بنا پر اپنے گھروں سے نکلے۔

(اہلحدیث یکم جنوری ۱۹۳۲ء)

**س**:۔ زید کی اہلیہ قضا کر گئی ایک مدت ہو گئی، اب پھر زید کوشش کرتا ہے مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، اور نہ کوئی امید ہے، اب زید سے برداشت بھی نہیں ہوتا ہے، اس کا نفس بہت مائل ہے، کہ نا جائز حرکت کرے، مگر خوف خدا بھی لاحق ہے، دوسرے گناہ کبیرہ ہوتا ہے، جس کو اللہ خود فرماتا ہے و لا تقربوا الزنا الخ ایسے نازک وقت میں زید کیا کرے، مطابق شرع شریف کے جواب ارسال فرمائیں (عبدالشکور انا سن سول)

**ج**:۔ شرعی طور پر حکم ہے:۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ

یعنی جو لوگ نکاح نہیں پاتے، وہ حتی المقدور بچتے رہیں۔

طبی طور پر بچنے کی یہ صورت ہے، کہ وہ سرد چیزوں مثلاً کشنیز وغیرہ کا استعمال کرے
(اہلحدیث ۲۹ جنوری ۱۹۳۲ء)

**س**:۔ ایک شخص ہے جس کی منکوحہ فوت ہو گئی ہے، اور موت ایسی واقع ہوئی، کہ شوہر متوفیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے دین مہر معاف نہ کرا سکا۔ اس کو کیا کرنا چاہیے؟ بڑی تردد و فکر ہے (سائل مذکور)

ج:۔ متوفیہ کے ورثار کو دے یا معاف کرائے، اولاد اس کی نہیں ہے، تو نصف کا مالک خود خاوند ہے، اولاد ہو تو ربع کا مالک ہے، باقی ورثار کا، ان سے بات چیت کرے اگر وارث کوئی نہ ہو، تو سب خاوند کا۔ (۲۹ جنوری ۱۹۳۲ء)

س:۔ شرعاً عورت کو پردے کے بارے کیا حکم ہے (سائل از چکر د مصر پور)

ج:۔ عورت کے لئے پردہ کرنے کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے، ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۝ (پ ۲۲ ع ۵) | اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو، کہ اپنی چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ |

(اہلحدیث ۲۶ جنوری ۱۹۳۲ء)

س:۔ ایک شخص جو بچپن سے اپنے استاد کے گھر میں آتا جاتا ہے، بعد بلوغت بھی آمد و رفت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور استاد اپنی بیوی سے پردہ کرائے یا نہ؟ خصوصاً جب شاگرد بھی جوان اور استاد کی زوجہ بھی جوان ہو، (سائل مذکور)

ج:۔ بعد بلوغت پردہ کرانا ضروری ہے، قرآن مجید میں ہے

| | |
|---|---|
| وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (پ ۱۸ ع ۱۲) | یعنی جب لڑکے بالغ ہوں، تو وہ بڑوں کی طرح گھر میں اذن لے کر جایا کریں، تاکہ گھر والیاں پردہ کر لیں۔ |

(اہلحدیث ۲۶ جنوری ۱۹۳۲ء)

س:۔ زید سات سال سے اپنی زوجہ سے بوجہ نامردی کے علیحدہ رہا، نان و نفقہ سے قطعاً بے پرواہ رہا۔ ایسی حالت میں اس کی بیوی پر شرعی طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں؟
(شیخ فضل الدین، ضلع شیخوپورہ)

ج:۔ صورت مرقومہ میں عورت فسخ نکاح کرانے کا حق رکھتی ہے، عدالت کے ذریعہ نہ کرا سکے تو پنچایت کے ذریعہ کرا لے (فتاوی نذیریہ جلد ۲) ۲۵ مارچ ۱۹۳۲ء

**فتاوی دہلی**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی لیکن اسی وقت راستہ ہی میں سے واپس کر دیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور ہم بستری کی نوبت نہیں آئی، اب اسی عورت کو اٹھارہ برس گھر بیٹھے ہوئے گذر گئے اس مرد نے نان ونفقہ کچھ بھی نہیں دیا، ایک مرتبہ وہ عورت اپنے خاوند کے پاس گئی بھی لیکن اس کا خاوند چھپ گیا، اور اس کے پاس تک نہ آیا، اور چند عورتوں نے کہا خاوند سے کہ اس کو بلالو لیکن اس نے کہا، کہ میرا اس کا کچھ واسطہ نہیں۔

الجواب :۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ حق تعالیٰ نے مرد کے ذمہ ادائے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ضروری قرار دیا، چنانچہ فرمایا فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ، یعنی خاوند کو عورت کے ساتھ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور عمل میں لانا چاہیئے ان دو باتوں کے سوا تیسری بات کا شریعت میں وجود نہیں پایا جاتا، یا تو ادائے حقوق کے ساتھ نکاح میں رکھنا یا طلاق دے کر حسب قانون شرع جدا کرنا، تیسری صورت یعنی نہ ادائے حقوق اور نہ طلاق کسی طرح جائز نہیں، اس کو بطور قضیہ منفصلہ حقیقیہ کے سمجھنا چاہیئے، اس کے دو جزء یعنی ادائے حقوق وطلاق نہ شرعاً دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں اور نہ مرتفع ہو سکتے ہیں بلکہ دونوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، اور صورت مسئولہ میں دونوں صورتوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی، نہ ادائے حقوق اور نہ طلاق، ایسی حالت میں سوا اس کے کہ عورت ضرر ونقصان میں مبتلا ہو، اور اس کی زندگی خراب ہو، اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے، یہ امر بھی ظاہر ہے، کہ عورت سے ضرر دور کرنا ضروری ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ وقال اللہ تعالیٰ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ اور ضرر دور کرنے کی صورت سوا اس کے کچھ نہیں ہو سکتی، کہ اس مرد ظالم کو فہمائش وتنبیہ کی جاوے، اور طلاق مانگی جاوے، اگر طلاق نہ دے تو مشورہ وپنچایت کر کے نکاح فسخ کیا جاوے، اور کسی مرد صالح سے اس کا نکاح کر دیا جائے تاکہ کچھ خرخشہ باقی نہ رہے۔

خلاصہ یہ کہ عورت مظلومہ مذکورہ کا نکاح فسخ کر کے کسی مرد خدا ترس سے کرنا جائز، بلکہ ضروری ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو کہ بیوی کے ادائے حقوق نان ونفقہ وغیرہ سے قاصر ہے یہ فیصلہ فرمایا، کہ دونوں میں تفریق کی جاوے، جیسا کہ دارقطنی میں مروی ہے، پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو بوجہ مجبوری ادائے حقوق سے قاصر ہے، تفریق کے لئے حکم صادر فرمایا، تو اس شخص کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


لئے بطریق اولیٰ تفریق کا حکم جاری کیا جا دے گا، جو کہ محض شرارت اور ایذا رسانی کی غرض سے حقوق ادا نہیں کرتا کما لا یخفی علی من لہ طبع سلیم وفہم مستقیم۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ عبد الجبار عمر پوری کان اللہ لہ

الجواب صحیح۔ عبد الستار حسن عمر پوری عفی عنہ (اہلحدیث ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۳ھ)

**س:۔** ایک مسماۃ کا نکاح ہمراہ ایک شخص کے ہوا، جب کہ فریقین بحالت نابالغی تھے، اسی اثنا میں مسماۃ مذکورہ کو اس کے خاوند کا دلی اپنے گھر لے گیا، کچھ عرصہ کے بعد بالغہ ہوگئی اور اس کا خاوند ابھی تک نابالغ تھا، نابالغ خاوند کا باپ لڑکی کو ناجائز فعل پر مجبور کرتا رہا وہ مار وغیرہ سے تنگ آکر اپنی بیوہ والدہ کے پاس چلی جاتی رہی، پھر خاوند کا باپ لڑکی والے گاؤں میں آکر لوگوں کی منت سماجت کرکے پھر لے جاتا، اور اس کو فعل بد پر مجبور کرتا، اب وہ لڑکی کسی طرح اپنے خاوند کے باپ کے گھر جانے کو تیار نہیں، خاوند نے اب دعویٰ دائر کر دیا ہے، مگر شہادت نکاح کوئی نہیں، اگر دعویٰ خاوند مذکور کا خارج ہو جائے، تو کیا وہ نکاح ثانی کر سکتی ہے؟ اگر کر سکتی ہے، تو کتنی عدت کی ضرورت ہے؟ کیا دوران مقدمہ میں نکاح کر سکتی ہے؟ (سی، ڈی معرفت بابو عالم خانصاحب)

**ج:۔** صورت مرقومہ میں مسماۃ مذکورہ کو اختیار فسخ حاصل ہے، اس وجہ سے کہ اوقت نکاح وہ نابالغہ تھی، عند الحنفیہ اس کی بھی ضرورت نہیں، والد ناکح کے فعل سے نکاح فسخ ہوگیا، اب اس کو اختیار ہے، دوسری جگہ نکاح کرلے، بوجہ عدم ملاپ اصل خاوند کے عدت اس پر واجب نہیں، واللہ اعلم (۸ر اپریل سنہ ۱۹۳۲ء)

**شرفیہ:۔** صورت مذکورہ میں عدالت میں مقدمہ دائر کرکے فیصلہ کرایا جائے، خواہ خلع ہو یا ایسے طلاق، خواہ حاکم فسخ کر دے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س:۔** ایک شخص نے اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرلی، پہلی بیوی کی طرف سے تقاضا ہوا، کہ یا دونوں بیویوں کو یکساں آرام سے رکھنے کا اطمینان کرا دو یا صفائی کر دو، اور دین مہر ادا کر دو، صرف پانچ چھ آدمی بیٹھے، لڑکی کا چچا بھی تھا، اور لڑکی کی ماں اور بھائی بالغ موجود تھے، پانچ آدمیوں نے صرف بیس روپے دے کر طلاق نامہ لکھا دیا، ایک ہی مضمون کے دو کاغذ لکھے گئے، لڑکی یا اس کے بھائی کی اجازت کے بغیر چچا نے دستخط کر دیئے، اب لڑکی اور اس کے بھائی راضی نہیں ہیں، تو دین مہر پورا ملنے کی مستحق عورت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(لڑکی) ہے یا نہیں؟　　　(محمد ابراہیم از جھا جھا)

ج:۔ اس مجلس میں اعتراض کرنے کا لڑکی اور اس کے بھائی کو حق تھا، اب بعد فیصلہ کے نہیں، واللہ اعلم　　　(۲۹ر اپریل ۱۹۳۲ء)

س:۔ ہندہ معمرہ پندرہ سال کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف زید سے اس طرح کر دیا، کہ نکاح کی اطلاع پاکر ہندہ نے رونا اور زبان سے انکار صریح کرنا شروع کر دیا، اتفاق سے مجلس نکاح کے گواہ جو نصف ساعت کے بعد گواہ بننے والے تھے، اس انکار صریح کو اپنے کانوں سے سنکر بہت متعجب ہوتے، تو ہندہ کے باپ نے جاکر ہندہ کو بہتیرا سمجھایا لیکن ہندہ انکار ہی کرتی رہی، بالآخر مجبور ہو کر شرماشرمی اور رسوائی کے خیال سے باپ نے گواہوں کو کہہ دیا، کہ میں سمجھا رہا ہوں، تھوڑی دیر کے بعد زید سے قاضی نے ایجاب وقبول کروایا، لیکن گواہوں کو ہندہ کے پاس اس غرض کے لئے کسی نے نہ بھیجا، نہ یہ خود گئے، یونہی بلا استیذان ہندہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے عاقدین کا کلام سنائے بغیر ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا گیا۔

ہندہ مذہب اہلحدیث کی پابند ہے، اور زید حنفی مقلد ہے، ایسے نکاح پر از روئے مذہب اہلحدیث وا حکام فقہ حنفیہ نکاح شرعی کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔

زید واقعہ انکار نکاح سے مغلوب الغضب ہو کر ہندہ کے ساتھ بے رحمانہ سلوک اور جابرانہ وظالمانہ برتاؤ روا رکھتا ہے، ہندہ اور زید میں شدید نا اتفاقی ہے، ہندہ کو زید سے طبعی نفرت ہے، اور زید کی ناقابل برداشت ایذا رسانی سے ہندہ کی جان سخت خطرہ میں ہے، قاضی کو اس صورت میں افتراق کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ مذہب اہلحدیث اور حنفیہ میں جو احکام تفریق سے متعلق ہیں، مع حوالجات مستند کتب حنفیہ اور احادیث صحیحہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے　　　(محمد عثمان خان عفی عنہ از محبوب نگر)

ج:۔ حدیث شریف میں ہے، کہ باکرہ سے بھی استفسار کیا جاوے، اس سے ثابت ہوتا ہے نکاح بالجبر جائز نہیں، بات اصل یہ ہے، کہ نکاح میں نباہ کرنا ہے لڑکی نے نہ باپ نے لڑکی اگر پسند نہیں کرتی، تو نباہ کیسے ہوگا، اس لئے جبر سے نکاح کو جائز کہنا، گویا دونوں میں فساد قائم رکھنا ہے، واللہ اعلم　　　(۶ر مئی ۱۹۳۲ء)

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ عورت عاقلہ بالغہ مذکورہ اپنے شوہر معین ہونے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقت اور عین ایجاب کے وقت کہہ رہی تھی، کہ میرا نکاح زید کے ساتھ نہ کرنا اور ساتھ اس کے گریہ وزاری بھی کر رہی تھی، مگر اس کے باپ نے نہ اس کی مرضی پر توجہ کی، اور نہ کسی غیر کا کہنا مانا، اور بلا مرضی اس کے اس کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا اور تا حال وہ راضی نہیں ہے تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا، کیونکہ عورت عاقلہ بالغہ کے نکاح کے منعقد ہونے کے لئے اس کی اجازت و مرضی شرط ہے، مشکوۃ شریف میں ہے۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الایم احق بنفسہا من ولیہا والبکر تستاذن فی نفسہا واذنہا صماتہا وفی روایۃ قال الثیب احق بنفسہا من ولیہا والبکر تستامر واذنہا سکوتہا وفی روایۃ قال الثیب احق بنفسہا والبکر یستاذنہا ابوہا واذنہا صماتہا رواہ مسلم وعن ابن عباس ان جاریۃ بکرا اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ فخیرہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابوداؤد۔

اور اس کے باپ نے جو یہ کہہ کر کہ اگر تو وہاں راضی نہ ہوگی، تو میں ان سے واپس کرا لوں گا، خسر کے گھر روانہ کر دیا، اور وہ جا کر وہاں سے واپس چلی آئی، سو باپ کے اس کہنے سے اس کا خسر کے گھر چلے جانا موجب رضا وقبول نہیں ہو سکتا، ہاں وہاں جا کر زید سے بلا جبر واکراہ راضی ہوتی، تو اس کا یہ فعل البتہ موجب رضا وقبول ہوتا مگر جب کہ وہاں سے بلا رضامندی واپس چلی آئی، اور تا حال وہ راضی نہیں ہے، تو اس کا خسر کے گھر مجرد چلے جانا ہرگز موجب رضا وقبول نکاح نہیں ہو سکتا، واللہ اعلم۔ حررہ عبدالرحیم عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۱۹۵

**س**:۔ اکثر جگہ دیکھا جاتا ہے، کہ جس شخص کا نکاح ہوتا ہے، وہ بعد قبول وایجاب اپنی جگہ پہ اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے، اور حاضرین کو سلام کرتا ہے، کیا اس کا کوئی ثبوت ہے

**ج**:۔ رسم قومی ہے سنت یا کسی حدیث سے ثابت نہیں، اگر ایسا کرنے والے موجب ثواب سمجھتے ہیں تو بدعت ہے، ورنہ محض رسم (اہلحدیث ۱۱ جنوری ۱۹۲۶ء)

**س**:۔ مجلس نکاح میں چھوہارہ وغیرہ لٹانا کیا سنت ہے؟

**ج**:۔ چھوہاروں کا نچھاور کرنا اس کو سنت سمجھ کر کسی حدیث سے مجھ کو نہیں ملا، یہ بھی ایک رسم ہے نچھاور کرنے کو سنت نہ سمجھے، بلکہ تقسیم کر دے تو جائز ہے (اہلحدیث ۱۱ جنوری ۱۹۲۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**س**:۔ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا، مگر عورت اکو اس نے نہیں کہا، صرف اس لے طلاق نامہ لکھ کر رکھا، مگر پھر اس نے دل میں سوچا، کہ بہت ظلم ہوتا ہے، تو آیا یہ طلاق اس عورت پر پڑی یا نہیں (نذیر احمد دربھنگوی)

**ج**:۔ خاوند کے طلاق بولنے سے اللہ کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے، چاہے بیوی کو خبر ہو یا نہ ہو (۲۴ جمادی الآخر ۱۳۶۵ھ)

**س**:۔ طلاق رجعی کے اندر کفارہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو کتنا ہے؟

**ج**:۔ طلاق رجعی میں کفارہ وغیرہ کچھ نہیں، واللہ اعلم (۱۴ جمادی الآخر ۱۳۶۵ھ)

**س**:۔ ایام حیض میں باکرہ عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں

**ج**:۔ باکرہ ہو یا ثیبہ دونوں کا نکاح ایام حیض میں جائز ہے، لیکن ملاپ جائز نہیں، جب تک پاک نہ ہو جائے، واللہ اعلم (اہلحدیث ۱۰ دسمبر ۱۹۲۳ء)

**تعاقب** اخبار اہلحدیث مورخہ ۷ رجب ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۳۰ء کے فتوی کے سوال ۱۵ میں ہے " زید نے اپنی بیوی فاطمہ کو ایک طلاق رجعی دی، رجعی طلاق کی عدت کے اندر اندر اپنی حقیقی سالی ہندہ سے نکاح کر لیا، تو جائز ہوگا یا نہیں؛ (رسائل خریدار نمبر ۸۷۹۵)

**جواب**:۔ نکاح جائز ہے، مگر پہلی بیوی سے رجوع جائز نہ ہوگا

شریعت طلاق رجعی دو تک ہے، اور عدت کے لئے بعد طلاق دینے مرد کے خواہ رجعی طلاق دے یا بائن، تین حیض تک انتظار کرنے کا حکم ہے۔

یہ بھی صراحۃ ذکر ہے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا

خلاصہ یہ کہ طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے اندر اندر عورت نکاح سے باہر نہیں ہوتی لہذا ثابت ہوا، کہ جب تک زید کی منکوحہ فاطمہ مطلقہ بطلاق رجعی کی عدت گذر نہ جائے، عدت کے اندر اندر زید کا نکاح کرنا اپنی حقیقی سالی ہندہ سے صحیح نہ ہوگا۔

اگر آپ یہ کہیں کہ زید کا فاطمہ کی عدت کے اندر اندر فاطمہ کی حقیقی بہن ہندہ سالی زید سے نکاح کر لینا گویا فاطمہ کو طلاق بائن دینا ہے، تو جواباً عرض ہے، کہ اگر کسی کی چار بیویاں ہوں، اس حالت میں ایک اور عورت سے نکاح کرے، تو پہلی چار میں سے کوئی ایک ضرور بائنہ ہونی چاہیے کیونکہ چار سے زیادہ حرام ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، واللہ اعلم بالصواب (خاکسار ابوالنجروم سلفی بردوانی)

**مفتی:** یہ تو ظاہر ہے، کہ مرد پر عدت نہیں، یہاں طلاق رجعی کے بعد دو صورتیں ہیں اِمْسَاکٌ بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ سالی کے ساتھ نکاح کر لینے سے معلوم ہوا کہ مطلق نے تسریحی صورت اختیار کی ہے، پس اس کے بعد اگر کچھ ہے تو یہ کہ وہ امساکی صورت اختیار نہیں کر سکتا، یہاں آپ کی چار بیبیوں والی مثال قیاس مع الفرق ہے، کیونکہ اس میں طلاق نہیں، طلاق رجعی دے کر بے شک پانچویں سے نکاح کرے، یہ قیاس صحیح ہے واللہ اعلم (اہلحدیث ۱۶ جنوری ۱۹۳۱ء)

**س:** زید کی شادی ایک نیک عورت سے ہوئی، جو تین چار بچوں کی ماں ہے، مگر زید شروع ہی سے اس کو کئی دفعہ مار کر گھر سے نکال چکا ہے، عورت نیک ہے خود آجاتی ہے ایک دفعہ اس کے بھائی کو بلا کر مار پیٹ کر کہہ دیا کہ اسے لے جاؤ مجھے اس کی ضرورت نہیں بچے چھین لئے اور گھر سے نکال دیا کیا اس صورت میں طلاق ہو سکتی ہے؟

**ج:** الفاظ "لے جاؤ مجھے اس کی ضرورت نہیں" سے طلاق کنائی واقع ہو گئی ہے واللہ اعلم (۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

**شرفیہ:** میں کہتا ہوں، کہ گو اصل حدیث انما الاعمال بالنیات صحیح بخاری میں ہے، مگر دل کی کیفیت متکلم کے سوا اللہ ہی کو معلوم ہے، لہٰذا ظاہری دلالت وہی ہے، جو مجیب مرحوم نے لکھی ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س:** کیا ایک مسلمان عیسائی عورت سے شادی کر سکتا ہے؟

**ج:** کر سکتا ہے عیسائی یا یہودی عورت سے مسلمان شادی کر سکتا ہے، جب ضرورت ہو اور ایسی عورت مل جائے، تو نکاح جائز ہے، قرآن پاک میں صراحۃً یہ حکم موجود ہے، واللہ اعلم (۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

**س:** زید نے اپنی لڑکی ہندہ کی عدم بلوغت کے وقت بکر سے شادی کر لی، بعد بلوغت کے ہندہ راضی نہیں، از روئے شرع شریف کیا فیصلہ ہے؟

(خیر الدین سنتال پرگنہ)

**ج:** ہندہ کو بعد بلوغت نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے (۲۷ مئی ۱۹۲۸ء)

**شرفیہ:** یہ مسئلہ بھی ہمارے اصحاب میں رائج ہو گیا ہے، مگر جس حدیث سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



استدلال کرتے ہیں، اس سے ثابت نہیں ہوتا، وہ حدیث خنساء بنت خدام کی ہے اس لئے کہ اس کا عدم بلوغ بوقت عقد نکاح ثابت نہیں بلکہ اس سے بوقت نکاح انکار کرانے سے بلوغ ثابت ہے پھر جملہ حالیہ وھی کارھۃ سے ثابت ہے، وہ نکاح منعقد نہ ہوا تھا معلق تھا، لہٰذا یہ استدلال فسخ باطل ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**تشریح مفیاں**

الجواب: حنفیہ کے نزدیک جب صغیرہ کا نکاح اس کا باپ یا دادا کر دیوے، تو بعد بلوغ کے صغیرہ کو فسخ نکاح کا اختیار باقی نہیں رہتا ہے، اور اگر باپ یا دادا کے سوا کوئی اور ولی صغیرہ کا نکاح کر دیوے، تو بعد بلوغ کے اس کو فسخ نکاح کا اختیار باقی رہتا ہے، پس صورت مسئولہ میں حنفی مذہب کے رو سے یہ نکاح جائز ہے، اور اس لڑکی بالغہ کو بعد بلوغ کے فسخ نکاح کا اختیار نہیں، خواہ اس نکاح سے وہ راضی ہو یا راضی نہ ہو، چاہے شوہر کے یہاں اس کے گذر کی صورت ہو یا نہ ہو، کچھ بھی ہو، چونکہ یہ نکاح باپ کا کیا ہوا ہے، اس وجہ سے لازم ہو گیا، اب لڑکی کی نامنظوری و ناراضی سے فسخ نہیں ہو سکتا، اور اہلحدیث کے نزدیک جب صغیرہ کا نکاح باپ یا دادا یا کوئی اور ولی کر دیوے، تو وہ صغیرہ بالغ ہو کر اس نکاح سے راضی نہ ہو، تو اس کو فسخ نکاح کا اختیار باقی رہتا ہے، چاہے وہ اپنے نکاح کو فسخ کرے یا باقی رکھے، پس صورت مسئولہ میں حدیث کی رو سے اس لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہے، چاہے اپنے اس نکاح کو فسخ کر ڈالے، یا باقی رکھے، اور یہی بات حق ہے، اور حنفیہ کا جو مذہب اوپر بیان ہوا ہے، اس کی کوئی دلیل صحیح نہیں ہے۔ بلوغ المرام میں ہے:۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباھا زوجھا وھی کارھۃ فخیرھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ سبل السلام ص ۹۷ ج ۲ میں ہے:۔

فالعلۃ کراھتھا فعلیھا علق التخییر لانھا المذکورۃ فکانہ قال صلی اللہ علیہ وسلم

---

؎ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ قال الحافظ فی بلوغ المرام واعل بالارسال انتھی وقال فی السبل واجیب عنہ بانہ رواہ ایوب بن سوید عن الثوری عن ایوب موصولا ولکن اللہ رواہ معمر بن سلیمان الرقی عن زید بن حبان عن ایوب موصولا واذا اختلف فی وصل الحدیث وارسالہ فالحکم لمن وصلہ قال المصنف الطعن فی الحدیث لامعنی لہ لان لہ طرقا یقوی بعضھا بعضا۔ انتھی ۱۲

(ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ مصحح)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اذا کنت کارھۃ فانت بالخیار وقول المصنف انہا واقعۃ عین کلام غیر صحیح بل حکم عام بعموم علتہ فاینما وجدت الکراھۃ ثبت الحکم وقد اخرج النسائی عن عائشۃ ان فتاۃ دخلت علیہا فقالت ان ابی زوجنی من ابن اخیہ یرفع بی خسیسہ وانا کارھۃ قالت اجلسی حتی یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فارسل الی ابیہا فدعاہ فجعل الامر الیہا فقالت یا رسول اللہ قد اجزت ما صنع ابی ولکن اردت ان اعلم النساء ان لیس للاباء من الامر شیئ والظاہر انہا بکر ولعلہا البکر التی فی حدیث ابن عباس وقد زوجہا ابوھا کفوا ابن اخیہ وان کانت ثیبا فقد صرحت انہ لیس مرادھا الا اعلام النساء انہ لیس للاباء من الامر شیئ ولفظ النساء عام للثیب والبکر وقد قالت ھذہ عندہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقرھا علیہ والمراد بنفی الامر من الاباء نفی التزویج للکارھۃ لان السیاق فی ذلک فلا یقال ھو عام لکل شیئ انتہی ما فی السیل ص ۲۶۷ ج ۲۔ حررہ محمد علی فنجابی فیروز پوری عفی عنہ

(فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۱۶۴)

**س:** غفورہ کی شادی عمرو سے ہوئی مگر بعد شادی کے غفورہ اس کے ہاں جانے سے انکار کرتی ہے، اور کل مہر واپس دے کر خلع چاہتی ہے، عمرو کہتا ہے، کہ بڑھیا ہو کر مر جانے پر میں خلع نہیں کروں گا، عمرو نے دوسری شادی بھی کر لی ہے، لہٰذا شریعت کا کیا حکم ہے؟

**ج:** صورت مسئولہ میں خاوند خلع قبول نہ کرے، تو معقول وجوہات پیش کر کے بذریعہ سب جج علاقہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے، خاوند کا اس طرح اپنی بیوی کو تنگ کرنا بحکم لا تمسکوھن ضرارًا بہت برا فعل ہے (۲۷ مئی ۱۹۳۸ء)

**س:** ایک حنفی کہتا ہے، کہ لڑکی نابالغہ ہو یا بالغہ بوقت نکاح اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

**ج:** حدیث شریف میں آیا ہے۔ البکر تستامر کنواری بالغہ سے بھی نکاح کے لئے اجازت لی جائے، اس لئے صحیح یہی ہے (اہلحدیث ۱۷ جون ۱۹۳۸ء)

**س:** زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، اور وہ تین سال اس کے گھر آباد رہی، زید ماں باپ کے گھر جانے سے روکتا ہے، اس نزاع میں وہ ایک سال سے اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھی ہے، مصالحت کے لئے ہندہ یہ شرط پیش کرتی ہے، کہ ماں باپ کے گھر سے نہ روکن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوگا، خاوند یہ شرط قبول نہیں کرتا، ایسی صورت میں کہ مرد عورت کی شرط نہ مانے، تو پھر اس کو بذریعہ طلاق جدا کیا جاوے، ایسی جدائی کو طلاق کہیں گے، یہ خلع بصورت خلع خاوند پر مہر مقررہ واجب الادا ہوگا یا نہیں، جب کہ ہندہ شرط مذکورہ کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، اور خاوند اس شرط پر بسنے کے لئے تیار نہیں، بروقت نکاح ایسی کوئی شرط نہیں ہوئی۔

ج:۔ عورت کو ماں باپ کی ملاقات سے روکنا ظلم ہے، اگر عورت یہ شرط کرتی ہے کہ مجھے ماں باپ کی ملاقات سے نہ روکا جائے، وہ مجھے گھر آکر ملیں یا کسی سبب (بیماری وغیرہ) سے ان کو جا کر ملوں، یہ مطالبہ بالکل جائز ہے، اس لئے خاوند کو مان لینا چاہیے، اگر اس وجہ سے طلاق دے گا، تو یہ طلاق خلع نہ ہوگی، بلکہ بائن یا مغلظہ ہوگی، ایسی شرط اگر بوقت نکاح نہ ہوئی، تو کوئی حرج نہیں، قرآن پاک میں ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، دستور شریعت کے مطابق ان سے گذارہ کیا کرو (اہلحدیث ۸ جولائی ۱۹۳۸ء)

س:۔ اگر بارہ سال کا لڑکا طلاق دے دے، اور اس کا باپ بھی ساتھ ہو کر طلاق کرائے، تو کیا یہ جائز ہے۔

ج:۔ یہ طلاق جائز ہے۔ فتاویٰ ابن تیمیہ۔ واللہ اعلم (۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء)

س:۔ زید ہمیشہ داڑھی مونڈتا ہے، گانا باجہ وغیرہ سنتا دیکھتا ہے، ایک امام صاحب نے اپنی پڑھی لکھی لڑکی کی شادی اس سے کر دی، حالانکہ وہ پہلے سے اس کے حالات سے واقف تھے، اب سوال یہ ہے، کہ زید کافر جہنمی ہے یا نہ، اور یہ شادی درست ہے یا نہ، اور زید کے ساتھ تعلقات رکھنا کیسا ہے

ج:۔ داڑھی منڈا کافر نہیں، فاسق مسلمان ہے، ایسے شخص سے ملنا جلنا، اور اس کو مسنون داڑھی رکھنے کی تلقین کرنا، اس سے علیحدگی اختیار کرنے سے بدرجہا بہتر ہے، حدیث شریف میں آیا ہے۔ ان تخالط الناس خیر من ان تجانبہم۔ اور ایسے شخص سے جو نکاح ہو چکا ہے، وہ درست ہے، واللہ اعلم (۳۰ ستمبر ۱۹۳۸ء)

س:۔ طلاق بدعی واقع ہوگی یا نہ؟

ج:۔ طلاق واقع ہو جائے گی۔ لقولہ علیہ السلام۔ ثلاث جدھن جد و ھزلھن جد الطلاق والنکاح والعتاق۔ تین چیزیں استہزاء کہی جائیں یا قصداً ہر حالت میں واقع ہو جاویں گی، طلاق، نکاح اور آزادی غلام اس حدیث میں طلاق کا عدم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقوع کسی حالت میں نہیں فرمایا　　(۳۰ ستمبر ۱۹۳۸ء)

**س**:۔ منگنی کا کہیں شریعت میں ثبوت ملتا ہے؟

**ج**:۔ منگنی ایک معاہدہ ہوتا ہے، کہ لڑکی کو فلاں لڑکے کے ساتھ نکاح کروں گا اس معاہدہ کی پابندی اس حد تک ہونی چاہیئے، جب تک خلاف شرع نہ ہو، اور ان کے مفاد کے خلاف نہ ہو، جن کے حق میں یہ معاہدہ ہوا ہے، صورت مسئولہ میں (منگنی کے بعد معلوم ہوا کہ) لڑکی بڑی عمر کی ہے، اور لڑکا چھوٹا، تو اس وعدہ کو توڑنا ضروری ہے، حدیث شریف میں آیا ہے، اگر کوئی قسم کھائے، اور قسم کھانے کے بعد اس کام سے رکنا خلاف شرع سمجھے، جس سے رکنے کی قسم کھائی ہے، تو اس کو چاہیئے، کہ قسم کا کفارہ دے، اور وہ کام کرلے، واللہ اعلم

(نوٹ) اس قسم کے وعدے کرنے بھی منع ہیں، مگر غرض مند لوگ کر لیتے ہیں، پھر مصیبت میں پڑتے ہیں، مسلمان یہ سمجھیں، کہ لڑکیاں خدا کی امانت ہیں، خدا کے سوا ان کے حقوق میں تصرف جائز نہیں ہے　　(۱۴ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

**شرفیہ**:۔ اول تو ایسا وعدہ ہی بے قاعدہ اور غلط ہے، پھر اگر قرائن اغلبیہ ایسے ہوں جن سے کہ طرفین کا نباہ نہ معلوم ہوتا ہو، اور یہ ایفائے وعدہ مفضی الی الفساد ہو، تو توڑنا لازم ہے۔ اللہ یعلم المفسد من المصلح　　(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س**:۔ ایک شخص نے اپنی جد کی زوجہ یعنی سوتیلی دادی سے نکاح کیا، اور عورت مذکورہ سے ملا، اس کو حمل بھی ہوا، حمل سے لڑکا پیدا ہوا، کیا یہ نکاح درست ہے

(صدر الدین از چنیوٹ)

**ج**:۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ۔ تمہارے باپ دادوں نے جن عورتوں سے نکاح کئے ہیں، ان کے ساتھ تم نکاح مت کرو، اس لئے سوتیلی دادی بھی مثل سوتیلی ماں کے حرام ہے　　(۱۸ جمادی الاول ۳۹ھ)

(نوٹ) پہلے کبھی یہ مسئلہ اہلحدیث میں غلط چھپ گیا تھا، علم ہونے پر فوراً اس کی تصحیح کردی گئی تھی۔ اہلحدیث مورخہ ۳ شوال ۱۳۴۷ھ ملاحظہ ہو۔

(اہلحدیث ۱۸ جمادی الاول ۳۹ھ)

**مکرر اصلاح**

رمضان ۱۳۲۸ھ کے کسی پرچہ میں ایک فتوی چھپ گیا تھا، کہ باپ کی سوتیلی ماں ممنوعات محرمہ کی فہرست میں نہیں، چونکہ یہ فتوی غلط تھا، اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لئے فوراً ۳ر اکتوبر ۱۹۱۹ء کے اہلحدیث میں اس کی اصلاح کردی گئی، اور صاف لکھا گیا، کہ سوتیلی دادی بھی لاتنکحوا مانکح آباؤکم میں داخل ہے، اس کے بعد بھی اس پر اطلاع درج ہوتی رہی، آج پھر سر کر راس اصلاح کا اعلان کیا جاتا ہے (۸ر مارچ ۱۹۳۲ء)

**تشریح**:- بالکل صحیح ہے، اور یہ کہ شخص مذکور کا نکاح نہ تھا، زنا تھا، اور حمل سے جو بچہ پیدا ہوا وہ حرامزادہ ہے، نسل صحیح نہیں، نہ ترکے کا مستحق (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

**س**۔ ایک شخص ایک عورت خریدا ہے، لونڈی کے طریقے پر، لیکن نکاح نہیں کرتا، بغیر نکاح اپنے کام میں لاتا ہے، وہ کہتا ہے، کہ لونڈی خریدی ہوئی ہے، تو کیا یہ جائز ہے؟

**ج**:- آج کل لونڈی کوئی نہیں، یہ عورتیں تمام آزاد ہیں، اور آزاد کو غلام بنانا موجب لعنت ہے شخص مذکور بغیر نکاح کے ملاپ کرتا ہے، تو زانی ہے

www.KitaboSunnat.com

(نوٹ) واضح رہے، کہ آج کل جو عورتیں فروخت کی جاتی ہیں یہ قانوناً و شرعاً ناجائز ہے واللہ اعلم (اخبار اہلحدیث امرتسر یکم ستمبر ۱۹۳۹ء)

**س**۔ ایک عورت کسی دنیاوی غرض کے لئے یا محض نکاح فسخ کرانے کے لئے اپنی رضامندی یا والدین کے مجبور کرنے سے عدالت میں جا کر اپنی زبان سے کہدے، کہ میں عیسائن یا سکھنی ہوں، یا اسلام کے ماسوا کسی اور مذہب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے دراں حالیکہ اسلام سے متنفر نہیں، اور جس کا بین ثبوت یہ ہے، کہ وہ غیر از اسلام کسی اور مذہب کے لوگوں سے کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں کرتی، اور نہ ان میں شمولیت حاصل کرتی ہے، کیا اس کلمہ کفر کے کہنے سے اس کا نکاح شرعاً فسخ ہوجاتا ہے، یا نہیں، کیا اس کا کلمہ کفران آیات پر محمول ہے یا نہیں؟

(۱) إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ۝

(۳) قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ

(۴) مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ

حالانکہ آیات مذکورہ سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ فقط امنا و اسلمنا و کفرنا و عصینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہنے سے مومن یا کافر نہیں ہو سکتا، باوجود زبان سے مومن ہونے کا دعدہ کرے اور دل میں کفر ہو یا دل میں ایمان ہو اور زبان پر کفر، خصوصاً اس کے قائل کے حالات اور اس کی علامات ظاہر ہی سے پورا پتہ چل جاتا ہے، جیسا کہ آیت فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ سے واضح ہے، کہ اگر وہ اجرات امتحان میں آکر مومنہ ثابت ہو جائیں، تو کفار سے ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، جس کی وجہ سے انہیں کفار کی طرف لوٹانا منع ہے، لیکن اگر وہ امتحان میں ناکام رہیں، اور مومنہ ثابت نہ ہو سکیں، تو انہیں کفار کی طرف لوٹا دینے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اس صورت ان کا نکاح کفار سے نہیں ٹوٹتا، ظاہر ہے کہ جب محض زبان سے اٰمنّا کہنے پر کفار کا نکاح نہیں ٹوٹتا، تو مسلمہ کا نکاح طوعاً کرہاً محض زبانی ارتداد سے کیسے ٹوٹ سکتا ہے، جب کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہو، حدیث شریف میں بھی آیا ہے، کہ لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق رواہ ابوداؤد وابن ماجہ ان آیات واحادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا نکاح کیسے فسخ ہو سکتا، اور تعجب یہ ہے، کہ وہ اسلام ہی میں رہتی ہے، اور اس میں کفر کا کوئی اور کام نہیں پایا جاتا، سوائے اس کلمہ کے جو عدالت کے روبرو کہہ کر نکاح فسخ کراتی ہے، بعدہ اپنے مسلم خاوند کے سوا کسی اور مسلم سے نکاح کر لیتی ہے حالانکہ حدیث وارد ہے۔ عن ابن عباس قال اسلمت امراۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتزوجت فجاء زوجھا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انی قد کنت اسلمت وعلمت باسلامی فانتزعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زوجھا الاخر وردھا الی زوجھا الاول رواہ ابوداؤد۔ علماء کو اس بارے میں اظہار خیالات کا حق حاصل ہے

**ج۔** قلبی کیفیت کو سوائے خدائے عالم الغیب کے کوئی نہیں جانتا، اس لئے ہم ظاہر پر حکم لگانے کے مامور ہیں، چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا یعنی بظاہر جو سلام کہے، تم اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے اسی موقعہ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ھلا شققت قلبہ تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا، اور جو آیات آپ نے لکھی ہیں، ان میں علم خداوندی کا ذکر اور اسی کا حکم ہے، پس نتیجہ صاف ہے، کہ ہم لوگ کسی کے دل پر حکم نہیں لگا سکتے، دل پر خدا کا حکم ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۵۔ ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**تشریح:** یہ صحیح ہے، اور حکیم لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن الآیۃ بعد تکلم باختیار کلمہ کفر ارتداد ثابت اور نکاح فسخ، پھر اگر اسلامی قانون جاری ہو، تو بعد ارتداد بحکم حدیث نبوی مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۰۷ مرتد کے لئے تا توبہ جان بخشی نہیں، پھر دوسرا نکاح کیسا؟

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

# مُعلقہ اور مُرتدہ کا نکاح

لِلرِّجَالِ نَصِیبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِیبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ (النساء)

پچھلے دنوں اکثر اخبارات میں یہ تحریک جناب ناظم جمعیۃ العلماء ہند یہ چرچا عام ہوا، کہ آج کل اکثر عورتیں اپنے خاندان کے ناروا سلوک سے تنگ آکر مجبور ہو جاتی ہیں، کہ کسی نہ کسی طریق سے ان کے ظلم و ستم سے رہائی حاصل کریں، اور وہ اس صورت میں اپنے ناحق شناس خاوند کے پنجہ استبداد سے نکلنے کے لئے کسی اور مذہب کی پناہ لینے پر مجبور ہو جاتی ہے، اور غیر مذاہب والے نہایت خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کرتے ہیں، گویا یہ ظاہر ہو کہ مسلمان کمزور ہو گئے سست، بے ہمت، اور بے غیرت ہو گئے، اور یہ کہ مذہب اسلام میں ایسی عورت کے لئے ارتداد کے سوا اور کوئی نجات کی صورت ہی نہیں ہے، ایسے ہزاروں واقعات ہوئے ہیں، کہ بے شمار بھولی بھالی اور باعصمت عورتیں جن کے دل میں اسلام کی حمیت ہے، اور وہ مسلمان گھرانوں کی ہیں، قرآن و احکام اسلام کی عظمت و وقار ان کے دلوں میں جاگزین ہے وہ صالحات قانتات ہیں، وہ خاندان کے عزت و ناموس کی حافظات ہیں، لیکن بے انصاف خاوند کے سلوک سے تنگ آکر اس کے بے جا تشدد سے مجبور ہو کر اور اس کا اپنے ساتھ انسانیت سے گرا ہوا سلوک دیکھ کر نہایت حسرت و یاس کے عالم میں جرأت کر بیٹھی ہے، کہ آغوش عیسائیت یا آریت میں پناہ گزین ہوں، جب دیکھتی ہیں کہ ان کے تمام حقوق نظر انداز ہو رہے ہیں، اور ان کے ساتھ خاوند کی طرف سے وحشیانہ برتاؤ ہو رہا ہے، تو ناچار یہ سمجھ کر کہ شاید اسلام میں رہ کر ان کے لئے رہائی کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، اپنا مذہب تبدیل کر لیتی ہیں، اور آہ کہ مسلمان کی بچی جس کے کان عمر بھر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی صدائے جاں نواز سے اکثر آشنا رہے ہیں، جو محمد رسول اللّٰہ کے نام پر قربان ہو، اور جس کے سینہ میں کلام اللّٰہ شریف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی سی متبرک کتاب محفوظ ہو، جو زبان سے کوئی کلمہ کفر نکلتے ہوئے کانپ اٹھتی ہو، جو بات بات پر خدائے لایزال کا خوف رکھنے والی ہو، عالم یاس میں پنجہ عیسائیت میں گرفتار ہو کر ایک خدا کے بجائے تین ماننے پر مجبور ہوتی ہے، بے ادب ہوتی ہے، گستاخ بن جاتی ہے، وہ لعل جو ایک مسلم گھرانے کے لئے باعث زینت اور آرائش تھا، خانہ تثلیث میں جا کر باعث زیبائش بنتا ہے، اور بدقسمت قوم مسلمان کی بے شمار مصائب میں ایک اور کا اضافہ ہو جاتا ہے

أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ یہ سب کچھ ہمارے غفلت اور جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے، ان تمام باتوں کا الزام سراسر ہمارے اوپر عائد ہوتا ہے، ان جملہ نتائج کے حقیقی ذمہ دار ہمارے علمائے کرام ہیں، جو عمر بھر یک طرفہ ڈگری ہی دیتے رہے، اور حقوق نسواں کی طرف سے عوام کو یکسر غافل و لاعلم رکھا"

حالانکہ قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے

عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ — عورتوں سے عمدہ سلوک کیا کرو

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ — نیک لوگوں پر حق ہے، کہ عورتوں سے اچھا سلوک کریں

فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ — اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو، اور ان کو تنگ کرنے کے لئے نہ روکو، اور جو ایسا کرے، اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ — روکنا ہے اچھی طرح یا چھوڑ دینا ہے احسان کر کے۔

کاش مسلمان اپنے گھروں میں کم از کم اسلامی تعلیم و ضروری مسائل تو ضرور سکھا دیتے آج مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت نہیں، کہ اس پر روئیں، ایک تکلیف نہیں، کہ اس پر رنج کریں، ایک زخم نہیں کہ اس کے اندمال کی تجویز ہو ؎

تن ہمہ داغ داغ شد — پنبہ کجا کجا بہم

ہزاروں مصیبتیں ہیں، ڈر ہے، بھوک ہے، اموال کی بربادی ہے، مسلمان من حیث القوم تباہ ہو رہے ہیں، اپنی امیدوں کے درخت کٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، حکومت ان سے بدظن، برادران وطن ان کے لئے بغلی گھونسہ اور تمام سختیوں سے بڑھ کر یہ آپس میں ایک دوسرے سے بدظن، بدگمان، ایک دوسرے کے حاسد اور خون کے پیاسے، ایک وقت تھا، کہ جب بنگال پر انگریزوں کا تسلط ہوا۔ علی وردی خان اور نواب سراج الدولہ جیسے غیور مسلمانوں کا دور دورا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ختم ہوا، میر جعفر جیسے محسن کش، اور ملت فروش نواب برسر مسند آئے، تو گو اس وقت یہ نواب برائے نام ہی تھے، اور اصل اقتدار اس وقت انگریزوں ہی کا تھا، لیکن تاہم وارن ہیسٹنگز کے عہد تک تمام فیصلے اور تمام مقدمات مسلمان قضاۃ ہی کے سپرد تھے لیکن جوں جوں مسلمان اخلاقاً اور سیاساً کمزور ہوتے گئے، شریعت کے بجائے دفعات قوانین ہند قبول کرتے گئے

اگر آج مسلمان ہمت کر کے کم از کم معاملات نکاح اور طلاق ہی اپنے ہاتھ میں لے لیں، اور ایسے معاملات کو عدالت تک پہنچانے کی نوبت نہ آئے، تو ایک گونہ اس آئے دن کی مصیبت ارتداد سے نجات ہو جاتی۔

بھلا جاؤ، کہ اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے، کہ ایک عورت اپنے خاوند کے برے سلوک سے تنگ آ کر چاہتی ہے، کہ اس سے رہائی حاصل کرے، اسے خلع کا مسئلہ معلوم ہے، وہ کچھ رقم پیش کرتی ہے، لیکن وہ ناخدا ترس قبول نہیں کرتا، اور نہ ہی رہائی دیتا ہے، اور نہ ہی گھر لا کر سلوک کرتا ہے، اور نہ ہی سلوک سے رکھتا ہے، اب اس کا علاج سوائے ڈنڈے اور طاقت کے اور کیا ہو سکتا ہے، یا یہ کہ برادری والے یا محلہ دار خدا ترس ہوں، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واقف ہوں، اور اس پر اخلاقی دباؤ ڈالیں تاکہ وہ اس طریقہ سے ہی عمل کرے، شریعت نے مردوں پر بھی مساویانہ ذمہ داریاں عاید کی ہیں، اگر ایک مرد عورت کو بے جا تنگ کرتا ہے، اور وہ عورت اس کے پاس رہنا پسند نہیں کرتی، تو اس صورت میں شریعت مطہرہ نے اس کے لئے بھی قانون بنا رکھا ہے، کہ وہ کچھ رقم دے کر یا مہر واپس کر کے خاوند سے علیحدہ ہو جائے اور ایک طہر کے بعد کہیں اور جگہ اپنے سینگ سمالے اس طریق کو شریعت اسلامی میں خلع کہتے ہیں خلع میں ضروری نہیں کہ زوجین میں رضامندی ہو، جیسا کہ میرے مکرم دوست منشی ہدایت اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث مورخہ یکم شعبان میں تحریر کیا ہے، بلکہ تفریق تک تو نوبت تب ہی جاتی ہے، جب کہ زوجین کی باہمی رنجشیں اور کدورتیں بڑھیں، اور صفائی ناممکن ہو، میں نہیں سمجھتا کہ یہ کہاں سے لیا گیا ہے کہ "خلع بلا رضامندی خاوند کے نہیں ہو سکتا" حالانکہ خلع کی صورت ہی تب پیدا ہوتی ہے، کہ جب جانبین میں مناقشات اس حد تک بڑھ جائیں، کہ اصلاح نہ ہو سکے ملاحظہ ہو:۔

اذا کرھت المراۃ زوجھا لقبح منظرھا وسوء عشرتھا وخافت ان لا تؤدی حقہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جاز ان تخالعہ علی عوض لقولہ تعالی فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ وروی ان جمیلۃ بنت سہل کانت تحت ثابت بن قیس بن الشماس وکان یضربہا فاتت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت لا انا ولا ثابت وما اعطانی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذ منہا فاخذ منہا فقعدت فی بیتہا (کتاب المہذب وفقہ شافعی جلد ۲ ص ۵)

یعنی جب عورت کا خاوند بدشکل اور کریہہ منظر ہو، یا اس کے حقوق زوجیت سے غافل ہو جائے، اور اسے ڈر ہو کہ یہ نباہ مشکل ہو گا، تو اس حالت میں وہ کچھ عوض دے کر خاوند سے اپنا فیصلہ کرا سکتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمیلہ حضور کے پاس صبح صبح ہی شکایت لے کر آئی، کہ ثابت بن قیس نے مجھے مارا ہے، میں اس کے پاس نہیں رہوں گی، اپنا سب کچھ (مہر) مجھ سے لے لے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا، اور ان میں تفریق کرا دی دوسری جگہ ہے:۔

والخلع المباح بلا کراہیۃ ان تکرہ المراۃ صحبۃ الزوج ولا یمکنہا القیام باداء حقوقہ فتخرج فتختلع نفسہا لقولہ تعالی الا ان یخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح الایۃ (الدرا لبہیۃ روضۃ الندیۃ ص ۱۴۵)

یعنی اگر عورت مرد کے پاس رہنا نہ چاہے، تو خلع کرالے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، کہ اگر زوجین باہمی حقوق کی نگہداشت نہ رکھ سکیں، تو عورت فدیہ دے کر علیحدہ ہو جائے۔ بلکہ عورت کو یہاں تک آزادی دی گئی ہے

ولو اختلعت نفسہا بلا سبب فجائز مع الکراہیۃ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ لم یفتشوا عن سبب الاختلاع من جانبہا (روضۃ الندیۃ)

یعنی اگر عورت بلا وجہ بھی خلع پر مصر ہو تو مع الکراہیت جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جمیلہ سے بہت زیادہ نہیں پوچھا محض اس کے سرسری بیانات ہی پر فیصلہ دے دیا۔ ابوداؤد میں ہے۔

عن حبیبۃ بنت سہل الانصاریۃ انہا کانت تحت ثابت بن قیس وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج الی الصبح فوجد حبیبۃ بنت سہل عند بابہ فی الغلس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہذہ قالت انا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حبیبة بنت سہل فذکرت ما شاء اللہ ان تذکر وقالت یا رسول اللہ کلما اعطانی عندی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لثابت خذ منہا فاخذ منہا و جلست فی اہلہا۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان حبیبة بنت سہل کانت عند ثابت بن قیس بن شماس فضربہا فکسر بعضہا فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الصبح فاشتکتہ الیہ فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابتا فقال خذ بعض مالہا وفارقہا فقال ویصلح ذلک یا رسول اللہ قال نعم قال فانی اصدقتہا حدیقتین و ہما بیدہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خذہا وفارقہا ابوداود مع عون المعبود

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت حبیبہ یا جمیلہ صبح صبح ہی جب کہ آنحضور نماز صبح کو نکلے آپ کے دروازے پر آن کھڑی ہوئی آپ نے پوچھا تو کون ہے عرض کرنے لگی کہ میں ہوں حبیبہ بنت سہل اور اپنا تمام واقعہ سنا دیا، اور کہا کہ میں اپنے خاوند ثابت بن قیس کے پاس رہنا نہیں چاہتی ہوں، اس نے مجھے مارا بھی ہے، دیکھئے میری ہڈی ٹوٹ گئی، اور میں اس کا سب کچھ (مہر) دینے کو تیار ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو بلا کر فرمایا، کہ بھائی اس سے کچھ مال لے لو، اور اسے چھوڑ دو، ثابت بے چارے کی کیا مجال تھی کہ دم مارتا، ہاں دبی زبان میں یوں کہا، کہ کیا یہ مناسب اور درست ہے (کہ مجھ سے کچھ پوچھا بھی نہیں گیا) آنحضور نے جواب دیا کہ ہاں بالکل ٹھیک ہے، پھر کہا حضور میں نے تو اسے مہر میں دو باغ دیئے ہوئے ہیں اور وہ اسی کی ملکیت میں ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اپنے باغ لے لے لیکن اسے چھوڑ دے، چنانچہ ثابت رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

اور دوسری جگہ امام بیہقی عطاء سے روایت کرتے ہیں، کہ حبیبہ نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تمام حال سنایا، تو آپ نے وہیں بغیر ثابت کے بلائے فیصلہ کر دیا، اور ان کی تفریق کر دی، لیکن جب یہ خبر ثابت رضی اللہ عنہ کو ملی، کہ میرے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا ہے، تو کہا قد قبلت قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تنقید الہدایة ترجمہ المولوی وحید الزمان)

اب ہم ثابت رضی اللہ عنہ کے دل کی کیفیت نہیں جانتے کہ یک طرفہ فیصلہ سن کر کس دل سے کہا، لیکن کہا ضرور کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو منظور کیا، غور فرمایئے، کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی جس کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرا ما ترضی ان تعیش حمیدا وتموت شہیدا وتدخل الجنۃ ان کی بیوی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اظہار کراہت کرتی ہے، کہ میں ثابت کے پاس رہنا نہیں چاہتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کو فیصلہ دے دیتے ہیں، اب ان حالات اور واقعات کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے، کہ خلع بلا رضامندی خاوند کے نہیں ہو سکتا" نہیں بلکہ جیسے مرد کو طلاق دینے میں آزادی ہے، ایسے ہی عورت جب اپنے مرد کے سلوک سے تنگ ہو اور اس کے پاس رہنا نہ چاہے تو اس سے خلع کروا سکتی ہے، آزادی حاصل کر سکتی ہے، تو پھر کیا ضرورت کہ ارتداد کے دروازے پر دستک دیوے۔ عبد الرحمن خلیل قریشی منشی فاضل حکیم حاذق از نظام آباد ضلع گوجرانوالہ

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۲ اپریل ۱۹۳۷ء)

**س**:۔ لڑکی عمر بوقت نکاح آٹھ سال کی تھی، اب تقریباً اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے، لڑکی پشاور میں تھی، اور لڑکا جس کے ساتھ نکاح ہونا تھا بصرہ میں تھا، لڑکی کے والد نے پشاور سے ڈاک کے ذریعہ لڑکے کو اطلاع دے دی تھی، کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے، لڑکے نے نکاح کا پیغام سن کر بصرہ میں ایجاب و قبول پر کسی کو گواہ نہیں گردانا تھا، اور نہ ہی بواپسی ڈاک لڑکی کے والد کو پشاور میں ایجاب کی اطلاع دی تھی، کہ میں نے اپنی لڑکی کو قبول کر لیا ہے، اب ارشاد ہو کہ کیا شرع شریف کی رو سے یہ نکاح جو بلا شہود اور بلا اطلاع ایجاب منعقد ہوا ہے درست ہے یا کہ غیر درست اور بصورت عدم جواز لڑکی نکاح ثانی پر مختیر ہے یا کہ نہیں، اگر ہے، تو کس صورت سے طلاق لے گی، یا بلا طلاق کسی دوسری جگہ نکاح کر لے۔

**ج**:۔ یہ نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ مجلس واحد میں ایجاب و قبول مع شاہدوں کے اس میں نہیں پایا جاتا قرآن مجید میں حکم ہے اَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ لہٰذا یہ عقد نکاح کچھ بھی نہیں، بلکہ شریعت سے استہزاء ہے (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ص ۱۳ نومبر ۱۹۳۷ء)

**س**:۔ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، تھوڑے عرصہ کے بعد زید پاگل ہو گیا، کتنے دنوں تک تو بالکل غائب رہا، مگر اب دو چار مہینے سے ایک دوسری جگہ میں ہے، مکان پر نہیں ہے، مگر حالت بدستور بلکہ پہلے پاگل پن میں اضافہ ہی ہے، چار برس کا زمانہ ہوا پاگل ہوئے، ہندہ ابھی نوجوان ہے، زید سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اب ہندہ کتنے روز تک صبر کرے، اب زید کا خود ایک خورد سگا بھائی موجود ہے ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی زید کے والدین چاہتے ہیں کہ زید کے بھائی سے اس کا نکاح کر دیں، اور ہندہ بھی راضی ہے، اور اس کے دلی بھی اب سوال یہ ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زید کے والدین کس صورت سے نکاح کریں، جواب تحریر فرمائیں۔

ج:۔ نکاح اول بذریعہ عدالت فسخ کرا دیں، پھر نکاح ثانی کر سکتے ہیں، اگر عدالت تک رسائی مشکل ہو تو برادری کی پنچایت فسخ کر دے (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۴ نومبر ۱۹۳۸ء)

س:۔ زید نے اپنی لڑکی کی شادی بکر سے کر دی، جس کو عرصہ سات سال کا ہوتا ہے، وہ لڑکی اپنے شوہر سے ہمیشہ ناخوش رہی، اور کبھی اس کے یہاں مستقل طریقے سے نہ رہی، اور ہمیشہ رات کو پوشیدہ بھاگتی رہی، اب بغیر طلاق اور خلع کرائے ہوئے اس کے والدین اور چند آدمیوں نے دوسرے سے عقد کرا دیا۔ اب وہ نکاح ثانی جائز ہوا یا ناجائز، اور بصورت ناجائز اس کو کیا کرنا چاہیے، اور جو لوگ شریک عقد تھے، ان پر شرعی حکم کیا ہے، اور اگر اس کا شوہر طلاق نہ دے تو کیا کیا جائے

ج:۔ جب تک نکاح اول فسخ نہ کرایا جائے یا طلاق نہ ہو، دوسرا نکاح جائز نہیں، قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ یعنی خاوند والی عورتیں بھی تم (مسلمانوں) پر حرام ہیں جو شخص جان بوجھ کر خاوند والی عورت کا نکاح دوسری جگہ کرتا ہے، وہ حرام کو حلال کرتا ہے، جو کفر ہے، نکاح میں شرکت کرنے والے جب تک اپنا بیان نہ دیں، ہم ان کے متعلق کوئی فتوے نہیں دے سکتے، واللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۱۸ نومبر ۱۹۳۸ء)

**تشریح:۔** اس میں شریک ہونے والے نکاح خواں اگر اس معاملہ میں قطعاً بے خبر تھے تو معذور ہیں، ورنہ جو حکم دلیوں اور عورتوں کا ہے، وہی ان کا ہے۔

(ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

س:۔ ایک شخص کہتا ہے مجھے شادی کرنا ہے لیکن اس کو شادی نہیں ملتی ہے، اگر ملتی ہے تو پیسوں سے، لیکن اس شخص کے پاس دام نہیں ہے جو شادی کرے، اس لئے مجبوراً اب لوگوں سے کہتا ہے، کہ میں تمہارا بھائی مومن مسلمان ہوں، تم پر میرا حق ہے، کہ برائے خدا مجھے زکوۃ وخیرات سے امداد کرو، تاکہ میں شادی کروں، اب مذکورۃ الصدر کو خیرات وزکوۃ دینا درست ہے، یا کہ نہیں؟ (سید حبیب اللہ شاہ بخش علی شاہ جنرل مرچنٹ ٹنڈو غلام علی)

ج:۔ مہر کے عوض ناکح سے روپیہ لینا جائز ہے، بحکم احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم۔ اگر شخص مذکور نادار ہے، اور اس کو شادی کی ضرورت بھی ہے، تو بحکم آیت شریفہ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی۔ اس کی امداد زکوۃ وصدقات سے کرنی جائز ہے، واللہ اعلم

اہلحدیث جلد ۴۴ ص ۱۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**س** :۔ آیت الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثات الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مومن پاک مرد کسی بدکردار وغیر مؤمنہ کا خاوند نہیں ہو سکتا، بعینہ کوئی مؤمنہ نیک بی بی کسی فاجر و فاحش کی بیوی نہیں ہو سکتی، مگر آثار و اخبار سے پتہ چلتا ہے، کہ بعض نیک مردوں کو بدکار عورتوں اور بعض نیکوکار عورتوں کو بدکار مردوں کا سامنا ہوا، مثلاً لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ، فرعون متکبر کی بیوی مؤمنہ، حسن علیہ السلام کی بیوی، جس نے انہیں زہر دی

(صوفی احمد اللہ سری نگر کشمیر)

**ج** :۔ خبیث اور خبیثہ کے معنی ہیں زانی مرد اور زانیہ عورت، حضرت لوط اور امام حسن عنہ کی بیویاں زانیہ کی نہیں، علاوہ اس کے یہ جملہ خبریہ انشائیہ کے معنی میں ہے۔ فافہم

(اہلحدیث جلد ۴ ص ۱۳۲)

**س** :۔ سنا زید کا ہندہ سے ناجائز تعلق تھا، کچھ مدت بعد اس کے خاوند نے ہندہ کو چھوڑ دیا، عدت گذارنے کے بعد ہندہ زید سے نکاح کر سکتی ہے؟ (سائل مذکور)

**ج** :۔ بعد عدت ہندہ زید سے نکاح کر سکتی ہے، بحکم حدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (اہلحدیث جلد ۴ ص ۱۴۷)

**شرفیہ** :۔ یہ جب ہے، کہ دونوں تائب ہو جائیں، ورنہ الخبیثات للخبیثین پر عمل ہوگا (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

**س** :۔ زید کا نکاح بیوہ عورت سے اس کی لاعلمی میں عدت کے اندر ہوگیا، قریباً ڈیڑھ سال کے بعد علم ہوا، بعد میں پندرہ روز کی علیحدگی کے بعد توبہ کرا کر پھر نکاح پڑھا دیا گیا، آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں (ابوزکریا شیخوپوری)

**ج** :۔ نکاح اول باطل اور مہر واجب الادا ہے، اب دوبارہ جو نکاح ثانی کیا گیا ہے وہ صحیح ہے (اہلحدیث جلد ۴ ص ۱۴۵)

**س** :۔ ایک لڑکی کی شادی بالغ ہو جانے پر ہوئی ہے، عرصہ تقریباً تین برس ہوتا ہے، شادی کے قبل یہ معلوم ہوا، کہ لڑکا نامرد ہے، تو اس سے پوچھا گیا، کہ تم نامرد ہو یا نہیں، اس نے کہا نہیں، یعنی اس کے کہنے پر شادی کر دی گئی، دو چار مہینے کے بعد تحقیق کرنے پر معلوم ہوا، کہ لڑکا نامرد ہے، لڑکی اپنے سسرال جاتی ہے، تو اس سے اس کا شوہر ناراض رہتا ہے، اور شوہر کی ماں بھی رخ نہیں کرتی ہے، لہٰذا عورت کا سسرال میں نباہ نہیں ہو سکتا ہے، اب لڑکی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طلاق چاہتی ہے، تو اگر شوہر طلاق نہ دے، اور پنچ بھی طلاق نہ دلوائیں، تو قرآن و حدیث سے طلاق دلوانا چاہیئے یا نہیں، جواب قرآن و حدیث سے ہونا چاہیئے۔

(ضمیر الحق سوداگر چیر کنڈا)

**ج:** نکاح سے غرض فریقین کی رفع ضرورت خاص ہے اس لئے فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ پس جو شخص نکاح کے قابل نہیں اگر ثابت ہو جائے، کہ نکاح سے قبل ہی قابل نہ تھا، تو اس سے عقد نکاح صحیح نہیں کیونکہ وہ اہل نہیں، ایسے نکاح میں طلاق کی حاجت نہیں، واللہ اعلم (اہلحدیث ۱۸ اگست ۱۹۳۲ء)

**شرفیہ:-** میں کہتا ہوں، کہ قبل نکاح اس کا ناقابل ثابت ہونا کیسے معلوم ہو، یہ صرف محض مدعی کے دعوی ہی سے ثابت نہ ہو گا، بلکہ تحقیق و تجربہ سے ثابت ہو گا جس کا ذکر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہے، وہ یہ ہے، کہ جو حضرت عمر رض و علی رض و ابن مسعود رض وغیرہم سے ثابت ہے

اما اثر عمر رض فعند عبد الرزاق والدارقطنی من روایۃ سعید بن المسیب قال قضی عمر رض فی العنین ان یؤجل سنۃ (ای للعلاج) واخرجہ ابن ابی شیبۃ من وجہ اخر عن سعید واخرجہ محمد بن الحسن فی الآثار عن ابی حنیفۃ عن اسمعیل بن مسلم عن الحسن عن عمر رض قال اتتہ امراۃ فذکر القصۃ فلما مضی الحول خیرھا فاختارت نفسھا ففرق بینھما واخرجہ ابن ابی شیبۃ من وجہ اخر حسن منہ عن الحسن عن عمر یؤجل العنین سنۃ فان وصل الیھا والا فرق بینھما ومن طریق الشعبی ان عمر رض کتب الی شریح ان یؤجل العنین سنۃ من یوم یرفع الیہ فان استطاعھا والا فخیرھا

واما علی رض فاخرجہ عبد الرزاق من طریق یحیی الجزار عنہ واخرجہ ابن ابی شیبۃ من طریق الضحاک عنہ والاسنادان ضعیفان

واما ابن مسعود رض فاخرجہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ والدارقطنی من طریق حصین بن قبیصۃ عنہ قال یؤجل العنین سنۃ فان جامع والا فرق بینھما وفی الباب عن المغیرۃ بن شعبۃ انہ اجل العنین سنۃ اخرجہ ابن ابی شیبۃ والدارقطنی وزاد فی روایۃ من یوم رافعتہ ومن طریق الشعبی والنخعی وابن المسیب وعطاء والحسن قالوا یؤجل العنین سنۃ انتہی ما فی الدرایۃ تخریج الھدایۃ للحافظ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن حجر درم ص ۲۳۱-۲۳۲-

پس ان آثار سے ثابت ہوا، کہ صحیح جواب یہ ہے، کہ ایسے مقدمات میں جس دن سے مرافعہ حاکم، قاضی وجج مسلم کے پاس جائے، اسی دن سے شوہر کو ایک سال کی مہلت اپنا علاج کرنے کے لئے دی جائے، اس مدت میں وہ اگر قابل جماع ہو جائے، تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ عورت کو اختیار دیا جائے گا، کہ اس کے عقد میں رہے، یا فسخ نکاح کو اختیار کرے، یا حاکم ہی فسخ نکاح کا حکم جاری کردے۔ هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

## تشریح مفید

سوال: کیا فرماتے ہیں، علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا نکاح اس وقت ہوا تھا جس وقت وہ نابالغ تھا، اس کے وارثوں نے نکاح قبول کیا تھا، جب وہ شخص بالغ ہوا، تو وہ عنین نامرد نکلا جو عورت کے قابل نہیں ہے اب اس عورت کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے، آیا اس کی وہ عورت بیٹھی رہے یا دوسرا نکاح کرے، اور جو اس شخص سے کہا جاتا ہے، کہ تو طلاق دے، تو وہ اجہل طلاق دینے انکار کرتا ہے، جیسا کچھ حکم شرع شریف سے ہو، ویسا کیا جاوے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں اس عورت کو چاہیئے، کہ حاکم وقت کے یہاں اس امر کی درخواست کرے، کہ میرا شوہر عنین ہے پھر وہ حاکم موافق فتویٰ حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس کے شوہر کو علاج کرنے کے لئے ایک برس کی مہلت دیوے، اگر اس کا شوہر اس ایک برس کے اندر اچھا ہو گیا، فبہا، ورنہ وہ حاکم اس عورت اور اس کے شوہر میں تفریق کردے پھر بعد تفریق کے وہ عورت اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے، حافظ ابن حجر درایہ تخریج ہدایہ صفحہ ۲۴۳ میں لکھتے ہیں۔

اما عمر فعند عبد الرزاق والدار قطنی من روایۃ سعید بن المسیب قال قضی عمرؓ فی العنین ان یوجل سنۃ واخرجہ ابن ابی شیبۃ من وجہ اخر عن سعید واخرجہ محمد بن الحسن فی الآثار عن ابی حنیفۃ عن اسمعیل بن مسلم عن الحسن عن عمرؓ (الی قولہ) واخرجہ ابن ابی شیبۃ من وجہ اخر حسن منہ عن الحسن عن عمر یوجل العنین سنۃ فان وصل الیہا والا فرق بینہما ومن طریق الشعبی ان عمرؓ کتب الی شریح ان یوجل العنین سنۃ من یوم رفع الیہ فان استطاعہا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والا فخيرها (الى قوله) واما ابن مسعود فاخرجه عبد الرزاق وابن ابى شيبة و الدارقطنى من طريق حصين بن قبيصة عنه قال يؤجل العنين سنة فان جامع والا فرق بينهما وفى الباب عن المغيرة بن شعبة انه اجل العنين سنة اخرجه ابن ابى شيبة والدارقطنى وزاد فى رواية من يوم رافعته ومن طريق الشعبى والنخعى وابن المسيب وعطاء والحسن قالوا يؤجل العنين سنة انتهى۔

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

(فتاوی نذیریہ جلد دوم ص ۱۶۲)

**س:** بیمار عورت پر طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں؟

**ج:** بیمار عورت پر طلاق واقع ہو سکتی ہے لیکن محض بیماری کی وجہ سے طلاق دینا اخلاقی طور پر منع ہے، قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ احسان و مروت کو نہ بھلا دیا کرو۔

(اہلحدیث ۱۰ مارچ ۱۹۳۳ء)

**س:** اگر عورت صحیح داعیہ قوی سے خلع کرانا چاہے، اور مرد شرارتاً بہ نیت ضرار خلع نہ کرے، تو فیصلہ کی کیا صورت ہو یا برخلاف عورت بوجہ غربت خاوند پیچھا چھڑانا چاہے تو ایسا قطع تعلق کیا جائز ہے، یا برخلاف لوگ عموماً ناچیز قصور پر یا بوجہ تعلق غیر اپنی منکوحہ بیوی کو بغیر داعیہ قوی طلاق دے دیتے ہیں، تو ایسی طلاق شرعاً جائز ہے، طلاق اور خلع میں ہر دو کو کیا برابر اختیار ہے

(شیخ قاسم علی لدھیانوی)

**ج:** وجوہات تو یہ پر فیصلہ ہوتا ہے محض ضرر کے لئے عورت کو روکنا خود قرآن مجید کی نص میں ممنوع ہے۔ ولا تمسکوھن ضرارا۔ اصل الاصول یہ ہے، کہ سوء مزاجی موجب تفریق ہے سوء مزاجی از جانب زوج پر عورت خلع کی درخواست کرے۔ تو حاکم بعد تحقیق سوء مزاجی کی معقول وجہ پائے، تو خلع قبول کرا کے جدائی کا حکم دے سکتا ہے، جس کو آج کل انگلستان میں طلاق از جانب زوجہ کہتے ہیں، عورت کی طرف سے سوء مزاجی ہو، تو مرد کو بہ اختیار خود طلاق دینے کا اختیار ہے، کیونکہ مرد انسانی زندگی میں سینئر ہے، اور عورت جونیئر۔

(اہلحدیث ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

**س:** زید نے مورخہ یکم اکتوبر کا لکھا ہوا طلاق نامہ جس میں تین طلاق تحریر تھیں، بکر کی معرفت اپنی منکوحہ بیوی کو بھیجا، اور بکر کو ساتھ ہی یہ ہدایت لکھی، کہ یہ طلاق نامہ جا کر میری بیوی کو دے دے اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بکر نے کسی وجہ سے وہ طلاق نامہ اس کی بیوی کو نہیں دیا، بلکہ چند یوم کے بعد بکر نے اپنے ایک دیگی رشتہ دار سے ذکر کیا، اور اسی دوران میں لڑکی کو بھی اس طلاق نامے کا علم ہو گیا، طلاق نامہ کی تاریخ سے تقریباً ایک ماہ بعد زید کا ایک خط بکر کو موصول ہوا، جس میں تحریر تھا کہ اگر تم نے طلاق نامہ میری بیوی کو نہ دیا ہو تو وہ ابھی مت دینا، میں کچھ روپیہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں، وہ آپ میری بیوی کو دے دیں، میں نے اس وقت اشتعال میں وہ طلاق نامہ لکھ دیا تھا جس سے میں خود نادم ہوں،" اس دوران میں رشتہ داروں کی یہ کوشش رہی، کہ زید اپنی بیوی کو اپنے پاس بلا لے، مگر تیرہ سو میل کا فاصلہ تھا، اس خیال سے کہ سفر خرچ بہت ہوگا، زید بلاتا نہیں تھا، آخر خود رشتہ داروں نے بیوی کو زید کے پاس بھجوا دیا، اب میاں بیوی راضی خوشی ہیں، یہ نکاح رہا یا نہیں رہا۔

**ج** :۔ محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں :۔

لحدیث ابن عباس کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ وسنتین من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدۃ (مسلم)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں تین طلاقیں مجلس واحد میں ایک ہی جاتی تھیں، مندرجہ سوال واقعہ میں تین طلاقیں مجلس واحد میں دی تھیں، اس لئے وہ ایک رجعی کے حکم میں ہیں، جس سے اس نے ایک ماہ بعد رجوع کر لیا، چنانچہ اس نے بیوی کو خرچ بھیجا، اب وہ میاں بیوی آپس میں راضی ہیں تو کوئی گناہ نہیں، ہمیشہ سلوک سے رہیں۔

(اہلحدیث ۶ مئی ۱۹۳۸ء)

## اعتراض منجانب "القاسم" امرتسر

بعض حضرات غیر مقلدین سے سنا گیا ہے، کہ وہ کہا کرتے ہیں، کہ ہمارا قول ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کے قول کے مطابق ہوتا ہے، لیکن یہاں تو ان خدا کے بندوں نے نہ صرف حضرت امام اعظمؒ کی مخالفت کی ہے، بلکہ حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے مقلدین کے بھی خلاف کیا ہے، کیونکہ یہ تمام بزرگان ملت تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں۔

**جواب** یہی سوال مدت سے ہمارے ایک قصوری دوست بھی کیا کرتے ہیں، مگر ان کی نیت اور ایڈیٹر القاسم کی نیت میں فرق ہے، بہرحال سوال ایک ہے۔

گو ہمارے نزدیک یہ اصول مسلم نہیں کہ کسی مسئلہ کی صحت کے لئے یہ شرط ہو، کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے موافق ضرور ہو، بلکہ مسئلہ کی صحت کے لئے قرآن و حدیث کا ہونا کافی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، چاہے دنیا بھر کے امامان دین یا مجتہدان اساطین کے خلاف ہو، لیکن واقعہ کے اظہار کے لئے اور اڈیٹر القاسم کی معلومات میں اضافہ کے لئے ہم ان کو مطلع کرتے ہیں، کہ مسئلہ ہذا میں امام مالک، امام احمد بن حنبل بلکہ خود امام ابوحنیفہ صاحب رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی اہلحدیث کی تائید میں ہیں۔ ملاحظہ ہو، اغاثۃ اللہفان، مصنفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مصر ص ۱۵۲ سے ۱۵۷ تک، یہ صفحات دیکھ کر اپنے پرچے میں اعلان کیجئے، کہ

"ہم اپنے اعتراض کو واپس لیتے ہیں" (اہلحدیث ۱۳ رجب ۱۳۲۲ھ)

**تبصرہ** قول مجیب مرحوم کہ محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں، بحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدۃ (مسلم) اس استدلال میں بچند وجوہ کلام ہے

اول:۔ یہ کہ اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں، عام اس سے کہ مجلس ایک ہو یا تین بلکہ اطہار ثلثہ ہوں یا نہ، اور جس روایت مسند احمد میں مجلس واحد کا ذکر ہے، وہ صحیح نہیں، اس کی سند بروایت عکرمہ عن عمران بن حصین ہے، جس کو محدثین حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے، کہ ایسی روایت خصوصاً صحیح نہیں ہوتی، ملاحظہ ہو تقریب التہذیب۔

دوم:۔ یہ کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے جس کی تفصیل شرح مسلم امام نووی، فتح الباری وغیرہ میں ہے، خصوصاً میری کتاب "کتاب الطلاق" ملاحظہ ہو۔

سوم:۔ یہ کہ اس میں یہ تفصیل نہیں ہے، کہ یہ تین طلاقوں والے مقدمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوتا تھا، اور یہ کسی روایت میں نہیں ہے۔ واذ لیس فلیس۔

چہارم:۔ یہ کہ حدیث صحیح مسلم کی ایسی ہے جیسے دوسری حدیث صحیح مسلم کی جابر بن عبد اللہ صحابی سے ہے۔ قال عطاء قدم جابر بن عبد اللہ معتمرا فجئناہ فی منزلہ فسألہ القوم عن اشیاء ثم ذکروا المتعۃ فقال نعم استمتعنا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما انتہی وفی روایۃ اخری بعدہ ثم نہانا عنہم فلم نعد لہما ای متعۃ النساء ومتعۃ الحج (صحیح مسلم مع شرح نووی ص ۴۵۱ باب النکاح المتعۃ) پس جو جواب اس جابر کی متعۃ النساء کے جواز دوام کا جواب ہے، وہی حدیث ابن عباس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا ہے اگر یہ جائز ہے، تو پھر متعۃ النساء بھی جائز ہے ولا یقول بہ المحدثون۔

**پنجم:** اس سے ثابت ہوا کہ یہ تین طلاقیں بحکم واحد یا متعۃ النساء بالا بالا لوگ بے خبری میں کرتے رہے جس کا علم نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا نہ شیخین کو، آخر میں حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو منع کر دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر محدثین نے اور بھی کئی وجوہ سے کلام کیا ہے جس کی تشریح کچھ تو امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کی ہے، کچھ اور بھی میں نے اپنی کتاب میں محدثین سے نقل کیا ہے

**ششم:** محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام ہے، یہ سخت مغالطہ ہے، اصل بات یہ ہے، کہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ وتابعین ومحدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا تو ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان بالبرھان وددنہ خرط القتاد ملاحظہ ہو موطا امام مالک، صحیح بخاری، سنن ابوداؤد، سنن النسائی، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ وشرح مسلم امام نووی وفتح الباری، وتفسیر ابن کثیر، وتفسیر ابن جریر وکتاب الاعتبار للامام الحازمی فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار۔ اس میں امام حازمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مسلم کی اس حدیث کو منسوخ بتایا ہے، اور تفسیر ابن کثیر میں بھی الطلاق مرتان الآیۃ کے تحت ابن عباس سے جو صحیح مسلم کی حدیث تین طلاق کے ایک ہونے کا راوی ہے، دوسری حدیث نقل کی ہے جو سنن ابوداؤد میں باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث بسند خود نقل کی ہے۔ عن ابن عباس ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فھو احق برجعتھا وان طلقھا ثلاثا فنسخ ذلک فقال الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان انتہی (عون المعبود ص۲۲۵ ج۲)

امام نسائی نے بھی اسی طرح ص۱۰۱ جلد۲ میں باب منعقد کیا ہے، اور یہی حدیث لائے ہیں، اور دونوں اماموں نے اس پر سکوت کیا ہے، اور ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور حجت ہے جب ہی تو لائے ہیں اور باب منعقد کیا ہے اور ابن کثیر نے بھی بسند ابی داؤد ونسائی وابن ابی حاتم وتفسیر ابن جریر وتفسیر عبد الحمید ومستدرک حاکم وقال صحیح الاسناد، والترمذی مرسلا ومسندا نقل کر کے کہا ہے، کہ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو آیت مذکورہ کی تفسیر بتا کر اسی کو پسند کیا ہے، یعنی یہ کہ پہلے جو تین طلاق کے بعد رجوع کر لیا کرتے تھے، وہ اس حدیث سے منسوخ ہے پس یہ حدیث مذکور محدث ابن کثیر وابن جریر دونوں کے نزدیک صحیح ہے، جیسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ مستدرک حاکم میں صحیح الاسناد لکھا ہے، اور قابل اعتماد ہے، اور امام فخر الدین رازی کی تحقیق بھی یہی ہے، اور امام ابو بکر محمد بن موسیٰ بن عثمان حازمی نے کتاب الاعتبار میں اپنی سند سے نقل کر کے لکھا ہے۔ فاستقبل الناس الطلاق جدیدا من یومئذ من کان منہم طلق اولم یطلق حتی وقع الاجماع فسخ الحکم الاول ودل ظاہر الکتاب علی نقیضہ وجاءت السنۃ مفسرۃ للکتاب مبینۃ رافع الحکم الاول الخ ص۱۰ اور خود علامہ ابن قیم نے زاد المعاد مصری ص۲۵۴ جلد۲ میں لکھا ہے تفسیر الصحابی حجۃ وقال الحاکم ہو عندنا مرفوع انتہی اور جب مسلم کی ابن عباس کی حدیث مذکورہ اجماع کے خلاف ہوئی، تو خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے قول سے بھی اس پر عمل نہ ہونا چاہیے، اس لئے کہ فتاوی ابن تیمیہ جلد دوم ص۳۵۹ میں ہے، کہ و الخبر الواحد اذا خالف المشہور المستفیض کان شاذا وقد یکون منسوخا انتہی وہذا کذلک فافہم وتدبر۔ اور سنن ابی داؤد کی نسخ کی حدیث کی سند میں راوی علی بن حسین اور حسین بن واقد پر جو علامہ ابن قیم نے اعتراض یا کلام کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے، کہ علی بن حسین کو تقریب التہذیب میں صدوق یہم لکھا ہے، وہم کے باعث ابو حاتم نے اس کی تضعیف کی ہے، مگر امام نسائی جو بڑے متشدد ہیں انہوں نے اور دوسرے محدثین نے کہا ہے لیس بہ باس اور وہم سے کون بشر خالی ہے، لہذا یہ کوئی جرح نہیں، راوی معتبر ہے خصوصاً جب کہ محدثین مذکورہ نے حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے، اور حسین بن واقد کو تقریب میں ثقۃ لہ اوہام لکھا ہے، اور یہ راوی رواۃ صحیح مسلم سے ہے، اور یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے اس کو ثقہ بتایا ہے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال، باقی رجال دونوں کے ثقات ہیں، لہذا یہ حدیث حسن صحیح ہے، قابل عمل و حجت ہے، اور خود راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتوی بھی اس کی صحت کا مؤید ہے، ملاحظہ ہو مؤطا امام مالک وغیرہ،

اور یہ لغو اعتراض کہ یہ ابن عباس کا سہو ہے، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سہو ہو گیا تھا، تو پھر ان کی مسلم کی حدیث میں بھی سہو ہے فلا حجۃ فیہ، اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں بحث کر کے جو اپنی تحقیق لکھی ہے، وہ یہ ہے، کہ آیت الطلاق مرتان سے پہلے آیت والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء (الی قولہ) و بعولتہن احق بردہن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا الآیۃ ہے، اس کے بعد ہے الطلاق مرتان الآیۃ اس سے ثابت ہوا کہ پہلی آیت مجمل مفتقر الی المبین یا کالعام مفتقر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الی المخصص تھی، کہ بعول مطلقین کو بعد طلاق حق استرداد یعنی رجوع ثابت تھا عام اس سے کہ ایک طلاق کے بعد ہو یا دو کے بائین کے پس آیت الطلاق مرتان نے واضح کر دیا کہ مطلق کو رجوع ایک یا دو طلاق کے بعد ہے، اس کے بعد نہیں، پھر آگے جامع ترمذی کی حدیث سے منع ثابت کیا ہے اور بعض اصحاب تفسیر کبیر سے اپنے مطابق قول کے بعد ھذا ھو الاقیس الخ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس قول کو امام صاحب نے دوسرے سے نقل کر کے اس کا رد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص۲۴۸ ج ۲۔

اور وجوہ کلام میں سے وجہ ہفتم یہ ہے، کہ محدثین نے مسلم کی حدیث مذکور کو شاذ بھی بتایا ہے۔

ہشتم یہ کہ اس میں اضطراب بھی بتایا ہے تفصیل شرح صحیح مسلم نووی، فتح الباری وغیرہ مطولات میں ہے

نہم یہ کہ ابن عباس کی مسلم کی حدیث مذکور مرفوع نہیں، یہ بعض صحابہ کا فعل ہے جس کو نسخ کا علم نہ تھا کما فی الوجہ الثالث والرابع

دہم یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حازمی و تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے، کہ یہ حدیث بظاہرہ کتاب و سنت صحیحہ و اجماع صحابہؓ وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہٰذا حجت نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے، کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے، کہ تین طلاق مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں، یہ مسلک صحابہؓ، تابعینؒ، و تبع تابعینؒ وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے، یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتوی کے پابند اور ان کے معتقد ہیں، یہ فتوی شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں جہاں شیخ الاسلام کے منفردات مسائل لکھے ہیں، اس فہرست میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے، اور لکھا ہے، کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تین طلاق کی ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتوی دیا تو بہت شور ہوا شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے ان کو اونٹ پر سوار کر کے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی، قید کیے گئے، اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ علامت روافض کی تھی ص۳۱۸ اور سبل السلام شرح

www.KitaboSunnat.com



بلوغ المرام مطبع فاروقی دہلی ص ۹۸ جلد ۲ اور التاج المکلل مصنفہ نواب صدیق حسن خان صاحب صفحہ ۲۸۶ میں ہے، کہ امام شمس الدین ذہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف ہیں۔ التاج المکلل ص ۲۸۸-۲۸۹

ہاں تو جب کہ متاخرین علماء اہلحدیث عموماً شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے معتقد ہیں، اس لئے وہ بے شک اس مسئلہ میں شیخ الاسلام سے متفق ہیں، اور وہ اسی کو محدثین کا مسلک جانتے ہیں، اور مشہور کر دیا گیا ہے، کہ یہ مذہب محدثین کا ہے، اور اس کے خلاف مذہب حنفیہ کا ہے، اس لئے ہمارے اصحاب فوراً اس کو تسلیم کر لیتے ہیں، اور اس کے خلاف کو رد کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ فتویٰ یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا ہے، اور ائمہ اربعہ کی تقلید چوتھی صدی ہجری میں رائج ہوئی، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے بریلوی لوگوں نے قبضہ غاصبانہ کر کے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت مشہور کر رکھا ہے، اور وں کو خارج، یا جیسے مولوی مودودی کی جماعت نے اپنے آپ کو جماعت اسلامی مشہور کر دیا ہے، باوجودیکہ ان کا اسلام بھی خود ساختہ ہے، جو چودھویں صدی ہجری میں بنایا گیا ہے ولعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ویسئلونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**سوال** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں بیک جلسہ دیں پس یہ طلاق بائن ہو یا رجعی۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** یہ طلاق رجعی ہوئی، اس واسطے کہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، صحیح مسلم میں ہے۔

عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم۔ اور مسند احمد بن حنبل میں ہے۔

عن ابن عباس قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی المطلب امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا قال فسألہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا قال طلقتہا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نعم قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها فكان ابن عباس يرى انما الطلاق عند كل طهر قال ابن القيم فى اعلام الموقعين وقد صحح الامام هذا الاسناد وحسنه وقال الحافظ فى فتح البارى بعد ذكر هذا الحديث اخرجه احمد و ابو يعلى وصححه من طريق محمد بن اسحق وهذا الحديث نص فى المسئلة لا يقبل التاويل الذى فى غيره من الروايات انتهى

فان قلت قال الحافظ فى الفتح ان ابا داود رجح ان ركانة انما طلق امرأته البتة كما اخرجه هو من طريق آل بيت ركانة وهو تعليل قوى لجواز ان يكون بعض رواة حمل البتة على الثلاث فقال طلقها ثلاثا فبهذه النكتة يقف الاستدلال بحديث ابن عباس انتهى

قلت قال ابن القيم فى الاغاثة ان ابا داود انما رجح حديث البتة على حديث ابن جريج لانه روى حديث ابن جريج من طريق فيها مجهول ولم يروا ابو داود الحديث الذى رواه احمد فى مسنده من طريق محمد بن اسحق ان ركانة طلق امرأته ثلاثا فى مجلس واحد فلذا رجح ابو داود حديث البتة ولم يتعرض لهذا الحديث ولا رواه فى سننه ولا ريب انه اصح من الحديثين وحديث ابن جريج شاهد له وعاضد فاذا انضم حديث ابى الصهباء الى حديث ابن اسحق والى حديث ابن جريج مع اختلاف مخارجها وتعدد طرقها افادا العلم بانها اقوى من البتة بلا شك ولا يمكن من شم روائح الحديث ولو على بعد ان يرتاب فى ذلك فكيف يقدم الحديث الضعيف الذى ضعفه الائمة ورواته مجاهيل على هذه الاحاديث انتهى كلام ابن القيم - والله تعالى اعلم وعلمه اتم - كتبه محمد عبد الرحمن المباركفورى عفا الله عنه

| ابو العلی محمد عبد الرحمن | ابو الطیب محمد شمس الحق | سید محمد نذیر حسین |
|---|---|---|

(فتاوی نذیریہ جلد ثانی ص ۱۷۹-۱۸۰)

# تشریح مسئلہ طلاق ثلاثہ در مجلس واحد

از قلم حضرت مولانا ظفر عالم صاحب مدرس جامعہ محمدیہ مالیگاؤں

ھو الموفق :- ایک جلسہ میں دی ہوئی تین طلاق، ایک ہوتی ہے یا تین، اس میں اختلاف ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حنفیہ اس کو طلاق بدعی ماننے کے باوجود تین کہتے ہیں ان کے نزدیک ایسی مطلقہ حلالہ کئے بغیر شوہر اول کو نہیں مل سکتی بلکہ وہ بائنہ ہو جائے گی، اور عورت سے رجعت نہ ہو سکے گی۔

مگر محدثین، فقہا اور علماء محققین کے نزدیک یہ ایک رجعی طلاق ہو گی جس میں شوہر کو اندرون عدت رجعت کر لینے کا حق ہے، یہی مسلک صحیح اور قدیم ہے، جو کتاب و سنت کے مطابق ہے، حضرات صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد والے بعض احناف و شوافع اور موالک و حنابلہ، بلکہ خاندان نبوت کے جگر پارے اہل بیت، اور صدہا رجال علم، صدی در صدی علمائے کبار اسی کے قائل رہے، اور آج تک اسی پر مفتی حضرات فتوے دیتے رہتے ہیں۔

دراصل اس اختلاف کی ابتداء عہد فاروقی میں ہوئی، ورنہ جب سے ہبوط وحی پر احکام طلاق کا نزول ہوا، غالباً ۱۵ھ تک کوئی اختلاف نہ تھا خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۳ھ میں ہوئی، اور اسی سن میں خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق سریر آرائے خلافت ہوئے مسلم شریف کی حدیث کی رو سے دو یا تین سال اوائل خلافت فاروقی میں بھی ایسی طلاقیں ایک ہی سمجھی جاتی تھیں، اس سے ظاہر ہے، کہ تین کا رواج ۱۶ھ میں ہوا، مگر ایسا کیوں ہوا، اس کا جواب خود اسی حدیث میں یوں مذکور ہے۔ فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگ اس کام میں جلدی کرنے لگے ہیں، جس میں ان کو مہلت کرنا چاہیئے تھی یعنی لوگوں پر لازم ہے، کہ طلاق عدت سے دیں، پس اس غلطی کو روکنے کے لئے اگر ہم طلاق ثلاثہ کا حکم نافذ ہی کر دیں تو لوگ فوری طلاق ثلاثہ دینے سے رک جائیں گے، چنانچہ آپ نے اس کو نافذ کر دیا، یہ الفاظ بھی ہیں فلما رای الناس تتابعوا قال اجيزهن عليهم آپ نے جب دیکھا کہ لوگ طلاقیں پے در پے دینے لگے ہیں، تو آپ نے ان پر تینوں کے نفاذ کا حکم صادر فرما دیا۔

اس بیان سے معلوم ہوا، کہ وقتی روک تھام کے لئے بطور سرزنش حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، مقصد اس سے یہ تھا، کہ لوگ عورتوں کی دائمی جدائی دیکھ کر فوری طلاق ثلاثہ کے بول دینے سے رک جائیں گے، اور اصل شریعت الٰہیہ پر قائم رہ کر طلاق عدت سے دینے لگیں گے، خلیفہ ثانی کے تین کے نفاذ کی وجہ احناف بھی یہی مانتے ہیں۔ واعلموا فی الصدر الاول اذا ارسل الثلاث جملة لم يحكم الا بوقوع واحدة الى زمن عمر رض ثم حكم بوقوع الثلاثة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لکثرۃ بین الناس تھدیدا یعنی صدر اول سے زمانہ عمر رضہ تک جب کوئی شخص تین طلاق ایک مجلس میں دیتا تھا، تو ایک ہی طلاق رجعی کے واقع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا، پھر جب لوگوں نے اس میں کثرت کردی، تو ڈرانے کے لئے تین واقع ہونے کا حکم دیا (مجمع الانہر ص ۳۸۲) اور بھی سنیئے انہ کان فی الصدر الاول اذا ارسل الثلاث جملۃ لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمر رضہ ثم حکم بوقوع الثلاث سیاسۃ لکثرتہ بین الناس، حاصل یہ ہے کہ عہد نبوی وصدیقی میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی ہوتی تھیں، پھر حضرت عمر رضہ نے اس کو سیاستہ تین قرار دیا (طحاوی ص ۱۵۰)

مگر یہ بیان کسی حاشیہ کا محتاج نہیں، حضرت عمر رضہ نے یہ جو کچھ کیا اجتہاد، سیاست اور تعزیر وتہدید کے خیال سے کیا، مگر بالآخر خلافت کے آخری دور میں پچھتا دئے، چنانچہ حدیث کی بہت معتبر کتاب (مسند اسماعیلی) میں ہے وقال عمر رضہ ماندمت علی شئ ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق الخ مجھے تین مسئلوں میں بڑی ندامت ہوئی جن میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے (رجوع الی اغاثۃ اللهفان ص ۱۸۱ وص ۱۸۲) حضرت عمر رضہ کے اس مقولہ کے بعد اب کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے، کہ حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں اجماع ہوچکا، اور نسخ ہوچکا لہٰذا اب تین طلاقوں کے بعد رجعت جائز نہیں، یہ کہنا سراسر غلط ہے، اس لئے کہ حضرت عمر مقیم الشریعت تھے، نہ کہ ناسخ الشریعت، یہ بات صحابہ کی شان میں گستاخی ہے، کہ وہ شریعت کے کسی مسئلہ کو منسوخ کردیں، اور اجماع کی صورت اس لئے نہیں، کہ اگر تین پر اجماع واتحاد اور اتفاق ہوتا، تو صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے اقوال مخالف ومتناقض نہ ہوتے، جیسا کہ مطولات میں اس کی تفصیل موجود ہے، دیکھو (نیل الاوطار جلد ۶) و (مسک الختام جلد ۲) اور (الروضۃ الندیہ جلد ۲) ودیگر کتب (اغاثۃ اللهفان) و (اعلام الموقعین) وغیرہ۔

پس اندریں صورت حق یہ ہے، کہ خلیفہ ثانی کا یہ فعل ایک وقتی تھا، نہ وہ واجب العمل ہو سکتا ہے، اور نہ قابل حجت، بلکہ مسئلہ نزاعی میں حق وہی ایک طلاق رجعی ہے، کتاب وسنت میں بالکل واضح اس پر دلائل موجود ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں مسئلہ طلاق کو قریب چودہ جگہ ذکر کیا گیا ہے مگر رجعت کو ہر طلاق میں مشروع فرمایا ہے، بجز طلاق ایسی عورت کے جس سے صحبت نہ ہوئی ہو، یا دوبارہ طلاق دے کر تیسری بار طلاق دی ہو، اور قرآن میں سوا ان دو صورتوں کے اور کوئی طلاق نہیں، و نیز طلاق میں عدت کا مدنظر رکھنا واجب ولازم ٹھہرایا ہے، بلحاظ عدت طلاق نہ دینا حدود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الٰہی سے تجاوز گناہ ہے۔ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء اور فرمایا الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان الایۃ جن عورتوں کو طلاق دی گئی، وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار کریں، اور ان تین حیضوں میں جو قریبا تین مہینے ہیں جن میں دو دفعہ طلاق واقع ہوگی، یعنی ہر حیض کے بعد خاوند عورت کو طلاق دے اور جب تیسرا مہینہ آئے تو شوہر کو ہوشیار ہوجانا چاہیئے، کہ اب یا تو تیسری طلاق دے کر احسان کے ساتھ دائمی جدائی ہے، اور یا تیسری طلاق سے رک جاوے، پس معلوم ہوا کہ یکبارگی تین طلاق بول دینے سے اگر تینوں واقع ہوجائیں، اور عورت پہلے خاوند کی طرف رجوع نہ کرسکتی، تو پھر اللہ تعالےٰ تین حیض تک انتظار کرانا فوری مطلقہ ثلاثہ سے اٹھا دیتا، حالانکہ اس نے کسی جگہ ایسا نہیں فرمایا، بلکہ آیت بعولتھن احق بردھن اور آیت والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء میں صاف ظاہر کردیا کہ تین حیض کامل کرنے تک مطلقہ پہلے شوہر سے رجوع کرسکتی ہے، اسی حکم کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے در مجلس واحد تین طلاق دینے والے کو رجوع کرایا، چنانچہ (نسائی جلد ۲ ص۹۵) میں ہے، کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو اکٹھی تین طلاقیں دیں، اور جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو آپ سخت ناراض ہوئے کیونکہ حضور علیہ السلام تو رب کی طرف سے مبلغ اور مامور باقامت دینیہ تھے، اس واسطے غیظ و غضب کی حالت میں کھڑے ہوگئے، اور فرمایا۔ ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھرکم کیا میری موجودگی میں کتاب اللہ سے تمسخر کیا جاتا ہے۔

وقال الشوکانی فی النیل (ج ۶ ص ) عن ابن کثیر انہ قال اسنادہ جید

اور ابن حجر نے (بلوغ المرام رقم ۱۰۵ ص۲۲۲) میں کہا ہے وروانہ موثقون اور علامہ محمد حامد الفقی ازہری (تعلیق بلوغ المرام ص۲۲۵) میں رقم فرماتے ہیں رواہ الدار قطنی ایضاً عن علی اور (مسک الختام جلد ۲ ص۲۸۲) میں نواب مرحوم ارقام فرماتے ہیں محمود بن لبید ابن رافع الانصاری الاشھلی در عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مولود شدہ حدیثہا از وے صلی اللہ علیہ وسلم روایت نمودہ، بخاری گفت او را صحبت است، روایت مذکورہ میں اگرچہ طلاق دہندہ کا نام نہیں، مگر میں کہتا ہوں، شاید یہ "رکانہ" ہی ہوں، اسی لئے ہم نے پیچھے رجوع کا لفظ بولا ہے، اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے، تو پھر بھی گمان غالب قریب بہ یقین ہے، کہ آپ نے رجوع کا حکم دیا ہوگا، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کسی طرح گمان نہیں کیا جاسکتا، کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اس فسخ عن کتاب اللہ کو جائز رکھیں۔

دوسری حدیث:۔ عن ابن عباس رضی قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی مطلب امراتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا قال فسألہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا؟ قال طلقتہا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدۃ فارجعہا ان شئت قال فرجعہا

یعنی ابن عباس کہتے ہیں، کہ رکانہ صحابی نے اپنی عورت کو تین طلاق دی، آپ نے پوچھا کیا ایک جلسہ میں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا، ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے لہذا اگر تمہارا دل چاہے، تو رجوع کر لو رکانہ نے رجوع کر لیا (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۶)

یہ قصہ مختلف روایتوں اور متباین سندوں سے مذکور ہے، مگر یہ روایت اصح احسن، اور اوضح ہے، ابن القیم نے (اغاثۃ اللہفان ص ۱۵۶) میں نقل کیا کہ ضیاء المقدسی نے اس کو اپنی کتاب "مختارہ" میں روایت کیا ہے، اور یہ کتاب مستدرک حاکم سے زیادہ صحیح ہے اور نقل کیا ہے شوکانی نے (نیل جلد ۶ ص ) ہیں کہ ابو یعلی نے بھی اس کو روایت کیا، اور صحیح کہا ہے و نیز نقل کیا ہے جلال الدین سیوطی نے (الدر المنثور جلد ۱ ص ۲۷۹) میں، اور اسی طرح آلوسی نے (تفسیر جلد ۱ ص ۴۲۳) میں کہ بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور جصاص نے (احکام القرآن جلد ۱ ص ۳۸۸) میں نقل کیا کہ ابن اسحاق نے فرمایا۔ الثلاث ترد الی الواحدۃ اور اسی حدیث سے حجت لاتے ہیں، غرض یہ ہے، کہ روایت صحیح ہے، اور دلیل ہے، کہ پیغمبر علیہ السلام نے تین مجموعی طلاقوں کو ایک رجعی قرار دیا ہے، قائلین ثلاث کی کٹ حجتی متن و سند کے لحاظ سے بادر ہوا ہو گئی۔

علامہ محمد حامد الفقی الازہری تعلیقات بلوغ المرام رقم ۱۰۷ (ص ۲۲۵) میں فرماتے ہیں، کہ ابن اسحق انما یتہم بالتدلیس اذا عنعن فقط والا فہو امام ثقۃ یعنی کہ ابن اسحاق جو سند میں اس حدیث کے راوی ہیں، اس وقت تدلیس متہم ہوتے ہیں، جب کہ صرف عنعنہ سے روایت کرتے ہیں، ورنہ امام ثقہ ہیں، اور یہ تو ظاہر ہے، کہ مسند احمد کی اس حدیث میں انہوں نے حدثنی کے ساتھ بیان ہے، اسی طرح ابن قیم (اغاثہ) میں فرماتے ہیں وقد زالت تہمۃ تدلیس ابن اسحق بقولہ حدثنی یعنی تہمت تدلیس "حدثنی" سے جاتی رہی، مولوی امیر علی مرحوم (تعقیب التقریب ص ۴۳۵) میں فرماتے ہیں محمد بن اسحق المطلبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ولثق وھو ممن لیس لہ عند مسلم مقرونًا، حاصل یہ کہ ان کی روائتیں مسلم میں بھی ہیں پس حاصل یہ نکلا، کہ روایت صحیح ہے، اور تائید میں دوسری روایات بھی ہیں اس لئے اعتراض کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تیسری حدیث:۔ عن ابن ابی ملیکۃ ان اباالجوزاء اتی ابن عباس فقال اتعلم ان ثلاثا کن یرددن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی واحدۃ قال نعم۔ قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد۔ ابوالجوزاء نے حضرت ابن عباس نے پوچھا کہ تین طلاق ایک تھی حضور کے عہد مبارک میں؟ فرمایا ہاں (مستدرک حاکم جلد ۲ ص۱۹۶) حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے، علامہ سید احمد شاکر لکھتے ہیں۔ وفی اسنادہ عبداللہ بن المؤمل، تکلم فیہ بعضھم والحق انہ ثقۃ، یہ کہ عبداللہ بن مؤمل کے بارے میں بعض نے کلام کیا ہے، مگر حق یہ ہے، کہ وہ ثقہ ہیں۔

چوتھی حدیث:۔ عن ابن عباس رضؓ کان الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر رضؓ طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب رضؓ ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم رواہ الامام احمد فی المسند (رقم ۲۸۷۷ جلد ۱ ص۳۱۴) ورواہ مسلم فی صحیحہ (جلد ۱ ص ۴۷۷ ۴۷۸) والحاکم فی المستدرک (جلد ۲ ص ۱۹۶) وفی روایۃ مسلم ایضا عن طاؤس ان اباالصھباء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلث تجعل واحدۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضؓ وثلاثا من امارۃ عمر رضؓ فقال ابن عباس رضؓ نعم وفیہ ایضا عن طاؤس ان اباالصھباء قال لابن عباس ھات من ھناتک الم یکن الطلاق الثلاث علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضؓ واحدۃ فقال قد کان ذلک فلما کان فی عھد عمر رضؓ تتابع الناس فی الطلاق فاجازہ علیھم۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت ابوبکر کے عہد میں، اور دو سال حضرت عمر رضؓ کی خلافت میں تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں پس حضرت عمر رضؓ نے فرمایا، کہ لوگ اس کام میں جلدی کرنے لگے ہیں جس کام میں ان کو مہلت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنی چاہیئے تھی یعنی لوگوں پر لازم ہے، کہ طلاق عدت سے دیں، پس اس غلطی کو دور کرنے کے لئے اگر ہم طلاق ثلاثہ کا حکم نافذ ہی کر دیں، تو لوگ رک جائیں گے، پس بدیں وجہ فوری طلاق ثلاثہ کا حکم نافذ فرما دیا، مسلم ہی میں یہ بھی ہے، کہ صہبار کے باپ نے ابن عباس رضہ سے کہا، کہ کیا تم جانتے ہو کہ عہد نبوی اور صدیقی میں، اور تین سال عہد فاروقی میں فوری طلاق ثلاثہ کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا ابن عباس نے کہا ہاں! یہ بات واقعی درست ہے، کہ ایسا ہی ہوا کرتا تھا اور مسلم ہی میں یہ بھی ہے، طاؤس کہتے ہیں، کہ صہبار نے باپ نے ابن عباس رضہ کو کہا کہ صدر اول و دوم و سوم کی باتیں بیان کرو، کیا آپ کو معلوم ہے، کہ عہد نبوی و صدیقی میں تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں، ابن عباس نے کہا ہاں! یہی بات تھی پس جب حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں لوگ طلاق ثلاثہ یک بارگی بول دینے کے عادی ہو گئے، تو انہوں نے ان پر تین طلاق کے واقع ہونے کا امر نافذ فرما دیا

مسک الختام جلد ۲ ص ۷۷ھ میں نواب بھوپالی تحریر فرماتے ہیں، بعد ورود این حدیث در مسلم چہ جائے ایں سخن است کہ ایں حدیث مختلف فی الصحۃ است، یعنی ابن عباس رضہ کی یہ حدیث مسلم شریف میں آجانے کے بعد کیا مجال سخن ہے، کہ حدیث کی صحت میں اختلاف ہو، حقیقت بھی یہی ہے، کہ صحیح مسلم میں مصنف نے صحت حدیث کا بڑا التزام فرمایا ہے، اسی واسطے یہ بات مسلمات سے ہے، کہ اصح الروایات ما اتفق علیہ الشیخان ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ المسلم (مقدمہ الطیب الشذی ص ۲) میں ہے کہ صحیحین کی بابت تمام محدثین کا اتفاق ہے، کہ اس میں جس قدر مرفوع متصل حدیثیں ہیں، وہ قطعاً بلا ریب صحیح ہیں اور یہ کہ دونوں اپنے مصنفین تک تواتر کا درجہ حاصل کر چکی ہیں، اور یہ کہ جو شخص ان دونوں کتابوں کی احادیث کی صحت کی بابت منہ آئے گا، اور ان کی توہین کرے گا وہ بدعتی اور غیر مسلموں کی راہ کا متبع ہے، سبحان اللہ کس قدر عمدہ فیصلہ ہے، کہ مسلم شریف ایسی کتاب نہیں، جس پر زبان کھولی جائے، ورنہ وہ بدعتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ طلاق ثلاثہ فوری چونکہ کتاب و سنت کے خلاف ہے اور اس میں بڑی بڑی خرابیاں ہیں، اس لئے ایسی طلاق خواہ مجلس میں ہو یا مجالس میں ایک ہی طلاق رجعی ہو گی، اور اندرون عدت طالق اپنی عورت سے رجوع کر لینے کا مجاز ہو گا، باقی جو کچھ قائلین ثلاثہ کے عذرات ہیں، وہ سب مجروح اور ناقابل اعتماد ہیں، چنانچہ اس پر سیر حاصل بحث تالیفات ابن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



القیم (اغاثۃ اللہفان) اور (اعلام الموقعین) و نیز زاد المعاد) وغیرہ میں کی گئی ہے خود میری تالیف (کتاب الطلاق) بزبان اردو جو زیر تسوید ہے، اس کے مالہ وماعلیہ پر کافی ہے، طلاق ثلاثہ فوری کے ایک ہی ہونے پر ایک اور زبردست دلیل یہ ہے، کہ (مسند امام اعظم ص۱۴۸) میں حدیث لکھی ہے المطلقۃ ثلاثا لھا السکنی والنفقۃ یعنی مطلقہ ثلاثہ فوری کے لئے خاوند طلاق پر مکان رہائش اور خرچ دینا لازم ہے، شارح ملا علی قاری لکھتے ہیں، خواہ وہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ، مکان و نفقہ طلاق پر لازم ہے، پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ مطلقہ ثلاثہ فوری اگر قابل رجعت نہ ہوتی، تو طلاق دہندہ پر مکان و نفقہ کا لزوم کیوں ہوتا چنانچہ امام ابن القیم اعلام الموقعین جلد ۲ ص۱۸۵ میں تحریر فرماتے ہیں المطلقۃ البائنۃ لا نفقۃ لھا ولا سکنی بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مطلقہ بائنہ کے واسطے طلاق پر خرچ اور مکان رہائش بموجب سنت نبوی لازم نہیں ہے، پس اس سے صاف ثابت ہو گیا، کہ مطلقہ ثلاثہ فوری کے لئے حق رجوع ہے اس لئے اس کا نفقہ و سکونت طلاق کے ذمہ ہے، اور چونکہ مطلقہ ثلاثہ متفرق کے لئے حق رجوع نہیں رہتا، اس واسطے اس کا نفقہ و مکان طلاق کے ذمہ نہ پڑا، نواب بھوپالی فرماتے ہیں کہ مسئلہ طلاق نزاعی ہے، امام ابن القیم کو صبر آزما تکالیف پہنچیں، مگر حق انہیں کے ہاتھ رہا، فرماتے ہیں وقد امتحن بھذہ المسئلۃ جماعۃ من العلماء منھم شیخ الاسلام ابن تیمیہ وجماعۃ من بعدہ والحق بایدیھم (الروضۃ الندیۃ ج ۲ ص۵۳). ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم

ابو المکارم ظفر عالم خطیب مسجد اہلحدیث، موتی پورہ۔ مالیگاؤں

الجواب صحیح (حضرت مولانا سید) عبد اللہ مدنی، مہتمم مدرسہ لطیفیہ شولاپور

## فتویٰ حضرت استاذ العلماء مولانا ابو القاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

(بروایت مولانا عبد الاخر صاحب دام فضلہ)

ایک جلسہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کانت الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ وصدرا من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلث واحدۃ (ص ۴۷۷ ج ۱) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور شروع خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں تین طلاق ایک ہوا کرتی تھی، یہی مذہب ہزارہا صحابہ کرام کا تھا جیسا کہ تعلیق المغنی شرح دار قطنی میں ہے، ھذا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حال کل صحابی من عہد الصدیق الی ثلاث سنین من خلافۃ عمر رضہ وہم یزیدون علی الالف (ص ۲۲۴) یعنی حضرت ابوبکر رضہ کے زمانہ سے حضرت عمر رضہ کی خلافت کے تین سال تک ہزارہا صحابہ کا یہی فتویٰ رہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے، جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینی شروع کی، تو حضرت عمر رضہ نے سیاسۃً تین کو تین کردیا جیسا کہ اسی صحیح مسلم میں ہے، حضرت عمر رضہ خود فرماتے ہیں ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم الخ لیکن جب اس ترکیب سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی ہے تو حضرت عمر رضہ بہت پچھتائے، اور اس سے رجوع فرمالیا، جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسماعیل میں ہے، دیکھو اغاثۃ اللہفان مصری ص ۱۸۱-۸۲ اور فتویٰ الآثار المتبوعۃ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمالیجئے)

**دیگر** مذہب منصوص نص صریح کے مطابق ہے، ارشاد ہے۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (الی ان قال) حتی تنکح زوجا غیرہ۔ اس آیت کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہے، کہ طلاق بدفعات دی جائے، تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک ساتھ تین طلاق دینے سے رجعت کا اختیار سلب ہوتا ہے اور ایسا کرنا آیت کی صریح مخالفت ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک ساتھ تین یا دو طلاق دینے کا ذکر قرآن پاک میں کہیں نہیں آیا ہے، اسی لئے مجوزین ایسی طلاق کو طلاق بدعی کہنے پر مجبور ہوئے، پھر کل بدعۃ ضلالۃ کا اسے فرد کیوں نہ قرار دیا جائے الی آخرہ (الآثار المتبوعۃ)

خاکسار محمد منیر خاں عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اسلامیہ عربیہ مئو ناتھ بھنجن

## از حضرت العلام مولانا عبداللہ صاحب شائق (مئوی فاضل)

(صدر الاساتذہ جامعہ فیض عام مئو)

علمائے احناف نے یہ فتوے دیا ہے، کہ گو ہمارا یہی مذہب ہے لیکن بوقت ضرورت دیگر ائمہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے رجعت کرسکتا ہے، مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مجموعہ فتاوی ص۶۶ میں تحریر فرماتے ہیں، سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

سوال:۔ زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا، کہ میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہوں گی یا نہیں، اور اگر حنفی مذہب میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واقع ہوں، اور شافعی میں نہ واقع ہوں، تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

**ھو المصوب**:۔ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی، اور بغیر تحلیل کے نکاح درست نہ ہوگا، مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو، اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو، تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا، تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقودہ و عدۃ ممتدۃ الطہر موجود ہے، کہ حنفیہ عند الضرورت قول امام مالک پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں، چنانچہ رد المختار (شامی) میں مفصلا موجود ہے، لیکن اولی یہ ہے، کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفسار کر کے اس فتوی پر عمل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ (الآثار المتبوعہ ص)

## سیشن جج امرتسر کا فیصلہ بابت طلاق ثلاثہ

امرت سر میں ایک مقدمہ مدت سے دائر تھا، ایک شخص مسمی جلال الدین ولد سادن، قوم لرمی ساکن امرتسر کٹڑہ مہاسنگھ نے اپنی عورت کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دے کر موجب فتوی اہلحدیث پھر ملاپ کر لیا تھا، مگر عورت مذکور کے والدین نے عورت کو اپنے گھر میں روک لیا، اس پر جلال الدین مذکور نے دعوی دائر کیا، عدالت میں فریقین کی طرف سے علماء پیش ہوئے، جنہوں نے اپنے اپنے مذہب کے مطابق شہادت دی، جلال الدین مدعی اہلحدیث ہے، اس کے اپنی طرف سے جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو اور فریق ثانی نے مولوی نور احمد صاحب حنفی امرتسری کو پیش کرایا، مگر ڈپٹی پیر قمر الدین صاحب نے مدعی کا دعوی خارج کر دیا اس پر مدعی نے سیشن جج کے ہاں اپیل کیا، سیشن جج نے بعد دیکھنے مسل اور سننے بیان فریقین کے یکم جون سنہ رواں کو فیصلہ کیا، کہ اپیل منظور اور حکم عدالت ماتحت منسوخ، گویا سیشن جج نے اس بات کا فیصلہ کر دیا، کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک ہی ہیں، جیسا کہ اہلحدیث کا مذہب ہے

(اخبار اہلحدیث ص ۶ ۲۹ جون ۱۹۰۶ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اسلام اس بارے میں، کہ زید نے اپنی منکوحہ کو کسی نزاع کی بنا پر ایک وقت اور ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ طلاق دے دی، چند دن کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زید کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اور اب وہ دونوں میاں بیوی آپس میں "بساؤ" چاہتے ہیں، مگر اکثر مولویوں کا کہنا ہے، کہ تین دفعہ ایک دفعہ ہی میں طلاق دے دی جائے، تو وہ عورت اس مرد کے لئے قطعاً حرام ہو جاتی ہے، اور بغیر حلالہ کے اب وہ اس کے گھر واپس نہیں آسکتی، اس بارے میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے اسلام کا صحیح فیصلہ کیا ہے، امید ہے کہ مفصل و مدلل جواب سے مشکور کریں گے۔ بینوا توجروا۔

(المستفتی عبد الستار مومن پورہ۔ بمبئی ۱۱)

الجواب وھو الموفق للصدق والصواب:۔ سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم۔ مسطورہ مسئولہ میں واضح و لائح ہو، کہ زید نے اگر اپنی منکوحہ کو کسی نزاع پر ایک ہی مجلس میں بفعہ واحد یا طہر واحد میں تین طلاقیں دے دی ہیں، اور پھر وہ نادم و پشیمان ہوتا ہے، تو اپنی منکوحہ کو وہ عدت میں رجوع کر سکتا ہے اور یہ تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق رجعی کے ہیں، اور اگر عدت کے ایام گذر گئے ہیں، تو وہ اپنی منکوحہ کو تجدید نکاح رجوع کر سکتا ہے، اور بغیر حلالہ کے اپنے گھر میں واپس لا سکتا ہے، یہ مسئلہ حدیث نبوی اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ لحدیث رواہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ وسنتین من خلافة عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناة فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم۔ (رواہ مسلم فی صحیحہ ج ۱ ص ۴۷۷) یعنی روایت ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کہتی طلاقیں تین زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دو سال خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں ایک طلاق رجعی۔ پھر جب جلدی کی لوگوں نے اس امر میں جس میں ان کے لئے مہلت و تاخیر تھی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر ان طلاق ثلاث کو (سیاستہً) جاری فرما دیا، یہ آپ کی ایک سیاسی مصلحت تھی، اس لئے کہ لوگوں نے جو شرعی طریقہ طلاق کا تھا، یعنی ہر طہر پر طلاق دینے کا وہ چھوڑ دیا تھا۔ لقولہ تعالیٰ وطلقوھن لعدتھن ای حال کونھن مستقبلات لعدتھن بالحیض الثلاث بان یکون الطلاق فی طہر لم یمس فیہ وھو الطلاق السنی (تفسیر کلبی ص ۴۴۸) اور یہ حدیث صحیح ہے، اس پر کوئی جرح نہیں، جن لوگوں نے اس پر جرح کی ہے، وہ ان کی جہالت اور تعصب مذہبی پر مبنی ہے، اور اس حدیث کی تائید میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک حدیث مسند احمد ص ۲۶۵ جلد ا میں بھی ابن عباس رضہ سے اور مروی ہے۔ قال طلق رکانۃ امرأتہ فی مجلس واحد ثلاثا فحزن علیہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا واحدۃ۔ رواہ احمد وابو یعلی وصححہ من طریق محمد بن اسحاق وقال ابن الہمام رئیس الفقہاء ان محمد بن اسحق ثقۃ ثقۃ ثقۃ عند المحققین دیکھو فتح القدیر، اور امام ذہبی میزان الاعتدال ص ۲۴ میں لکھتے ہیں فالذی یظہر لی ان ابن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق انتہی۔

نیز صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۷۱ میں خود حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ ان ابا الصہباء قال لابن عباس رض اتعلمون ما کانت الثلاث تجعل واحدۃ علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رض وثلاثا من امارۃ عمر رض فقال ابن عباس رض نعم ہاں تین طلاقیں اکٹھی دینا خلاف سنت ہے، ہر طہر پر طلاق ہے۔ فکان ابن عباس یروی انما الطلاق عند کل طہر (دیکھو مسند احمد ص ۲۶۵ جلد اول) مگر ایسی تین طلاقیں مذکورہ ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہے، عدت کے اندر اندر تک تو خاوند کو اختیار ہے کہ رجوع کرلے اور بعد عدت بتراضی طرفین جدید نکاح سے رجوع کرسکتا ہے بغیر حلالہ کے۔

اب رہا اجماع صحابہ تو سنیئے، جب اس پر خلافت ابوبکر صدیق میں خلافت عمر رض تک عمل رہا، تو یہ اجماع سکوتی ہوا کسی صحابی سے خلافت صدیقیہ میں اس کا خلاف نہیں پایا گیا چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں۔ "ہم چنیں ہر صحابی از زمانہ خلافت صدیق تا سہ سال از خلافت عمر رض بر ہمیں بود، کہ سہ طلاق یک طلاق است از روئے فتوی واقرار وسکوت وبعضے از اہل علم بریں دعوے اجماع قائم کردہ اندو اجماع نہ کردہ اند وللہ الحمد بر خلاف ایں بلکہ ہمیشہ درامت کسے بود کہ فتوی دادہ است بایں قرنا بعد قرن تا امروز چنانچہ فتوی داد باں ترجمان قرآن عبداللہ بن عباس رض الخ مسک الختام شرح بلوغ المرام ص ۱۵۰" اور یہی مذہب ہے عبداللہ بن مسعود رض وعبدالرحمن بن عوف رض اور حضرت علی رض اور ابو موسیٰ اشعری رض وزبیر رض ودیگر صحابہ کا کہ ایک جلسہ کی تین طلاقیں ایک رجعی ہوتی ہیں، دیکھو تعلیق المغنی علی الدارقطنی صفحہ ۴۴۴ وفتح الباری ص ۱۶۳ پارہ ۲۲ ونیل الاوطار ص ۵۴ و ۱۵۵ جلد ۲ ومسک الختام ص ۴۳ جلد ۲

حافظ ابن القیم نے اس بین مسئلہ میں ایک بسیط کتاب لکھی ہے، جس کا نام اغاثۃ اللہفان ہے، چنانچہ حافظ ابن القیم نے اسی کتاب اغاثۃ اللہفان میں حضرت عمر رض سے ایک روایت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند ابوبکر اسماعیل سے نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تین طلاق جاری فرما کر پشیمان و نادم ہوئے، اور فرمایا۔ ماندمت علی شئ ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق وان لا اکون انکحت الموالی وعلی ان لا اکون قتلت النوائح۔ اخرجہ ابوبکر الاسماعیلی فی مسند عمرؓ کذا فی اغاثۃ اللہفان ص ۱۸۱ مطبوعہ مصر کیونکہ جس غرض سے آپ نے یہ حکم سیاسی جاری کیا تھا، بعد میں وہ حاصل نہیں ہوئی، تو آپ نادم ہوئے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، کہ یہ حرمت کا فتویٰ آپ کا اجتہادی تھا چنانچہ کتب فقہ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ ان فی الصدر الاول اذا ارسل الثلاث جملۃ لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمرؓ ثم حکم رای عمرؓ بوقوع الثلاث لکثرتہ بین الناس تہدیدا انتہی دیکھو مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ روم ص ۱۹۰ پس جو عورت مطلقہ ثلاث مجلس واحد میں بفم واحد یا بطہر واحد ہے، اس سے بغیر حلالہ کے طلاق دہندہ رجوع کر سکتا ہے فقط۔ ھذا ما عندی من الجواب واللہ اعلم بالصواب

کتبہ ابو محمد عبد الجبار السلفی الکہنتی بلوی الجیفوری، مورخہ یکم جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ

**الجواب واللہ الموفق للصواب** صورت مسئولہ میں ائمہ فقہ کا بہت بڑا اختلاف ہے اختلاف کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں حرام و بدعت ہیں، مگر حکما یہ طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور طلاق ثلاثہ سمجھی جائیں گی، شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں ایک مجلس کی تین طلاقیں خواہ الگ الگ الفاظ میں ہوں جیسے طلقتک۔ طلقتک۔ طلقتک یا ایک ہی لفظ میں ہو، جیسے طلقتک ثلاثا۔ دونوں صورتوں میں ایک مجلس کی یہ طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ عہد رسالت مآب میں، اور خلافت صدیقی و صدر خلافت فاروقی میں اس طرح کی ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی رہیں کسی صحابی کا اس عہد تک کوئی اختلاف منقول و مروی نہیں گویا یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

ہاں جب لوگوں نے معاملہ طلاق کو بازیچہ اطفال بنا لیا، اس کی شرعی اہمیت اور وزن کا احساس کم ہو گیا، اور بعض افراد اس تیقن کی بنیاد پر کہ تین طلاق ایک مجلس کی، عورت مغلظہ نہیں ہوتی بلکہ شوہر کو حق رجعت باقی رہتا ہے، ایک ایک مجلس میں تین طلاق دینے لگے، تو عمر فاروقؓ نے اپنے آخری دور خلافت میں عام اعلان کر دیا، کہ اگر کسی نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں، تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تینوں نافذ شمار ہوں گی، اور عورت سے رجوع کا حق نہیں رہے گا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم سیاست پر مبنی تھا، مصالح وقت کے پیش نظر ایسا کیا تھا۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق شمار کئے جانے پر دلیل مسلم وابوداؤد وغیرہ کتب احادیث میں ابو رکانہ کا واقعہ ہے، مسک الختام شرح بلوغ المرام میں تفصیلات ملیں گی۔ فقط۔

العبد عبد الجلیل الرحمانی دار العلوم میتی (۲۱ فروری ۱۹۵۵ء)

**الجواب** ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں، شوہر کو ایسی طلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل ہے، صحیح مسلم شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ وسنتین من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لہم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم یعنی ایک مجلس کی تین طلاقیں عہد نبوی وخلافت صدیقی اور دو سال خلافت فاروقی میں ایک طلاق شمار ہوتی تھی، پھر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں نے اس امر میں جلدی کی جس میں ان کو شرعا مہلت تھی، پس اگر ہم ان کو جاری کر دیں، تو بہتر ہے پس بعد میں انہوں نے جاری کر دیا۔

مسند احمد میں ہے۔ عن ابن عباس قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی عبد المطلب امراۃ ثلاثا فحزن علیہ حزنا شدیدا قال فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا قال طلقتہا ثلاثا فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدۃ فارجعہا ان شئت قال فراجعہا یعنی رکانہ صحابی نے اپنی بی بی کو تین طلاق دے دی، پھر بہت نادم ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس طرح طلاق دی ہے، انہوں نے کہا کہ تین طلاق، پھر آپ نے پوچھا کہ کیا ایک مجلس میں؟ تو انہوں نے جواب دیا، کہ ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک طلاق ہوئی ہے، اگر تم چاہو، تو رجوع کر لو، چنانچہ رکانہ نے رجوع کر لیا۔

یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں، پہلی روایت تو صحیح مسلم شریف کی ہے، جس کی صحت پر اجماع ہے، اور دوسری روایت مسند احمد کی ہے، محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے غرض یہ کہ عہد نبوی، عہد صدیقی، عہد فاروقی کے ابتدائی دور میں اسی پر عمل درآمد رہا، البتہ جب لوگوں نے کثرت سے طلاق دینی شروع کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں تینوں کو نافذ کر دیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور ان کا ایسا کرنا سیاستہً تھا نہ کہ تشریعًا کیونکہ اگر کوئی ناسخ حدیث ہوتی تو اس کو ضرور پیش کرتے نہ اس وقت حضرت عمرؓ نے پیش کیا اور نہ کسی دوسرے صحابی نے اس کو بیان کیا بلکہ حضرت عمرؓ نے اظہار تمنا کیا کہ کاش میں ان کو نافذ کر دیتا، برخلاف اس کے جب متعہ کے منسوخ ہونے کا حکم سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا حوالہ دے کر سنایا، اور پرزور الفاظ میں خطبہ دیا، ابن ماجہ میں ہے۔ عن ابن عمر قال ان عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لنا فی المتعۃ ثلاثا ثم حرمھا واللہ لا اعلم احدا یتمتع وھو محصن الا رجمتہ بالحجارۃ الا ان یاتینی باربعۃ یشھدون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احلھا بعد اذ حرمھا

خلیفہ وقت کو اختیار ہے، کہ وہ ایک مباح اور حلال چیز کی تعزیر کے طور پر یا کسی اور مصلحت کی بنا پر بندش کر سکتا ہے، خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ طلاق کے علاوہ بعض مباح اور حلال چیزوں کو تعزیرًا بند کر دیا ہے، حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی، جس نے اپنے غلام سے نکاح کیا تھا، حضرت عمرؓ نے ان دونوں میں تفریق کرا دی، اور تعزیرًا آئندہ کے لئے دوسرے خاوندوں سے نکاح اس پر حرام کر دیا (کنز العمال)

حضرت حذیفہؓ نے مدائن میں ایک یہودن سے شادی کی حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اس کو طلاق دے دو، یہ مسلمان عورتوں کے لئے بہت بڑا فتنہ ہے، حالانکہ اہل کتاب سے نکاح، کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے (ازالۃ الخفاء)

جب اس ترکیب سے بھی طلاق میں کمی نہیں ہوئی، تو حضرت عمرؓ اس پر نادم ہوتے، علامہ ابن القیم نے مسند عمر کے حوالہ سے نقل کیا ہے قال عمر بن الخطاب ماندمت علی شیء ندامتی علی ثلث ان لا اکون حرمت الطلاق (اغاثۃ اللہفان) اگر واقعی یہ شرعی حکم تھا، تو اس امضائے ثلث پر نادم ہونے کے کیا معنی؟ خود فقہائے احناف میں بھی بعض لوگ اس کے قائل ہیں، کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم سیاسی تھا، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ص ۳۸۲ میں ہے۔ واعلم ان فی الصدر الاول اذا ارسل الثلث جملۃ لم یحکم الا بوقوع واحد الی زمن عمر رضی اللہ عنہ ثم حکم بوقوع الثلث لکثرتہ بین الناس تھدیدا اسی طرح طحطاوی وغیرہ میں بھی ہے۔

شریعت مطہرہ نے طلاق کے معاملہ میں جو آسانی اور مہلت رکھی ہے، تینوں کے وقوع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی صورت میں وہ فوت ہوجاتی ہے، ارشاد ہے۔ الطلاق مرتان فامساك بمعروف اوتسریح باحسان ........ حتی تنکح زوجا غیرہ اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ طلاق بدفعات دی جائے، تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ابوداؤد شریف میں رکانہ کے واقعہ طلاق میں یہ الفاظ مروی ہیں فقال انی طلقتها ثلاثا یارسول الله قال قد علمت راجعها وتلا یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آیت مذکورہ کی تلاوت فرمانا اس امر کی دلیل ہے، کہ طلاق دینا عدت کے لئے ہے، جب عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو رجوع کرلے، یا اس کو چھوڑ دے، عدت اسی لئے مشروع ہے، کہ اس طلاق دینے والے کے لئے یہ آسانی اور گنجائش رکھی گئی ہے، کہ اگر طلاق کے بعد ندامت محسوس کرے تو عدت کے اندر رجوع کرلے لعل الله یحدث بعد ذلك امرا۔ وقوع ثلث کی صورت میں یہ آسانی فوت ہوجاتی ہے، اور ایسا کرنا شریعت کے منشا کے خلاف ہے، امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ تینوں کا ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہونا ہی قیاس کے موافق ہے۔ هو اختیار کثیر من علماء الدین انه لو طلقها اثنین او ثلاثا لا تقع الا الواحدة وهذا القول هو الاقیس، لان النهی یدل علی اشتمال المنهی عنه علی مفسدة راجحة والقول بالوقوع سعی فی ادخال تلك المفسدة فی الوجود وانه غیر جائز فوجب ان یحکم بعدم الوقوع (تفسیر کبیر جلد ۲)

نیل الاوطار جلد ۶ ص میں ہے۔ ذهبت طائفة من اهل العلم الی ان الطلاق لایتبع الطلاق بل یقع واحدة فقط وقد حکی ذلك صاحب البحر عن موسی ورواية عن علی علیه السلام وطاؤس وعطاء وجابر بن زید والهادی والقاسم والباقر والناصر واحمد بن عیسی وعبد الله بن موسی ورواية عن زید بن علی والیه ذهب جماعة من المتاخرین منهم ابن تیمیة وابن القیم وجماعة من المحققین وقد نقله ابن مغیث فی کتاب الوثائق عن محمد بن وضاح ونقل الفتوی بذلك عن جماعة من مشائخ قرطبة کمحمد بن تقی ومحمد بن عبد السلام وغیرهما ونقله ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس کعطاء وطاؤس وعمرو بن دینار وعطاء بن المغیث الهنانی فی ذلك الکتاب عن علی وابن مسعود وعبد الرحمن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بن عوف و الزبیر۔

صحابہ میں حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ زبیر بن عوامؓ ابوموسیٰ اشعریؓ ابن عباسؓ کا یہی مسلک ہے، ایسے ہی تابعین و دیگر محدثین کی ایک بڑی جماعت کا یہی مسلک ہے، مثلاً جابر زیدؒ طاؤسؒ عمرو بن دینارؒ عکرمہؒ عطار بن رباحؒ امام نخعیؒ امام مالکؒ (فی روایۃ) داؤد ظاہریؒ اور ان کے تبعین، احمد بن اسحاقؒ حجاج بن ارطاۃؒ محمد بن مقاتلؒ محمد بن تقی بن مخلدؒ محمد بن عبدالسلام خشنیؒ ہادیؒ قاسمؒ باقرؒ ناصرؒ احمد بن علیؒ عبداللہ بن موسیٰؒ زید بن علیؒ خلاس بن عمروؒ حارث عسکلیؒ بعض اصحاب احمدؒ امام ابن تیمیہؒ حافظ ابن القیمؒ اور مشائخ قرطبہ کی ایک جماعت۔ اکثر نام نیل الاوطار کی مذکورہ بالا عبارت میں آگئے ہیں، بقیہ نام فتح الباری، عمدۃ القاری، اعلام الموقعین، عمدۃ الرعایۃ وغیرہ سے معلوم کئے جا سکتے ہیں، ایک طلاق کے قائلین کی یہ جو فہرست پیش کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس مسلک کے قائلین ہر زمانے میں کثرت سے رہے ہیں۔ اب اس موقع پر حال کے علمائے احناف کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں، تاکہ اس مسئلہ کی حقانیت اچھی طرح واضح ہو جائے:۔

**مولانا عبدالحی صاحب حنفی لکھتے ہیں**

القول الثانی انہ اذا طلق ثلاثا تقع واحدۃ رجعیۃ وھذا ھو المنقول عن بعض الصحابۃ وبہ قال داؤد الظاہری واتباعہ وھو احد القولین لمالک وبعض اصحاب احمد (عمدۃ الرعایۃ جلد ۲)

**حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب حنفی مرحوم** ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

الجواب:۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جانے کا مذہب جمہور علماء کا ہے، اور ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے علاوہ بعض علماء اس کے ضرور قائل ہیں، کہ ایک رجعی طلاق ہوتی ہے، اور یہ مذہب اہلحدیث نے بھی اختیار کیا ہے، اور حضرت ابن عباسؓ اور طاؤس اور عکرمہ و ابن اسحاق سے منقول ہے، پس کسی اہلحدیث کو اس حکم کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں، اور نہ وہ قابل مقاطعہ ہے، اور نہ مستحق اخراج عن المسجد ہے۔

محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ (منقول از اخبار الجمعیۃ دہلی ص ۴۲ جلد ۲ مورخہ ۶ رشعبان ۱۳۵۰ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بلکہ بعض علمائے احناف نے یہ فتویٰ دیا ہے، کہ بوقت ضرورت اس مسلک پر عمل کرتے ہوئے رجعت بھی کر سکتا ہے۔

**مولانا حبیب الرحمٰن صاحب حنفی** مدرسہ امینیہ دہلی ایک استفتار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

الجواب: بعض سلف صالحین و علمائے متقدمین میں سے اس کے بھی قائل ہیں، کہ صورت مرقومہ میں ایک ہی طلاق پڑتی ہے، اگرچہ ائمہ اربعہ میں سے یہ بعض نہیں ہیں، اور مفتی اہلحدیث پر اسی اختلاف کی بنار پر کفر و مقاطعہ و اخراج از مسجد کا فتویٰ غیر صحیح ہے، بوجہ شدت ضرورت و خوف مفاسد کے اگر طلاق ثلاثہ دینے والا ان بعض علمار کے قول پر عمل کرے گا، کہ جن کے نزدیک اس واقعہ مرقومہ میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، تو خارج مذہب حنفی سے نہ ہوگا، کیونکہ فقہائے حنفیہ نے بوجہ شدت ضرورت کے دوسرے امام کے قول پر عمل کر لینے کو جائز لکھا ہے، اور اسی فرعی اختلاف کی وجہ سے بعض علمائے محدثین یا دیگر علمار کی توہین کرنا بڑا سخت کبیرہ گناہ ہے۔

(منقول از رسالہ حق و صداقت کی عظیم الشان فتح ص۲۰)

ان حضرات کا یہ فرمانا، کہ ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں صحیح نہیں، مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی کی عبارت نقل کی جا چکی ہے، کہ امام مالک کا ایک قول یہ بھی ہے، کہ ایک طلاق واقع ہوگی، اگر ائمہ اربعہ اس پر متفق ہوں، تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ حق ائمہ اربعہ میں دائر نہیں ہے، خود متاخرین احناف نے مسئلہ تحلیف شہود میں ائمہ اربعہ کے متفقہ مذہب کے خلاف قاضی ابن ابی لیلیٰ کے مذہب پر فتوے دیا ہے (اشباہ و النظائر ص۱۶)

عبد العزیز اعظمی استاد جامعہ رحمانیہ بنارس

اصاب من اجاب: قاری احمد سعید صاحب جامعہ رحمانیہ بنارس (۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ)

مسلک اہل حدیث کے مطابق جواب بالکل صحیح ہے

(حضرت مولانا شیخ الحدیث) نذیر احمد صاحب مدرس مدرسہ رحمانیہ بنارس

**جواب** زید طلاق دہندہ اگر ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کا مقلد نہیں ہے، بلکہ عقیدۃً وعملاً طلاق سے پہلے اہل حدیث ہے، تو صورت مسئولہ میں اس کو شرعاً رجوع کرنے کا حق و اختیار ہے، کیونکہ صورت مسئولہ میں ذیل کی دو صحیح حدیثوں کی رو سے اس کی بیوی ہندہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے

(۱) عن ابن عباس قال طلق رکانۃ بن یزید اخو بنی مطلب امراۃ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا قال فسألہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا قال طلقتہا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلك واحدۃ فارجعہا ان شئت قال فرجعہا (مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۵)

(۲) عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وسنتین من خلافۃ عمرؓ طلاق الثلث واحدۃ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۴ مسلم ج ۱ ص ۴۷۷-۴۷۸ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۹۶)

ایک مجلس کی تین طلاق بیک لفظ ہو مثلاً انت طالق ثلاثا یا ۳ لفظ ہو جیسے انت طالق۔ انت طالق۔ انت طالق، ہر دو نوع بدعی ہے اور الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان کے خلاف ہے تفصیل زاد المعاد ص ۵۱ و ص ۵۳ جلد ۱۔ اعلام الموقعین ص ۲۴ و ص ۳۴ جلد ۳۔ اغاثۃ اللہفان ص ۱۵۳ ص ۱۸۳۔ فتاوی ابن تیمیہ ص ۱۲ ص ۲۵ جلد ۳ نظام الطلاق فی الاسلام میں ملاحظہ کی جائے۔

عبید اللہ رحمانی مبارکپوری ۹ ۷/۲۴ ھ

جمہور ائمہ کے نزدیک تینوں طلاقیں پڑ گئیں، اور بغیر شرعی حلالہ کے زوج اول کے لئے درست نہیں ہے، اور اہلحدیث کے نزدیک ایک رجعی طلاق پڑی ہے، عدت میں رجوع کر سکتا ہے، عدت ختم ہونے کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ایک مرتبہ کی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھی (مسلم شریف)

(اہلحدیث دہلی، ۱۵ر جنوری ۵۲ء)

(شیخ الحدیث مولانا) عبد السلام صدر مدرس مدرسہ ریاض العلوم دہلی

**الجواب** صورت مرقومہ بالا میں واضح ہو کہ اسلام کے جہاں اور مراسم جاہلیت کو مٹایا وہاں اس رسم بد کو بھی مٹایا جس سے لوگ اس صنف نازک پر ظلم ڈھایا کرتے تھے، اور اس کو تنگ و پریشان کیا کرتے تھے، اسلام سے قبل اہل جاہلیت کا یہ طریقہ تھا کہ طلاق کی کوئی حد معین نہ تھی، جتنی چاہتے طلاقیں دیتے چلے جاتے اور رجوع کرتے جاتے، حتی کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو سو سو طلاق دے دیتا، پھر بھی وہ اس کی بیوی ہی رہتی، شروع اسلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں بھی بعض مسلمان ایسا کرتے رہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

عن عائشۃ قالت کان الناس والرجل یطلق امرأتہ ما شاء ان یطلقہا وھی امرأتہ اذا ارتجعہا وھی فی العدۃ وان طلقہا مائۃ مرۃ او اکثر حتی قال الرجل لامرأتہ واللہ لا اطلقک فتبنین منی ولا اویک ابدا قالت وکیف ذاک قال اطلقک فکلما ھمت عدتک ان تنقضی راجعتک فذھبت المرأۃ حتی دخلت علی عائشۃ فاخبرتھا فسکتت عائشۃ حتی جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزل القرآن۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ قالت عائشۃ فاستانف الناس الطلاق مستقبلا من کان طلق ومن لم یطلق (ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں کہ (زمانہ جاہلیت) میں لوگوں کا یہ حال تھا کہ مرد اپنی بیوی کو جتنی چاہتا طلاق دے دیتا، پھر بھی وہ اس کی بیوی ہی رہتی، جب کہ وہ عدت میں اس سے رجوع کر لیتا، اگرچہ وہ اس کو سو یا اس سے بھی زیادہ طلاق دے چکا ہو، حتی کہ زمانہ اسلام میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا کی قسم نہ تو میں تجھے طلاق ہی دوں گا، تاکہ تو مجھ سے علیحدہ ہو جائے، نہ تجھے بساؤں گا، اس کی بیوی نے کہا یہ کیوں کر ہوگا، اس نے کہا میں تجھے طلاق دوں گا، پھر جب تیری عدت ختم ہونے کو ہوگی، تجھ سے رجوع کر لوں گا، پھر وہ عورت حضرت عائشہ رضہ کے پاس گئی، اور اپنا سارا ماجرا بیان کیا، حضرت عائشہ سنکر خاموش ہو گئیں اتنے میں حضور تشریف لے آئے، حضرت عائشہ رضہ نے آپ کو اس عورت کا حال سنایا، آپ سنکر خاموش ہو گئے، حتی کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی "طلاق رجعی دوبار ہے، پھر اگر رکھنا ہے تو اچھی طرح رکھو، اور چھوڑنا ہے، تو اچھی طرح چھوڑ دو" اس کے بعد لوگوں نے خواہ طلاق دے چکے تھے یا طلاق نہ دی تھی، نئے سرے سے (شرعی طور پر) طلاق دینی شروع کی

طلاق شرعی جس کو طلاق سنی بھی کہا جاتا ہے، یہ ہے کہ جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو طہر اس کو ایک طلاق دے، اور اس سے جماع نہ کرے، پھر دوسرے مہینہ میں جب حیض سے پاک ہو، تو دوسری طلاق دے، پھر تیسرے مہینہ میں حیض سے پاک ہونے کے بعد تیسری طلاق دے یہی طلاق محرمہ اور طلاق قطعی ہے، اس طریقہ سے جو شخص طلاق دے گا، تو اس کی بیوی تیسری طلاق کے بعد اس پر حرام ہو جائے گی، اب تاوقتیکہ حلالہ شرعی نہ ہو، وہ عورت اس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے حلال نہیں ہے، اور حلالہ شرعی یہ ہے، کہ وہ عورت اپنے طور پر کسی سے نکاح کرے اور خاوند ثانی اس سے جماع بھی کرے، پھر وہ اپنے طور پر ہی اس کو طلاق دے دے، تو خاوند اول کے لئے وہ عورت حلال ہو گی۔

اس کے خلاف جو لوگ اکٹھی تین طلاقیں دیتے ہیں، وہ طلاق بدعی اور غیر شرعی ہے اس طرح طلاق دینی ہی نہیں چاہیئے، اگر طلاق دینے کی ضرورت ہی ہو، تو طلاق شرعی بطور مذکور دینی چاہیئے، اور اگر کوئی شخص تینوں طلاقیں اکٹھی دے گا، تو وہ مجموعی تین طلاقیں طلاق قطعی نہ ہوں گی، جن کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے، بلکہ ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہوں گی، جس کے بعد خاوند کو عدت کے بعد رجوع کرنے کا پورا اختیار ہے، اور انقضاء عدت کے بعد تجدید نکاح کے ساتھ اپنے نکاح میں لا سکتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا دو طلاق دے، تو اس کو عدت کے اندر بالاتفاق رجوع کرنے کا اختیار ہے، اور عدت گذرنے کے بعد بتجدید نکاح اس عورت کو بیوی بنانے کا حق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسم جاہلیت کو مٹا کر تین طلاقیں معین فرما دیں، اور اس کا طریقہ یہ جتلا دیا، کہ علیحدہ علیحدہ مرۃ بعد مرۃ دی جائیں، اکٹھی نہ دی جائیں، جیسا کہ آیت شریفہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ سے ظاہر ہے کیونکہ مرتان لغت میں اس امر کے لئے آتا ہے، جس کا وقوع علیحدہ علیحدہ مرۃ بعد مرۃ ہوا ہو، نہ کہ مجموعہ، جیسے آیات ذیل اس پر شاہد ہیں۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ۔ سنعذبھم مرتین۔ ای مرۃ بعد مرۃ۔

(۲) اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین

(۳) یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرات۔ پھر ثلث مرات کی تفسیر آگے آیت میں تین اوقات عشاء، دوپہر، نماز فجر سے قبل کے ساتھ فرمائی۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین طلاقیں رکھیں، اور ان کے دینے کا شرعی طریقہ یہ بتایا کہ علیحدہ علیحدہ بحالت طہر دی جائیں، اور دو طلاق تک رجوع کرنے کا اختیار دیا، اس میں حکمت و مصلحت یہی ہے، کہ زوجین کو سوچنے اور سمجھنے کا موقعہ ملے، اور خاوند اپنی غلطی پر نادم ہو کر اپنی بیوی سے رجوع کرے، گویا اللہ تعالیٰ نے طلاق کے سلسلہ میں خاوندوں کو اتنی مہلت دی ہے، کہ وہ سوچ بچار کر لیں، اور جلد بازی سے کام نہ لیں، اور یہ حق رجوع اور مہلت اسی دی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو سکتی ہے، جب کہ مجلس واحد کی مجموعی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی مانا جائے، اور اگر مجلس واحد کی تین طلاقوں کو تین قطعی محرمہ مانا جائے، جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے تو خاوندوں کا حق رجوع جو دو طلاق تک رکھا ہے، وہ اس صورت میں قطعاً سلب ہو جاتا ہے، اور طلاق ایک ایسی فوری چیز بن جاتی ہے، کہ جس کے زبان سے نکلنے کے بعد خاوند کو اپنی بیوی رجوع کرنے کا حق ہی رہتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے سوا طلاق شرعی قطعی کے رجوع کا پورا پورا حق اور اختیار دیا ہے، پس صحیح و محقق مسئلہ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہی ہے، کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہے، پس زیر صورت مرقومہ فی السوال میں بلا شک و شبہ عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، اور انقضاء عدت کے بعد تجدید نکاح اپنے نکاح میں لا سکتا ہے، اس پر ذیل کی دو حدیثیں بصراحت دال ہیں:۔

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ وسنتین من خلافة عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناة فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم (مسلم) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ عہد نبوی اور عہد ابوبکر اور دو سال خلافت عمر رضی اللہ عنہ سے تین طلاقیں (مجلس واحد کی) ایک شمار ہوتی تھی، جب لوگوں نے غیر شرعی طریقہ پر تین طلاقیں اکٹھی کثرت سے دینی شروع کیں، تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگوں نے ایسے کام میں جس میں ان کے لئے مہلت تھی جلد بازی شروع کر دی، پس اگر ہم ان پر ان تین طلاقوں کو جاری کر دیں، اور رجوع نہ کرنے دیں) تو مناسب ہے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر جاری کر دی، یہ یاد رکھنا چاہیے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مجموعی طلاق ثلاثہ کو جاری کرنا شرعی حیثیت سے نہ تھا بلکہ محض انتظامی و تادیبی طور پر اس مصلحت کے ماتحت تھا، کہ لوگ طلاق دینے کے اس غیر شرعی طریقے سے باز آجائیں، اور طلاق کے صحیح شرعی طریقے کو اختیار کریں، جیسے کہ خود ان کے کلام سے ظاہر ہے

(۲) جو اس سے بھی واضح ہے، جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال طلق رکانة بن عبد یزید اخو بنی المطلب امراتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیھا حزنا شدیدا قال فسألہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتھا قال طلقتھا ثلاثا۔ قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


تلک واحدۃ فارجعہا ان شئت قال فراجعہا فکان ابن عباس یری انما الطلاق عند کل طھر۔ ابن عباس رض راوی ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید اخو بنی مطلب نے مجلس واحد میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس پر وہ سخت غمگین ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو نے کس طرح طلاق دی، اس نے عرض کیا، میں نے اس کو تین طلاقیں دیں آپ نے فرمایا، ایک مجلس میں، اس نے کہا ہاں ایک مجلس میں، آپ نے فرمایا، سوائے اس کے نہیں، یہ ایک ہے، اگر تو چاہے، تو اس سے رجوع کرے۔ ابن عباس رض کہتے ہیں اس نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔ اسی بنا پر کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں غیر شرعی اور ایک طلاق کے حکم میں ہیں، ابن عباس کا خیال تھا، کہ طلاق شرعی وہی ہے، جو ہر طہر میں دی جائے (مسند احمد)

قال ابن القیم فی اعلام الموقعین وقد صحح الامام ھذا الاسناد وحسنہ وقال الحافظ فی فتح الباری بعد ذکر ھذا الحدیث اخرجہ احمد وابو یعلی وصححہ من طریق محمد بن اسحق وھذا الحدیث نص فی المسئلۃ لا یقبل التاویل الذی فی غیرہ من الروایات انتہی۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم

حررہ العاجز ابو محمد عبد الجبار غفر لہ الغفار

صدر مدرس مدرسہ دار العلوم شکراوہ ضلع گوڑگانوں (مشرقی پنجاب)

**الجواب** صورت مسئولہ میں زید کی تینوں طلاقیں واحدہ رجعیہ ہیں، اگر زوجین ایک دوسرے سے راضی ہیں، تو از روئے شریعت حقہ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زید کو دوران عدت میں رجوع عن الطلاق کا حق حاصل ہے اور بعد عدت وہ نکاح جدید سے اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔

اس بارے میں علمائے احناف کا فتوی حرمت سراسر زیادتی اور تجاوز عن الحق ہے صریح احادیث اور قرآنی آیات مبین ہیں، کہ خیر القرون میں ایک مجلس کی تین یا زائد طلاقوں کو خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واحدہ رجعیہ قرار دے کر رجوع کا حکم فرمایا ہے، اس مسئلہ میں علمائے احناف

اولاً آیت کریمہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ الآیۃ اور دوسری آیات طلاق کے اطلاق سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ ارسال طلاق دفعۃً و مفرقۃً ہر دو طرح درست ہے اور کسی بھی آیت سے ایک طلاق و تین طلاق کے ایقاع میں فرق ثابت نہیں ہے، بلکہ بقول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علامہ کرمانی الطلاق مرتان کے لفظ سے دو طلاقوں کے بیک جلسہ واقع ہونے کی دلیل ملتی ہے، پس جب بیک جلسہ دو طلاقیں واقع ہو سکتی ہیں، تو تین طلاقیں بھی واقع ہو سکتی ہیں،

مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ جن آیات سے علمائے احناف استدلال کرتے ہیں، وہ آیات الٹا ان کے دعوے کی تردید کرتی ہیں، کیونکہ آیات طلاق عام مخصوص ہیں، اور ان کی تخصیص ان احادیث سے ہوتی ہے، جن سے بصراحت ثابت ہے، کہ مجلس واحد کی تمام طلاقیں ایک شمار ہوں گی، رہا علامہ کرمانی کا یہ کہنا یہ جب لفظ الطلاق مرتان دو طلاقوں کے دفعۃً وقوع پر دلالت کرتا ہے، تو تین کے وقوع پر کیوں نہیں دلالت کرے گا، تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اول تو یہ لفظ مستدل کے دعویٰ کی صریح مخالفت کرتا ہے، دوسرے اگر اس سے دو طلاقوں کے دفعۃً وقوع پر استدلال لایا بھی جائے، تو اس سے کامل جدائی لازم نہیں آتی، بخلاف اس کے طلاقات ثلاثہ سے کامل جدائی لازم آجاتی ہے، پس پہلے پر دوسرے کو قیاس کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

ثانیاً۔ وہ حضرت عبادہ بن صامت کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں

کانہ قال طلق جدی امراۃ لہ الف تطلیقۃ فانطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر لہ ذلک فقال ما اتقی اللہ جدک اما ثلاث فلہ واما تسع مائۃ وسبع وتسعون فعدوان وظلم ان شاء اللہ عذبہ وان شاء غفر لہ

اخرجہ عبد الرزاق۔

لیکن اس حدیث سے بھی استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں یحییٰ بن علاء ضعیف، عبید اللہ بن الولید ہالک، اور ابراہیم بن عبید اللہ مجہول راوی ہیں، اور ظاہر ہے، کہ ایسی روایت قابل احتجاج نہیں ہو سکتی

سطور بالا سے یہ بات واضح ہو چکی ہے، کہ علمائے احناف کے استدلالات صحیح بنیاد پر قائم نہیں ہیں، بخلاف اس کے محدثین کرام کا مسلک صحیح احادیث سے ثابت ہے، چنانچہ

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رض وسنتین من خلافۃ عمر رض طلاق الثلث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب رض ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لہم فیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اناۃ فلوا مضیناہ علیہم فامضاہ علیہم (رواہ احمد و مسلم)
اس روایت سے بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے، کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں عہد نبوت، خلافت صدیق اکبرؓ اور سنتین من خلافۃ عمرؓ میں تو ایک ہی شمار ہوئیں لیکن اس کے بعد عمرؓ فاروق نے ان کو نافذ کر دیا۔ لہذا اب حضرت عمرؓ ہی کا قول و فعل مفتی بہ اور قابل عمل ہوا، اور اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو منسوخ کر دیا نعوذ باللہ اس قسم کی جرأت کرنے والے یہ نہیں سوچتے، کہ وہ شارع علیہ السلام کے قول و فعل کو صحابی کے قول و فعل سے منسوخ قرار دے کر کتنی بڑی زیادتی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

(۲) حضرت ابو الصہباء سے روایت ہے۔ انہ قال لابن عباسؓ ہات من ہناتک الم یکن طلاق الثلث علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ واحدۃ قال کان ذلک (رواہ مسلم)
(۳) حضرت رکانہ سے روایت ہے، انہ قال یارسول اللہ انی طلقتہا ثلاثا قال قد علمت ارجعہا ثم تلا واذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن واحصوا العدۃ الخ (رواہ ابوداؤد)
(۴) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ طلق ابورکانۃ ام رکانۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راجع امراتک فقال انی طلقتہا ثلاثا قال قد علمت راجعہا (رواہ احمد والحاکم)
یہ اور ان جیسی دوسری روایات سے بصراحت ثابت ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس کی تمام طلاقوں کو واحدہ رجعیہ قرار دیا ہے اور خیر القرون میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اسی پر تعامل رہا واللہ اعلم بالصواب
پس ہر مسلمان کو چاہیئے، کہ وہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کو اپنے لئے قانون زندگی اور مشعل راہ ہدایت سمجھ کر اس کے مطابق اپنی زندگی گذارے، اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو دین کی سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔
العاجز عبد الرحمٰن سلفی رجوروی مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ (۹ مارچ ۱۹۵۴ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الجواب صحیح:۔ محمد ادریس آزاد رحمانی

جواب صحیح ہے۔ عبید الرحمٰن رحمانی۔ احمدیہ سلفیہ

الجواب صحیح:۔ محمد عبد الحق سلفی، مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ

**مسئلہ** طلاق کی آیات کریمہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغور دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے، کہ ایک مجلس کی متعدد طلاقیں شرعی طور پر ایک ہی کا حکم رکھتی ہیں، قرآن مجید میں ہے۔ الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان الاٰیۃ یہاں "مرتان" پر غور کیجیے، قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی مرتان کا لفظ آیا ہے، جیسے سنعذبهم مرتين. ظاہر ہے، کہ یہ دونوں تعذیب ایک دوسرے کے بعد ہوں گی، بیک دفعہ نہیں ہوں گی، دوسری جگہ ہے۔ یا ایها الذین اٰمنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات من قبل صلوۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظهیرة ومن بعد صلوۃ العشاء یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مرات کی تفصیل بھی بیان فرمادی ہے، غور کرنے والے کو یہ وقفے صاف بتارہے ہیں، کہ یہ تینوں مرات تین اوقات میں ہیں ایک ہی وقت میں نہیں ہیں

صحیح احادیث میں اس کی تصریح مفصل موجود ہے، جن میں سے بعض احادیث کو فاضل مجیب نے نقل بھی کیا ہے، ان میں سے بعض احادیث تو اتنی واضح ہیں، کہ اس میں کوئی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ احمد ابویعلی وغیرہ میں صحیح روایت سے اس طرح ہے، کہ طلق رکانۃ بن عبد یزید امراتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا فسالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا قال ثلاثا فی مجلس واحد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما تلك واحدة فارجعها الحدیث

اس قسم کی صاف اور واضح حدیثوں کے بعد کس مومن کی مجال ہے، کہ انکار کردے اور تاویل کی راہیں تلاش کرے، چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو فتح الباری میں نقل کرتے ہیں، اور اس کے بعد فرماتے ہیں۔ هذا الحدیث نص فی المسئلة لا یقبل التاویل۔

خود امام ابوحنیفہ اور دوسرے اماموں کا قول موجود ہے، کہ جب کوئی حدیث مل جائے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو میرے قول کو چھوڑ کر حدیث ولی پر عمل کرو، اور کیوں نہ ہو، جب کہ قرآن مجید ناطق ہے۔ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ الآیۃ

جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے استدلال کرتے ہیں، ان کو یہ غور کرنا چاہیئے، کہ تمام اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ قول ہے، کہ قرآن واحادیث صحابہ کرام کے فتاوے پر مقدم ہے، جب کوئی حکم صریح طور پر قرآن اور حدیث میں موجود ہو، تو صحابہ کے قول سے فیصلہ کرنا، اور استدلال کرنا بہتر نہیں، پھر اس مسئلہ میں یہ کس طرح درست ہوگا، کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر عمل کرنے لگیں۔

بعض اس وہم میں مبتلا ہیں، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا تھا، مگر یہ بات عقل سے کس قدر بعید ہے، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو مکے کے مفتی رہ چکے ہیں، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہت دنوں بعد تک مکہ میں مسند افتاء پر فائز تھے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف حدیثیں روایت کریں، اور دوسرے صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر متفق ہو جائیں، یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے مفتی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہی رہا ہے، کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبد الرحمن بن عوف، عطاء، طاؤس وغیرہ،

علاوہ ازیں ایک حق پرست کے لئے صرف یہ کافی ہے، کہ وہ یہ دیکھے، کہ قرآن و حدیث میں کیا موجود ہے، کس نے کیا کہا، اور کتنے اس کو کیا کہہ رہے ہیں، یہ حق کی کسوٹی نہیں ہے، حق کی کسوٹی دلائل ہیں، اور صرف قرآن وحدیث کے نصوص قطعیہ

جو لوگ تفقہ کا ادعا کرتے ہیں، وہ اس پر کبھی غور نہیں کرتے ہیں، کہ زوجین کی تفریق ابدی کے لئے ایک ہی بار طلاق دینا کافی کیوں نہیں سمجھا گیا، تین بار موقعہ کیوں دیا گیا، اس میں کون سی مصلحت اور حکمت ہے، ظاہر ہے، کہ انسان قوت غضبیہ اور جذبات سے کبھی مغلوب ہو جاتا ہے، رشتہ دائمی محض ایک بار کے بے سوچے سمجھے فیصلہ سے کاٹ دیا جائے، تو کس قدر حرج ہوگا، اور زوجین کی زندگی کس قدر تلخ ہو جائے گی، یہی وجہ ہے، کہ حکیم اکبر نے تین بار موقعہ دیا ہے، کہ تم سوچو، اور بار بار سوچ کر قطعی فیصلہ آخر میں کرلو، یہ تیسرا فیصلہ تمہارا قطعی فیصلہ ہوگا، پھر اس کے بعد تم کو کبھی بھی موقعہ نہیں دیا جائے گا۔

یہ بات کس قدر مضحکہ خیز ہے، کہ کوئی نادان غصہ میں یا جذبات سے مغلوب ہو کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنی بیوی سے کہدے، کہ "میں نے تم کو تین طلاقیں دے دیں" اس کے دس منٹ کے بعد اس کا غصہ فرو ہوجاتا ہے، وہ اپنے کہنے پر نادم ہے، اپنے معصوم اور ننھے بچوں کو دیکھتا ہے، اور پھر اپنی راحت جان بیوی کی وفاداری کو یاد کرتا ہے، تو فوراً کسی فقیہ کے پاس آتا ہے، وہ فقیہ یہ جواب دیتے ہیں، کہ یہ بیوی تمہارے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی البتہ تم "حلالہ" کرالو، تو وہ تمہارے نکاح میں آسکتی ہے، وہ غریب اپنے بچوں اور بیوی کے تعلقات کو دیکھتا ہے، اپنی اور اپنی رفیقہ کی زندگانی کی تباہی نظر کے سامنے آجاتی ہے، یہ سوچتے ہی اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے، ناچار وہ اس فقیہ کے بناوٹی فتوی "حلالہ" (جو حقیقت میں فحش کاری دیوثی ہے) پر آمادہ ہوجاتا ہے، غور کیجئے اگر کیا شریعت حقہ عقل وفہم سے اس قدر بعید ہے؟ کیا اسلام اس عصمت ریزی کو پسند کرتا ہے؟

اصل بات یہ ہے، کہ فقہاء نے طلاق کے اصل مسئلہ کے سمجھنے میں کوتاہی کی ہے اور جب انہیں اس معاملہ میں دشواری نظر آئی، تو انہوں نے "حلالہ" کی اجازت دے دی جو شریعت میں قطعاً حرام ہے، اور جس کے کرنے والے پر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت بھیجی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کوئی ان فقیہوں سے یہ نہیں پوچھتا ہے، کہ حضرت آپ کے یہاں یہ مسئلہ ہے، کہ جو شخص یوں قسم کھائے، کہ "احلف باللہ ثلاثا"، تو آپ یہ فتوی دیتے ہیں کہ اس کی قسم ایک ہی شمار ہوگی، حالانکہ لفظ "ثلاثا" کا معنی "تین" آتا ہے، اور جب کوئی اپنی بیوی کو کہہ دے "طلقتك ثلاثا" تو اس کی طلاق تین کیوں شمار ہوں گی؟ دونوں جگہ "ثلاثا" ایک جگہ "ثلاثا" سے آپ "واحدا" مراد لیتے ہیں، اور دوسری جگہ "ثلاثا" سے "ثلاثا" مراد لیتے ہیں۔

دوستو! خدا اور اس کے رسول کا حکم موجود ہے، اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہم سب کے لئے ذریعہ نجات ہے، اس کے علاوہ جتنے قول اور باتیں ہیں، وہ سب خرافات اور گمراہ کن ہیں۔ الحذر! الحذر!!

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

محمد ظہور رحمانی دجوروی۔ مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تین طلاقیں اور حنفی مذہب

از قلم حضرت خطیب الہند مولانا محمد صاحب جونا گڈھی رحمۃ اللہ علیہ

اہلحدیث تو اس صحیح حدیث کے مطابق جو مسلم وغیرہ میں ہے، کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی ہوئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں، اور اس حدیث کے مطابق جو ترمذی ابوداود وغیرہ میں ہے، کہ حضور نے ایسی تین طلاقوں والی ایک صحابیہ کے بارے میں اس کے خاوند کو لوٹا لینے کا حکم دیا تھا، اپنا مذہب یہ رکھتے ہیں، کہ ایسی حالت میں عدت کے اندر رجوع کا، اور بعد عدت اگر میاں بیوی رضامند ہوں، تو نئے نکاح سے بسنے کا اختیار ہے

لیکن حنفی مذہب کہتا ہے، کہ ایسی صورت میں بھی جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح اور مجامعت نہ کرے، اگلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی، کہنے کو تو یہ ایک مسئلہ کہہ گئے، لیکن پھر مشکلات جو سامنے آئیں، تو کیا کیا مسائل ایجاد کرنے پڑے، انہیں دیکھئے، میرا تو خیال ہے، کہ جو حیلے اس کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں، وہ جہاں سے دلیل بلکہ قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، وہاں مہذب انسان اور متمدن دنیا کے ماننے کے قابل بھی نہیں ہیں خیال فرما لیجئے۔

(۱) درمختار مصری جلد دوم ص ۴۰۵ میں لکھتے ہیں۔ اس کے لئے ایک بہترین لطیف حیلہ یہ ہے، کہ اس عورت کا نکاح کسی قریب بلوغت غلام سے کر دیا جائے، اور دو گواہ کر لئے جائیں، جب وہ دخول کرے۔ تو اس عورت کی ملکیت میں اس غلام کو کر دے تو نکاح باطل ہو جائے گا، پھر وہ عورت اس غلام کو کسی اور شہر میں بھیج دے تاکہ یہ معاملہ پوشیدہ رہے لیکن اس عورت کا دلی بھی اس نکاح پر رضامند ہونا چاہیئے

(۲) صفحہ ۵۰۶ پر لکھتے ہیں، کہ گو اس شرط پر نکاح کرنا، کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں، اس لئے کہ اگلے خاوند پر حلال ہو جائے، ہے تو مکروہ تحریمی لیکن اگر ایسا کرے، تو عورت اپنے اگلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔

(۳) پھر لکھتے ہیں، کہ اگر یہ بات زبان پر نہ لائے جائے صرف دل ہی دل میں سے طے شدہ رہے، تو کچھ کراہیت بھی نہیں، بلکہ اس صورت میں اس شخص کو خدا کی طرف سے بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اجر ملے گا۔

(۴) پھر صفحہ ۵۰۷ میں لکھتے ہیں، کہ ایک لطیف حیلہ اس کا یہ ہے، کہ نکاح کرنے والا کہے اگر میں تجھ سے نکاح کرکے مجامعت کروں، تو تجھے طلاق بائن ہے

(۵) یا یہ شرط کرے، کہ اگر میں تجھے نکاح کرکے تین دن سے زیادہ رکھوں، تو تجھ پر طلاق بائن ہے۔

(۶) ایک اور صورت یہ ہے، کہ عورت کہے۔ میں تجھ سے نکاح کرتی ہوں، اس شرط پر کہ میرا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا، یعنی جب میں چاہوں، اپنے تئیں طلاق دے لوں (میں نے عربی کی عبارتیں بخوف طوالت چھوڑ دی ہیں) یہ صورتیں تو آپ نے پڑھ لیں، اب ان حدیثوں پر بھی ایک نظر ڈال لیئے:۔

حضور اکرم فرماتے ہیں لا طلاق قبل نکاح یعنی نکاح سے پہلے طلاق نہیں (شرح السنۃ) اور حدیث میں ہے لا طلاق فیما لا یملک یعنی جس چیز کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں (ترمذی وغیرہ) اور حدیث شریف میں ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہ۔ یعنی اس شخص پر جو کسی کی بیوی سے اس لئے نکاح کرے، کہ وہ اس پر حلال ہو جائے، اس پر اور جس کے لئے یہ کیا گیا ہے، اس پر دونوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے (ابن ماجہ وغیرہ) پھر نکاح سے پہلے کی طلاق اور اس کی شرطیں، اور ایسا کرنے اور کرانے والا ملعون، اور پھر خود حدیث میں اس سے چھٹکارے کی بہترین صورت یعنی ان تین کو ایک گن لینے کی موجود، اب میں اپنے زمانے کے مقلدین احناف سے پوچھتا ہوں کہئیے آپ کی طبیعت ان مسائل کی طرف جھکتی ہے، جو فقہاء نے بیان فرمائے ہیں، یا ان کی طرف جو حدیث میں آئے ہیں؟ میں تو آپ کو خیر خواہانہ مشورہ دوں گا، کہ صرف فرمان رسول کے پابند و عامل بن جاؤ، فقہاء کو اسی درجہ پر رکھو، جو ان کا ہے، جس طرح ان کا گھٹانا برا ہے، اسی طرح ان کا بڑھانا بھی برا ہے، فقہ کی کتابیں کچھ خدائی کتابیں تو ہیں ہی نہیں جو غلطی سے پاک و صاف ہوں، مجتہد اور ائمہ کچھ نبی تو نہیں، جو وہ معصوم محض ہوں، گو ائمہ اپنی غلطی پر بھی ثواب پائیں، لیکن ہم آپ حدیث کے خلاف کسی کی مان کر خدا کے ہاں کیا منہ دکھائیں گے، پس جس کا قول مطابق قول پیغمبر ہو لے لو، ورنہ بزرگی مسلم اور قول نا مسلم حنفی عالمو! خدارا میری نصیحت پر عمل کر لو، اس غلط مسئلہ کو اور ان حیلوں کو چھوڑ دو، اور حدیث کے مسئلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو برحق مان لو ہ

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے یار تک دیکھیں گذر ہو یا نہ ہو اس گلعذار تک

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، کہ ابو رکانہ نے اپنی بیوی ام رکانہ کو طلاق دے کر قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا، پس آپ نے فرمایا، تو اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لے اس پر ابو رکانہ نے کہا، یا رسول اللہ میں تو اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں، آپ نے فرمایا قد علمت راجعها مجھے معلوم ہے، جاؤ تم رجوع کر لو، پھر آپ نے آیت یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن پڑھی (ابو داؤد) یعنی اے نبی جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت میں دو، قرآن فرماتا ہے۔ یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن (پ ۲۸ سورہ طلاق آیت ۱) اس آیت کو حضور نے حضرت رکانہ رضی کی طلاق کا مسئلہ بتلاتے وقت پڑھا تھا، جس سے آیت کا صاف مطلب یہ ہوا، کہ تین طلاقیں دینے والا عدت میں باقاعدہ طلاق دیا کرے، یعنی ہر طہر میں بلا مجامعت حیض کے بعد ایک طلاق، نہ کہ تینوں طلاقیں ایک ساتھ، خود قرآن اور جگہ فرماتا ہے الطلاق مرتان یعنی طلاق دو مرتبہ ہے، پھر فرمایا فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی پھر اگر طلاق دے دے، تو اب اسے اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے، جب تک کہ وہ دوسرے کے نکاح میں نہ چلی جاوے (پھر وہ دوسرا مر جائے، یا اپنی خوشی سے الگ کر دے) پس ثابت ہوا، کہ پہلی دو طلاقیں ایسی ہیں جن میں رجوع کا اور بلا کسی اور کے نکاح میں گئے طلاق دینے والے کے نکاح میں چلے جانے کا اختیار باقی ہے، چنانچہ دو طلاقوں کے ذکر کے بعد فرمایا۔ فامساك بمعروف او تسریح باحسان یعنی ان دو طلاقوں کے بعد یا تو اچھائی سے رکھے یا عمدگی سے چھوڑ دے، اور آیت میں ہے وبعولتهن احق بردهن فی ذلك ان ارادوا اصلاحا یعنی عدت کے اندر اندر ان کے خاوند کو ان کے لوٹا لینے کا پورا پورا حق حاصل ہے، پس یہ ہے تین طلاقیں دینے کا شرعی قاعدہ، حضور کے زمانے میں جس نے اس کا خلاف کیا تھا، اس پر آپ ناراض ہوئے۔ اور فرمایا، میری موجودگی میں تم کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کرنے لگے ہو۔

برادران احناف! آؤ میں تمہیں ایک بتاؤں، یہ تو آپ نے معلوم کر لیا، کہ حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عمر رضہ نے بھی اپنی خلافت کے تین سال تک یہی حکم رکھا، کہ تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جائیں ایک شمار کی جائے، پھر تین سال کے بعد کسی وحی کے ذریعہ تو یہ حکم بدلا نہیں تو آج آپ اس کو بدلا ہوا، اور سنت رسول کو نسخ شدہ کیوں مانیں؟ اگر حضرت عمر رضہ فاروق فی الواقع اسے تین ہی جانتے تو مان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بادل ناخواستہ خاموش رہے خلافت صدیقی میں بوجہ ماتحتی کے چپ رہے لیکن آخر خود مختاری کے زمانہ میں تین سال تک ایک حرام کو حلال قرار دیا کہاں تک اپنے اندر ندرت رکھتا ہے؟ آج کونسی وجہ مانع تھی؟ اصل بات یہی ہے جو منقول ہے اور جسے آپ ابھی اوپر پڑھ کر آئے، کہ حضرت عمر رضہ نے نہ تو شروع خلافت کے زمانے میں ایسی طلاق دینے والے پر اس کی عورت حرام سمجھی، نہ بعد از شروع خلافت حرام سمجھی، ہاں لوگوں کی حالت بدل جانے سے ایک ایسا حکم جاری کیا، جس سے وہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجائیں، دوستو! اگر اسی پر اصرار ہے، کہ نہیں، حضرت عمر رضہ نے یہ فتویٰ ابدالآباد کے لئے شرعی طور پر ہی دیا ہے، تو ہم کہتے ہیں، پھر آپ اور ہم اسے کیوں مانیں، ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں، ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے، جس طرح حضرت عمر رضہ کے اس قول کو ہم نے نہیں مانا، کہ حج میں تمتع نادرست ہے وغیرہ، اس قول کو بھی ہم کیوں نہ چھوڑ دیں؟ کہ ایسی تین طلاقیں تین ہی ہو جاتی ہیں، اور بھی حضرت عمر رضہ کے کئی ایک مسائل ہیں، جنہیں حنفی اور اہلحدیث دونوں نے بوجہ مخالفت حدیث چھوڑ رکھا ہے، پس آؤ اس قول کو بھی اسی باعث چھوڑ دیں، اور خدا کی رخصت کو تنگی سے نہ بدلیں ؎

سو بت کہ پیام یار ساند    ایں قصہ مگر صبا رساند

برادران میں مانتا ہوں، کہ بزرگوں کی بزرگی ماننا ضروری ہے، ان کی بات سر آنکھوں پر رکھنا ہم چھوٹوں کا کام ہے، لیکن ذات کی بزرگی اور بات کی بزرگی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور نہیں، اس لئے ہم اہل حدیث تو یہی کرتے ہیں، کہ بزرگوں کی جو باتیں خلاف حدیث پائیں، انہیں چھوڑ دیں، تاکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی بزرگی جوں کی توں قائم رہے، سب بزرگوں کی بزرگی کریں، لیکن نہ اتنی کہ جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں، یہی نصیحت آپ کو بھی ہم کرتے ہیں، کہ فقہائے کرام نبی نہیں جو وہ غلطی سے معصوم ہوں، امام صاحب بھی ایک مجتہد ہیں، اور خود حنفی مذہب کا اصول ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کہ المجتہد یخطی و یصیب یعنی مجتہد سے غلطی ہوتی بھی ہے، اور نہیں بھی ہوتی، تو اگر مان لیں، کہ یہی مذہب فی الواقع امام صاحب کا ہے، جب بھی ہم تو درد دل سے آپ کو خیر خواہانہ دعوت دیتے ہیں، کہ اس مسئلہ میں جن جن مجتہدین اور فقہاء کے اقوال خلاف حدیث ہیں، ان سب کو چھوڑ دو، اور حدیث کو لے لو، خدا کرے یہ آواز آپ کے کانوں تک پہنچے، اور دل میں اثر کرے ؎

لئے جاتا ہے نامہ بیکس ۔۔۔ بال بیکا نہ ہو کبوتر کا

اس میں شک نہیں، کہ تین طلاقیں جس عورت کو الگ الگ مطابق سنت باقاعدہ ہو چکی ہوں، اس عورت کا اگر کسی اور سے نکاح ہو جائے، پھر وہ دوسرا اپنی خوشی کسی کن بن کی وجہ سے چھوڑ دے یا مر جائے، تو یہ عدت پوری کرکے اپنے اگلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے، خود قرآن فرماتا ہے فلا تحل لہ بعد حتی تنکح زوجا غیرہ. لیکن یہ دوسرا نکاح بھی ویسا ہی ہو، جیسے پہلے تھا، نہ کہ حلالہ کا حیلہ۔

مسلم بھائیو! آؤ میں تمہیں بخاری شریف کی ایک حدیث سناؤں جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جاہلیت کے نکاحوں کا بیان کرتی ہیں، پھر فرماتی ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بھیج کر ہر طرح کے نکاح باطل کرا دیئے، بجز اس ایک نکاح کے جو آج مشہور و معروف ہے پس ظاہر ہے، کہ حلالے کا یہ نکاح بھی باطل ہے، اور نکاح کا کوئی طریقہ شرعاً نکاح کہلوانے کا استحقاق نہیں رکھتا، بجز اس ایک طریقے کے جو آج مسلمانوں میں مشہور و معروف ہے پس اے غیرت مند مسلمانو! خدا کے حرام کو حلال کرکے زنا کو نکاح نہ سمجھو، اولاً تو یہ بات خلاف شرع کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دیں، حالانکہ یہ خلاف شرع طریقہ تھا، پھر دوسرا خلاف یہ کیا، کہ ان تین کو تین ہی شمار کیا، حالانکہ یہ بھی خلاف شرع طریقہ تھا، پھر تیسرا خلاف یہ کیا، کہ حلالہ کیا، حالانکہ یہ بھی خلاف شرع طریقہ تھا، چوتھا خلاف یہ کیا۔ کہ اسے موجب حلت سمجھا حالانکہ یہ بھی خلاف شرع طریقہ تھا۔ پھر ان سب سے بڑھ کر خلاف یہ ہوگا، کہ ان احادیث و دلائل کو سن کر بھی اسی پر قائم رہا جائے، اس لئے میں تو کہوں گا، کہ ابھی ابھی توبہ کرلو، اور حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو غلط جان کر ترک کرکے اہلحدیث کے مسلک کے مطابق قرآن و حدیث کے اس مسئلہ کو مان لو، اللہ ہدایت دے آمین۔

اب آپ کے سامنے تین صورتیں ہیں، یا تو یہ کہ ایسی تین طلاقوں کو خلاف حدیث تین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شمار کرکے میاں بیوی میں حرمت کا فتویٰ دے کر امت پر ایک بڑا بھاری بوجھ لاد دیں، اور سختی اور صعوبت تنگی اور مصیبت بے چارگی، اور شدت ہائے وائے اور مشقت کا دروازہ ان پر کھول دیں، یا مکر و فریب، دھوکہ بازی، اور حیلے نفاق و زنا کاری، حدود اللہ کے ساتھ کھیل، آیات قرآنی کے ساتھ مذاق، غیروں کا مورد طعن و تشنیع بے حیائی اور بے باکی کی انہیں تعلیم دیں، اور حلالہ کی طرف راغب کریں، یا مطابق قرآن و حدیث، مطابق اجماع صحابہ، و سلف صالحین، ان کے سامنے وسعت و فسحت، آسانی اور سہولت رکھ دیں، اور کھلے الفاظ میں کہدیں، کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینی منع ہیں، اور اگر کوئی دے دے، تو وہ انہیں ایک شمار کرکے عدت کے اندر رجوع کا اور بعد از عدت برضا و رغبت نئے نکاح سے بسنے کا اختیار رکھتا ہے، اللہ ہمیں اپنے رسول کا سچا تابعدار بنا دے۔ آمین۔

# حنفی مذہب کے علماء کرام کا فتویٰ

## کہ ایسی تین طلاقیں ایک کے حکم میں ہیں

ناظرین کرام! میں اوپر لکھ چکا ہوں، کہ حنفی مذہب کے اس غلط مسئلہ کو مصر کے حنفی چھوڑ چکے، اور انہوں نے اپنا دامن جھاڑ لیا، اب میں آپ کو بتلاؤں کہ آپ کے ہندوستان کے سمجھدار حنفی بھی اس مسئلہ سے بیزار ہو چکے ہیں، اور انہوں نے بھی اس کے خلاف اپنے فتاوے شائع کر دیئے ہیں، میرے سامنے اس وقت حنفیوں کا ایک مطبوعہ رسالہ بنام "حق و صداقت کی عظیم الشان فتح" رکھا ہوا ہے، جس میں اسی مسئلہ پر موجودہ علمائے احناف کے فتاوے درج ہیں، اس لئے میں نے مناسب جانا، کہ ان فتووں کو ناظرین محمدی تک پہنچا دوں، اس لئے کہ اس مسئلہ کی پوری حقیقت ان کے سامنے آجائے، اور اس لئے بھی کہ اس سے ظاہر ہو جائے، کہ خدا کے فضل و کرم سے باخبر حضرات تقلید جامد کو کس طرح چھوڑ رہے ہیں، اور اس لئے بھی کہ حنفی مذہب کے دور از عقل و نقل مسائل کو زمانہ تھپیڑیں مار مار کر کیسے چھڑا رہا ہے، ہم اپنے زمانے کے بیدار مغز زمانہ شناس حنفی علماء کو مزید توجہ دلاتے ہیں، کہ اسی طرح وہ لوگوں کو کتب فقہ کے ایسے مسائل کی تبدو بند سے رہائی دلائیں، اور قرآن و حدیث کے ماتحت انہیں لوگوں کے مقرر کردہ قوانین کی مشکلات سے آزادی عطا فرمائیں، اس رسالہ کی عبارت مع سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک حنفی نے اپنی عورت کو سات طلاقیں مجلس واحد میں دیں، اہلحدیث مذہب کے موافق اہلحدیث بن کر اس نے اپنا نکاح ثانی کرایا، کیا اس کا نکاح مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عامی (جاہل) آدمی اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتا ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ طلاق مذکورہ میں اہل سنت والجماعت میں اختلاف ہے حنفیہ تین طلاق کے وقوع کے قائل ہیں حافظ ابن تیمیہ رح نے بعض حنفیہ سے ایک طلاق کا ہونا نقل کیا ہے مثل محمد بن مقاتل (فتاوی ابن تیمیہ رح جلد ثالث ص۱۷) وھو قول محمد بن مقاتل الرازی من ائمۃ الحنفیۃ۔ یعنی حنفی مذہب کے اماموں میں سے امام محمد بن مقاتل رازی کا بھی یہی مذہب ہے، اور فرقہ اہلحدیث اور اہل ظاہر اور ایک جماعت حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ اور امام جعفر صادق رض اور امام محمد باقر اور دیگر اہل بیت تین کے وقوع کے قائل ہیں ایسی طرح حضرت علی رض اور حضرت ابن مسعود رض سے مروی ہے۔ وقال اخرون (فی طلاق البدعۃ) لا یقع مثل طاؤس وعکرمۃ وخلاس وعمر ومحمد بن اسحاق و حجاج بن ارطاۃ واھل الظاھر کداؤد واصحابہ وطائفۃ من اصحاب ابی حنیفۃ ومالک یعنی دوسری جماعت کہتی ہے، کہ ایسی تین طلاقیں تین نہیں ہوتیں طاؤس، عکرمہ، خلاس، عمر، محمد بن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ، اور ظاہری مذہب والے یعنی داؤد اور ان کے ساتھی، اور امام ابو حنیفہ کے ساتھیوں کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے، اور امام مالک اور امام احمد کے ساتھیوں اور شاگردوں کا بھی یہی مذہب ہے۔

مولانا عبد الحی صاحب مرحوم لکھنوی نے شرح وقایہ کے حاشیہ پر لکھا ہے، کہ امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے۔ القول الثانی انہ اذا طلق ثلاثا تقع واحدۃ رجعیۃ وھذا ھو المنقول عن بعض الصحابۃ وبہ قال داؤد الظاھری و اتباعہ وھو احد القولین لمالک ولبعض اصحاب احمد (ص ۶۷ جلد ثانی حاشیہ شرح وقایۃ) یعنی قول ثانی یہ ہے، کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے ایک ہی پڑتی ہے، اور عدت کے اندر رجوع کر لینے کا حق حاصل رہتا ہے، یہی منقول ہے بعض صحابہ سے، اور یہی ہے قول امام داؤد ظاہری اور ان کے متبعین کا، اور امام مالک اور بعض اصحاب امام احمد کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حنفی کا اہلحدیث ہونا، اور اہلحدیث بن کر نکاح کرنا بروایت شامی صحیح ہے۔ حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عہد ابوبکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذہبہ فیقرأ خلف الامام و یرفع یدیہ عند الانحطاط و نحو ذلک فاجابہ فزوجہ فقال الشیخ بعد ما سئل عن ھذہ واطرق رأسہ النکاح جائز (شامی باب التعزیر ص ۲۹۰) چونکہ اس شخص نے مذہب حنفی کی توہین کی ہے، اس واسطے اس پر دس آدمی کا کھانا کھلانا تاوان کے طور پر مقرر کیا جاتا ہے (عربی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک حنفی نے ایک اہلحدیث کے ہاں نکاح کرنا چاہا، تو اس نے اس شرط پر نکاح کیا، کہ آج سے وہ حنفی اہلحدیث بن جائے یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھے، اور رفع یدین کرے وغیرہ، یہ واقعہ ابوبکر جوزجانی کے وقت کا ہے، شیخ سے جب اس مسئلہ کا سوال کیا گیا، تو سوچ سوچ کر جواب دیا کہ نکاح جائز ہے۔

www.KitaboSunnat.com

(۲) عامی شخص کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اس واسطے اس کا حنفی کہلانا ایسا ہے جیسے کوئی بلا نحو پڑھے اپنے آپ کو نحوی کہلوائے۔ قلت وایضا قالوا العامی لا مذہب لہ بل مذہبہ مذہب مفتیہ وعللہ فی شرح التحریر بان المذہب انما یکون لمن لہ نوع نظر واستدلال وبصر بالمذہب علی حسبہ اولمن قرأ کتابا فی فروع ذلک المذہب وعرف فتاوی امامہ واقوالہ واما غیرہ ممن قال انا حنفی او شافعی لم یصر کذلک بمجرد القول کقولہ انا فقیہ او نحوی (شامی باب التعزیر) یعنی عام لوگوں کا کوئی مذہب نہیں، ان کا مذہب تو صرف ان کے مفتی کا مذہب ہے، وجہ یہ ہے، کہ مذہب اس کا ہوتا ہے، جو اپنے مذہب میں قدرے غور وخوض اور استدلال کی قابلیت رکھتا ہو یا اپنے مذہب کی کتاب پڑھے ہوئے ہو اور اپنے امام کے فتووں اور اس کے اقوال کو جانتا ہو، باقی جو شخص ایسا نہ ہو اور کہے کہ میں حنفی یا شافعی ہوں، تو وہ دراصل حنفی یا شافعی بن نہیں جاتا۔ جیسے کہ وہ یہ دعوی کرے، کہ میں فقیہ ہوں یا نحوی ہوں، تو فقیہ اور نحوی بن نہیں سکتا۔ اس صورت میں تو عامی پر تاوان بھی ہے، اس کو جماعت سے روکنا حرام ہے، اور قطع تعلق کرنا ناجائز ہے

حررہ خادم العلماء حکیم محمد ثناء اللہ الدین حنفی نقشبندی از جوال ۲۲ رجب ۱۳۵۰ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبد الغفور (مولوی فاضل) خادم العلماء عطاء محمد از جہاد ریاں

**سوال** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں:۔ کہ زید حنفی المذہب نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مجلس میں بحالت غیظ و غضب و مرض بیک زبان تین طلاقیں دے دیں، پھر پچھتایا اور نادم ہوا، کہ گھر ویران اور بچے دربدر ہو جائیں گے، اشد ضرورت میں مفتی اہلحدیث سے فتوی طلب کیا، چنانچہ مفتی مذکور نے اس کو فتوی دیا، کہ یہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، زید نے رجوع کر لیا، اس پر بعض ایسے علماء نے جن کی رائے یہ نہ تھی، مفتی اہلحدیث پر انقطاع تعلقات کا فتوی دیا، اور عوام میں اس امر کو مشہور کیا، کہ یہ کافر ہے، آیا یہ فتوی صحیح ہے، کہ اس مسئلہ کی بنا پر مفتی اہلحدیث قابل مقاطعہ اور اخراج از مسجد ہے، نیز آیا حضرات ائمہ متقدمین و ائمہ ہدیٰ میں سے بھی کوئی اس کا قائل تھا یا نہیں؟

(۲) **سوال دوم:۔** فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے زید عمرو کو مسجد میں آنے سے روکتا ہے، اور جنازہ وغیرہ میں شرکت سے مانع ہوتا ہے، اور لوگوں سے کہتا ہے کہ عمرو بکر وغیرہ سے ملنا جلنا، اور اس کے ساتھ کھانا، پینا حرام ہے۔

فروعی مسائل میں اختلاف کی بنا پر محدثین کرام، اور ائمہ دین عظام کے حق میں سخت بے ادبی و ہتک آمیز کلمات کہتا ہے، لہٰذا ایسے زید کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

**جواب** بعض سلف صالحین اور علمائے متقدمین میں سے اس کے بھی قائل ہیں کہ صورت مرقومہ میں ایک ہی طلاق پڑتی ہے، اگرچہ ائمہ اربعہ میں سے یہ بعض نہیں ہیں، لہٰذا جس مولوی صاحب نے مفتی اہلحدیث پر جو فتوی دیا ہے، وہ غلط ہے، اور مفتی اہلحدیث

---

لے مفتی صاحب کو شاید یہ خیال نہیں رہا، کہ ائمہ اربعہ میں سے بعض کا قول ایسی طلاق پر دا در جعی کا بھی ہے، مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں۔ القول الثانی انہ اذا طلق ثلاثا تقع واحدۃ رجعیۃ وھذا ھو المنقول عن بعض الصحابۃ وبہ قال داؤد الظاھری واتباعہ وھو احد القولین لمالک ولبعض اصحاب احمد رض ۷ جلد ثانی حاشیہ شرح وقایہ)

مطلب یہ ہے، کہ امام مالک کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے، کہ تین طلاقیں جو بیک وقت دی جائیں، وہ دراصل شمار میں ایک ہی ہوگی، اور عدت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے، بلکہ اور ائمہ کا بھی یہی قول ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ۱۲ محمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پر اس اختلاف کی بنا پر کفر و مقاطعہ و اخراج از مسجد کا فتویٰ غیر صحیح ہے، بوجہ شدت ضرورت و خوف مفاسد کے اگر طلاق ثلاثہ دینے والا ان بعض علماء کے قول پر عمل کرے گا، جن کے نزدیک اس واقعہ مرقومہ میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، تو خارج مذہب حنفی سے نہ ہوگا، کیونکہ فقہاء حنفیہ نے بوجہ شدت ضرورت کے دوسرے امام کے قول پر عمل کر لینے کو جائز لکھا ہے۔

(۲) فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے زید کا عمرو کو مسجد میں آنے سے روکنا اور نماز جنازہ وغیرہ میں شرکت سے مانع ہونا ناجائز ہے، اور اسی فروعی اختلاف کی وجہ سے بعض علمائے محدثین یا دیگر علماء کی توہین کرنا سخت کبیرہ گناہ ہے، اور توہین کرنے والے زید وغیرہ کے لئے چاہیئے، کہ بہت جلدی توبہ کر لیں (دستخط مہر)

مہر دار الافتاء مدرسہ امینیہ دہلی

حبیب المرسلین عفی عنہ۔ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جانے کا مذہب جمہور علماء کا ہے اور ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں، اور ائمہ اربعہ[1] کے علاوہ بعض علماء اس کے قائل ضرور ہیں کہ ایک رجعی طلاق ہوتی ہے، اور یہ مذہب اہلحدیث نے بھی اختیار کیا ہے، اور حضرت ابن عباس اور طاؤس اور عکرمہ اور ابن اسحق سے منقول ہے، پس کسی اہلحدیث کو اس حکم کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں، اور نہ وہ قابل مقاطعہ اور نہ مستحق اخراج عن المسجد ہے۔

ہاں حنفی کا اہل حدیث سے فتویٰ حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا، تو یہ باعتبار فتوے ناجائز تھا، لیکن اگر وہ بھی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں اس کا مرتکب ہوا، تو قابل درگذر ہے،

سوال :۔ شرع شریف میں حلالہ کس کو کہتے ہیں، ہمارے بعض علاقوں میں مروجہ حلالہ عمل میں لاتے ہیں کسی کے لئے حلالہ کرتے ہیں، بعض مفتی اس پر جواز کا فتویٰ دیتے ہیں آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے، تو حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب :۔ حلالہ مطلقہ عورت کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرنے، اور پھر اس سے طلاق یا موت زوج کی وجہ سے علیحدہ ہو کر پہلے زوج مطلق کے لئے حلال ہو جاتی ہے، اس کا نام

[1] ائمہ اربعہ میں سے امام مالک کا بھی ایک قول ہے، کہ طلاق رجعی پڑتی ہے جیسا کہ مولانا عبد الحی صاحب حنفی لکھنوی نے اختلاف ائمہ شرح وقایہ صفحہ ۲ جلد ۲ پر ذکر فرمایا ہے، اور دیگر ائمہ کا بھی یہ فتویٰ ہے، جیسے کہ اس میں تفصیل گذر چکی ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے لیکن زوج اول یا زوجہ یا اس کے کسی ولی کی طرف سے زوج ثانی سے یہ شرط کرنی کہ وہ طلاق دے دے اور زوج ثانی کا اس شرط کو قبول کر کے نکاح کرنا یہ حرام ہے اس میں فریقین پر لعنت کی گئی ہے، حدیث جو سوال میں مذکور ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ تحلیل کی شرط کر کے نکاح کرنا موجب لعنت ہے (نکاح محمدی ص ۷۱-۸۰)

محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ۔ مدرسہ امینیہ دہلی

(منقول از اخبار الجمعیۃ، دہلی جلد ۱۲/۴۲ مورخہ ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ - ۱۶ دسمبر ۱۹۳۱ء)

# طلاق کا مسئلہ

ہفتہ دو ہفتہ میں ایک بار یہ واقعہ ضرور سامنے آتا ہے، کہ کوئی مسلمان غصہ میں یا بغیر غصہ کے ہی ایک جلسہ میں تین بار طلاق دیتا ہے، یا حمل یا ماہواری کے زمانہ میں طلاق دیتا ہے، تو ان تمام حالتوں میں بعض مولوی طلاق بائن کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، جو بالکل غلط ہوتا ہے، چند باتیں یاد رکھیے:۔

(۱) غصہ کی طلاق سرے سے طلاق ہوتی ہی نہیں، لہٰذا رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) ماہواری کے ایام میں بھی طلاق، طلاق نہیں ہوتی۔ طہر کی حالت شرط لازمی ہے:۔

(۳) اگر ایک صحبت میں تین طلاقیں دے، تو وہ ایک طلاق رجعی مانی جائے گی، رجعی سے یہ مطلب ہے، کہ شوہر اس طلاق کو واپس لے کر، پھر میاں بیوی کے تعلقات قائم کر سکتا ہے۔

(۴) اگر بذریعہ خط طلاق دی ہے، تو خواہ مضمون میں کیسی ہی سختی اختیار کی گئی ہو، تو ایک ہی رجعی طلاق مانی جائے گی، جسے واپس لیا جا سکتا ہے، نیز خط کا مضمون بالکل اس طرح صاف ہو، کہ میں فلاں بنت فلاں کو طلاق دیتا ہوں، خط غصہ میں نہ لکھا ہو، اور حالت طہر میں پہنچے۔

(۵) اگر رجوع کرنے میں اتنی دیر کی کہ عدت کی مدت سے زیادہ وقت گذر گیا تو ایسی حالت میں تجدید نکاح کا حق ہے یعنی دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول ہو جائے، اگر عورت دور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، تو تجدید نکاح بغیر سفر کئے بذریعہ وکیل کیا جا سکتا ہے

(۶) ایک اور اصولی بات یاد رہے، کہ اگر طلاق کے شرعی طریقہ میں کوئی شبہ کی بات ہے، تو شبہ کا فائدہ طلاق کے خلاف ہوگا، نہ کہ طلاق کے حق میں۔

حافظ علی بہادر خاں (ایڈیٹر روزنامہ ہلال نو بمبئی)

اخبار ہلال نو ۱۱ر دسمبر ۱۹۵۳ء

## ایک وقت کی تین طلاقیں اور حنفی علماء کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اور تیسری طلاق دینے کے ساتھ ہی ساتھ یہ کہا کہ میں تیسری طلاق تاکید کے ساتھ دے رہا ہوں، کیا اس صورت میں زید رجوع کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

**الجواب** صورت مسئولہ میں اس کی تصدیق فیما بینہ وبین اللہ کی جائے گی جیسا کہ در مختار میں ہے۔ لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین

اس قول کی بنا پر زید اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

سید حفیظ الدین احمد غفر لہ۔ امام مسجد رنگریزاں، باڑہ دہلی

اگر تیسری طلاق تاکید کی نیت سے دی تھی، تو تین طلاقیں عند اللہ نہ ہوں گی، اور خاوند رجوع کر سکتا ہے، مگر اس کو کوئی یہ حکم نہیں دے سکتا۔

مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

مطبوعہ در اخبار اہل حدیث دہلی ۱۵ر نومبر ۱۹۵۱ء

**س:۔** ایک لڑکی شادی شدہ ہے، اور عرصہ چار پانچ سال سے اس کا خاوند مفقود الخبر ہے آیا لڑکی مذکورہ کا نکاح ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**ج:۔** چار سال بعد حسب فتویٰ عدت گذار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی فیصلہ ہے، فقہ کی معتبر کتاب رد المختار میں لکھا ہے، کہ بوقت ضرورت اس پر عمل کرنا جائز ہے (۱۳ر مئی ۱۹۳۲ء)

**شرفیہ:۔** یہ صحیح ہے، کہ حضرت عمرؓ کا فیصلہ یہی ہے، کہ مفقود الخبر کی زوجہ چار سال گذار کر پھر عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کرے، مگر یہ چار سال کب سے گذارے، جب سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مقدمہ حاکم کے پاس لے جائے، جب سے چار سال گذارے، اس سے قبل کا اعتبار نہ ہوگا، جیسے عام لوگ بلا تفصیل فتوے دے دیا کرتے ہیں۔ قال عبد الرزاق اخبرنا الثوری عن یونس بن خباب عن مجاهد عن الفقيد الذی افقد قال دخلت الشعب فاستهوتنی الجن فمکثت اربع سنين ثم رفعت امرها اليه الحديث ورواه ايضا ابن ابی شيبة (تلخيص الحبير ص ۳۲۹ ج ۲)

# مذاکرۂ علمیہ قابل توجہ علمائے ابرار

## (متعلق نکاح زوجہ مفقود الخبر)

از جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی

جوں جوں لوگوں کے اخلاق وعادات بگڑتے جاتے ہیں تمدنی معاملات، اور خانگی تعلقات کی صورت بھی بگڑتی جاتی ہے، دماغی روشنی اور علمی ترقی تو بے شک بہت ہے لیکن عملی حالات جن کا مدار قلبی صلاحیت پر ہے بہت پستی میں ہے خصوصاً مسلمان جس نے زمانہ شناسی اور مصلحت بینی کے ساتھ ہی اپنی مذہبی حالت کو بھی کمزور کر دیا ہے، اخلاق بہت گر گئے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعثت کے مقاصد میں سے بڑا مقصد یہ قرار دیتے ہیں، کہ میں مکارم اخلاق کے پورا کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں اور نیز فرماتے ہیں خيركم خيركم لاهله (ترمذی) یعنی تم میں کا بہتر وہ ہے، جو اپنے اہل سے نیک سلوک کرتا ہے، اور نیز بقرعید کے دن مقام منی میں جو خطبہ مجمع عام میں آپ نے پڑھا تھا، اور آپ کا یہ آخری وعظ تھا، اس میں آپ نے فرمایا تھا۔ استوصوا بالنساء خيرا (بخاری) یعنی میری نصیحت کو جو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے متعلق ہے، دل سے قبول کرو، اور نیز فرمایا۔ ان من اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا وخياركم خياركم لنسائهم (ترمذی) یعنی کامل الایمان مومنوں سے وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہے، اور تم میں سے بہتر وہ ہیں، جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہیں،

اس تمہید کے بعد معروض ہے، کہ زمانہ کی ایسی بری حالت کے وقت بعض ناعاقبت اندیش، بے غیرت اور نااہل لوگ اپنی جوان بیویوں کو چھوڑ کر ایسے روپوش ہو جاتے ہیں کہ نہ تو کبھی خرچ بھیجتے ہیں، اور نہ خط لکھتے ہیں، اور کسی ایسے دور دراز علاقے میں چلے جاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں، جہاں سے ان کی کوئی بھی خبر زندگی یا موت کی نہیں آتی، اور بعض ان دوسرے علاقوں میں ہی نکاح کر کے وہیں کے ہو رہتے ہیں، ان کی کس مپرسی بیویاں تنہائی اور فقر و فاقہ سے ایسی تنگ آجاتی ہیں، کہ پناہ بخدا بعض ذات عصمت کو بھی داغ لگ جاتا ہے، اور بہت بُرے واقعات رونما ہوتے ہیں، خاکسار کے پاس جس قدر معاملات بذریعہ عدالت یا بطور خود رجوع لاتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ طلاق ثلاثہ اور مفقود الخبری کے واقعات ہوتے ہیں، جس سے دل پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے، کہ مسلمان لوگ عورتوں کے حق میں بہت کچھ فرو گذاشت کرتے ہیں۔

اس بارے میں حنفی مذہب کا جو عام فتویٰ ہے، خود متاخرین حنفیہ نے اس کی مشکلات کو تسلیم کر کے امام مالک کے فتوے پر فتویٰ دینا جائز قرار دے دیا ہے، بلکہ علامہ عبد الحی صاحب مرحوم نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ از روئے تحقیق بھی امام مالک ہی کا مذہب قوی ہے (عمدۃ الرعایہ) لیکن میں سچ کہتا ہوں، کہ زمانہ کی حالت ایسی نازک ہو گئی ہے، اور میرے پاس ایسے واقعات بھی آئے ہیں، کہ ان میں چار سال بھی ایک ناقابل برداشت مدت مدید نظر آئے، لہٰذا علمائے راسخین کی خدمت میں التماس ہے، کہ حالات زمانہ پر نظر کر کے اور نصوص شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر اس مسئلہ پر نظر ڈالیں، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتوے کہ عورت چار سال کے انتظار کے بعد چار مہینے اور دس دن عدت کے گذار کر نکاح ثانی کرے، فتویٰ دائمی تھا، یا بنا بر حالت زمانہ اقتصادی تھا، کیا ہر واقعہ میں چار سال کی میعاد ضروری ہے، یا مفوض ہے الی رأی الامام۔ اور موقوف ہے علی مصلحۃ الوقت (بینوا توجروا)

اس میں کچھ شک نہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت عہد میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی حکم معلوم ہو جائے جہاں تک میری نظر ہے، سب سے پہلا واقعہ تمیم داری کا ہے، جس کی بیوی کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق نے ایسا حکم دیا، اس امر کا علم کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم اپنے اجتہاد سے دیا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کو ہو گا، لیکن اس کی تصریح آپ سے منقول نہیں، کہ آپ نے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا تھا، اور نہ کسی دیگر صحابی نے اس کی بابت کوئی حدیث سنائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت عمرؓ کے قول سے مختلف ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ بھی منقول نہیں، ورنہ اختلاف اٹھ جاتا، اور بروایت دارقطنی جو حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مرفوعاً مروی ہے، وہ باتفاق محدثین غیر ثابت وضعیف ہے (بلوغ وسبل) پس جب اس امر کی تصریح نہ قرآن مجید میں ہے، اور نہ زمان نبوی میں ایسا کوئی واقعہ ہوا، اور آثار صحابہؓ اور مذاہب مجتہدین اس میں مختلف ہیں، اور زمانہ سلف میں اس امر میں کسی ایک قول پر اجماع بھی نہیں ہوا، تو دلائل اربعہ میں سے صرف قیاس باقی رہ گیا، سو اس کی رو سے کسی خاص میعاد کا تقرر حکم شرعی نہیں ہو سکتا، کیونکہ خدا تعالےٰ نے زوجات کے متعلق فرمایا ہے، ولا تمسکوھن ضرارا (پ ۲۔ بقرہ ع) نیز فرمایا، فامساک بمعروف او تسریح باحسان (پ ۲۔ بقرہ ع) نیز فرمایا وعاشروھن بالمعروف (پ ۴۔ نساء) نیز فرمایا۔ فتذروھا کالمعلقۃ (پ ۵۔ نساء) نیز فرمایا۔ وبما انفقوا من اموالھم (پ ۵۔ نساء)

ان آیات سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں

(الف) زوجات کے متعلق صرف دو صورتیں جائز ہیں (۱) امساک بالمعروف، یعنے نیک سلوک سے عورت کو گھر میں بسانا (۲) یا تسریح باحسان، یعنی بغیر ضرر پہنچانے کے نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

(ب) تیسری صورت معلقہ کی ہے، سو ممنوع ہے، وہ یہ ہے کہ نہ آباد کرے نہ آزاد کرے

(ج) جس امساک میں عورت کو ضرر ہے وہ ممنوع ہے۔

(د) مرد کی قوامیت (سرداری) کے وجوہ میں سے ایک انفاق مال ہے۔

مفقود کی بیوی کا امساک پر ضرر ہے، اس کی حالت معلقہ کی ہے، اس کے نفقہ کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے، لہٰذا اسے مفقود کے حق میں دائمی طور پر بیٹھے رہنے کا حکم شریعت محمدی جو عین فطرت کے مطابق، اور نہایت مناسب حالت اور با مصلحت اور آسان ہے نہیں دے سکتی، اور صاف ظاہر ہے، کہ خدا تعالیٰ نے زوجین کی آبادی میں عشرت بالمعروف مقصود رکھی ہے، اور ضرر کو پسند نہیں فرمایا، پس عورت کی حالت پر نظر کر کے لحوق ضرر کا لحاظ ضروری ہے، جس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ عورت مرد کی خصومت کے وقت مرد کی عورت سے علیحدہ رہنے کی قسم کھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لینے میں زیادہ سے زیادہ مدت جو خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے، وہ چار مہینے ہے جس کی بنا طبعی تقاضے پر معلوم ہوتی ہے، اور اس کے بعد برے نتائج کا اندیشہ ہے، اسی لئے بعض ائمہ نے ایسے شخص کے حق میں بھی یہی فتویٰ دیا ہے، جو اپنی عورت سے بہ نیت ضرر الگ رہے، اگرچہ قسم نہ کھائی ہو، کہ چار مہینے کے بعد اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا، یا اسے مجبور کیا جائے گا، کہ عورت کے پاس جاوے یا اسے طلاق دے دے، چنانچہ شرح خمسین میں بذیل حدیث لاضرر ولا ضرار علامہ ابن رجب فرماتے ہیں۔

ومنها فی الایلاء فان الله جعل مدة المولی مدة اربعة اشهر اذا حلف الرجل علی امتناع وطی زوجة فانه یضرب له مدة اربعة اشهر فان فاء ورجع الی الوطی کان ذلک توبة وان اصر علی الامتناع لم یمکن من ذلک ثم فیه قولان للسلف والخلف احدهما انها تطلق علیه بمضی هذه المدة اربعة اشهر فقال کثیر من اصحابنا حکمه حکم المولی فی ذلک وقالوا هو ظاهر کلام احمد ولکن اثان جماعة منهم اذا ترک الوطی اربعة اشهر بغیر عذر ثم طلب صح الفرقة فرق بینهما بناء علی ان الوطی عندنا فی هذه المدة واجب و اختلفوا هل یعتبر لذلک قصد الاضرار ام لا یعتبر ومذهب مالک واصحابه اذا ترک الوطی من غیر عذر فانه یفسخ نکاحه مع اختلافهم فی تقدیر المدة و لو اطال السفر من غیر عذر وطلبت امرأته قدومه فابی فقال مالک واحمد واسحق یفرق الحاکم بینهما وقدره احمد بستة اشهر واسحق بمضی سنین (صفحہ ۲۲۰ شرح خمسین حدیث)

اور بعض ضرر ایلاء کے متعلق ہیں، سو خدا تعالیٰ نے اس کا ضرر دور کرنے کے لئے مولی کی مدت چار مہینے مقرر کی ہے، یعنی جب کہ کوئی آدمی اپنی عورت سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے، تو اس کے لئے چار مہینے کی مدت مقرر کی جائے، اگر اس مدت میں قسم سے رجوع کرکے وطی کرلے، تو یہ اس کی توبہ ہو جائے گی، اور اگر ترک وطی پر قائم رہے تو اسے زیادہ موقع نہیں دیا جائے گا، اس امر میں علمائے سلف اور خلف کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ عورت بمجرد اس مدت کے گذرنے کے آزاد ہو جاتی ہے، دوسرا یہ کہ معاملہ اس امر پہ موقوف کر رکھا جائے، اگر مرد باز آجائے تو بہتر ورنہ اسے طلاق کا حکم کیا جائے، اور اگر عورت کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ضرر پہنچانے کے ارادے سے بغیر قسم کھانے کے چار مہینے کی مدت تک صحبت ترک کئے رکھے، تو ہمارے بہت سے اصحاب احناف کا قول یہ ہے، کہ اس کا حکم بھی مولی (قسم کھانے والے) کا حکم ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں، کہ امام احمد کے کلام کا ظاہر رخ یہی ہے اور اسی طرح ان میں سے بہت سے علماء نے کہا ہے، کہ جب مرد بغیر عذر کے چار مہینے کی مدت تک وطی ترک کئے رکھے، اس کے بعد عورت جدائی طلب کرے، تو ان دونوں میں جدائی کردی جائے اس بنا پر کہ ہمارے نزدیک اس مدت میں صحبت واجب ہے، لیکن اس امر میں اختلاف ہے، کہ مقصد ضرر کا اعتبار کیا جاوے یا نہ کیا جاوے، اور امام مالکؒ اور آپ کے اصحاب کا یہ مذہب ہے، کہ اگر بغیر عذر کے وطی ترک کردے، تو اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، لیکن مدت کے اندازے میں اختلاف ہے، اور اگر بغیر عذر کے مرد سفر بہت مدت رہے، اور اس کی عورت اس کو گھر پر آنے کی بابت کہے، اور وہ انکار کرے، تو امام مالکؒ امام احمد اور امام اسحاق یہ کہتے ہیں، کہ حاکم وقت ان میں تفریق کردے، اور امام احمدؒ نے تو چھ مہینے کی مدت کہی ہے، اور امام اسحاق نے دو سال۔

اس سے صاف ظاہر ہے، کہ طبعی تقاضے کا لحاظ کرکے ائمہ کرام کی نظر مدت مدید پر نہیں پڑی، ورنہ یہ سب صورتیں زوجہ مفقود الخبر کی نسبت سہل اور قابل برداشت ہیں۔

مقدمہ نکاح ہی میں ایک مثال جس میں امور مذکورہ بالا ملحوظ ہیں زوجہ معسر ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہے۔ امرأتک ممن تعول تقول اطعمنی و والا فارقنی یعنی تیری بیوی تیرے عیال میں سے ہے، جو (زبان حال وقال) کہتی ہے، مجھے کھانے کو دے، ورنہ چھوڑ دے۔

نیز وارد ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل لایجد ما ینفق علی امرأتہ قال یفرق بینھما (منتقی) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے حق میں جو اپنی عورت کا نفقہ ادا نہ کرسکتا ہو یہ فرمایا، کہ ان میں جدائی کرادی جائے۔

نیل الاوطار میں بذیل حدیث اول کہا ہے استدل بہ وبحدیث ابی ھریرۃ الاٰخر علی ان الزوج اذا اعسر عن نفقۃ امرأتہ اختارت فراقہ فرق بینھما والیہ ذھب جمھور العلماء کما حکاہ فی فتح الباری یعنی اس حدیث سے اور دوسری حدیث سے جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اس پر استدلال کیا گیا ہے، کہ جب خاوند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنی عورت کے نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور عورت طلاق کی طلب گار ہو تو ان میں جدائی کر دی جائے، جمہور علماء کا یہی مذہب ہے، جیسا کہ حافظ صاحب نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد امام شوکانی نے اختلاف علماء کا ذکر اور ہر ایک کی دلیل و جواب کا بیان کر کے کہا ہے وظاہر الادلۃ انہ یثبت الفسخ للمرأۃ بمجرد عدم وجدان الزوج لنفقتہا بحیث یحصل علیہا ضرر من ذالک یعنی دلائل سے یہی ظاہر ہوتا ہے، کہ مجرد اس کے کہ خاوند عورت کا خرچ ادا کرنے سے عاجز ہو، عورت کو ضرر پہنچنے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔

مفقود کی زوجہ کو معسر کی زوجہ پر قیاس کرنا صحیح بلکہ اولیٰ ہے، لہٰذا اس کی نسبت بھی عورت کے مطالبہ کے وقت فسخ کا حکم دیا جا سکتا ہے، اور انتظار کے لئے کوئی خاص میعاد ضروری معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ شریعت نے اس کے متعلق کوئی قید نہیں لگائی، جب شریعت معسر کے اعسار کے وقت جب خاوند موجود بھی ہے، اور عورت کو اس سے بعض حقوق حاصل بھی ہیں، فسخ نکاح کا حکم دیا ہے، تو مفقود کی بیوی اس حکم کی زیادہ مستحق ہے، کیونکہ اس کو اس نام نہاد خاوند سے کوئی بھی فائدہ نہیں، اور اس کی عدم موجودگی سے اسے سخت ضرر پہنچتا ہے اور اس کی صورت معلقہ کی ہے، کہ نہ آباد ہے نہ آزاد۔

اسی طرح سبل السلام میں اس حکم کو جو ہم نے تحقیق کیا ہے، ترجیح دی ہے چنانچہ کہا ہے

وقال الامام یحیی لا وجہ للتربص لکن ان ترک لہا الغائب ما یقوم بہا فہو کالحاضر اذ لم یفتہا الا الوطی وہو حق لہ لا لہا والا فسخہا الحاکم عند مطالبتہا من دون انتظار لقولہ تعالیٰ ولا تمسکوھن ضرارا ولحدیث لا ضرر فی الاسلام والحاکم وضع لرفع المضارۃ فی الایلاء والظہار وہذا البلغ والفسخ مشروع بالعیب ونحوہ قلت وہذا احسن الاقوال وما سلف عن علی وعمر اقوال موقوفۃ وفی الارشاد لابن کثیر عن الشافعی رح بسندہ الی ابی الزناد وقال سألت سعید بن المسیب عن الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ قال یفرق بینہما قلت سنۃ قال سنۃ قال الشافعی الذی یشبہ ان قول سعید سنۃ ان یکون سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وطول فی الکلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی هذا فی حواشی ضوء النهار واخترنا الفسخ بالغیبة او بعدم قدرة الزوج علی الانفاق (سبل السلام جلد ثانی ص ۱۱۷)

امام یحییٰ کا قول ہے کہ انتظار کی کوئی وجہ نہیں لیکن گمشدہ خاوند اپنی عورت کے لئے کچھ مال جس سے وہ گذارہ کر سکے چھوڑ گیا تو گویا وہ حاضر ہی ہے، کیونکہ عورت کا کوئی بھی فائدہ سوائے وطی کے گم نہیں ہوا، اور وطی مرد کا ہے نہ کہ عورت کا، اور کچھ نہیں چھوڑ گیا، تو حاکم وقت عورت کے مطالبہ پر بغیر انتظار کے نکاح فسخ کر دے، کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا "اور عورتوں کو ضرر دینے کے لئے بند نہ رکھو" اور نیز حدیث میں ہے "اسلام میں ضرر دینا جائز نہیں" اور حاکم تو ایلاء اور ظہار وغیرہ میں دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے، اور یہ معاملہ تو ان صورتوں سے بہت بڑھ کر ہے، اور فسخ نکاح کسی عیب کے سبب سے بھی جائز ہے اور اسی طرح دیگر وجوہ سے بھی (صاحب سبل السلام کہتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ قول یعنی امام یحییٰ کا بہت بہتر ہے، اور حضرت علی رض اور حضرت عمر رض سے جو قول اوپر گذر چکے ہیں، وہ سب موقوف ہیں، اور ابن کثیر کی کتاب الارشاد میں لکھا ہے، امام شافعی کی روایت سے سند کو ابو الزناد تک پہنچا کر، کہ ابو الزناد نے کہا، میں نے سعید بن مسیب (تابعی) سے کہا، اس شخص کی بابت پوچھا، جو اپنی عورت کے نفقہ کے لئے کچھ بھی نہ رکھتا ہو، تو انہوں نے کہا، ان دونوں میں تفریق کرادی جائے، میں نے پھر پوچھا کیا یہ حکم سنت ہے، تو حضرت سعید نے کہا ہاں سنت ہے، امام شافعی کہتے ہیں، سعید کا یہ کہنا کہ یہ امر سنت ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد اس سے سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور ہم نے حواشی ضوء النہار میں اس مسئلہ پر طویل کلام کیا ہے، اور ہم نے حکم فسخ کو ایک تو خاوند کی غیر حاضری کے سبب اور ایک انفاق پر قادر نہ ہونے کے سبب اختیار کیا ہے۔

امام یحییٰ کے قول میں کم فسخ بغیر انتظار تو موافق حکم زوجہ معسر ہے لیکن حق وطی کو جو صرف مرد کے متعلق کیا ہے، اور اس پر فسخ کا حکم نہیں لگایا نتیجہ معلوم نہیں ہوتا ہے، کیونکہ زوجہ مجنون و مجذوم کے لئے بھی عند المطالبہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے، حالانکہ ان دونوں صورتوں میں مال و وطی دونوں ہو سکتے ہیں، اگر مرد کے حق وطی کے یہ معنی کئے جاویں، کہ مرد کی طلب پر عورت کو گنجائش انکار نہیں، اور عورت کی طلب پر مرد پر تعمیل ضروری نہیں تو یہ درست ہے، لیکن یہ ہرگز درست نہیں، کہ مدت العمر مرد اپنی عورت سے تعلق زن و شوہر جو اصل مقصود اور ذہن میں بالطبع معہود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوتا ہے نہ رکھے، تو اس پر بھی مرد قصوروار قرار نہ دیا جائے، حدیث ان لزوجك علیك حقا او کما قال اس حق کو عورت کے لئے صاف ثابت کر رہی ہے، اور اس حدیث کے معنی سوائے حق وطی کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتے، پس جب مفقود کی بیوی کو دونوں فائدے حق وطی اور حق نفقہ حاصل نہیں، تو ان کا نکاح فسخ کر دینا بالکل درست ہے، ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے صبر کر کے بیٹھی رہے، اور طالب فسخ نکاح کی نہ ہو، تو اسے اختیار ہے، لیکن اگر وہ فسخ کی طالب ہو، اور نکاح ثانی کی درخواست کرے، اور اس کی حالت ازاں اس کی درخواست کی منظوری کی خاص سفارش کرتی ہو، تو سوائے فسخ کے کوئی صورت نہیں، کیونکہ دین میں تنگی ہے نہ عسر ہے، مفقود نے اپنا حق ان حقوق کے ادا نہ کرنے سے جو خدا تعالیٰ نے اس کے ذمے کئے تھے، خود زائل کیا ہے

حضرت شیخ الوقت مجتہد العصر حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ بھی ازالۃ الخفا میں مفقود کی حالت کے قیاس کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

والاوجہ عندی ان المفقود لہ وجہان یدخل بھما حالہ فی عمومات الشرع احدھما انہ فوت الامساك بالمعروف فوجب علیہ التسریح بالاحسان فلما ان قصر فی التسریح ناب الشرع عنہ کما ینوب القاضی فی بیع مال الماطل وثانیھما انہ میت فی ظاھر الحال ونحن نحکم بالظاھر (ازالۃ الخفاء ص۱۶ مقصد دوم)

میرے نزدیک یہی زیادہ مناسب ہے، کہ مفقود دو وجہ سے عمومات شرع کے ضمن میں آسکتا ہے، ایک یہ کہ اس نے امساک بالمعروف فوت کر دیا پس تسریح بالاحسان اس پر واجب ہے لیکن چونکہ وہ طلاق دینے سے (بسبب غیر حاضری کے) قاصر ہے اس لئے شرع اس کی طرف سے (طلاق دینے میں) نائب ہو جائے گی، جیسے قاضی نائب ہو جایا کرتا ہے، اس شخص کا مال فروخت کر دینے میں جو قرض کے ادا کرنے میں دیر لگائے، دوسری یہ کہ وہ مفقود ظاہر حال میں میت ہے، اور ہم ظاہر پر حکم کرنے کے مکلف ہیں، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مجنون کی بیوی اور معسر کی بیوی کو اس کی نظائر کہا ہے۔

نظر بریں ہماری ناقص سمجھ میں یہی آتا ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ کوئی دائمی حکم نہیں بلکہ حالات زمانہ کے تحت اقتصادی تھا، اس وقت اتنی مدت خبر کے نہ ملنے کے لئے جانی گئی تھی، لیکن اس وقت چار سال ایک مدت مدید ہے، اس کے اندر بھی کامل وثوق مفقود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



المخبری کا ہوسکتا ہے، لہذا جو یا چار سال کا انتظار کرا کے بیکس و لطیف چیز کو تکلیف دینا مقرون بمصلحت نہیں، علماء راسخین سے امید ہے کہ اس مسئلہ پر تحقیقی نظر ڈال کر میری تائید یا اصلاح کردیں گے۔

میں ھوپ آپ کا تابعدار۔ سیالکوٹی ۔ ۲۰ جنوری ۱۹۱۵ء

**س**:۔ زید بحالت غربت اٹھائیس سال ہوئے تین بھائی چھوڑ کر مفقود الخبر ہے، صورت اس کی مفقودی کی یہ ہوئی، کہ بغیر کسی لڑائی جھگڑے فساد کے یا کسی طرح کی ناراضگی کے گھر سے سفر پر چلا گیا، پھر باوجود تلاش کے کوئی پتہ نہ ملا اس کے نو سال نکلنے کے بعد زید کا ایک بھائی ایک بیٹا، بیٹیاں چھوڑ کر مر گیا، پھر دوسرا بھائی بھی گیارہ سال کے بعد اولاد نرینہ ملد نیہ چھوڑ کر مر گیا اس وقت زید کا ایک بھائی اور دو بھائیوں کی اولاد موجود ہے، اور زید اسی طرح مفقود الخبر ہے، سوال یہ ہے کہ کیا زید کا مال تقسیم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے، تو کس طرح بینوا توجروا۔

**ج**:۔ اقول لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ مفقود الخبر کی زوجہ کے متعلق خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے ابن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ ہے، کہ چار سال انتظار کرنے کے بعد بحکم قاضی دوسری جگہ عدت متوفاۃ کی گذار کر نکاح کرے، نیز تابعین، امام نخعی و عطاء و مکحول و شعبی و زہری رحمہم اللہ کے نزدیک بھی یہی فتوی ہے اور ان حضرات کا مفقود کی بیوی کو عدت وفات کا فتوی دینا بتلاتا ہے، کہ مفقود کو چار سال کے بعد متوفی مقرر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے، کہ چار سال کے بعد اس کا میراث بھی تقسیم کیا جاوے، لیکن فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کا فتوی، ان کی بیوی اور میراث دونوں کی نسبت مختلف ہے، فتاوی بزازیہ کتاب الفرائض میں ہے، وقت ابوحنیفۃ بروایۃ الحسن عن مائۃ وعشرین سنۃ وقال بعضھم بتسعین وبعضھم بسبعین وقال بعضھم موکول الی رای القاضی فاذا مضت المدۃ ورثہ من کان حیا من ورثتہ، یعنی حسن امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے مفقود کے لئے اس کی ولادت سے ایک سو بیس سال مقرر کئے، اور ابو یوسف نے سو سال روایت کئے، اور بعض فقہائے نوے سال کا فتوی دیا، اور بعض نے ستر سال کا، اور فقہائے حنفیہ نے کہا، کہ قاضی کی رائے پر سپرد ہے، سو جب یہ مدت ختم ہوگی، اس وقت اس کے وارثوں میں سے جو زندہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوں گے وہی وارث ہوں گے

اور امام احمد ؒ جو بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ ؒ کے موافق ہوا کرتے ہیں، اس مسئلہ میں تفصیل کی ہے، فقہائے حنابلہ کے ہاں جس طرح مقنع لابن قدامہ میں ہے۔ اذا انقطع خبرہ الغیبۃ ظاھرھا السلامۃ کالتجارۃ ونحوھا انتظر بہ تمام تسعین سنۃ من یوم ولد وعنہ ینظر بہ ابدا وان کان ظاھرھا ھکذا کالذی یفقد من بین اھلہ او فی مفازۃ مھلکۃ او فی البحر اذا غرقت سفینتہ انتظر بہ تمام اربع سنین ثم تقسم مالہ، یعنی جب آدمی کی خبر کسی ایسی غیبوبت سے نہ ملے، کہ جس کا ظاہر سلامتی ہے، جیسے تجارت وغیرہ میں جانا، تو اس کی ولادت سے نوے سال انتظار کی جاوے، اور ایک روایت میں یہ ہے، کہ ہمیشہ انتظار کرتے رہیں گے، اور اگر ظاہر مر جانا ہو، جیسے وہ شخص کہ اپنے گھر میں سے ہی گم ہو جاوے (جیسے ہماری مسئولہ صورت ہے) یا کسی مہلک جنگل کو گیا ہو، یا دریا پر سوار ہوا ہے، اور اس کی کشتی غرق ہو گئی ہے، (تو ان تمام صورتوں میں) پورے چار سال انتظار کریں گے، پھر اس کا مال تقسیم کیا جائے گا۔

خلاصۃ الامر آنکہ زید مفقود الخبر مذکو اس کے نکلنے کے وقت سے چار سال بعد متوفی مقرر کیا جاوے گا، جس طرح کہ مقنع فقہ حنبلی میں مسئلہ کی تفصیل بتلائی ہے اور فتاوی بزازیہ فقہ حنفی میں بعض فقہائے حنفیہ کا قول بیان کیا ہے، اور اس کے متروکہ کو اس کے ہر سہ بھائیوں پر برابر تقسیم کیا جائے گا، پھر زید کے دو متوفی بھائیوں کی طرف سے دونوں کی نرینہ اور مادینہ اولاد کو "للذکر مثل حظ الانثیین" دیا جائے گا، کنز الحقائق فی فقہ خیر الخلائق میں ہے وتقسم مالہ بعد اربع سنین فان قدم بعد القسمۃ اخذ ما وجدہ بعینہ ورجع بالباقی علی من اخذہ۔ یعنی چار سال بعد اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا، پھر اگر بانٹے جانے کے بعد آ جاوے، تو جو اس کے متروکہ میں اس کی خاص چیز موجود ہو گی، وہ لے لے گا، اور باقی لینے والے سے واپس لے لے گا، ھذا واللہ اعلم

نیز مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی حنفی المذہب نے جو قریب زمانہ کے اجل علماء سے ہیں، اپنے فتاوی میں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ وذھب جمع منھم الی جواز الزوجۃ بعد اربع سنین وتربص اربعۃ اشھر وعشرا۔ اخرج ابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق والدارقطنی ومالک فی المؤطا بطرق متعددۃ عن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عمر بن الخطاب وروی عبد الرزاق عن ابن عمر وابن عباس مثلہ وبہ قالت المالکیۃ وغیرھم وھو قوی من حیث الدلیل واصول الحنفیۃ المہیتا تقتضی الافتاء بہ فان قول الصحابی فی ما لا یعقل بالرأی فی حکم المرفوع عندھم فان جزم جواز الحنفیۃ ایضا الافتاء بہ فی موضع الضرورۃ کما فی جامع الرموز بعد ذکر مذھب مالک فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ فی ما اظن وذکر ابن وھبان فی منظومتہ انہ لو افتی بہ فی موضع الضرورۃ انتہی ومثلہ فی رد المحتار وغیرہ۔

خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہے، کہ علمائے حنفیہ کے قواعد کا مقتضی یہ ہے، کہ بحالت ضرورت غیر مذہب کا جو دلیل میں قوی ہو اس پر فتوی دینا جائز ہے، کیونکہ صحابی کا قول اس مسئلے میں جو کہ رائے سے نہیں سمجھ سکتے ہیں، آنجناب ؐ کے فرمان کے حکم میں ہے، پس بیشک ضرورت کے مقام میں اس پر حنفیہ نے فتوی دینا جائز رکھا ہے، جس طرح کہ مالک کے مذہب کا ذکر کرنے کے بعد جامع الرموز میں ذکر کیا ہے، سو میرے گمان میں بھی مقام ضرورت میں اس پر فتوی دینا درست ہے، اور ابن دہبان فقیہ حنفی نے بھی اپنے منظومہ قصیدہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اور شامی رد المحتار وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے۔ انتہی۔

اور اوپر معلوم ہو چکا ہے، کہ مفقود کی عورت کو عدت وفات گذارنے کے بعد نکاح ثانی کا حکم کرنا بھی بتلاتا ہے، کہ چار سال کے بعد مفقود کو فوت شدہ مقرر کرنا ہے، جس کا اثر یہ ہے کہ اس کا ترکہ تقسیم کرنا درست ہوگا، اور چار سال گذارنے کے بعد جتنے وارث اس کے زندہ ہوں گے، وہی وارث ہوں گے۔ واللہ اعلم

حررہ ابو تراب عبد التواب ملتانی تاب اللہ علیہ

الجواب صحیح۔ عبد الغفار غفر اللہ لہ　　المجیب مصیب۔ عبد الرشید عفا اللہ عنہ

## نقل فتوی مولوی عبد الحق صاحب ملتانی

جو شخص مفقود الخبر ہے، جس کو عرصہ اٹھائیس سال کا گذر گیا، اس کی خبر نہیں، کہ وہ زندہ ہے یا مردہ، تو اس کے مال کے متعلق فیصلہ شرعیہ یہ ہے، کہ جو مال اس کے ضائع ہونے کا محتمل ہے، اس میں تو بطور ضمانت جیسے نقطہ (پائی ہوئی چیزیں) ہوتا ہے تصرف کرنا جائز ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یعنی جو شخص اسے اپنے تصرف میں لا دے، بعد اس کے پھر آجانے کے ادا کرنا پڑے گا، او جو مال ضائع ہونے کا محتمل نہ ہو، اس کو جوں کا توں محفوظ رکھنا چاہیئے تقسیم کرنا روا نہیں بخاری شریف کے باب حکم المفقود فی اھلہ ومالہ میں حضرت ابن مسعود کا واقعہ نقل فرمایا کہ انہوں نے ایک جاریہ (لونڈی) جس کا مالک مفقود الخبر تھا، سال بھر اس کے مالک کی تلاش فرمائی، بعد اس کے جب کوئی پتہ اس کا نہ ملا، تو اس جاریہ کی قیمت سات سو درہم مقرر کر کے مجمع مساکین میں جا کر نقود مذکورہ جو قیمت میں مقرر ٹھہرائی، ان مسکینوں پر تقسیم فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ اللھم عن فلان فان اتی فلی وعلی یعنی اس رقم کو اس کے حق میں قبول فرما۔ اور اس کا ثواب اس کو پہنچا، اور اگر وہ آگیا، تو یہ دراہم میرے حق میں قبول فرما، اور اس کو میں اپنی طرف سے رقم مذکور بھر دوں گا، آگے فرمایا وقال ابن عباس نحوہ آگے امام زہری کا قول نقل فرمایا قال الزھری فی الاسیر مکانہ لاتزوج امراتہ ولا یقسم مالہ فاذا انقطع خبرہ فسنتہ سنۃ المفقود۔ یعنی قیدی کا جب تک محل قید میں ہونا معلوم ہے، تو اس کی عورت اور اس کا مال محفوظ رہے، جب اس کی خبر منقطع ہوجائے، تو اس کو مفقود کے حکم میں داخل سمجھا جاوے، یعنی اس کی عورت کو بعد چار سال کے انقطاع خبر سے عدت وفات گذار کر نکاح کرنا چاہیئے، اور مال کو اس قانون پر (جو پہلے مذکور ہوا) رکھنا چاہیئے، فتح الباری میں اس باب کے ذیل میں لکھا ہے، یعنی کہ جس مال کی ضیاعت کا خوف ہو، اس کو تو استعمال کرنا چاہیئے، اور جس کو ضیاعت کا خوف نہیں، اسے محفوظ رکھنا چاہیئے، مگر کسی امین کے پاس، ہاں جب اس پر کسی کے قابض ہونے یا ضائع ہونے کا خطرہ ہو، تو اس کو اس مفقود کے موجودہ رشتہ داروں پر جو استحقاق وراثت رکھتے ہوں، تقسیم کر دیا جائے، بایں طور کہ جو منافع حاصل کریں، اس کا حساب یاد رکھیں جب وہ اصلی مالک مفقود الخبر آجاوے، واپس کرنا پڑے گا، ورنہ ان کو پہنچا ھذا واللہ اعلم بالصواب

**اہلحدیث** میرے نزدیک دوسرا جواب صرف اتنا صحیح ہے کہ بعد تقسیم اصل جب کبھی آجائے، اس کا حق ساقط نہیں ہوگا، حدیث شریف میں ہے لیس علی مال المسلم توی (مسلمان کا مال ضائع نہیں ہونا چاہیئے) ہاں مفقود الخبر کی عورت بعد نکاح ثانی واپس نہیں ملے گی، کیونکہ نکاح قابل فسخ ہے، مگر مال کی ملکیت زندگی میں قابل زوال نہیں، اس لئے فسخ نکاح پر مال کا قیاس جائز نہیں، مگر منافع کی ذمہ داری نہیں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیونکہ اس شخص نے باجازت شرع قبضہ کر کے استعمال کیا ہے، اس لئے منافع اسی کے ہونگے
واللہ اعلم (اہلحدیث ۴ شعبان المکرم ۱۳۴۲ھ)

**شرفیہ**: یہ صحیح ہے اور یہ جو لکھا گیا ہے، کہ چار سال کے بعد عدت گذار کر دوسرا نکاح کرے، تو اس میں اتنا بیان رہ گیا، کہ یہ چار سال کب سے شمار ہوں گے، یہ جب سے شمار ہوں گے، کہ عورت نے مرافعہ یا مقدمہ حاکم کی عدالت میں پیش کیا ہے، چنانچہ عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں حضرت عمر رض سے اس کی تصریح موجود ہے۔ دیکھو تلخیص الحبیر صفحہ ۲۳۹ جلد ۲۔ اور چار سال کے بعد بوجہ فتوی حضرت عمر رض احکام موت کا اجرا بھی صحیح ہے
(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س**:۔ شاکر اپنے لڑکے ذاکر کا نکاح عابد کی لڑکی رضیہ سے کرنا چاہتا ہے، دراں حالیکہ اس کی تیسری بہن ذکیہ کا دودھ پہلے نوش کر چکا ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے، کہ رضیہ کی بڑی بہن ذکیہ کا دودھ نوش کیا تھا، اس کے بعد میں رقیہ ہے، اس کے بعد میں تیسری بہن رضیہ ہے، اب اس سے بھی رشتہ دودھ کا قائم ہو گا؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

**ج**:۔ مرضعہ سب کی ایک ہے، شاکر نے اگر ذکیہ کے ساتھ دودھ پیا تھا، تو اسی ماں کا پیا تھا، جس کا تیسرے مرتبہ پر رضیہ نے پیا ہے، اس لئے شاکر اور رضیہ دودھ کے بہن بھائی ہیں، ان کا نکاح جائز نہیں، حدیث شریف میں آیا ہے۔ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب یعنی دودھ کے بھی وہ رشتے حرام ہیں، جو نسب کے حرام ہیں۔ اللہ اعلم
(اہلحدیث ۸ اپریل ۱۹۳۸ء)

**س**:۔ ایک لڑکی جیونی کا نکاح محمد شفیع ولد ولی محمد سے ہوا، اور وہ آباد رہے، اور دو لڑکے بھی پیدا ہوئے، اب محمد شفیع ایک دوسری عورت سے زنا کرتا ہے، لوگ شہادت دیتے ہیں ایک برس سے اپنی بیوی کو بلاتا بھی نہیں، کیا اب وہ عورت (جیونی) نکاح ثانی کر سکتی ہے؟

**ج**:۔ جب تک نکاح اول فسخ نہ کرائے یا طلاق حاصل نہ کرے، دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، اگر وہ معلقہ ہے، تو اپنے ضلع کے سب جج کے پاس معقول وجوہات کی بنا پر فسخ نکاح کی درخواست کرے بعد فسخ نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء)

**س**:۔ زید نے بوجہ فوت ہو جانے اپنی زوجہ کے اپنی مرضعہ لڑکی برائے حضانت لڑکی کی خالہ کو دے دی، جب وہ بڑی ہوئی اور ہوش سنبھالا، تو زید اپنے یہاں لے گیا، بعد میں خالہ نے دعوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیا، کہ لڑکی تو آپ نے مجھے للہ دے دی تھی، اب تیرا کوئی حق نہیں، اور لڑکی کو جبراً واپس لے آئی اب لڑکی بالغ ہو گئی، تو اس کا نکاح بغیر رضامندی و اجازت زید کے اپنے خاوند کو ولی بنا کر کر دیا، کیا یہ نکاح از روئے شرح محمدی درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ باپ جائز اور صحیح ولی ہے، اس کی موجودگی و دوسرا شخص اس کی رضا کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا، مگر اس صورت میں کہ باپ ولایت کے استعمال میں ظالم ہو یعنی منافع ذاتی حاصل کرنے کے لئے لڑکی پر ظلم کرے، قال علیہ السلام لا نکاح الا بولی۔ الحدیث

(۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء)

س:۔ جو نکاح بذریعہ عدالت منسوخ کرایا جاتا ہے، یہ کون سی طلاق میں شمار ہے، نان و نفقہ کے عدم سے یا گم شدگی کے سبب، کیا یہ طلاق مغلظہ میں شمار کیا جاتا ہے، یا طلاق بائنہ میں یعنی اس کا رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ج:۔ جو نکاح بذریعہ عدالت منسوخ کرایا جائے، وہ طلاق بائن ہے، اگر اس کے بعد کوئی بہتر صورت ہو، تو رضامندی فریقین سے نکاح ہو سکتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ فلا تعضلوھن (الآیۃ)

(۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ)

س:۔ ایک عورت بدوں رضامندی اپنے خاوند کے کسی غیر شخص کے ساتھ فرار ہو گئی، اس کے نو ماہ کے بعد اس کا اصلی خاوند فوت ہو گیا، اور مرتے وقت بھی اس کے گھر میں نہ تھی، متوفی کے مرنے کے بعد اس عورت نے عدالت گورنمنٹ میں اپنا حق جائداد اور مال کا ظاہر کیا، متوفی نے اپنی زندگی میں اس کے بھتیجے کو گود میں لے لیا، اب سوال یہ ہے، کہ اس عورت کا حق اس کے مال اور جائداد پر ہے یا نہیں، کیا وہ نکاح میں تھی، یا اس کے بھتیجے کا حق ہے؟ جواب دیں۔

ج:۔ خاوند نے اگر طلاق نہیں دی، تو عورت منکوحہ ہے، اور ترکہ میں سے حق وراثت رکھتی ہے بھتیجے بھی وارث ہیں۔

مسئلہ:۔ جو شخص اپنی منکوحہ پر ظلم کرے، اس کی منکوحہ اپنے ضلع کے جج صاحب کے ہاں درخواست فسخ نکاح کر سکتی ہے، اور جج صاحب بعد ثبوت ظلم کے اس کو اجازت نکاح ثانی کی دے سکتے ہیں۔

(۸ نومبر ۱۹۱۶ء)

س:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کے نکاح میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھی اور رہی، اور بعدہٗ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی، تب ہندہ جائز طور پر بکر کے نکاح میں آئی اگر ہے اب بکر زوج حالیہ نے کسی مصلحت سے کرایہ بہی یا سرکاری بہی میں ہندہ زوجہ زید لکھا دیا، اور قصد بکر کا طلاق کا نہ تھا، اور نہ ہے، بکر کی اس مصلحت جوئی یا تدبر کا نتیجہ یہ تو نہ ہوگا کہ ہندہ کو بکر کی طرف سے طلاق پڑ جائے، جواب مستند با سند شرع اسلامی مطلوب ہے۔

**ج**:۔ جس واقعہ کے متعلق زوجہ زید لکھائی گئی، وہ واقعہ اگر اس وقت کا ہے، کہ جس وقت ہندہ زید کی بیوی تھی، تو کوئی حرج نہیں، اور اگر اس وقت کا ہے جس وقت بکر کی بیوی ہے۔ تو جھوٹ ہونے سے گناہ ہوگا، لیکن طلاق نہ ہوگی۔ واللہ اعلم عند اللہ (اہلحدیث ۸ نومبر ۱۹۱۸ء)

**س**:۔ ایک شخص نے تنہائی میں محض اپنی زوجہ کے روبرو قسم کھائی، کہ میں تجھ سے آئندہ ہم صحبت نہ ہوں گا، بعدہ ایک ضروری سفر کے واسطے شوہر کو جانا پڑا، اور بعد عرصہ کے واپس آیا، اور بدستور زن و شوہر کے تعلقات جاری ہو گئے، بروقت قسم کھانے کے مسئلہ ایلاء اور ظہار سے شوہر اور نیز زوجہ ناواقف محض تھے، زوجہ کو جب اس مسئلہ سے آگاہی ہوئی، تو اس نے شوہر سے کل حال بیان کیا، اب شوہر قسم کھانے سے منکر ہے، اور اس کا قول یہ ہے، کہ اگر بفرض محال کھائی بھی تھی تو فوراً رجعت کر لی تھی، شوہر مذکور کی اکثر جھوٹی قسم کھانے کی عادت ہے، زوجہ اگر علیحدہ ہونا چاہتی ہے، تو وہ بازو کا دعویٰ کر کے وصول کر لیتا ہے، زمانہ حال میں کوئی قاضی وقت نہیں جو اس مسئلے کو طے کرے، اور حقیقت میں خاوند کی نیت کسی طور پر طلاق دینے کی نہ تھی، مزید براں کوئی دیگر شخص ایسی عورت سے نکاح نہیں کرتا کیونکہ سب کو معلوم ہے، کہ اس کا شوہر موجود ہے اب جناب سے یہ مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے، کہ اب ایسی حالت میں شرع کا کیا حکم ہے، آیا طلاق ناقابل رجعت ہو گئی ہے یا نہیں، اور اگر ہو گئی تو عورت گنہ گار ہوتی ہے یا نہیں؟ چونکہ اس کا خاوند اس کو کسی طرح سے نہیں چھوڑتا، اور اگر گنہ گار بھی ہوتی ہے، تو اس کو کیا کرنا چاہیئے کہ وہ گنہ گار نہ ہو۔

**ج**:۔ صورت مرقومہ ایلاء ہے، قرآن مجید میں ایلاء کا حکم یوں آیا ہے۔ والذین یؤلون من نساء ھم تربص اربعۃ اشھر فان فاءوا فان اللہ غفور رحیم۔ اس آیت کے مطابق چار ماہ کے اندر اندر خاوند رجوع کر سکتا ہے، قسم کا کفارہ مرد پر ہے عورت پر نہیں، چار ماہ گذر جانے پر عورت علیحدہ ہو جائے گی، عورت مقدمہ سے ڈرتی ہے، تو اپنے ضلع کے جج صاحب کے پاس درخواست فسخ نکاح کی دیوے، جج صاحب شرعی فتویٰ کے مطابق نکاح فسخ کر دیں گے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو بے خطر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، (اہلحدیث ۱۸ نومبر ۱۹۱۸ء)

## سوالات کے جوابات

س: ۱۰ اہلحدیث ۲ اگست کے پرچہ میں بصفحہ فتویٰ ایک سوال ۲۰۱ تھا جس کا خلاصہ مطلب تھا کہ ایک شخص نے سخت غصہ کی حالت میں اپنی عورت کو یہ کہا:۔

"تو میری ماں بہن ہے، اگر میں تم کو رکھوں تو جیسا اپنی بہن کو رکھوں گا، زیور وغیرہ اتار لئے اس کے بعد پھر عورت کو گھر میں لانا چاہتا ہے، کیا عورت مذکورہ اس کے گھر جا سکتی ہے"؟

**جواب**: جواب دیا تھا کہ حالت مذکورہ غصہ کی حالت ہے، اس میں طلاق ہوگی، چونکہ مغلظ نہیں، اس لئے نکاح جدید سے رہ سکتی ہے، امرتسر کے ایک حنفی اخبار میں اس پر سوال کیا گیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مہربانی فرما کر اس جواب کی سند قرآن و حدیث سے بیان کریں، فقہاء نے اس کو مکروہ سمجھا ہے، اور ابوداؤد کی حدیث میں بھی کراہیت آئی ہے لیکن طلاق کا واقع ہونا معلوم نہیں۔ آپ نے کس دلیل سے اخذ کیا ہے"

ھدایہ میں ہے۔ ولو قال انت علی مثل امی یرجع الی نیتہ ان قال اردت الطلاق فھو طلاق بائن، یعنی جو کوئی بیوی کو ماں کی طرح کہہ کر طلاق کی نیت کرے تو وہ طلاق بائن ہوگی، اس سے تھوڑا پہلے صاحب ہدایہ نے ماں کے ساتھ بہن، پھوپھی، خالہ وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو ماں بہن کی طرح کہہ کر نیت طلاق ہونے سے طلاق بائن ہوگی، اس کی دلیل خود صاحب ہدایہ نے یوں دی ہے لانہ تشبیہ بالام فی الحرمۃ فکانہ قال انت علی حرام ونوی بہ الطلاق، اب رہا نیت کا ثبوت تو حالت غیظ وغضب ہی سے اس کا ثبوت ملتا ہے، کہ مرد کو عورت کی علیحدگی منظور ہے، یعنی معنی طلاق کے ہیں، ابوداؤد کی حدیث نقل کریں گے، تو غور کیا جائے گا"

دوسرا سوال یہ ہے کہ ۲۰۴ کے جواب میں زانی کا نکاح حاملہ بالزنا کے ساتھ جائز لکھا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟

---

لہ سوال کے الفاظ مذکورہ مجمل ہیں تصریح کسی قسم کی نہیں، ہاں معنوی لحاظ سے اقرب الی الظہار ہیں، اور نیت طلاق کی بھی ہو سکتی ہے اگر نیت کو متکلم کے سوا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، ہاں غیظ وغضب میں قرینہ طلاق کا ہو سکتا ہے کیونکہ ظہار سے بے خبری کی حالت میں طلاق ہی ظاہر ہے ۱۲۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**ج**:۔ حدیث شریف میں ہے، کہ کسی مسلمان کو حلال نہیں، کہ غیر کی کھیتی کو پانی پلا دے، یعنی کسی عورت حاملہ غیر سے نکاح کرکے اس کے ساتھ جماع کرے۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے، کہ حاملہ اپنی ہو تو جائز ہے حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کے فتاویٰ نذیریہ جلد دوم میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مرقوم ہے

(۲۲ نومبر ۱۸ء)

**س**:۔ نام و نمود کی غرض سے نکاحوں میں حد سے زیادہ مہر باندھنا اور پھر ادا نہ کرنا کیسا ہے؟ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مہر کس قدر مقرر کئے گئے تھے؟

**ج**:۔ نام و نمود کے لئے تو کوئی کام بھی جائز نہیں۔ بغیر نام و نمود کے مہر کی کثرت گو پسندیدہ نہیں لیکن حرام بھی نہیں وآتیتم احدٰھن قنطارا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر آج کل کے حساب سے قریباً ایک سو اکتیس روپیہ تھا واللہ اعلم

(یکم ربیع الاول ۳۷ھ)

**س**:۔ میں نے نکاح کیا، سو روپیہ مہر لکھ دیا، اور سو روپیہ کا زیور ڈالا، اب زیور کا مالک کون ہے، عورت ہے یا مرد؟

**ج**:۔ زیور اگر مہر کے عوض دیا ہے، تو یقیناً عورت کی ملک ہے، اور اگر بغیر مہر کے دیا ہے تو بھی عورت کا ہے، اور اگر مستعار بغرض زینت دیا ہے تو مرد کا ہے، مگر مہر بذمہ مرد فرض ہے لاتاخذوا مما اتیتموھن شیئا

(یکم ربیع الاول ۳۷ھ)

**س**:۔ میری بیوہ لڑکی کا نکاح بغیر میری مرضی کے پڑھا دیا، جو نکاح بغیر اجازت ولی پڑھایا گیا ہے۔ جائز ہے یا ناجائز؟

**ج**:۔ ہر نکاح میں لڑکی کے ولی کی شرکت ضروری ہے، اگر لڑکی مطلقہ یا بیوہ ہے۔ تو اختلاف کی صورت میں اس کی رائے کو ولی کی رائے پر ترجیح دی جائے گی، بحکم حدیث شریف الثیبۃ احق بنفسھا۔ حنفیہ کے نزدیک ولی کی ضرورت نہیں۔ اللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۷ جمادی الاول ۶۳ھ)

**شرفیہ**:۔ صورت مرقومہ میں بحکم وانکحوا الایامی منکم الایۃ وبحدیث لانکاح الا بولی وشاھدین الحدیث رواہ احمد والاربعۃ وصححہ ابن المدینی والترمذی وابن حبان واعلہ بالارسال وبحدیث قال صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل اخرجہ الاربعۃ الا النسائی وصححہ ابو عوانۃ و

www.KitaboSunnat.com



ابن حبان والحاکم (بلوغ المرام مسٹ) تو نکاح صحیح نہیں، اور بیوہ کی ترجیح مستلزم انعقاد نکاح نہیں، اجازت ولی شرط ہے۔ احق اسم تفضیل ہے، حق ولی کا بھی ہے۔

(ابو سعید شرف الدین دھلوی)

## لا نکاح الا بولی

میں نے مولانا عبد الجبار صاحب عمر پوری کا مضمون مندرجہ اخبار اہلحدیث ۳ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ دیکھا، جس میں مولانا نے باکرہ و ثیبہ کے ساتھ ولی کی شرط کو قائم فرمایا ہے، میں نے اپنے مضمون مندرجہ اخبار اہلحدیث ۲۹ نومبر ۱۹۱۲ء میں امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو پسند کرتے ہوئے دو احادیث کی تطبیق سے نتیجہ نکال کر ظاہریہ کے مذہب کو راجح بتلایا تھا۔ اب مولانا کے مضمون اور خاکسار کے مضمون میں اس قدر فرق ہے، کہ میں صرف ثیبہ کے ساتھ ولی کی شرط کو رفع کرنا چاہتا ہوں، اور مولانا باکرہ و ثیبہ کے ساتھ شرط ولی کو قائم کرنا چاہتے ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ جب ولی ارکان صحت نکاح سے نہیں، جس کا ثبوت خود مولانا کے مضمون سے ملتا ہے جہاں مولانا نے آیت فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح سے حتی تنکح کی تفسیر و تشریح میں تحریر فرمایا ہے، کہ "فعل نکاح کی نسبت عورت کی جانب کی گئی ہے، سو اس کی وجہ یہ ہے، کہ نکاح بغیر عورت کی رضامندی و خوشی کے نہیں ہو سکتا، کسی کو اس پر جبر کرنے کا استحقاق حاصل نہیں ہے، اس لئے اس کی جانب نکاح کی نسبت ہر طرح صحیح و درست ہے" آیت قرآنی اور مولانا کی تشریح سے صاف ظاہر ہے، کہ عورت معاملہ نکاح میں خود مختار ہے، بغیر رضامندی عورت کے نکاح نہیں ہو سکتا، اس کے خلاف منشا کسی کو حق جبر بھی حاصل نہیں ہے، پس جب وہ مجبور نہیں ہو سکتی، تو ولی کی شرط کا قیام بھی لغو ہے، یہ کیا معنی کہ جب عورت کی رضامندی اور خوشی پر عقد موقوف ہو، اور پھر اس کے ساتھ ولی کی ایک قید بھی لگا دی جائے یہی ایک ایسی وجہ ہے، کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے باکرہ اور ثیبہ کے ساتھ ولی کی قید کو مطلق نکال دیا، اکثر ائمہ کبار و دیگر اکابر دین نے اس کو تسلیم کر لیا ہے، کہ ولی نکاح کی شرط نہیں، اور نہ اس پر صحت نکاح موقوف ہے، میں نے اپنے سابقہ مضمون میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو اسی استدلال میں لکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ليس الولى من اركان صحة النكاح بل من تمامه یعنی ولی صحت نکاح کا رکن نہیں، بلکہ ولی کی حاجت صرف اتمام مقصود کے لئے ہے، "سراج الوہاج" میں نواب صدیق الحسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی لکھا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قالوا فکل امراۃ بلغت فھی احق بنفسہا من ولیہا وعقدھا علی نفسہا النکاح صحیح وبہ قال الشعبی والزھری قالوا ولیس الولی من ارکان صحۃ النکاح بل من تمامہ. یعنی علماء نے کہا ہے، کہ جو عورت بالغہ ہو، وہ اپنے نفس کی ولی سے زیادہ مستحق ہے، کہ وہ اپنا عقد خود کر لے، اور ایسا نکاح صحیح نہیں ہوگا، اور یہی امام شعبی وامام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے، اور شعبی وزہری وغیرہ نے کہا ہے، کہ ولی ارکان صحت نکاح سے نہیں بلکہ صرف اتمام حجت کے لئے ہے (اسی طرح امام نووی نے بھی فرمایا ہے) غرض یہ مسلمہ ہے کہ ولی صحت نکاح کی شرط نہیں، اسی وجہ سے مقدم عورت کی رضامندی سکوت اور اجازت پر موقوف رکھا گیا ہے، ظاہر ہے، کہ اگر عورت ولی کے مجوزہ شخص سے ناراض ہو، تو یہ نکاح درست نہیں ہو سکتا، پھر ایسی حالت میں ولی کی قید کیوں لگائی جائے، جو تشریح مولانا نے آیت مذکورہ کی کی ہے، وہ ناقص وغیر کافی ہے، جس کی تکمیل میں میں نے یہاں تک کیا ہے، مگر اتنا تو میں ضرور کہوں گا، کہ مولانا نے بھی اپنی عبارت میں عورت کی رضامندی کو مقدم کر کے اس کو جبر وتعدی سے بری رکھا ہے، مگر اس کے ساتھ ولی کی شرط کو قائم کر لینا البتہ محل اعتراض ہے، میں نے مضمون سابقہ میں ثیبہ کے ساتھ نص صریح ولی کی شرط کو رفع کرتے ہوئے عقلاً اس کے تجربہ کاری کی وجہ بتائی تھی، جس پر مولانا نے اعتراض کر کے دلیل پیش کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت کی شہادت نقصان کی وجہ سے نہیں لی جاتی، بلکہ دو عورتوں کی شہادت بمنزلہ ایک مرد کے گواہی کے ہوتی ہے) مگر مولانا نے اس ضرب المثل کا بالکل خیال نہ کیا، کہ دیوانہ بھی اپنے مطلب کا سیانہ ہوتا ہے، شہادت کا قیاس انسان کے ذاتی نفع ونقصان پر مبنی ہوتا ہے، اور شخص ثالث کے لئے شہود کی ہمدردی اس قابل نہیں ہو سکتی، کہ حاکم مجرد ایک عورت کی گواہی پر اعتماد کرے، ظاہر ہے، کہ ذاتی نفع ونقصان کو ایک حد تک مجنون بھی سمجھ بوجھ سکتا ہے۔

بعض معاملات میں ذاتی امور پر فوری تصفیہ کر دیا جاتا ہے، مثلاً اگر زانی خود کہہ دے، کہ میں نے زنا کیا ہے، تو وہ حدود یا رجم کا بلا ضرورت شہود مستحق ہو جاتا ہے، اور اتبالی ڈگریں برابر نافذ ہوا کرتی ہیں، غرض کہ مسئلہ شہود اور ہے، اور بحث نکاح اور، اس کے قطع نظر تجربہ کاری سے میرا مقصود یہ نہیں، کہ وہ اپنی عقل کی پختہ ہو جاتی ہے، بلکہ اس کا اپنے پہلے شوہر کے طرز معیشت اور طریقہ خانہ داری اور امور نفع ونقصان پر غور کر کے دوسرے خاوند کو اپنے اس تجربہ کے لحاظ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خود بلا ولی کے تجویز کرسکتی ہے، چنانچہ اس حدیث میں جابر صحابی رض کا بیان ثیبہ کے جس تجربہ کا اظہار کررہا ہے، وہی میرا مقصود اصلی ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ان عبد اللہ ھلک وترک تسع بنات او قال سبع بنات فتزوجت امرأۃ ثیبا فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا جابر تزوجت قال قلت نعم قال فبکر ام ثیب قال قلت بل ثیب یا رسول اللہ قال فھلا جاریۃ تلاعبہا وتلاعبک او قال تضاحکہا وتضاحکک قال قلت لہ ان عبد اللہ ھلک وترک تسع بنات او سبع بنات وانی کرھت ان اتیہن او اجیئہن بمثلہن فاحببت ان اجیئ بامرأۃ تقوم علیہن وتصلحہن قال فبارک اللہ لک او قال لی خیرا۔

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے، کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رض سے کہا کہ تم نے ایک باکرہ لڑکی سے عقد کیوں نہ کرلیا۔ جو تم اس سے ہنستے کھیلتے، اور وہ تم سے ہنستی کھیلتی، جابر رض نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عبد اللہ نے ۹ یا ۷ لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کیا ان کی پرورش اور اصلاح حال و بہبودی کے لئے ایک تجربہ کار ثیبہ کے عقد ہی کو میں نے پسند کیا۔

اس حدیث کے ملاحظہ سے واضح ہوگیا کہ میں نے مضمون سابقہ میں جس ثیبہ کے تجربہ کاری کا اظہار کیا ہے، اس سے میرا مطلب یہی ہے، اس حدیث میں باکرہ اور ثیبہ کے تجربہ و عدم تجربہ کا ایک حد تک پتہ بھی چلتا ہے، اسی وجہ سے ارشاد نبوی ہے۔ والبکر تستاذن والثیب احق بنفسہا من ولیہا

اور اگر بالفرض محال موافق فرمان مولانا صاحب ان کے نقصان عقل کو تسلیم کرلیں، تو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا، کہ عورت کی رضامندی کیوں مقدم رکھی گئی ہے، اور وہ اولیاء کے اس کے خلاف منشا بھی کیوں مجبور و مقہور نہیں ہوتی، جب اس طرح نہیں، تو یہ بھی ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ذاتی اور نفسی معاملہ میں نظیراً مسئلہ شہود پیش کیا جائے، اور نقصان عقل کی مثال دی جائے اس بحث کے بعد میں یہ عرض کروں گا، کہ ان امور متنازعہ کا تصفیہ امام داود ظاہری کے مذہب پر بطور کافی ہوجاتا ہے، جیسا کہ میں نے پرچہ ۲۹ رنومبر ۱۹۱۲ء میں عرض کردیا ہے، کہ دو احادیث کی تطبیق سے نتیجہ صاف نکلتا ہے، کہ باکرہ اپنی کمسنی اور اپنے ماں باپ کے لاڈ پیار اور عدم تجربہ کے لحاظ سے گو اس کی بھی اجازت چاہیے، جو محض سکوت پر مبنی ہے، مگر ولی کی شرط ضرور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ہے، جس میں لانکاح الا بولی۔ والبکر تستاذن فرمان نبوی کی تعمیل ہو جاتی ہے، اور ثیبہ بوجہ اس کے کہ وہ پہلے خاوند کی سرد وگرم طبیعت سے واقف ہے، اور وہ اپنی ذات کے لئے خوب انتخاب کر سکتی ہے، جو الثیب احق بنفسہا من ولیہا کو شامل ہے

محدثین کی شان یہ ہے، کہ جب احادیث دو معنی پر ایک ہی نوعیت کی ہوں، تو اس میں تطبیق دی جائے، مگر مولانا نے تطبیق کا لحاظ نہ فرمایا۔ ناظرین اخبار ۲۹ نومبر ۱۹۱۲ء کو جس میں میرا پہلا مضمون ہے۔ اس مضمون کے ساتھ پڑھیں، خدا نے زندہ رکھا، تو ان شاء اللہ اس پر اور روشنی ڈالی جائے گی۔ فقط۔ راقم ابو النعیم۔ محمد عبد العظیم۔ حیدرآبادی

(اہلحدیث ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ)

**س:** ۔ ایک معمر آدمی ۸۰ سال تک پہنچ چکا ہے، اور اس کی بیوی کی عمر ۳۵ سال تک ہوگی، کچھ عرصے سے آدمی قوت مردمی سے محروم ہو چکا ہے، عورت خاوند سے متنفر ہے، اور کئی دفعہ خاوند کے چھوٹے بھائی سے کہہ چکی ہے، کہ تم میرے ساتھ نکاح کر لو، ورنہ میں کسی غیر کے ساتھ فرار ہو جاؤں گی، خاوند طلاق دینے کے لئے تیار نہیں، کیا خاوند کا چھوٹا بھائی بدوں طلاق اس عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟

**ج:** ۔ خاوند مذکور کو چاہیئے، کہ بحکم قرآن مجید کا تمسکوھن ضرارا عورت مذکور کو چھوڑ دے اور عورت کو چاہیئے، کہ خاوند سے علیحدگی کئے بغیر نکاح ثانی نہ کرے، ورنہ نکاح جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ)

**س:** ۔ ایک عورت کی عمر تقریباً ۲۷ سال کی ہے، شادی کو قریبا ۲۲ سال ہوئے، اس عرصہ میں عورت کو ۱۳ بچے ہوئے، اب عورت حاملہ ہے، یہ حمل تولد ہو جانے کے بعد بچے پیدا نہ ہونے کی دوائی استعمال کر سکتی ہے، عورت کی حالت بہت کمزور ہے، اگر دوا مذکور استعمال کرنی ناجائز ہے، تو کیا عورت اپنے شوہر سے جدا رہ سکتی ہے؟

**ج:** ۔ بچہ گرانے یا بچے کی پیدائش روکنے سے حدیثوں میں منع آیا ہے، بوجہ عذر خاوند سے جدا رہ سکتی ہے

(اہلحدیث امرتسر ۳ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ)

**س:** ۔ زید نامی کے ماموں کی لڑکی ہے، جس نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہے، اگر اس کا نکاح زید سے کر دیا جائے، تو کیا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

**ج:** ۔ صورت مرقومہ میں لڑکی زید کی ہمشیرہ ہے، اس لئے نکاح ناجائز ہے، بحکم قرآن مجید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



أَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ۔ اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ)

**س**:۔ نکاح بٹہ جائز ہے یا ناجائز؟

**ج**:۔ بٹہ کا نکاح بحکم حدیث شریف لا شغار فی الاسلام جائز نہیں ہے۔ (۳ رجب ۱۳۶۴ھ)

**س**:۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو میکے بسبب ناراضگی کے بھیج دیا، لوگ پوچھتے ہیں تو کہتا ہے، میں نے طلاق دے دی ہے، کئی دفعہ کہتا رہا ہے، اب عرصہ تین سال بعد رجوع کرتا ہے، اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟

**ج**:۔ رجوع عدت کے اندر ہوتا ہے، کئی سال کے بعد نہیں ہوتا، اس لئے رجوع جائز نہیں نکاح جدید کی ضرورت ہے (اہلحدیث امرتسر ۳ رجب ۱۳۶۴ھ)

**س**:۔ مسمی عبدالعزیز نے اپنی بی بی کو ایک جلسہ میں دو طلاق دیں، دونوں میاں بیوی بہت شرمندہ ہیں، مذہب حنفی رکھتے ہیں، علماء احناف کے پاس جب فتوی گیا، تو بعد تین ماہ کے جواب آیا، کہ بغیر حلالہ کے جائز نہیں ہے، اب بیچارہ عبدالعزیز اہلحدیث کے پاس آیا ہے، اور حالت یہ ہے، کہ جیسے طلاق دیا ہے دونوں میاں بیوی ایک ہی مکان میں حسب دستور سابق ہیں، جس کو آج نو ماہ ہو گئے ہیں، اسی تاریخ سے عبدالعزیز کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوا ہمارا دل بھی شہادت دیتا ہے۔ مگر شک کی وجہ سے پریشان ہے، میاں و بی بی دونوں تقریباً ۳۰۔ ۳۰ سال کے ہیں، اب سوال یہ ہے، کہ ان میں رجوع ہو سکتا ہے کہ نہیں؟

**ج**:۔ حلالہ تیسری طلاق کے بعد ہوتا ہے، دو طلاقوں کے بعد چونکہ عدت گذر گئی ہے، اور عورت بائنہ ہو گئی ہے، اس لئے نکاح ثانی کرکے رہ سکتی ہے، واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ۲۰ شوال ۱۳۶۴ھ)

# حلالہ کیا چیز ہے؟

اس عنوان سے ایک مضمون رسالہ المسلم (ڈائجسٹ) میں میری نظر سے گذرا جس میں ایڈیٹر المسلم (غازی محمود صاحب) نے لکھا ہے، کہ حلالہ جو مسلمانوں میں مروج ہے، جس کو مفسرین نے لکھا ہے، قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا، چونکہ آریوں کے منہ پر حلالہ حلالہ چڑھا رہتا ہے، غالباً اس لئے ایڈیٹر المسلم نے نیک نیتی سے اس کا انکار کر دیا، ہمیں اس سے تو مطلب نہیں، کہ مروجہ حلالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کہاہے، اور مفسرین نے کیا لکھا ہے، ہاں ہم قرآن مجید کا مطلب مختصر لفظوں میں بتانا چاہتے ہیں تاکہ ہمارے دوست ایڈیٹر المسلم کو اور اس کے ناظرین اور دیگر ناواقفوں کو غلطی نہ لگ جائے

آیت زیر بحث کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ ۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (بقرہ۔۲۹۶)

اس آیت کا ترجمہ اور مطلب بتانے سے پہلے اس کی مختصر سی ترکیب کردینی ضروری ہے کیونکہ جہاں تک میں نے غور کیا، ایڈیٹر صاحب موصوف کو اس کی ترکیب پر غور نہ کرنے سے الجھن پیدا ہوئی ہے۔

آیت موصوفہ کے لفظ لا تحل میں جو نفی ہے، اس کی انتہا حتی تک ہے، کیونکہ لفظ حتی کسی کام یا چیز کی انتہا کے لئے ہے، پس معنی آیت کے یہ ہیں:۔

٭ اگر خاوند آخری طلاق دے دے، تو وہ عورت اس کو حلال نہیں ہے اور اس عدم حلت کی انتہا نکاح ثانی ہے یعنی جب عورت نے نکاح ثانی کیا تو یہ عدم حلت جو لا تحل میں تھی ختم ہوگئی، اب اگر خاوند ثانی کسی وجہ سے طلاق دے دے، تو پہلے خاوند کے ساتھ اس کا نکاح حرام نہیں"

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ فرمایا:۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا اَنْ یَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ

یعنی اگر وہ خاوند ثانی طلاق دے، تو ان دونوں (عورت اور سابق خاوند) کو نکاح کرکے مل بیٹھنے میں گناہ نہیں، بشرطیکہ پہلے کی طرح بگاڑ نہ کرنے کا گمان غالب ہو"

اس آیت کو بقاعدہ علم نحو دیکھا جائے، تو مطلب بالکل صاف ہے، کہ جب کوئی عورت پہلے خاوند سے علیحدہ ہوکر اس درجہ پر پہنچ جائے، کہ لا تحل لہ اس پر صادق آئے تو اس کی یہ عدم حلت ابدی نہیں، بلکہ نکاح ثانی پر منتہی اور ختم ہوجاتی ہے، پھر وہ خاوند اگر طلاق دے دے تو عدت طلاق گذار کر پہلے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے، یہی حلالہ ہے، اور یہی نکاح ثانی ہے، جس پر ایڈیٹر صاحب المسلم کا یہ کہنا، کہ:۔

٭ اس آیت میں بیوی کے حقوق کی کماحقہ حفاظت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ خاوند

www.KitaboSunnat.com



کا اختیار بیوی پر اسی وقت تک ہے، جب تک کہ وہ اس کی بیوی ہے، جب اس نے اس کو طلاق دے دی، تو اس نے اپنے حقوق کو ضائع کر دیا، یہاں تک دغابًا یہ یہاں تک" حَتّٰی کے لفظ سے نکالا ہے۔ اہلحدیث) کہ اگر عورت کی مرضی ہو تو وہ[1] فوراً غیر مرد کے ساتھ شادی کرے، طلاق دہندہ اس کو ایسا کرنے سے کسی صورت میں نہیں روک سکتا (ص ۲۶)

آیت موصوفہ کے الفاظ اور ترکیب کے ماتحت نہیں آسکتا، البتہ ان کا اپنا مشورہ ہے مختصر یہ کہ آیت میں جو حَتّٰی ہے، وہ انتہا ہے، اس عدم حلت کی جو پہلے تحلل میں آئی ہے اس کے بعد چونکہ نکاح ثانی خود مانع نکاح ہے، اس لئے اس دوسرے مانع کو فان طلقها کہہ کر رفع فرما دیا۔

مطلب آیت کا واضح لفظوں میں یہ ہے، کہ بعد تیسری طلاق کے عورت مطلقہ پہلے خاوند پر حرام ہے، مگر یہ حرمت ابدی نہیں، بلکہ دوسرے نکاح تک اس کی انتہا ہے، اس کے بعد نکاح ثانی ہے، عارضی مانع ہے جو طلاق ثانی سے رفع ہو سکتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عورت مطلقہ اگر نکاح ثانی نہ کرے، تو ساری عمر بھی پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی بلکہ لاتحل کے ماتحت رہ کر ابدالآباد تک پہلے خاوند پر حرام ہے

نوٹ:۔ یہ تو ہوا آیت کا مطلب، باقی رہی اس کی حکمت اور آریوں کا اعتراض اور اس کا جواب، تو وہ کئی دفعہ ذکر ہو چکے ہیں، اور ہوتے رہیں گے، ایڈیٹر صاحب المسلم اس کو خوب جانتے ہیں (اہلحدیث امرتسر ۲۴ ستمبر ۱۹۱۵ء)

## حلالہ کیا چیز ہے؟

اس عنوان سے ۲۴ ستمبر ۱۵ء کے پرچہ میں ایک مضمون درج ہوا ہے جس میں غازی محمود صاحب ایڈیٹر المسلم کا حلالہ مروجہ سے انکار اور لے مفسروں کی رائے قرار دینے کا ذکر ہے، اس میں تو شک نہیں، کہ قرآن مجید سے حلالہ ہرگز ثابت نہیں، بلکہ قرآن کریم کی اصلی تفسیر اور اس کی حکمت (یعنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں حلالہ کرنے والے کو "التیس المستعاذ" کہا گیا ہے، اور حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے، اس پر لعنت کی گئی ہے۔ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ۔

[1] فوراً نہیں، بلکہ عدت گذار کر، کیونکہ عدت گذرنے کا عام حکم آچکا ہے۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء (اہلحدیث)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاں ایڈیٹر المسائل نے یہ ایک غلطی کی ہے، کہ اس کو عام طور پر مفسروں کی رائے قرار دیا ہے ان کو لازم تھا، کہ ان مفسروں کا نام لیتے، جنہوں نے اس کو اپنی تفاسیر میں لکھا ہے، میرا خیال ہے، کہ شاید وہ کسی مفسر کو یہ پیش کرتے ہوئے نہ دکھائیں گے، کہ اس نے حلالہ مروجہ قرآن کی کسی آیت سے نکالا ہو۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے جو قرآن مجید کا مطلب مختصر لفظوں میں بتایا ہے، وہ بجائے خود صحیح ہے، مگر نہ اس سے کسی قسم کا حلالہ ثابت ہوتا ہے، نہ کچھ اور ثابت ہوتا ہے، اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے، کہ تین طلاق کے بعد وہ عورت کسی دوسرے خاوند سے اپنی خوشی سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرے، اور پھر جب اتفاقاً کسی وجہ سے اس کا دوسرا خاوند محض اپنی خوشی سے اسے طلاق دے، تو اس عورت کو اختیار ہے چاہے کسی دوسرے سے نکاح کرے، اور چاہے اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرے۔

"حلالہ" برادران احناف کی ایجاد ہے، جس میں صرف چند دن کے لئے یا بعض مقام پر صرف ایک رات کے لئے ایک شخص محض اس لئے اس عورت سے نکاح کر لیتا ہے کہ وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے، اور اسی فعل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے (خاکسار محمد یوسف فیض آبادی) (اہلحدیث ۲۶ نومبر ۱۵ئہ)

# عقد نکاح کے بعد بادام مصری نثار کرنا،

از مولانا مولوی ابو تمیم محمدی حیدر آبادی

حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج امرأۃ من نسائہ فانثرت علی رأسہ تمر عجوۃ رواہ الخطیب عن عائشۃ مرفوعا وفی اسنادہ سعید بن سلام کذاب والحدیث باطل۔ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں میں سے کسی عورت سے نکاح کیا، تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سے کھجوریں عجوہ نثار کیں، اس حدیث کو حضرت عائشہ رض سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اس کی اسناد میں سعید بن سلام کذاب ہے، اور حدیث جھوٹی ہے (الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ص۹)

حدیث ۲۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضر املاک رجل من انصار فانثرت الفاکھۃ والسکر علی رأسہ وامرھم بالانتہاب وقال انما نھیتکم عن نھبۃ العساکر رواہ العقیلی عن عائشۃ مرفوعا وفی اسنادہ بشیر بن ابراہیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الانصاری یروی الموضوعات۔ ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد انصاری کی شادی میں تشریف لے گئے، میوہ اور شکر اس کے سر پر نثار کی گئی، اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے کا حکم دیا، اور فرمایا، میں تم کو لشکریوں کے لوٹنے سے منع کرتا ہوں، اس کو عقیلی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے، اور اس کی اسناد میں بشیر بن ابراہیم انصاری ہے، جو جھوٹی روایتیں بیان کرتا ہے (الفوائد المجموعہ ص ۴۹)

حدیث ۳: انہ شہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم املاک رجل من اصحابہ وضرب بالدف ونثر علیہ اطباق علیہا فاکہۃ وسکر ثم ذکر نحو الاول رواہ الطبرانی عن معاذ مرفوعا وفی اسنادہ مجہولان رواہ ابو نعیم من حدیث انس وفی اسنادہ خالد بن اسمٰعیل الانصاری یضع الحدیث۔ ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب میں سے ایک صحابی کی شادی میں تشریف لائے، اور دف بجائی گئی، اور اس پر کئی طشت جن میں میوے اور شکر تھی نثار کئے گئے، پھر اس نے مثل اول کے ذکر کیا، اس کو طبرانی نے حضرت معاذ سے مرفوعا روایت کیا ہے، اس کی اسناد میں دو مجہول ہیں، اور ابو نعیم نے حضرت انس رضہ سے اس کی مثل روایت کیا، اور اس کی اسناد میں خالد بن اسمٰعیل انصاری ہے، وہ حدیثیں بناتا ہے۔ (الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ ص ۴۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار (ترمذی۔ مسلم) جو مجھ پر عمداً جھوٹ باندھے، اس کو چاہیئے، کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

اس لئے مسلمانوں کا، اور خصوصا اصحاب الحدیث کا یہ فرض عین ہے، کہ اس رواج کی عمداً تردید کریں، اور اس اتہام کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگایا گیا ہے، دور کرنے کی سعی و تبلیغ کریں اس لئے کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے غلط سلط اور جھوٹی احادیث کو دور کرنا، اور غیر شرعی امور کو رفع کرنا، رسم ورواج کی بیخ کنی کرنا، امور بدعیہ شرکیہ، لغویہ سے عام افراد کو مجتنب رکھنے کی کوشش کرنا، پیغمبر علیہ السلام کی مسنون زندگی کی ترویج و تبلیغ کرنا، جماعت اہلحدیث کا مفوضہ اور امتیازی کام ہے، یہ کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہوگی، اگر ہمارے کان یہ سنیں، یا ہماری آنکھیں یہ دیکھیں، کہ اہلحدیث کی مجلس عقد میں مذکورہ بالا رسم بدعی پر عمل کیا جاتا ہے۔ فاذہم ولا تکن من الخاسرین۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**س**:۔ شادی میں باجہ یعنی یک طرفہ دف بجانے کی شریعت میں ممانعت ہے یا کیا، بعض کہتے ہیں، کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے عقد میں یک طرفہ دف بجایا گیا تھا۔

**ج**:۔ مسنون طریق نہیں ہے، اگر اس کو مذہبی رسم سمجھتا ہے، تو بدعت ہے، ایسا نہیں سمجھتا تو لغو ہے۔ واللہ اعلم (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۰ مارچ ۱۹۳۹ء)

**تعاقب** سال رواں کے نمبر ۱۹ پرچہ میں ۸۹ سوال کے جواب میں جناب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر نکاح میں دف مذہبی رسم جان کر بجاتا ہے، تو بدعت ورنہ لغو۔ اس کے متعلق عرض ہے، کہ ایک قولی حدیث میں نکاح میں دف بجانا مشروع، بلکہ نکاح کا اعلان دف کے ذریعہ سے مستحب معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۳ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واضربوا علیہ بالدف۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب۔ یہ حدیث غریب ہے، مگر اس کی تائید اور تقویت ذیل کی حدیث سے ہوتی ہے وھو ھذا

عن محمد بن حاطب الجمحی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۲) اور یہ حدیث حسن قابل احتجاج ہے۔ کما قال الترمذی۔ واللہ اعلم۔

راقم الحروف ابو النعمان انیس الرحمٰن نعمانی مدرسہ اسلامیہ مرشد آباد۔ بنگال

(اہلحدیث امرتسر ۱۹ رجب ۱۳۵۸ھ)

**مفتی**:۔ فتویٰ میں سہو ہو گیا تھا۔ تعاقب صحیح ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

(اہلحدیث امرتسر ۱۵ ستمبر ۱۹۳۹ء)

## ایک سوال اور اس کا جواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں:۔

کہ ہندہ کی عمر چار برس کی ہے، ہندہ کی ماں ہے، اور علاتی بھائی ہیں، اور ایک حقیقی بھائی ہے، جو کہ ہندہ سے بھی عمر میں چھوٹا ہے، ہندہ کے علاتی بھائی لوگ ہندہ سے کسی طرح کا کینہ اور بغض نہیں رکھتے، بلکہ ہندہ سے بہر حال برتاؤ سلوک ومحبت کا رکھتے ہیں، ہندہ کی ماں نے اپنی ذاتی غرض ومطلب حاصل کرنے کے لئے ہندہ کو اس کے علاتی بھائیوں کی اطلاع کے بغیر کسی دوسری بستی میں جو کہ ۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے، اپنے بھائی کے مکان پر لے جا کر بکر نامی ایک لڑکے سے شادی یعنی نکاح کرا دیا، نکاح ہو جانے کے بعد ہندہ کے علاتی بھائیوں کو اطلاع ہوئی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہندہ کے بھائی لوگ بکر سے نکاح ہونے پر راضی نہیں ہیں، اب سوال یہ ہے، کہ علاتی بھائیوں کی موجودگی میں ماں کا خود ولی بن کر ہندہ کا نکاح کرا دینا، یا کہ ماں کا کسی اجنبی شخص کو ولی قرار دے کر ہندہ کا نکاح کرا دینا از روئے شریعت محمدیہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی عبد العزیز موضع پیکوڑا۔ ضلع مرشد آباد۔

**الجواب** وھو الموفق للصدق والصواب۔ نکاح بغیر ولی کے غیر صحیح ہے قال اللہ تعالیٰ۔ ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا۔ اے اولیاء مومنہ عورتوں کا نکاح مشرکوں سے مت کرو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں، اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی، کہ نکاح کے لئے ولایت کی ضرورت ہے، کیونکہ اللہ پاک نے ولیوں کو مخاطب فرمایا ہے۔ کما وقع فی فتح البیان ص ۲۴۷ ای لا تزوجوا الکفار بالمومنات خطاب للاولیاء وایضا فیہ ص ۱۵۸ مطبوعۃ المصر فی الآیۃ المذکورۃ دوجہ الاحتجاج من الآیۃ والتی بعدھا انہ تعالیٰ خاطب بالنکاح الرجل ولم یخاطب بہ النساء فکانہ قال لا تنکحوا ایھا الاولیاء مولیاتکم للمشرکین۔ یعنی مرد کو نکاح کا ولی ہونے کے لئے آیت مذکورہ اور اس کے بعد والی آیت (فلا تعضلوھن) کو حجت قائم کیا ہے، اور عورت کو نکاح کے واسطے نہیں مخاطب کیا، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ لا تنکحوا ایھا الاولیاء مولیاتکم للمشرکین ما اے ولیو! مولیہ کا نکاح مشرکین سے مت کرو، اس سے صاف ظاہر ہو گیا، کہ عورتیں اپنا نکاح خود نہیں کر سکتیں، ورنہ ان کے ولیوں کو خطاب نہ ہوتا، بلکہ ان کی طرف ہوتا۔ وفی حدیث عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل ثلث مرات یعنی جو عورت اپنا نکاح خود کرلے، تو نکاح اس کا باطل ہے، تین مرتبہ تاکیداً فرمایا۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب منعقد کیا ہے، اور آیات واحادیث سے اس امر کو ثابت کیا ہے، کہ بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہے، کتاب النکاح ص ۷۶۹ مطبوعہ مصر باب من قال لا نکاح الا بولی لقول اللہ تعالیٰ فلا تعضلوھن فدخل فیہ الثیب وکذلک البکر وقال لا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا۔ وقال وانکحوا الایامی منکم اس باب کے متعلق ارشاد الساری صحیح بخاری معروف بہ قسطلانی میں ہے فلا تعضلوھن ای لا تحبسوھن ولی کو خطاب ہے، کہ اپنے مولیہ کو نکاح سے نہ روکے سو فیہ ایضا قال امامنا الشافعی ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ھذہ الایۃ اصرح دلیل علی اعتبار الولی والا لما کان لعضلہ معنی۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ آیت اعتبار ولی کے لئے واضح دلیل ہے، ورنہ عضل کے معنی بے کار ہوگا اس سے واضح ہوا، کہ اگر ولی کوئی شے نہیں ہوتا، تو پھر نکاح سے روکنے کا اس کو اختیار کیونکر ہوتا، اس لئے نکاح کے لئے ولایت لابدی قرار پائی ہے وفی حدیث ابن ماجۃ المرفوع لاتزوج المرأۃ المرأۃ ولا المرأۃ نفسھا۔ ابن ماجہ کی مرفوع حدیث کہ عورت کا نکاح عورت نہ کرے اور عورت اپنا نکاح خود بھی نہ کرے۔ وانکحوا الایامی منکم اور فلا تعضلوھن میں اولیاء کی طرف خطاب ہے، جیسا کہ اس آیت کا شان نزول ہے معقل بن یسار کی بہن جمیلہ کو ان کے شوہر (ابی البراح بن عاصم) نے طلاق دیا تھا، جب عدت پوری ہوگئی تو پھر ان کے شوہر نے تجدید نکاح کرانا چاہا، اور جمیلہ بھی راضی ہوگئیں، مگر معقل بن یسار نے جو جمیلہ کے ولی تھے، تجدید نکاح سے منع کیا، کہ اب اور نکاح نہیں کریں گے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن۔ اس بنا پر آیت دلیل ہے، کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی، کیونکہ اگر اپنے نکاح پر قادر ہوتی، تو عضل کا معنے لغو ہوجاتا۔ الحاصل ہندہ کی ماں ہندہ کا نکاح بلا اجازت ہندہ کے علاتی بھائی کے ازروئے شریعت کے نہیں کرسکتی، کیونکہ حق ولایت بھائی کو ہے، ماں تو شرعاً ولایت ووکالت کا حق نہیں رکھتی، کما تقدم فی حدیث ابن ماجۃ اور اگر ہندہ کی ماں نے کسی دوسرے اجنبی شخص کو ولی قرار دے کر ہندہ کا نکاح پڑھوایا ہے، تو بھی یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں، بلکہ باطل ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ السلطان ولی من لا ولی لہ۔ یعنی ولی کی محرومی کی صورت میں دوسرے شخص کو ولی کیا جاسکتا ہے۔

صورت مسئولہ میں تو ہندہ کا ولی ہندہ کے علاتی بھائی زندہ موجود ہیں، اور مانع از نکاح بھی نہیں، ہر مسلمان متبع شریعت پر واجب ہے کہ حقدار کو حق سپرد کرے، چنانچہ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تؤدوا الامانات الی اھلھا، اور حقدار ہوتے ہوئے حقدار کو حق نہ دینا یہ شیوہ اخیار کا نہیں اشرار کا ہے، چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اذا ضیعت الامانات وفی روایۃ اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ ابو نور الدین محمد شمس الدین احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ

(المرقوم ۱۳ اگہن ۱۳۲۱ بنگلہ) نیا چیرا میور جنگی پور مرشد آباد

(۱) نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا ہے۔ راقم۔ ابو الفضل محمد عباس عفی عنہ، موضع اچھا غلی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(۲) الجواب صحیح والرای نجیح۔ ابوالفضل محمد امید اللہ عفی عنہ۔ ساکن راماس ٹولی

(۳)۔ ھذا الجواب صحیح۔ محمد تمیز الدین۔ مالدھی۔

(۴)۔ الجواب صحیح۔ محمد انیس الرحمن۔ جنگی پوری

(۵)۔ الجواب صحیح۔ محمد عبدالرزاق عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ اسلامیہ مرشد آباد

(۶)۔ ھذا النکاح لیس بصحیح۔ بحکم قرآن وحدیث (راقم محمد زین الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ شیشہ، رمضان پور)

(۷) ماقالہ المجیب فھو حری بالقبول وخلافہ خلاف الشرع (محمد سلیمان عفی عنہ چکلہ، لال گولہ، مرشد آباد۔ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۶۱ء)

(۸) مجیب نے جو کچھ لکھا ہے، کہ بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں، یہ جواب صحیح ہے۔ (محمد عبدالرؤف، عفی عنہ چکلہ۔ لال گولہ، مرشد آباد۔ ۳ رمئی ۱۹۶۱ء)

(۹)۔ من اجاب فقد اصاب۔ محمد منیر الدین النوری۔ کان اللہ لہ۔

(۱۰)۔ من اجاب فقد اصاب۔ محمد ادریس عفی عنہ۔ فاضل پوری (مدرس مدرسہ نور الہدیٰ، بھگوان) مرشد آباد۔ ۳ رمئی ۱۹۶۱ء

(۱۱)۔ ھذا الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ محمد انیس الرحمن۔ النوری وتاضی جنگی پوری

(۱۲)۔ جواب صحیح ھے۔ محمد یسین۔ دولیھ پوری۔

(۱۳)۔ قد صح الجواب۔ ابوالمحامد محمد مجاھد غفرلہ دولیھ پوری

(۱۴)۔ مجیب کا جواب باصواب ہے۔ محمد مظہر حسین، مدرس مدرسہ نجم الہدیٰ، شیخ علی پور لال گولہ، مرشد آباد)

(۱۵)۔ مجیب کی تحقیق بہت صحیح ہے۔ محمد عین الدین دولیھ پوری

(۱۶)۔ یہ جواب مؤید بالسنۃ والکتاب ہے۔ ابوالخلیل محمد اسماعیل، دیبی نگری، مالدہی۔

(۱۷)۔ یہ مسئلہ کتاب وسنت سے ثابت اور مبرہن ہے، محمد رفعت اللہ، دیبی نگری، مالدہی،

(۱۸)۔ مجیب کا جواب قابل تسلیم ہے۔ محمد عزیز الرحمن عفی عنہ، مدرس مدرسہ ڈانگا پاڑا، مرشد آباد،

(۱۹)۔ الجواب صحیح لاشک فیہ۔ (محمد ۔مدرس مدرسہ چکلہ)

(۲۰) مجیب نے جواب صحیح لکھا ہے۔ محمد سمیر الدین۔ عفا اللہ عنہ پکھوڑا دی۔

(۲۱) یہ جواب بہت صحیح ہے۔ ابوالنجم الدین محمد سیف الدین، فی الحال مقیم۔ باگڈانگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(۲۲) مجیب کا جواب موافق قرآن و حدیث ہے، محمد ایوب عفا اللہ عنہ بلکر ہٹی۔

(۲۳)۔ مجیب نے جواب ٹھیک لکھا ہے۔ محمد سمیر۔ رام نگری۔

(۲۴)۔ جواب صحیح ہے۔ محمد انیس الرحمٰن۔ رام نگری۔

(۲۵) یہ جواب صحیح ہے۔ محمد نصیر الدین۔ شاہ آبادی

(۲۶)۔ ھذا الجواب صحیح۔ حسن محمد۔ ساکن جوڑ گیا

(۲۷) جو جواب مجیب نے دیا ہے، بہت صحیح ہے۔ ابو المحمود محمد داؤد اہری پوری۔

(۲۸) مجیب کا جواب کتاب و سنت سے ثابت اور مدلل ہے

(کتبہ۔ ابو القاسم محمد مظفر حسین عفی عنہ، رام نگری

(۲۹)۔ جواب صحیح ہے، از روئے حدیث عورت نکاح کی ولی نہیں ہو سکتی۔

(ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری)

(۳۰)۔ حدیث شریف میں آیا ہے لا تزوج المرأۃ المرأۃ (ابن ماجہ)۔ العبد الجانی

محمد عبد اللہ ثانی۔ امرتسری) (اہلحدیث امرتسر ۵ ستمبر ۱۹۳۱ء)

**س** :۔ جس طرح دعوت ولیمہ سنت ہے، کیا برات کی دعوت جو بیٹی والا کرتا ہے، وہ مسنونہ ہے، اگر کوئی قوم برات کی دعوت کو، بوجہ گرانی اور اقتصادی حالات کے پیش نظر بند کر دے، تو کوئی شرعی حرج تو نہیں ہوگا (عبد الستار، دہلی)

**ج** :۔ ناکح کے ساتھ چند آدمیوں کا آنا، اور کھانا بھی کھانا ثابت ہے، مگر ایسا نہ ہونا چاہیے، کہ لڑکی والے پر بار ڈال کر دعوت لی جائے، جیسا کہ آج کل رواج ہو رہا ہے، یہ شریعت کے علاوہ اخلاق کے بھی خلاف ہے، قرآن مجید میں کل نفقات ناکح پر ڈالے گئے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ وبما انفقوا من اموالھم۔ لڑکی والا ناکح کے ہمراہیوں کو بطور خاطر تواضع شربت، دودھ وغیرہ پیش کرے تو جائز ہے۔ مگر اتنا نہ ہو جس سے اس پر بوجھ پڑے (اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ)

# مذاکرہ علمیہ بابت ظہار

یہ مذاکرہ اہل حدیث مورخہ ۳ صفر میں لکھا گیا تھا جس پر کسی صاحب نے توجہ نہیں کی، شرف ایک بزرگ مولوی محمد حیدر صاحب (موضع بھوڑو کے متصل وزیر آباد پنجاب) کا مضمون آیا ہے مولوی صاحب موصوف ایک مسن بزرگ ہیں، جناب حافظ صاحب مرحوم وزیر آبادی کے

www.KitaboSunnat.com



دوستوں میں سے ہیں، اس لئے عزت کے ساتھ آپ کا مضمون درج کیا جاتا ہے۔

مذاکرہ میں سوال یہ تھا۔ کہ (۱) ظہار کی حقیقت کیا ہے (۲) بغیر ماں کسی اور محرمہ سے تشبیہ کا کیا حکم ہے (۳) آیت ظہار میں یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا کے کیا معنے ہیں۔ عود بصلہ لام کے چند شواہد قرآن سے بتائے گئے تھے، جن کا مطلب یہ ہے، کہ ایک دفعہ کہہ کر پھر وہی کہنا۔ پس جو صاحب اس مذاکرہ پر کچھ لکھیں، وہ پہلے اس مضمون کو بغور پڑھیں، کیونکہ اس میں اقوال پر مدار بحث نہیں رکھا گیا، بلکہ شواہد قرآنی تحقیق پر مدار ہے، مولوی صاحب موصوف کا مضمون یہ ہے (ایڈیٹر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

**سوال اول:۔** عورت کو ماں بہن کہنے سے ظہار ہوتا ہے یا نہیں؟

**جواب:۔** ظہار ہو جاتا ہے، شاہ عبدالقادر صاحب قرآن مجید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں "جو لوگ ماں کہہ بیٹھے اپنی عورتوں کو، وہ نہیں ان کی مائیں" اور اس کے فائدے میں فرمایا ہے، اس جاں بہن کہنے کو ظہار کہتے ہیں۔ انتہی۔

اور مجھے یہ بھی یاد ہے، کہ شیخ محی الدین لاہوری مصنف بلاغ المبین وغیرہ نے ترجمہ بلوغ المرام میں ماں بہن کہنے کو بھی ظہار قرار دیا ہے، مولوی وحید الزمان نے لکھا ہے۔ المطلاق الصریح کانت طالق مطلقۃ وطلقتك لا یحتاج الی النیۃ اذا عرف معناہ یقع ولو هازلا اولا عبا وقیل یحتاج الی النیۃ ایضا وکذلك کل لفظ جری فی عرف للناس للطلاق یقع بہ مع النیۃ انتہی۔

راقم کہتا ہے، ایسے ہی عرف میں جس لفظ سے ظہار بن سکے، وہ ظہار ہے، ابن القیم لکھتے ہیں زاد المعاد میں۔ فحلوانہ فرد الناس الی ما یتعارفونہ صلاقا فلای لفظ جری فی عرفھم یہ وقع بہ الطلاق مع النیۃ والالفاظ لا تراد لعینھا بل للدلالۃ علی مقاصد لافظھا۔ انتہی۔ اس عبارت میں بھی رواج کا لحاظ ہے، جو لفظ رواجاً طلاق جانا جائے اس سے طلاق ہو جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس فاذا تکلم بلفظ دال علی معنی وقصد بہ ذلك المعنی یترتب علیہ حکمہ ظہار سمجھنا چاہیے، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے روی ابوداؤد عن ابی تمیمۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول لامرأتہ یا اختی فکرہ ذلك ونہی عنہ ونحن نعقل ان معنی النہی ھو انہ قریب من التشبیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



المحللۃ بالمحرمۃ الذی ھو ظہار ولولا ھذا الحدیث لامکن ان یقال ھو ظہار لان التشبیہ فی انت امی اقوی منہ مع بذکر الارادۃ ولفظ اختہ فی یا اختی استعارۃ بلاشک ومبینۃ علی التشبیہ لکن الحدیث المذکورۃ افاد کونہ لیس بظہار حیث لم یبین حکما سوی الکراھۃ والنھی عنہ فعلم انہ لابد فی کونہ ظہارا من التصریح باداۃ التشبیہ شرعا الخ

راقم کہتا ہے، کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے خلاصہ مطلب یہ قرار دیا، کہ انت امی اور یا اختہ میں تشبیہ ہے، اور ظہار بن سکتا ہے، لیکن جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ظہار نہیں بتایا صرف منع کر دیا ہے، ایسا ہی انت امی ظہار نہیں بن سکتا، حالانکہ انت کا می سے تشبیہ اقوی ہے، تو گویا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر کی رو سے صرف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے کامی یا کظہر امی سے لیا جو نص میں وارد ہے، اور صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے، کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یا اختہ کو ظہار قرار نہیں دیا، گویا تشبیہ ہے، تو یہ ظہار نہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کافی ہے، اور علاوہ ام کے اور محرمات کو ظہار میں شامل کرنا ضروری بھی نہیں، اور انت امی اس واسطے ظہار ہے، کہ عرف میں اس سے آدمی کامی یا کظہر امی کام لیتے ہیں، اور عرف کا لحاظ موقعہ مناسب پر بالکل ضروری اور بہ ضروری ہے، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق کوئی حکم ظہار نہ ہونے کا بھی نہیں۔ بغرض ہر طرح سے انت امی ظہار ہے۔

**سوال دوم**۔ ماں کے علاوہ کسی اور محرمات کو تشبیہ دینا ظہار ہے یا نہیں؟

**جواب وبہ التوفیق**:۔ ظہار نہیں، نہج المقبول من شرائع الرسول میں لکھا ہے، کہ وتشبیہ زوجہ بدختر وخواہر یا بچیزے از نہا خارج از معنی نص است، اگرچہ معنی حرمت موجودات وقیاس بجامع حرمت درخور قبول نیست وتوسیع ایں دائرہ خرد ورنہ بلکہ اقتصار بر مورد نص کافی است واکن امہات از نسب اند انتہی۔

راقم۔ خیالی وجوہات سے اپنے اوپر بوجھ ڈالنا واجب نہیں۔ ذرونی ما ترکتکم وغیرہ۔ اس مسئلہ کی تائید کرتا ہے۔

**سوال سوم**:۔ یعودون لما قالوا کا کیا مطلب ہے؟

**جواب وباللہ التوفیق**،۔ عرف الجادی من جنان ہدی الہادی میں لکھا ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وظاہر آن ست کہ مراد بعود رجوع اند مدلول لفظ ظہار است، کہ آن تحریم زوجہ باشد چنانکہ برگشتن زن بسوئے خود خواہد خواہ وطی کنند یا نہ کنند پس حصر معنی عود در ارادہ بے وجہ است ص۱۲۸

تفسیر نیل المرام میں لکھا ہے۔ ثم یعودون لما قالوا بالتدارک والتلافی کمافی قولہ ان تعودوا لمثلہ ای الی مثلہ الخ قال قال الاخفش اللام بمعنی عن یرجعون عما قالوا و یریدون الوطی وقال الزجاج المعنی ثم یعودون ارادۃ الجماع من اجل ماقالوا قال الاخفش ایضا۔ الایۃ فیہا تقدیم و تاخیر والمعنی والذین یظاہرون عن نساءہم ثم یعودون لما کانوا علیہ من الجماع انتہی۔

روضۃ الندیہ میں لکھا ہے:۔ واختلفوا فی العود ما ھو فقال قتادۃ وسعید بن جبیر وابوحنیفۃ واصحابہ انہ ارادۃ المسیس لما حرم بالظہار لانہ اذا عاد فقد عدل من عزم الترک الی عزم الفعل سواء فعل ام لا الخ ما قال۔ حضرت امام شافعی نے کہا، ھو امساک بعد الظہار۔ حضرت امام مالک اور امام احمد نے کہا بل ھو العزم علی الوطی انتہی بقدر الضرورت۔

ایک حدیث میں ہے۔ تزوجنی وانا شابۃ مرغوب فی فلما خلا منی و نثرت بطنی جعلنی کامہ عندہ فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عندی من امرک شئ فقالت اللہم انی اشکو الیک وروی انہا قالت ان لی صبیۃ صغارا ان ضممتہم الیہ ضاعوا وان ضممتہم الی جاعوا فنزل القرآن الی آخر الحدیث۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ عورت ملاپ چاہتی تھی، اور مرد نے بھی کفارہ ملاپ کے واسطے دیا، عود فی القول کا پتہ نہیں ملتا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ ان سلمۃ بن صخر البیاضی ظاہر من امراتہ مدۃ شہر رمضان ثم واقعہا لیلۃ قبل انسلاخہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم انت بذالک یا سلمۃ قال کنت انا بذالک یا رسول اللہ مرتین وانا صابر لامر اللہ فاحکم بما اراک اللہ۔ آگے یہ کہ اس کو کفارہ لگایا، اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے، کہ سلمہ کا خیال ملاپ کا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد ظاہر من امراتہ فوقع علیہا فقال یا رسول اللہ انی ظاہرت من امراتی فوقعت علیہا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قبل ان اکفر قال فما حملك على ذلك يرحمك الله قال رأيت خلخالها في ضوء القمر قال فلا تقربها حتى تفعل بما امرك الله۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ عن النبي صلى الله عليه وسلم في المظاهر يواقع قبل ان يكفر فقال كفارة واحدة۔

ایک اور حدیث ہے، اس میں یہ ہے۔ ظاهرت من امرأتي ثم وقعت عليها قبل ان اكفر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الم يقل الله من قبل ان يتماسا فقال اعجبتني فقال امسك حتى تكفر۔ یہاں سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ عود فی الفعل ہے، فی القول نہیں، اس سے بڑھ کر عود کی تشریح کیا چاہیئے، لفظ دہرانے کا کوئی پتہ نہیں، ظاہری جس طرف گئے ہیں، وہ ٹھیک نہیں، حدیث قرآن مجید پر قاضی ہوتی ہے (مجمل مقام میں یا مفصل میں ایڈیٹر) حدیث اور اقوال بزرگوں سے تو یہی ثابت ہوتا ہے، کہ عود ملاپ وغیرہ ہے کما بین من قبل من اقوال علماء الکرام اور اس آیت الم تر الی الذین نهوا عن النجوى ثم يعودون لما نهوا عنه سے یہ مطلب لینا کہ عود فی القول ہے درست نہیں، اس لئے کہ اس میں کہاں لکھا ہے، کہ نجوی کرنے والے بعینہ پہلے نجوی کے لفظ دہراتے تھے، وہ تو منہی عنہ مطلق نجوی دوبارہ کرتے تھے، آج اور کیا کل اور کیا اور روافعات کے خیال سے یہ صحیح ہے، کہ دشمن کبھی کسی طرح بدمعاشی کا خیال کرتا ہے کبھی کسی طرح، اور اگر یہ ہوتا، کہ لفظ اعادہ کرتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سائلوں سے دریافت فرماتے، کہ تم نے دوسری دفعہ الفاظ دہرائے یا نہیں، اور سوال کا کہیں پتہ نہیں چلتا، خلاصہ یہ کہ عود فی الفعل ہے۔

واضح ہو، کہ پرچہ ۱۷ صفر ۱۳۳۲ھ میں جو ماں بہن کہنے کو طلاق قرار دیا تھا، خلاف ہے، یہ ظہار ہے فی القول نہیں، اور مصنفوں کی رائے بھی اس کی تائید ہی کرتی ہے، مغلوب العقل غصہ کا اعتبار نہیں، باقی رہا متوسط اور ابتدائی، اس میں اگر کہے گا، تو طلاق یہ معتبر نہیں کیونکر ہوگا احناف کرام کے مسائل، بے شک حنفیوں کے نزدیک انت علی مثل امی، یا کامی کہے، تو یہی ہے، کہ اگر کرامت کا ارادہ کرے تو کرامت، اور ظہار کا ارادہ کرے تو ظہار، اور اگر طلاق کا ارادہ کرے، تو طلاق بائن، اور اگر کوئی نیت نہ کرے، تو کچھ نہیں یہ مضمون ہدایہ میں ہے، اور ان کے نزدیک انت امی یعنی ماں بہن کہنے سے ظہار نہیں ہوتا، فتح القدیر میں لکھا ہے۔ ففي انت امي لا يكون مظاهرا۔ ان کے نزدیک کئی قسم کا اختلاف بھی ہے، کئی روایا موہوم ہیں، کہ انت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امی سے مظاہر بن سکتا ہے، مگر غالباً ان کے نزدیک اس لفظ سے ظہار نہیں، راقم ظہار ثابت کر سکتا ہے ان شاء اللہ اور انت امی یعنی ماں بہن کہنے سے ظہار ثابت نہ کرنا سہو ہے جو شخص مقاصد اور معانی اور عرف وغیرہ کا امکان نظر سے خیال کرے، وہ اسی سے ظہار سمجھ سکتا ہے، سردرق پر اس کا بیان کر دیا ہے فانظروا الیہ۔ حنفی عرف کے قائل ہیں، فتاوی نور الہدی میں ہے۔ قال صاحب الکتاب وھذا القول من محمد اصل جلیل فی الفقہ وھو ان یعتبر فی الفتیا لغۃ کل بلاد وعادتہ علی حسب ماتعارفوا واعتادوا وتفاھموا فیما بینھم فی عاداتھم وخطاباتھم ومقالاتھم فی الایمان وغیر ذلک۔۔۔۔ پھر جب انت امی سے انت کظہر امی کا کام لیا جاتا ہے عرفاً، تو انت امی کیوں ظہار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مولوی محمد حیدر صدیقی)

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۲ دسمبر ۱۹۱۸ء)

**س**: ایک عیسائی عورت ایک مسلمان مرد سے اس شرط پر نکاح کرنا چاہتی ہے، کہ میں اپنے مذہب عیسائیت پر قائم رہ کر گرجا وغیرہ رسوم کرتی رہوں گی، کیا اس شرط پر مرد مسلمان عیسائی عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

**ج**: کر سکتا ہے۔ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم۔

(اہلحدیث ۸ اگست ۱۹۳۰ء)

**س**: تاریخ ۸ ذی الحجہ کو نکاح ہوا، چوتھے دن قربانی کا گوشت دعوت ولیمہ میں خرچ کیا گیا، کیا قربانی ادا ہو گئی؟

**ج**: ایک شخص نذر مانے، کہ میں جنوری کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھوں گا، مگر اس روز رمضان کا چاند ہونے سے غرہ رمضان بھی ہے، تو صاحب نذر روزہ رکھے، دونوں ادا ہو جائیں گے ان شاء اللہ، اسی طرح صورت مذکورہ ہیں، مگر نیت نیک ہو، واللہ یعلم المفسد من المصلح۔

(اہلحدیث ۱۱ دسمبر ۱۹۳۱ء)

**شرفیہ**: امید جواز کی ہے، مگر بشرطیکہ ادائے حق مساکین وغیرہ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س**: ہندہ بنت باقر کا عقد عبد الجبار بن ادریس سے ہوا جس کو بارہ سال کامل ہوئے، عقد کے بعد ہی سے عبد الجبار شوہر اس کا اس سے علیحدہ رہا، شب عروسی میں بھی خلوت میں نہ گیا ہنوز وہی بے تعلقی ہے، خویش واقارب کہتے ہیں، کہ طلاق دے، مگر جواب میں کہتا ہے، کہ نہ ہم طلاق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیں گے، نہ سروکار رکھیں گے، اور نان ونفقہ بھی آج تک کچھ نہ دیا، شرعاً اور قانوناً کیا صورت نجات کی ہے، اب عورت شادی کے لئے بے چین ہے، ایسا نہ ہو کہ فعل ناجائز کی مرتکب ہو جائے،

(عبد النعیم از بمبئی ۸ش)

ج:۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لا تمسکوھن ضرارا۔ عورتوں کو بہ تکلیف کے لئے نہ روک رکھا کرو، اس آیت کے ماتحت عورت مذکورہ فسخ نکاح کرانے کا اختیار رکھتی ہے، اپنے ضلع کی جج میں درخواست دے کر فسخ نکاح کرا کر، دوسری جگہ نکاح کرے، اللہ اعلم (۸ر اگست ۱۹۳۰ء)

س:۔ زید بکر کو کہتا ہے، کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اور پھر اپنے مکان میں بیوی مذکورہ کو رکھا ہے اور بی بی مذکورہ سے دریافت کیا گیا، تو اس نے جواب دیا کہ میرے شوہر نے مجھ کو ہرگز طلاق نہیں دی اب سوال یہ ہے، کہ زید پر از روئے شریعت کون سی حد جاری ہو (نور محمد گونٹری شاہ آباد)

ج:۔ میاں بیوی طلاق سے منکر ہوں، تو گواہ پورے نصاب میں ہونے چاہئیں، کم سے کم دو معتبر صادق القول ہوں، تو طلاق سمجھی جائے گی، ورنہ نہیں، صورت مرقومہ میں حد کا حکم کسی پر نہیں لگایا جا سکتا، کیونکہ گواہ کا بیان اس کی زبانی نہیں سنا، نہ تحریری پہنچا ہے، اور نہ اس کی نیت کا علم ہے

(اہلحدیث ۱۲ر ستمبر ۱۹۳۰ء)

س:۔ زید و بکر دونوں آپس میں حقیقی سالا و بہنوئی ہیں، اور دونوں کلکتہ میں ایک ساتھ رہتے ہیں مگر ایک روز ان دونوں میں کسی وجہ سے لڑائی ہو گئی، تو بکر نے زید سے کہا، کہ تم ہمارے گھر آؤ گے تو سمجھیں گے، اس پر زید نے بکر سے کہا، کہ ہم نے تمہاری بہن کو جو ہمارے نکاح میں ہے طلاق دے دی، مگر یہ جملہ زید نے اپنی جہالت اور غصہ کی حالت میں کہا، حالانکہ زید کو اپنی بیوی سے کوئی غصہ نہیں ہے، اور بیوی بھی اپنے میکے میں ہے، اب سوال یہ ہے، کہ طلاق واقع ہو گئی، اگر واقع ہو گئی، تو رجوع کرنے کی کیا صورت ہے؟

ج:۔ طلاق رجعی واقع ہو گئی، عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے، رجوع کی صورت یہ ہے، کہ عورت کو اپنی منکوحہ کی طرح ہاتھ لگا دے، یا زبانی کہہ دے، کہ میں طلاق سے رجوع کیا عورت سامنے نہیں، تو دو گواہوں کے سامنے ایسا کہہ دے، واللہ اعلم (۲۶ر دسمبر ۱۹۳۰ء)

س:۔ زید نے اپنی بیوی کو اپنے والد کے مکان میں زنا کرتے خود نظر سے دیکھا، تب مارے غصہ کے زید مذکور اپنے مکان واپس آیا، اور یار لوگوں سے کہنے لگا، کہ اگر میں اپنی بیوی کو لاؤں، اور اپنے عقد میں رکھوں، تو اپنی ماں سے نکاح کروں اور ماں سے زنا کروں، چند روز کے بعد زید مذکور کا غصہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ٹھنڈا ہوا، کہ بیوی مذکورہ کو اپنے مکان میں لاکر جیسا دستور دنیادی ہے، ویسا میل ملاپ کرتا ہے آیا زید کا نکاح باقی رہا، یا فسخ ہوگیا، اور زید کس درجہ کا گنہ گار ہوا، اور اس کی سزا وکفارہ کیا ہونا چاہیئے۔

**ج**:۔ زید نے جو کہا، نہ یہ قسم ہے نہ طلاق، بلکہ ایک جاہلانہ کلام ہے۔ اس لئے اس کا نکاح نہیں ٹوٹا، مگر وہ ایسا کہنے میں سخت گنہ گار ہوا، جس سے اس کو جلد توبہ کرنی چاہیئے۔

(۳۰ر جنوری ۱۹۳۱ء)

**شرفیہ**: میری تحقیق یہ ہے، کہ یہ کلام باعتبار معنی ظہار کی صورت ہے، لہٰذا کفارہ ظہار لازم ہے، ہٰذا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

**س**:۔ کوئی شخص ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں زن و فرزند لے کر جا رہا، کچھ مدت کے بعد بی بی اپنی برادری کے مکان میں گئی، بہت روز گذرنے پر شوہر کے پاس نہیں پہنچی تو شوہر نے خفا ہوکر لکھا، کہ اپنی بہن کو نہ لاوے، تو میں طلاق دے دوں گا، تب بھی نہیں لائے، بعدہ طلاق دینا شروع کیا، دو مہینے میں دو طلاق دیں، پھر ایک مہینے کے بعد تیسرے مہینے میں تیسری طلاق دی، اور بی بی کو گھر سے نکال دیا، ایسی طلاق دینے سے بی بی حرام ہوئی ہے یا نہیں؟

**ج**:۔ یہ طلاق صحیح مغلظہ ہے، اس سے بیوی قطعی حرام ہوگئی، ایسے کہ پہلے خاوند کو ہرگز جائز نہیں، تاوقتیکہ اور خاوند سے نکاح کرے، اور وہ بخوشی طلاق دے، پھر عدت بھی گذر جائے۔

(۶ر فروری ۱۹۳۱ء)

**س**:۔ اخبار اہلحدیث مجریہ ۲۶ر ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۵ر مئی میں سوال کیا گیا تھا، کہ "طلاق رجعی کی عدت کے اندر اندر حقیقی سالی سے نکاح کرنے سے بقول آپ کے طلاق بائن ہو جاتی ہے، اور حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے" اور کوئی شخص برسر مجلس اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے، پھر اسی مجلس میں یا دو چار روز کے بعد اپنی بیوی یا کسی اور کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ میں اس طلاق میں رجوع نہیں کروں گا، کچھ دن گذر جانے کے بعد رجوع کا خیال کرے، تو بقول آپ کے رجوع کر سکتا ہے، پہلی صورت میں حق رجوع ساقط، دوسری میں نہیں، اس کی کیا وجہ؟ حالانکہ قول دونوں صورتوں میں ہے، بلکہ دوسری صورت میں قول صریح ہے، اس سوال کا جواب آپ نے یہ دیا ہے "پہلی صورت میں وہ مانع نہیں، جو دوسری صورت میں ہے سالی کے ساتھ نکاح ہونا قوی مانع ہے، جو دوسری صورت میں نہیں، اس لئے دونوں میں فرق ہے" اب میرا سوال یہ ہے، کہ پہلی صورت کو قوی مانع کہنے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ ضمنی قول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ضعیف ہوتا ہے، اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے، تو یہ نکاح کے انعقاد پر موقوف ہے، انعقاد نکاح اس پر موقوف ہے، کہ مطلقہ رجعیہ بیوی ہونے سے نکل جائے، اور اس کا بیوی ہونے سے نکلنا کسی دلیل سے معلوم نہیں، پس انعقاد نکاح کیونکر ہوگا، اگر آپ کہیں کہ نکاح کے الفاظ بولنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس نے تسریح کی صورت اختیار کی ہے جیسے آپ نے میرے تعاقب مندرجہ ۲۶ رشعبان ۱۳۴۹ھ کے جواب میں کہا ہے، تو اس پر وہی پہلا سوال ہوتا ہے، کہ جب صاف الفاظ میں کہے، کہ میں رجوع نہیں کروں گا، اس سے تسریح کا اختیار کرنا بطریق اولیٰ معلوم ہوتا ہے والسلام (راقم ابوالخیر دم سلفی بردوانی)

ج: منطقی اصطلاح آپ جانتے ہوں، تو عرض کرتا ہوں، خوب سمجھ جائیں گے، لابشرط شی بشرط شی، اور بشرط لا کے ساتھ ممکن الاجتماع ہے، جب تک نکاح نہیں ہوا تھا رجعی طلاق لابشرط شی کی طرح امساک اور تسریح دونوں کے ساتھ ممکن الاجتماع تھی لیکن جب نکاح ثانی ہوا تو بشرط لا اور جیہ کا ہو گیا، جو بشرط شی سے جمع نہیں ہو سکتا، اور عزم بعدم الرجوع میں یہ بات پیدا نہیں، کیونکہ عزم میں اسی طرح سے بصورت وعدہ ایک مانع پیدا ہوا ہے، مگر درصورت نکاح شرعی مانع ہو گیا ہے، جو متکلم کے عزم سے اقویٰ ہے، واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ جون ۱۹۳۱ء)

س: ایک شخص کی ایک لڑکی سے شادی ہوئی، عمر نابالغہ کی حالت میں اور شادی کے بعد لڑکی اپنے شوہر کے یہاں پر چند روز رہ کر پھر اپنے والد کے مکان پر واپس آئی، اس کو عرصہ قریب سات، آٹھ برس سے ہوتا ہے، اس درمیان میں لڑکی کو کبھی نہ رخصتی کرائی، اور نہ رخصتی کے لئے آیا، اب لڑکی پوری عمر بالغہ پر ہو گئی ہے، اور شوہر کے یہاں جانا چاہتی ہے لیکن شوہر اس وجہ پر نہیں لے جانا چاہتا ہے، کہ شادی کے بعد لڑکی کو ایک بیماری آبرص کی ہوئی ہے وہ یہ ہے، کہ بدن پر داغ داغ ہو گئے ہیں، اس واسطے بہت بھاری عیب سمجھ کر رکھنا دشوار سمجھتا ہے، اور نہ آج تک کوئی قسم کی خوراک پوشاک دیتا ہے، اس ملک کا رواج ہے کہ عورت کو طلاق دینا نہایت حقارت سمجھتے ہیں، ایسی حالت میں لڑکی کی کیا صورت ہونی چاہیئے، تاکہ لڑکی اس مصیبت سے رہائی پائے

(راقم ابومحمد امیرالدین، بمقام میرادل لاٹا کھانہ بھابلو، ضلع دیناجپور، بنگال)

ج: خاوند کو چاہیئے، اس کا علاج کرا کر بسائے، یا طلاق دے، ورنہ بذریعہ پنچایت یا بذریعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عدالت فسخ نکاح کرا سکتی ہے۔ فتاوی نذیریہ جلد ۲۔ (اہلحدیث ۱۰ر جولائی ۱۹۳۱ء)

**س**:۔ ایک شخص کو اس کی منکوحہ کے رشتہ داروں نے مار کر جبراً طلاق نامہ لکھوا کر دستخط کرائے، کیا یہ طلاق جائز ہے؟ (عزیز دین، پٹھانکوٹ، ضلع گورداسپور)

**ج**:۔ جبریہ طلاق جائز نہیں۔ لا اکراہ فی الدین۔ لیکن جبر کا ثبوت ہونا چاہیئے۔ (اہلحدیث ۱۰ر جولائی ۱۹۳۱ء)

**فارفیہا**:۔ لا اکراہ فی الدین الآیۃ۔ اس آیت سے استدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ اس کے آگے ہے: قد تبین الرشد من الغی۔ یعنی اکراہ کی ضرورت نہیں، دلائل صحیحہ وبراہین قاطعہ کافی ہیں، اور اگر خبر بمعنے انشاء بھی ہو تو بھی نہی عن الشیٔ اس کے عدم کو مستلزم نہیں قتل مسلم معصوم وزنا ممنوع ہیں، مگر کرنے سے جرم ثابت ہو جاتا ہے، اگر کوئی کسی مسلم سے بجبر و اکراہ کسی مسلم معصوم کو قتل کرائے، ایک بھی نہیں بلکہ صدہا کو ایسے بار بار زنا کرلے، یا مسلمانوں کے اموال لٹوائے، تو سلف صالحین سے بلکہ تمام ہی ائمہ محدثین وفقہاء سے کوئی بھی اس کا قائل ثابت نہیں ہوا، کہ اکراہ میں اختیار باقی رہتا ہے، جب اختیار باقی رہتا ہے تو پھر امور طلاق وغیرہ میں بھی واقع ہو جائیں گے۔ اور ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیہا خالدون پ۲ ع۱۱

اس سے ثابت ہوا، کہ اکراہ سے کفر ثابت ہوگا، پھر اگر قبل توبہ مر گیا، تو دائمی دوزخی ہوگا پس طلاق بطریق اولے ثابت ہوگی، اور الا من اکرہ سے استدلال صحیح نہیں، اس کی تفصیل وتفسیر میری کتاب الاکراہ میں ہے ملاحظہ ہو، اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے کہ ایک جنگ میں اسامہ بن زید نے ایک کافر پر حملہ کیا، تو اس نے آڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھا، کہ میں مسلم ہو گیا ہوں، مگر اسامہ رضؓ نے قتل کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، تو آپ بار بار فرمائے، کہ تو نے اس کو کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد قتل کیا، بہت ناراض ہوئے، فرمایا قیامت میں تو اس کا کیا جواب دے گا (مشکوٰۃ ص ۲۹۹ جلد ۲) اس سے بھی ثابت ہوا، کہ اکراہ میں اختیار باقی رہتا ہے۔ اور فعل مکرہ یا قول کا اعتبار ہے، پس طلاق واقع ہو جائے گی ہاں سلف کا اس میں اختلاف ضرور ہے، حضرت علی رضؓ حضرت عمر رضؓ وابن الزبیر رضؓ وغیرہ اور تابعین سے عدم وقوع منقول ہے، اور عبداللہ بن عمر اور شعبی اور نخعی اور ابوقلابہ اور زہری اور قتادہ اور سعید بن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسیب اور شریح سے جواز منقول ہے، بلکہ ایک مرفوع روایت بھی ہے، اگرچہ صحیح نہیں، لیکن ادلہ مذکورہ بالا سے اس کی تائید ہوتی ہے، اور یہی راجح ہے، آثار التلخیص الحبیر، الدرایہ تخریج ہدایہ، نیل الاوطار وغیرہ میں ہے (ابوسعید شرف الدین)

**یاد دہانی** پرچہ اہلحدیث مورخہ ۱۳؍ جولائی ۱۹۲۴ء سوال ۱۷۶ کے ضمن میں سائل دریافت کرتا ہے، کہ شادی والے شخص کا پورا ایمان ہے، اور بغیر شادی والے شخص کا آدھا ایمان، یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟ فاضل اڈیٹر نے فرمایا ہے، کہ میں نے کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں پڑھی الخ واقعی ان الفاظ کے ساتھ تو مروی نہیں، گو اکثر زبان زد خلق ہے، البتہ حدیث میں یوں تو وارد ہوا ہے، مرفوعاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الایمان فلیتق فی نصف الباقی اخرجہ الامام احمد فی مسندہ من حدیث انس رض والطبرانی فی الاوسط ایضا عنہ کما فی کنز العمال ص ۲۳۷ ج ۸ وایضا البیہقی فی شعب الایمان من حدیث کما فی الفصل الثالث من مشکوٰۃ المصابیح والترغیب للمنذری ص ۸۶ جلد ۳

یعنی بندہ جس وقت نکاح کرتا ہے، تو اس کا ایمان آدھا پورا ہو جاتا ہے، اب اسے چاہیئے، کہ باقی آدھے میں خدا سے ڈرتا رہے، یہ حدیثیں امام منذری کے نزدیک صحیح حسن تو کم نہیں۔ واللہ اعلم - الراجی رحمتہ ربہ ابو عبد الکبیر عبد الجلیل السامرودی)

(اہلحدیث امرتسر ۲۷؍ جولائی ۱۹۲۴ء)

# فتویٰ بابت نکاح بیوگان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اور ان کی اولاد سے زمین کو آباد فرمایا، جیسا کہ آیت شریفہ میں ہے، خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء (ترجمہ) (تمہارے رب نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (آدم) اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے بہت مرد اور عورت پیدا کر کے زمین پر پھیلا دیا، دوسرے مقام میں فرمایا۔ واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ (ترجمہ) اور خدا نے تمہارے لئے تم میں سے بیبیاں بنائیں، اور تمہارے لئے تمہاری بیبیوں سے بیٹے اور پوتے بنائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور نسل انسانی کے بڑھتے رہنے کو بغیر زوجہ والے مردوں اور بغیر شوہر والی عورتوں کا نکاح اور بیاہ کر دینے کا حکم فرمایا۔ وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم اور اپنی قوم کے بے زوجہ والے مردوں اور بے شوہر والی عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے نیک غلام اور لونڈیوں کا نکاح کر دو اگرچہ یہ حکم وجوب کے لئے نہیں ہے استحبابی حکم ہے لیکن جوانی کی حالت میں مرد اور عورت دونوں ہی کے حق میں مجرد رہنا بہت فتنوں کا باعث ہوتا ہے غرض یہ کہ جوان کا تجرد مفید نہیں ہے، بلکہ مضر ہے، اس لئے بہت ضروری ہے کہ جوان عورت بے شوہر کے نہ رہے، اور مرد بھی مجرد نہ رہے۔

کنواری عورتوں کا سن جب زیادہ ہو جاتا ہے، تو اس کے ولی اور اہل قرابت اس کی شادی میں توقف ہونے کے سبب سے بے چین رہتے ہیں لیکن جوان بیوہ کی شادی کر دینے کی طرف ان کو توجہ نہیں ہوتی، حالانکہ کنواری جوان عورت کے اعتبار سے جوان بیوہ کو بے نکاح ثانی کے بٹھائے رکھنا زیادہ خطرناک ہے، ناجائز تعلق سے بچے رہنے کے ساتھ دوسرے برے افعال میں پڑنے کا اندیشہ اور خطرہ ہی نہیں ہے، بلکہ اکثر واقع ہوتا ہے جس سے صحت خراب ہو جاتی ہے، اس لئے جوان بیوہ عورتوں کے ولیوں کو چاہیئے کہ اس کا نکاح کر دیں۔

چونکہ ہندوؤں کے رسم ورواج کو دیکھ کر مسلمانوں کی عورتوں اور جاہل مردوں نے بھی بیوہ کے عقد ثانی کو برا اور معیوب سمجھ لیا ہے، بیوہ کو عقد ثانی پر رضامند کرنا تھوڑا مشکل ہو گیا ہے، ولیوں کو چاہیئے کہ نکاح ثانی کی مصلحت اور ضرورت کو عام فہم اور نرم الفاظ میں سمجھائیں، اور سختی اور درشتی نہ کریں، معقول طریقے سے مکرر سہ کرر سمجھانے پر رضامند ہو جانے کی امید ہے

بیوہ عورتوں میں جو مالدار یا کھانے پینے میں خوش ہیں، اکثر آزادی اور خوش حالی کے سبب سے گناہوں میں پڑ جاتی ہیں، اگر یہ نکاح کر لیں، تو آزادی کے برے نتائج سے حفظ وامان میں رہ کر نہایت خوش زندگی بسر کریں

اور جن کی معاش کی صورت نہیں ہے، وہ نوکری کر کے اپنی روزی حاصل کرتی ہیں جس کے گھر نوکری کرتی ہیں، وہاں صاحب خانہ اور اس کے عزیزوں کے بار بار مکان کے اندر آنے کی وجہ سے مصیبت زدہ بیوہ نوکر ہونے کی حیثیت سے صاحب خانہ پر اعتراض کر کے اپنے پردہ کو برقرار نہیں رکھ سکتی، پھر بے پردہ بکثرت رد برد ہونے اور محل بے محل کی آمد ورفت کی ملاقات کا نتیجہ برا ہوتا اور رسوائی تک پہنچتا ہے، بے معاش عورتیں اگر دایہ گری وغیرہ کی قسم کی نوکری یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دربدر سائلی کے عوض کسی صاحب روزگار یا خوش حال مرد سے نکاح کرلیں تو نوکری کی ذلت، اور بے پردگی کے برے نتائج سے حفظ دامان میں رہیں، اور ان کی تنگ دستی دور اور خوش حالی ہو جائے۔

خدا نے جس آیت شریفہ میں وانکحوا الایامیٰ فرمایا ہے اس کے آخر میں اس کی مصلحت کو بھی فرما دیا ہے۔ ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ (ترجمہ) اگر وہ مفلس ہوں گے، تو خدا ان کو اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا

اگر کسی مرد یا بیوہ کی غربت اور محتاجی سے لوگ اس سے نکاح کرنے کے خواہش مند نہ ہوں نکاح کا سامان نہ ہو تو وہ پاکدامنی کے ساتھ صبر کرے، اللہ تعالیٰ اس کا سامان کر دے گا، اور اس کی غربت اور محتاجی کو دور کر دے گا، جیسا کہ فرمایا۔ ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ (ترجمہ) کہ پاکدامنی کریں جو نکاح کا سامان نہیں پاتے یہاں تک کہ ان کو خوشحال کر دے خدا اپنے فضل و کرم سے

اوپر کے بیان سے ظاہر اور واضح ہے، کہ نکاح بہترین مصلحت ہے، اور جب تک نکاح کا سامان نہ ہو، پاکدامنی برقرار رکھنا چاہیئے، یہی صورت فلاح اور خوش حالی کی ہے۔

جس بیوہ کا سن زیادہ ہو گیا ہو اور اولاد کی امید نہ رکھتی ہو، وہ عقد ثانی اگر نہ کرے، تو اس سے کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجت بزینۃ وان یستعففن خیر لھن (ترجمہ) اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر حرج نہیں، کہ اپنے کپڑے اتار دیں (یعنی چادر وغیرہ زائد کپڑے اگر مردوں کے روبرو بھی اتار دیں، تو کچھ حرج نہیں) ظاہر نہ کرنے والی ہوں زینت کو، اور یہ کہ عفت چاہیں، تو ان کے لئے بہتر ہے (محمد بدر الدین پھلواری، امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ)

(اہلحدیث ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ)

**س**۔ ایک شخص باوجود مستطیع ہونے کے مکان نہیں رکھتا، اپنی بیوی کو مجبور کرتا ہے، کہ وہ گھر کا کام کرے، اور اپنی عورت کو جبراً ظلم سے اپنے بھائی بہن کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، حالانکہ اس عورت کا ایک ذاتی مکان موجود ہے، وہ کہتی ہے، کہ میرے مکان میں چل کر رہو، مگر وہ ظلم سے علیحدہ نہیں ہوتا، براہ کرم جناب والا شرع شریف سے جواب عنایت فرمائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ج:۔ مرد کو کمانا، اور عورت کو گھر کے کام سپرد ہیں والمرأة راعیة فی بیت زوجها مرد کو عورت پر ایک طرح کی افسری ہے۔ الرجال قوامون علی النساء اس لئے مرد جہاں عورت کو رکھے، عورت وہاں رہے تاوقتیکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو انکار نہ کرے، ہاں گھر والوں پر خرچ حسب حیثیت کرنے کا حکم لینفق ذو سعة من سعته اس لئے اگر ما رکھنے کی توفیق ہے تو رکھے۔ (اہلحدیث ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ)

# تعاقب

(از مولوی ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی)

اخبار "اہلحدیث" مورخہ یکم فروری ۱۹ء فتاوی کالم سوال ۶۱ "ایک شخص اپنی بیوی کو مجبور کرتا ہے کہ گھر کا کام کرے" کے جواب میں آپ نے ارقام فرمایا ہے کہ "مرد کو کمانا، اور عورت کو گھر کے کام سپرد ہیں" اس میں مجھے کچھ کلام ہے، امام بخاری اپنی جامع صحیح میں اس مسئلہ کے متعلق دو حدیثیں لائے ہیں، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے بیان میں ہے، کہ ارسلت زینب فیها طعام بید الخادم (پ۱) دوسری حدیث حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی حضرت اسماء رض کے قصہ میں ذکر فرمائی ہے۔ قالت اسماء ارسل الی ابوبکر بعد ذلک بخادم تکفینی الخ (پ۲) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہر کو گھر کے کام کے لئے ایک نوکر رکھنا ضروری ہے، اگر شوہر غیر مستطیع ہو تو لڑکی کا والد خادم بھیج دے اسی لئے امام بخاری "کتاب النفقات" میں ابواب منعقد فرماتے ہیں، باب خادم المرأة وباب خدمة الرجل فی اهله ان دونوں کے ماتحت علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں اما ان تجبر المرأة علی شیء من الخدمة فلا اصل له بل الاجماع منعقد علی ان الزوج مؤنة الزوجة کلها (ص ۲۰۰ پ ۲۲) یعنی بیوی کو کسی خدمت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا بلکہ شوہر کے ذمہ بیوی کی تمام خدمتیں ہیں، ہاں اگر شوہر تنگ دست ہو، اور بیوی اپنی خوشی سے گھر کا کام کاج کرے تو جائز ہے اس کے لئے امام بخاری نے علیحدہ باب منعقد فرمایا ہے۔ باب عمل المرأة فی زوجها۔ امام مالک فرماتے ہیں اذا کان الزوج معسرا تلزم المرأة (فتح ص ۲۳۷ پ ۲) لیکن ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ انها تطوعت ولم یکن لازما (فتح الباری ص ۱۲ پ ۲) فقط۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**اہلحدیث** بنا نکاح یہ ہے، کہ میاں بیوی زندگی کی کشتی کو مل کر کنارے تک پہنچائیں ھن لباس لکم وانتم لباس لھن کا مفہوم یہی ہے، خاوند اگر فراخ دست ہے، تو حسب حیثیت اور تنگ دست ہے تو حسب حیثیت خرچ کرے۔ لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتاہ اللہ رپ ۲۸ ع ۱۷ یعنی دونوں حسب حیثیت خرچ کریں۔ اسی لئے امام بخاری • باب عمل المراۃ فی بیت زوجھا، میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لائے ہیں جس میں موصوفہ کی گھر کے کاموں میں تکلیف پانے اور حضور کی خدمت شکایت اور درخواست خادم کا ذکر ہے، مگر جواب میں حضور علیہ السلام نے نہ ان کے خاوند کو خادم رکھنے کا حکم دیا، نہ آپ نے خادم دیا بلکہ صبر کے ساتھ تسبیح تکبیر وغیرہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا، معلوم ہوا کہ تنگی کی حالت میں خادم رکھنا نہ خاوند پر فرض ہے، نہ کسی وارث پر واللہ تعالیٰ اعلم۔

# تعاقب ثانی

## ازمولوی نور محمد صاحب حیدرآبادی وغیرہ

اہلحدیث ۱۷ رجمادی الثانی میں بجواب ۶۸ لکھا گیا ہے، کہ حنفیہ کرام کے نزدیک نکاح حلالہ میں ملاپ شرط نہیں" صحیح نہیں۔

اس جواب میں بے شک سہو ہو گیا ہے، لکھتے وقت کتب اصول کا مبحث خاص ذہن میں تھا، جو حتی تنکح سے متعلق ہے، اس لئے بصد شکریہ تعاقب تسلیم۔ حنفیہ بھی حدیث عسیلہ کو مشہور یا بمنزلہ مشہور تسلیم کر کے ملاپ کو شرط قرار دیتے ہیں۔

(اہلحدیث امرتسر ۹ رجب ۱۳۴۲ھ)

**سوال**: عرصہ زاید ایک سال کا ہوتا ہے، کہ ہندہ بالغہ کے والد نے اس کا نکاح زید سے کر دیا، ہندہ اول بار رخصت ہو کر سسرال گئی لیکن دو روزہ کر وہاں سے ناراض آئی، باپ نے اسے بھی دومرتبہ زور دے کر اس کو زبردستی سسرال رخصت کیا، لیکن ہر مرتبہ سخت ناراض آئی اب بہت زور دیا جاتا ہے، مگر کسی طرح وہاں جانے کو راضی نہیں ہوتی ہے، چند معتبر لوگوں نے اس سے وجہ ناراضگی دریافت کی، اس نے جواب دیا، کہ شوہر میری جانب یک دم توجہ نہیں کرتا ہے اور وہ میرے لائق نہیں ہے۔ میں ایسے شوہر کو ہرگز پسند نہیں کرتی ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اب سوال یہ ہے کہ ہندہ ایسے شوہر سے از روئے قرآن و حدیث یا با اجازت پنچان یا بحکم حاکم وقت علیحدگی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**جواب:**۔ مذہب اسلام میں جیسا کہ انعقاد نکاح تراضی طرفین پر موقوف ہے اسی طرح بقائے نکاح بھی جانبین کی رضامندی پر منحصر ہے لیکن صورت ابقائے نکاح میں مرد مستقل ہے یعنی نکاح کو قائم رکھنا، اور طلاق دے کر اسے توڑ دینا مرد کے اختیار میں ہے لیکن عورت کو خود فسخ نکاح اختیار نہیں ہے، جب اس کو کسی مرد کے نکاح میں رہنا پسند نہ ہو تو مرد کو راضی کر کے خلع کرائے اور اگر وہ خلع پر راضی نہ ہو تو حاکم وقت کے یہاں استغاثہ کرے، حاکم اپنی حکومت کی حیثیت سے مرد کو طلاق دینے اور عورت کو مہر واپس دینے یا معاف کرنے کا حکم کرے اور عورت مدعیہ کو اس مرد سے آزاد کرائے اس معاملہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ جو ثابت بن قیس رض کی روایت میں ہے، ہدایت و دستور العمل بنانے کے لئے کافی ہے۔

کتبہ۔ السید عبد العلی عفی عنہ، افضلی — الجواب صحیح۔ محمد ابو القاسم بنارسی

الجواب صحیح۔ سید کفایت حسین۔ عفی عنہ

اصاب من اجاب۔ واللہ اعلم بالصواب۔ عبد الوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح۔ محمد صبیح الحق عمادی مجیبی غفر لہ خانقاہ عمادیہ پٹنہ

ابو الوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ — (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۹ رجب ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۲۸ء)

**س:** ایک شخص بمرض نمونیہ پلیگ، بحالت بے ہوشی اپنی زوجہ منکوحہ مدخولہ کو تین طلاقیں دفعۃً دے دیں جس کے باعث اس کی زوجہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی، بعد ازاں جب وہ صحت یاب ہوا تو اپنے فعل پر نادم و پشیمان ہوا اب وہ اپنی زوجہ مطلقہ سے رجوع کرنا چاہتا ہے، اور عورت بھی رضامند ہے، مخالفین رکاوٹ ڈالتے ہیں، کہ تین طلاق واقع ہو چکی ہیں رجوع نہیں ہو سکتا تو کیا اس صورت میں وہ شخص رجوع کر سکتا ہے یا نہ؟

**ج:**۔ حدیث شریف میں ہے، میری امت پر سے بے ہوشی کے احکام مرتفع ہیں (حتی تحقیق) یہاں تک کہ ہوش میں آئے اس حدیث کے مطابق در صورت صحت سوال مذکور طلاق واقع نہ ہوگی، لہٰذا بغیر رجوع کے مصالحت کر سکتے ہیں (اہلحدیث ۲ مئی ۱۹۲۴ء)

**شرفیہ:** یہ صحیح ہے مگر صورت مرقومہ میں تین طلاق دینے کو بے ہوشی کہنا محل بحث ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غالباً ایسے ہوشی نہیں، بر محض حیلہ معلوم ہوتا ہے (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

# طلاق سکران

بخدمت فیض درجت مولانا ابوطاہر صاحب بہاری عم فیضہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض ہے، کہ ایک استفسار حضور کی خدمت شریف میں ارسال ہے، اس کا جواب تحریر فرما کر اور مواہیر سے مزین فرما کر کے بذریعہ اخبار اہلحدیث کے شائع فرمائیں غایت ممنون ہوگا، امید ہے، کہ اس عرض کو میرے ضرور قبول فرمائیں گے

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تاڑی پی کر اس قدر بیہوش و بے خبر ہوگیا، کہ بلا سبب اثنائے کلام میں اپنی بیوی کو کہا کہ (تو میری ماں کے برابر ہے تجھے میں نے طلاق دیا) اس مضمون کو تین بار بلکہ زائد کہا، اور جب ہوش ہوا، اور لوگوں نے کہا کہ تو نے طلاق دیا ہے، یہ سنکر اس نے سخت انکار کیا، اور کہا کہ ہم نے ہرگز طلاق نہیں دیا ہے، پس فقہائے حنفیہ رح کی تحقیق کے موافق ایسے شخص کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اور ظہار بھی واقع ہوگا یا نہیں بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل السائل۔ غلام رسول بھینسا سوری بہاری عفی عنہ

**الجواب**:۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سکران یعنی نشہ والے کی طلاق کے وقوع میں علمائے حنفیہ میں اختلاف ہے ایک گروہ قائل ہے، کہ سکران کی طلاق واقع ہوگی اور ایک گروہ کا یہ مذہب ہے، کہ سکران کی طلاق واقع نہ ہوگی، امام طحاوی اور امام کرخی جو اکابر علمائے احناف سے ہیں ان دونوں نے عدم وقوع طلاق کو اختیار کیا ہے درمختار میں ہے۔ ولم یوقع الشافعی طلاق سکران واختارہ الطحاوی والکرخی۔ ترجمہ۔ امام شافعی فرماتے ہیں، کہ نشہ والے کی طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی قول کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور امام کرخی نے، اور فتاوی تاتارخانیہ میں تفرید سے نقل کیا ہے، کہ اسی قول پر احناف کا فتوی ہے اسی قول مختار کے تحت میں علامہ شامی لکھتے ہیں وکذا محمد بن سلمۃ وھو قول زفر یعنی محمد بن سلمہ حنفی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید امام زفر کا بھی یہی قول ہے اور کفایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ ولو شرب من الاشربۃ التی تتخذ من الحبوب او من العسل وسکر وطلق امرأتہ لا یقع طلاقہ عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہما اللہ تعالی۔ ترجمہ: اگر کوئی شخص اس قسم کی شراب پئے، جو حبوبات اور شہد سے بنائی جاتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور نشہ ہو جائے، پھر اپنی عورت کو طلاق دے، اس کی طلاق امام ابو حنیفہ کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور باتفاق احناف تاڑی اقسام خمر سے نہیں ہے، اسی واسطے اس کے قلیل اور کثیر پر ایک حکم نہیں ہے۔ اور ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے۔

قال بعدم وقوعہ القاسم بن محمد وطاؤس وربیعۃ بن عبد الرحمٰن و اللیث واسحق بن راھویہ وابو ثور و زفر وقد ذکرناہ عن عثمان رضی اللہ عنہ وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وھو مختار الکرخی والطحاوی ومحمد بن سلمۃ من مشائخنا ووجھہ ان اقل ما یصح التصرف معہ وان کان حکمہ مما یتعلق بمجرد لفظہ القصد الصحیح او مظنتہ ولیس لہ ذلک وھو اسوا حالا من النائم لانہ اذا ارقظ یستیقظ بخلاف السکران دصار کزوالہ بالبنج والدواء وھو الافیون وکون زوالہ عقلہ بسبب ھو معصیۃ لا اثر لہ والا صحت ردتہ انتہی۔

ترجمہ۔ اور سکران کی طلاق واقع نہ ہونے قائل ہوئے ہیں قاسم بن محمد اور طاؤس اور ربیعہ بن عبدالرحمن اور لیث اور اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور اور امام زفر اور ہم نے اسی قول کو نقل کیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے اور اسی قول کو اختیار کیا ہے ہمارے مشائخ میں سے امام کرخی اور امام طحاوی اور محمد بن مسلمہ نے اور اس کا سبب یہ ہے، کہ اقل درجہ اس کا یہ ہے کہ صحیح ہو تصرف ساتھ اس کے اگرچہ ہے حکم اس قسم میں سے کہ جو تعلق رکھتا ہے ساتھ مجرد لفظ قصد صحیح کے یا گمان کے، اور حال یہ ہے کہ سکران کو یہ وصف حاصل نہیں ہے، کیونکہ اس کا حال نائم سے برا ہے، کیونکہ نائم جب جگایا جاتا ہے تو جاگتا ہے بخلاف سکران کے پس یہ صورت ہوگئی مثل اس صورت کے کہ زائل ہو عقل بھنگ، اور دوسری قسم کی دوا سے جیسے افیون وغیرہ، اور اس کی عقل کا زوال ایسے سبب سے ہوا ہے جو عین معصیت ہے جس کا کوئی اثر نہیں، اور اگر طلاق صحیح ہو، تو مرتد ہونا بھی صحیح ہوگا، حالانکہ سکران کا ارتداد معتبر نہیں ہے، یہ سب روایتیں کتب فقہ میں ہیں، اور انہیں روایتوں کی تائید کرتی ہے درایت۔

حدیث صحیح میں ہے۔ رفع القلم عن ثلث الخ یعنی تین شخصوں سے احکام شرع مرتفع ہیں ایک سونے والا، دوسرا نابالغ، تیسرا مغلوب العقل، اور یہ ظاہر ہے کہ سکر کامل سالب عقل و مزیل حواس ہے پس مرفوع القلم میں محسوب ہوگا، اور طلاق تو بقول شارع ابغض المباحات میں سے ہے پس اس کے ارتفاع کی صورت کو عدم ارتفاع پر ترجیح ہوگی، علاوہ بریں سکران کے وقوع طلاق اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عدم وقوع طلاق کا مسئلہ اجتہادی ہے، کہ مجتہدوں نے اس امر میں اختلاف کیا ہے اور اجتہادی مسائل کی نسبت حضرت مخدوم شرف الدین بہاری علیہ الرحمۃ خوان پر نعمت کی مجلس ششم میں فرماتے ہیں "اما تا چیزے در حد مجتہد فیہا است و خلق در آں مبتلا شدہ اند بر خلق اندلال دشوار نہ گیرند چنانچہ آسان خلق باشد دراں چیز حکم بداں کنند پھر چند سطر کے بعد فرماتے ہیں" ہر چہ اجتہاد دراں مدخل ست فتوی بروجہے نویسند کہ خلق را آسان باشد و حرجے مدیشاں نرسد و ایں حکم از قرآن ثابت است۔ قال اللہ تعالیٰ ماجعل علیکم فی الدین من حرج۔ پس حسب تحقیق حضرت مخدوم بہاری بخیال سہولت و دفع حرج فتوی عدم وقوع طلاق پر دینا چاہیے، جیساکہ امام کرخی اور امام طحاوی اور امام زفر وغیرہ کا مسلک ہے، اور جب طلاق واقع نہ ہوئی، تو ظہار کا لفظ بھی لغو ولا طائل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب۔ فقط

یہ تو آن عزیز کے سوال کا جواب ہے، اس پر مہر و دستخط کر کے تمہارے لکھنے کے موافق دفتر اخبار اہلحدیث میں روانہ کر دیتا ہوں، شائع کرنا فاضل امرتسری ایڈیٹر اخبار اہلحدیث کے اختیار میں ہے، میرا کام جو تھا میں نے کر دیا۔ فقط۔ حررہ محمد ابو طاہر، مدرس اول، مدرسہ احمدیہ آرہ

(۱۰ر جولائی ۱۹۱۴ء اہلحدیث امرتسر)

**س** :۔ دو بھائی ایک خورد، ایک کلاں، خورد بھائی نے اپنی عورت کو نا اتفاقی کے سبب طلاق دی، اپنے بڑے بھائی کے سامنے، بڑے بھائی نے کہا، میں اس عورت کو رکھ لوں گا، خورد بھائی نے اور جتنے لوگ وہاں پر حاضر تھے، سب نے کہا اچھا رکھ لو، بڑے بھائی نے رکھ لی جس روز سے بڑے نے رکھی، اسی روز سے اس عورت سے ملاپ کرتا چلا آیا ہے، عدت بھی پوری نہیں کی، عورت کو حمل رہ گیا، اب عدت کے پورے ہونے پر دو مہینے کا عورت کو حمل ہے، اور بڑے بھائی نے اسی حمل والی عورت سے نکاح کر لیا ہے، اور نکاح ہونے پر لوگوں کو معلوم ہوا، کہ عورت حمل سے ہے، عدت کے اندر وہ ملاپ کرتا رہا، اور اب حمل والی عورت سے نکاح بھی کر لیا ہے حمل اسی شخص کا ہے، ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا باطل؟ اگر جائز ہوا، تو اس ملاپ کا گناہ اس پر ہوا یا نہیں؟ اور اگر نکاح باطل ہو، تو ایسے شخص کو کونسی سزا ہونی چاہیے؟

**ج** : صورت مرقومہ میں شرعی طور پر حمل پہلے خاوند کا سمجھا جائے گا۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر اس لئے عورت مذکورہ کی عدت وضع حمل تک ہے، اس سے پہلے جو نکاح ہوا ہے یہ ناجائز ہے، بعد وضع حمل کر نکاح کرائیں گے تو جائز ہوگا، ناجائز ملاپ کرنے میں بڑے بھائی پر سخت گناہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عائد ہوگا جس کی سزا سنگساری ہے (اہلحدیث امرتسر ص۱۱م ۲ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ)

س: کیا امام ابو حنیفہ کا کوئی ایسا مستند قول ہے، کہ اگر کوئی شخص ۳ یا ۴ سال تک نہ آوے تو اس کی عدم موجودگی میں جو لڑکا پیدا ہوگا، تو وہ اصلی خاوند کا متصور ہوگا؟

ج: یہ قول تو مجھے معلوم نہیں، البتہ در مختار میں یوں مرقوم ہے، کہ مرد مشرق میں ہو اور عورت مغرب میں، دونوں میں ایک جتنی مسافت ہو، اتنی دوری میں بو کالت دونوں کا نکاح ہو کر چھ ماہ کے بعد عورت بچہ جنے، تو اسی مشرقی خاوند کا ہوگا، متصورہ کرامتہ،

(اہلحدیث امرتسر ص۱ ۱۶ رجب ۱۳۴۲ھ)

س: متعہ کی حرمت کس طرح ہوئی، آیا ترمذی کی احادیث براہ راست پیغمبر صاحب تک پہنچتی ہیں، کہ انہوں نے ممانعت کا حکم دے دیا تھا، کیا خلیفہ اول کے وقت میں ان کی اجازت سے متعہ رائج رہا؟ یہ جو کہا جاتا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے متعہ بند کیا ہے، یہ کیا بات ہے؟

ج: شیعہ سنی متفق علیہ حدیث (عن علی) سے متعہ منسوخ ہے۔ ملاحظہ ہو ترمذی سنیہ اور تہذیب شیعہ، خلیفہ اول کے وقت جاری نہیں ہوا، خلیفہ ثانی نے حرام نہیں کیا تھا، بلکہ اظہار حرمت فرمایا تھا، حرمت اور اظہار حرمت میں فرق ہے

(اہل حدیث امرتسر ص۱ ۱۶ رجب ۱۳۴۲ھ)

س: زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا تھا، اب زید نکاح فسخ کرنا چاہتا ہے، ہنوز زوجین میں خلوت صحیحہ کی نوبت نہیں آئی نیز دونوں نابالغ ہیں شرعاً فسخ نکاح کی کیا صورت ہے؟

ج: مذاہب اربعہ میں سے حنبلیہ کا مختار ہے، کہ بوقت ضرورت ولی فسخ نکاح کر سکتا ہے شیخ ابن تیمیہ رح کے فتاوے میں یہ مسئلہ ملتا ہے (اہلحدیث امرتسر ص۱ ۱۶ رجب ۱۳۴۲ھ)

**شرفیہ:** یہ قیاس اعلائے کلا دنے پر ہے، کتاب وسنت پر نہیں۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

س: ہمارے ہاں پٹھانوں میں بعض لوگ علاوہ مہر وزیور وغیرہ کے اپنے ذاتی فائدہ کے لئے اپنی لڑکیوں پر کچھ نقد، زیور، چاول اور روغن زرد وغیرہ بھی لڑکے کے والدین سے لیتے ہیں، اور بعض اصحاب شادی کا بوجھ دو طرفہ لڑکے کے والدین پر ڈال دیتے ہیں، علاوہ ازیں حسب ضرورت چاول، روغن زرد و دیگر لوازمات برائے طعام وادائے اپنے اقارب، اہل محلہ و دیگر تعلق داران لیتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں، اور بعد از اختتام شادی باقی ماندہ جنس لڑکے کے والدین کو واپس کر دیتے ہیں، اور اپنے استعمال میں نہیں لاتے، براہ مہربانی بحوالہ حدیث شریف مطلع فرمائیں، کہ لڑکے کے والدین پر دو طرفہ بوجھ ڈالنا اور ان سے مندرجہ بالا اشیاء لینا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ والدین لڑکی کے صاحب حیثیت ہوں، یا اگر لڑکی کے والدین بوجہ تنگ دستی کے خود شادی دینے اپنے رشتہ داروں وغیرہ کو حاضری دینا وغیرہ جس کے بغیر بموجب ان کے رواج کے وہ شادی بالکل نہیں کر سکتے یعنی یہ حاضری وغیرہ دینا ان کا ایک قسم کا قرضہ ہوتا ہے) کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہیں، یا لڑکی کا والد زندہ نہیں، اور اس کے بھائی یا بصورت نہ ہونے اس کے بھائی کے دیگر قریبی رشتہ دار بھی اس قابل نہیں، کیا وہ ایسا کر سکتے ہیں؟ یا نہیں، اگر نہیں تو کیا وہ (دوران حالیکہ لڑکی جوان ہو) شادی کو اس وقت تک ملتوی کر سکتے ہیں، جب تک وہ اس بوجھ کے اٹھانے کے قابل ہو جائیں؟

**ج**: قرآن مجید میں ایک عام اصول ہے، کہ اخراجات شادی کل مرد کے ذمے ہیں، چنانچہ فرمایا۔ الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم (یعنی مرد عورتوں پر افسر ہیں دو وجہ سے، ایک تو قدرتی بزرگی، دوم یہ وجہ، کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہا، تو داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مہر وصول کر کے اس سے زیور وغیرہ بنوا کر کچھ اپنے پاس سے بھی دیا، اور لڑکی رخصت کی، ہاں دعوت برات کا خرچ ایک زائد چیز ہے، یہ دعوت لڑکی والے پر ضروری نہیں، وہ جو کچھ کرتا ہے، اپنے ننگ و نمود کے لئے کرتا ہے، تاہم اگر لڑکی والے میں اتنی ہمت نہیں اور لڑکے والا احسان سے اس کا بوجھ خود اٹھائے، تو منع نہیں۔ لا تنسوا الفضل بینکم عام قانون ہے، لازمی طور پر اس پر بوجھ ڈالنا جائز نہیں، نہ اس وجہ سے جوان لڑکی کی شادی کو ملتوی کرنا جائز ہے، حدیث شریف میں ہے بالغہ لڑکی کی شادی نہ کرنے سے جو خرابی پیدا ہو اس کا وبال اس کے ولی پر ہے، اللہ اعلم

(اہلحدیث، امرتسر ۲۵ اپریل ۱۹۲۴ء)

**شرفیہ**: مجھ کو اس کی دلیل معلوم نہیں، مجیب کا سہو معلوم ہوتا ہے۔

(ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

**س**: کسی شخص کو اپنی بیوی کا دودھ پینا شرعاً حرام ہے یا حلال؟ بینوا توجروا عند الجلیل۔ زید کہتا ہے، کہ اپنی بیوی کا دودھ پینا جائز ہے، اور دودھ پینے سے بیوی حرام نہیں ہوتی، کیوں کہ دودھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مطلق حرام نہیں، اگر بڑے آدمی کو دودھ حرام ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولیٰ بنت سہیل رض کو ہرگز بعد بلوغ کے دودھ پینے کی رخصت نہ دیتے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے ہو کر دودھ پینے سے رضیع ماں نہیں ہوتی، دودھ پینے میں کوئی حرج نہیں، حدیث شریف یہ ہے۔ عن عروۃ ... ابی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یدخل علیھن بتلک الرضعۃ احد من الناس یرید رضاعۃ الکبیر (نسائی) اس حدیث سے ثابت ہوا، کہ بڑا ہو کر دودھ پی سکتا ہے۔ وعن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحرم من الرضعۃ الا ما فتق الامعاء وکان قبل الفطام۔

**ج:** مسئلہ ہذا کے دو حصے ہیں، ایک تو بڑی عمر والے پر شیر زن حرام ہے یا حلال؟ دوسرا حصہ یہ ہے، کہ پینے سے وہ دودھ دینے والی عورت اور اس کی اولاد اس پر حرام ہیں یا نہیں؟ جو حدیث سوال میں نقل کی گئی ہے، اس سے شیر زن کی حلت بالغ کے حق میں ثابت ہوتی ہے مگر اس حدیث سے رضاع بالغ بھی ایک گروہ کے نزدیک ثابت ہوتا ہے، جس گروہ کی سرکردہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض ہیں، گو جمہور علماء اس کے مخالف ہیں، حافظ ابن القیم رح نے زاد المعاد وغیرہ میں اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے الخ

(اہلحدیث امرتسر ۲۵ اپریل ۱۹۲۶ء)

**شرفیہ** زید کا قول باطل ہے، صحیح قول جمہور علماء اسلام کا ہے، تو جیسا یہ کہ راجح قول ناسخ کا ہے، قرائن نسخ پائے جاتے ہیں، کہ واقعہ سہلہ بنت سہیل اوائل ہجرت کا ہے، یہ بھی صحیح ہے، کہ نسخ کی نص نہیں، مگر احادیث قویہ صحیحہ کثیرہ منفصلہ ہیں اور واقعہ سہلہ مجمل لہذا کثیرہ راجح و قاضی ہیں بالعکس نہیں ہو سکتا، دوم یہ کہ واقعہ سہلہ مخصوصہ ہے، اور ان دو کا مآل ایک ہی ہے کہ اب واقعہ سہلہ پر عمل جائز نہیں، پس ثابت ہوا، کہ کبیرہ کو شیر زن جائز نہیں حرام ہے، اور آیت و الوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ (پ ۲ ع ۱۴) رضاع کی حد ہے، اور حدود کی بنا عدم تجاوز پر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون (پ ۲ ع ۱۳) ثابت ہوا، کہ تجاوز حد ظلم ہے، اور ظلم حرام ہے، اگر تجاوز حدود جائز ہو، تو پھر حدود کا فائدہ ہی کیا، کچھ بھی نہیں، معاذ اللہ کلام الٰہی اس سے پاک ہے، اور یہ قول کہ جیسے قول صدیقہ حجت نہیں، ایسے ہی قول ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی حجت نہیں ہے، صدیقہ رض کے سوا دیگر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل متقنہ قویہ صحیحہ کثیرہ حجت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں، نہ کہ محض قول، اور قول صدیقہ رض پر کلام اللہ میں اختلاف لازم آتا ہے، جو جائز نہیں، اور قول ازواج دیگر پر ترجیح یا تطبیق ہے، جو جائز و صحیح ہے، شیخ الاسلام نے تخصیص کو پسند کیا ہے مگر ساتھ ہی اس سے حرمت کے قائل نہیں، صرف پردہ کے لئے کافی جانتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ بلا دلیل ہے، جب تخصیص تسلیم کی گئی، تو پھر حرمت میں کیا قباحت، کچھ بھی نہیں، بہر حال اب واقعہ سہلہ پر عمل نہیں، اور شیر زن مرد کبیر کو جائز نہیں حرام ہے۔ ہذا واللہ اعلم

(ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

**س**:۔ مہر فاطمہ رض کس قدر تھا، اور اس انگریزی روپیہ سے کس قدر ہوتا ہے؟

**ج**:۔ مہر فاطمی رض پانچسو درہم تھا جس کا اندازہ آج کل کے حساب سے ایک سو تینتیس یا چھتیس روپے لگایا گیا ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۰ ۸ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ)

**س**:۔ زید نے اپنی عورت کا نواسہ کیا، لوگوں کو دعوت دے کر طعام نوش کرایا، بکر نے اس پر اعتراض کیا، کہ یہ بدعت ہے، زید کہتا ہے، کہ بدعت نہیں ہے، یہ شکریہ ہے، کہ خدا تعالیٰ نے اولاد کی صورت دکھائی ہے، اس لئے شکریہ کیا، بدعت کیوں ہوئی، آیا یہ فعل زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے یا عہد خلافت میں ہوا یا نہیں؟

**ج**:۔ شرع میں بچہ کی پیدائش پر ایک ہی تقریب آتی ہے، جس کا نام عقیقہ ہے، نواسہ کی کوئی دعوت نہیں، بلکہ محض رسم ہے، نہ زمانہ رسالت میں اس کا ثبوت ہے، نہ زمانہ خلافت میں اس کا رواج (اہلحدیث امرتسر ص۱۰ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ)

**س**:۔ زید کے گھر شادی ہے، مگر باجہ وغیرہ رکھا ہے، سود سے رقم نہیں لی، بکر کے ہاں بھی وہی رسم ہے، مگر سود سے رقم لی ہے، باجہ وغیرہ کچھ نہیں، سنت کے موافق عمل کرتا ہے، دونوں نمازی ہیں، آیا دونوں کی دعوت میں سے کون سی دعوت منظور کرنا ٹھیک ہوگا

**ج**:۔ دونوں میں نقص ہے۔ مگر سودی رقم میں زیادہ خرابی ہے

(اہلحدیث ص۹ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ)

## تعاقب

جریدہ اہلحدیث مجریہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۳ء میں کسی نذیر احمد بجنوری نے سوال کیا ہے، زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک ہی جلسہ میں دیا ہے اس کے بعد بہت سے آدمیوں کے روبرو بیان کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور چار ماہ تک رجوع بھی نہیں کیا، اس صورت میں طلاق پڑ گئی یا نہیں پڑی، حلالہ کرنے والے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے واسطے مجامعت اس عورت سے ضروری ہے یا نہیں؟

آپ نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے۔

"طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ حلالہ یعنی نکاح ثانی میں مباشرت بحکم حدیث ضروری ہے۔ انتہی"

اس کے متعلق گذارش ہے، کہ یہ جواب صحیح نہیں، اس واسطے کہ یہ طلاق ثلاثہ جلسہ واحدہ کی مطابق مذہب حقہ اہلحدیث ایک طلاق رجعی واقع ہوئی تھی، لیکن چونکہ عدت کے اندر رجعت نہیں ہوئی، لہذا بعد عدت طلاق بائن ہو گئی، اور عورت بائنہ ہے حلالہ صرف تجدید نکاح سے زوجیت میں آسکتی ہے، ضرورت حلالہ شرعیہ صرف طلاق مغلظہ میں پڑتی ہے جو کہ یہاں مفقود ہے، ہاں اگر جواب آپ نے مسلک احناف پر دیا تھا، تو اس کی وضاحت کر دینی ضروری تھی (محمد یونس غفرلہ، مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب پھاٹک حبش خاں دہلی)

**مفتی**:۔ تعاقب صحیح ہے (اہلحدیث امرتسر ۵ فروری ۱۹۳۲ء)

**س**:۔ زید کی نکاح خوانی ایک کنواری لڑکی سے ہوئی، نکاح کے چند دنوں بعد لڑکی بیمار ہو گئی، اور رسوم شادی کے بغیر غیر مدخولہ ہی فوت ہو گئی، یعنی ناکح سے ہم بستر ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گئی، اب اگر لڑکی مذکورہ کی ماں جو بیوہ ہے زید موصوف کے ساتھ نکاح کرے تو از روے قرآن و حدیث جائز ہے؟

**ج**:۔ زید کا اس کی منکوحہ غیر مدخولہ کی ماں سے نکاح جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ وامھات نسائکم۔ یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں (اہلحدیث ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء)

**س**:۔ زید کا نکاح بعمر ۸ سال ہندہ کے ساتھ ہوا، ہندہ کی عمر اس وقت ۲۰ سال کی تھی، ہندہ کو اپنی عفت سنبھالنا نہایت دشوار ہو گیا ہے، حتیٰ کہ ایک لڑکی ناجائز فعل سے ہندہ کو پیدا ہوئی ہے، والدین ہر دو جانب کے اس ناجائز فعل سے پھانسی کھانے کو تیار ہیں، عورت بار بار استدعا کرتی ہے، کہ میری مخلصی ہو، جس طرح سے ہو کیا حکم ہے؟

**ج**:۔ جس طرح نابالغ کی طرف سے بوقت نکاح باپ ولی ہو سکتا ہے، بوقت ضرورت طلاق بھی ولی دے سکتا ہے۔ کذا قال الشیخ ابن تیمیۃ (اختیارات)

(اہلحدیث ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء)

**شرفیہ**:۔ یہ نکاح بھی قیاسی تھا، اور پھر قیاس بھی اعلیٰ کو ادنیٰ پر کیا گیا، اور کتاب و سنت یا خلفائے راشدین سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اور جب یہ نکاح منعقد ہو گیا، تو پھر بقول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شیخ الاسلام طلاق کو بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س**: زید نے مجلس مسلمانان میں یوں کہا، کہ میں نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا ایجاب بکر کے لڑکے خالد کو دیا، بکر نے کہا کہ میں نے اپنے لڑکے خالد کے لئے قبول کیا، حالانکہ خالد ہزار میل کے فاصلے پر باہر ملازم ہے، اب زید دینے سے انکاری ہے، اب سوال یہ ہے، کہ کیا زمانہ خیر القرون میں کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے، کہ بالغ لڑکے کا ایجاب قبول باپ کر سکتا ہے یا نہ، اگر کر سکتا ہے، تو کیا لڑکے کو بھی اس کا باپ بذریعہ تار یا خط ایجاب قبول کرانے کا خطر رکھتا ہے یا باپ ہی کا قبول کافی ہے

**ج**: ناکح کی طرف سے وکیل بن کر دوسرا شخص نکاح کر سکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ام حبیبہ رضی سے حبشہ میں ہوا، اور آپ مدینہ شریف میں تھے، جب غیر آدمی وکیل ہو سکتا ہے، تو باپ بطریق اولے ہو سکتا ہے، بشرطیکہ باپ صراحتہ یا اشارۃً وکالت حاصل کر چکا ہو، اگر نہیں تو نکاح درست نہیں (۲۸ رمضان ۱۳۵۶ھ)

**شرفیہ**: نکاح مذکور میں نجاشی شاہ حبشہ کے واقعہ میں اس شرط کی صراحت مجھے یاد نہیں، اور غالباً ہے بھی نہیں، ہاں جس کی طرف سے وکالت کی گئی ہے، اس کے تسلیم کرنے پر موقوف ہے، ورنہ نہیں (ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

**س**: غلام فاطمہ کی عمر جب کہ وہ پانچ سال کی تھی، بغیر رضامندی حقیقی چچا کے نکاح کر دیا گیا، لڑکی کا باپ لڑکی کی پیدائش سے پہلے فوت ہو چکا تھا، اور حقیقی چچا ولی تھا، حقیقی چچا شادی میں شامل نہیں ہوا، کیونکہ وہ ناراض تھا، اور حقیقی چچا نے نکاح کی اجازت نہیں دی، گاؤں کا نمبردار شادی میں شامل تھا، گاؤں کے نمبردار نے نکاح کی اجازت دے کر نکاح کرا دیا، گاؤں کا نمبردار بے دین ہے، نہ روزہ نہ نماز پر عمل، بلکہ دین سے بالکل بے بہرہ ہے، اب لڑکی کی عمر ۲۰ سال کی ہے اب لڑکی سسرال جانا نہیں چاہتی لڑکی خاوند کو پسند نہیں کرتی، اب لڑکی عمر سات سال سے اپنی ماں کے پاس ہے، کیا لڑکی نکاح ثانی کر سکتی ہے، اگر کرے تو کس طرح کرے، لڑکے نے دوسری جگہ شادی کرالی، لڑکی ماں کے پاس ہے، سسرال والے کوئی خرچ وغیرہ نہیں دیتے، اگر ان سے طلاق مانگی گئی، تو طلاق نہیں دیتے، کیا ایسی صورت میں لڑکی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ جواب قرآن و حدیث سے دیا جاوے

**ج**: صورت مسئولہ میں ولی چچا حقیقی ہے، اس کی رضامندی کے بغیر نکاح صحیح نہیں، جب وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ناراض ہے، تو نمبردار کی اجازت سے نکاح نہیں ہوا، شرعاً یہ نکاح کالعدم ہے فیصلہ قطعی کے لئے بذریعہ عدالت سب جج اجازت حاصل کر کے نکاح ثانی کر سکتی ہے، اللہ اعلم

(۲۸ رمضان ۱۳۵۶ھ)

س: اگر عورت پابند صوم وصلوٰۃ ہو اور زبان سے اپنے آپ کو ہندو یا عیسائی کہے، تو نکاح فسخ ہو جائے گا، یا نہیں، اگر وہ ایسا کرے، تو توبہ کس طرح کرے، پھر اس کی شادی ہوگی یا نہیں؟

ج: عورت کا کہنا لغو اور باطل ہے، نکاح میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا، خدا کے حضور استغفار کرے

(اہلحدیث ۲۸ رمضان ۱۳۵۶ھ)

شرفیہ: یہ جب ہے، کہ قول مذکور دل سے نہیں، بلکہ ہنسی مذاق یا کسی وجہ سے بطور توریہ بلا تسلیم قلبی تھا، اور اگر دل سے تھا تو تسلیم کر کے اقرار کیا تھا، تو پھر ارتداد ثابت اور نکاح باطل۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

س: اگر عورت کہے، کہ فلاں شخص سے شادی نہ کروں گی، اگر کروں گی، تو میں ہندو، کافر یا عیسائی ہوں، اگر وہ عورت اسی شخص سے شادی کرلے، تو وہ کافر ہو جاتی ہے یا نہیں نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

ج: زبان سے کچھ کہنے کا کچھ مطلب نہیں، مگر ایسے لفظ کہنے سے پرہیز کرے۔

(۲۸ رمضان ۱۳۵۶ھ)

س: اگر عورت کہے، اگر میں جھوٹی ہوں تو عیسائی یا ہندو ہوں، کیا اس کا نکاح فسخ ہو جائیگا یا نہیں؟

ج: یہ لغو کلمہ ہے، ایسا کہنے سے نکاح پر کچھ اثر نہیں، البتہ گنہ گار ضرور ہے۔

(۲۸ رمضان ۱۳۵۶ھ)

شرفیہ: سب کا جواب وفیصلہ یہ ہے، کہ حدیث نبوی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی ملۃ غیر الاسلام کاذبا فھو کما قال الحدیث متفق علیہ (مشکوۃ ج ۲ ص ۲۹۶) حدیث کے اور الفاظ بھی وارد ہیں، ظاہر حدیث کا یہ ہے، کہ شخص مذکور کافر ہو جاتا ہے، مگر علمائے اسلام نے اس میں بہت کلام اور اختلاف کیا ہے اور تفصیل لکھی ہے، مگر تحقیق یہ ہے، کہ بصورت کذب بھی کافر ہو جاتا ہے، بعدہ فوراً توبہ کرے، اگر شادی ہو چکی تھی، تو نکاح فسخ ہو گیا، فوراً تجدید نکاح کرے، ہذا واللہ اعلم (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



س:۔ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح خالد سے اس شرط پر کیا، کہ خالد کو زید ہی کے گھر بود و باش اختیار کرنا ہوگا، اور بعد نکاح جلد ہی مہر ادا کرنا ہوگا۔ خالد نے اس شرط کو منظور کر لیا تھا، اب بعد نکاح خالد کا یہ حال ہے، کہ زید کے گھر تک بھی نہیں آتا (شروع میں ایک دو بار آیا تھا) نکاح کو چھ ماہ کا عرصہ گذرا، اور خالد نے لڑکی کی ذات پر آج تک پیسہ بھی نہیں خرچ کیا، ایک مجلس میں (جو اسی غرض سے منعقد کی گئی تھی) دس بارہ شخصوں نے خالد سے کہا کہ ایسا کیوں کرتے ہو تم لڑکی کے نباہ کی صورت نکالو، خالد نے صاف لفظوں میں کہدیا، کہ لڑکی کی نباہ کی صورت میرے نزدیک کچھ نہیں ہے، خالد کی اس بات پر بعض لوگ کہتے ہیں، کہ طلاق واقع ہو گئی اب سوال یہ ہے، کہ خالد کی بات سے طلاق ہوئی کہ نہیں، علاوہ اس کے زید کے لئے شرعی حکم جو کچھ ہو، فرمایا جائے۔

ج:۔ خالد کی بے توجہی اور نان و نفقہ نہ دینا، اور پھر اسی صورت میں یہ الفاظ کہنا، کہ نباہ کی کوئی صورت نہیں، یہ طلاق کنائی ہے (۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء)

س:۔ زید نے اپنی کو اس شرط سے طلاق دی، کہ بکر کے ساتھ نکاح نہ کرے، کیا عورت مذکور اس شرط کی پابند ہے؟ اگر وہ بعد عدت بکر سے نکاح کرے، تو کیا یہ نکاح ناجائز ہوگا؟

ج:۔ عدت گذارنے کے بعد عورت کو اختیار ہے، کہ کسی سے نکاح کرلے، طلاق میں اس کو کچھ دخل نہیں، اس لئے بوقت طلاق ایسی شرط لگانا حدیث بریرہ رضہ کے ماتحت لغو ہے اگر اس نے بکر سے نکاح کر لیا ہے، تو یہ نکاح جائز ہے، اگر عورت نے اس شرط کو منظور کر لیا تھا، تو وعدہ خلافی کے باعث گنہگار ہوگی (اہلحدیث ۲۴ دسمبر ۱۹۳۷ء)

س:۔ نفرت قلبی کی وجہ سے ایک شخص نے اپنی بیوی کو عرصہ ہوا، کہ گھر سے نکال دیا ہے عورت نے اپنے اس خاوند سے آوارگی کو نا برداشت کرتے ہوئے طلاق مانگی، اس کے خاوند نے کہا، کہ اگر اتنا روپیہ ادا کرو، تو طلاق دی جاوے گی، عورت کے وکیل طلاق نے روپیہ پیش کیا، تو اس شخص نے روپیہ کے لینے اور طلاق دینے سے انکار کر دیا ہے، اب حالت مجبوری ہے، ایسی حالت میں عورت کی عصمت کا بچانا بھی مشکل ہے، شریعت محمدیہ میں طلاق مرد کے ہاتھ ہے، عورت خواہ اس کی کتنی ہی تنگی میں ہو قید میں ہے، اور اس قید سے رہائی یعنی فسخ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں (مولوی شرف الدین از گجرات)

ج:۔ ایسی حالت میں جب کہ خاوند صریح ظلم کرے، عورت کو نکاح فسخ کرانے کا شرعًا حق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حق حاصل ہے، حدیث شریف میں آیا ہے۔ لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا۔ الآیۃ۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث ۷، جنوری ۱۹۳۸ء)

**شرفیہ**:۔ یعنی عدالت اسلامیہ سے قاضی شوہر سے طلاق دلوائے اگر نہ دے، تو پھر حکم فسخ جاری کرے، اگر عورت فسخ نہیں کر سکتی ہے (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

**س**:۔ کنواری بالغہ یا شادی شدہ لڑکی اپنے سسرال میں اول مرتبہ جب حیض میں مبتلا ہوتی ہے تو گھر والے اسے امور خانہ داری سے الگ تھلگ رکھتے ہیں، اور گھر کے رشتہ داروں کے ساتھ خلط ملط بھی نہیں ہونے دیتے، گویا اس کے ساتھ ترک موالات کرتے ہیں، یہاں تک کہ گھر کے چھوٹے بڑے اور بچے بھی حائضہ کو نہیں چھوتے، گویا ایام حیض میں اسے اچھوت سمجھتے ہیں جب حیض سے فارغ ہو جاتی ہے، تو حائضہ کے ناخن ترشواتے ہیں غسل کرواتے ہیں، اور محلہ والوں کے لڑکے لڑکیوں کو بلا کر ان کے بیچ میں حائضہ کو بٹھاتے ہیں، اور کوئی شیرینی چیز کھلاتے ہیں اور اس کی گود میں ایک لڑکا دیتے ہیں، ملکی اصطلاح میں اس رسم کو گود بھرانا کہتے ہیں، علاوہ ازیں جس گھر میں حائضہ رہتی ہے، اس گھر کو اچھی طرح لیپتے ہیں، اور گدڑی، تکیہ، بستر وغیرہ غرضیکہ جس چیز کو حائضہ چھوتی ہے، اس کو دھوتے ہیں، یہ رواج منوران اطراف میں جاری ہے، آپ اس پر قرآن وحدیث کی رو سے روشنی ڈالیں، کیا یہ رواج صحابہ کرام کے زمانہ میں تھا؟

**ج**:۔ یہ رسم اسلامی نہیں ہے، بلکہ یہود ایسا کیا کرتے تھے، چنانچہ حدیث شریف میں حضرت انس سے مروی ہے۔ ان الیھود کانوا اذا حاضت المراۃ فیھم لم یواکلوھا ولم یجامعوھن فی البیوت الحدیث (ابوداؤد وغیرہ) کہ یہودی لوگ حیض والی عورت کے ساتھ نہ کھاتے اور نہ گھر میں اکٹھے رہتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رسم بند فرمادی، ہاں اتنا فرمایا فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ یعنی حیض کی حالت میں عورتوں سے جماع نہ کرو،

(۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء اہلحدیث امرتسر)

**س**:۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے مذاق میں کہا، کہ آپ ایک دوسری عورت کرلیں، شوہر نے بھی مذاق میں جواباً کہا، کہ تم بھی ایک دوسرا مرد (شوہر) کرلو، کیا اس طرح کہنے سے نکاح میں کچھ فتور آیا، یا نہیں؟

**ج**:۔ مذکورہ سوال الفاظ کہنے سے بحکم اقتضاء النص طلاق ہو جائے گی، کیونکہ حدیث شریف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں آیا ہے۔ ثلث جدھن جد وھزلھن جد یعنی طلاق مسخری سے کہے تو واقع ہو جاتی ہے

(۴ر فروری ۱۹۳۸ء)

**تعاقب** مولوی عبدالغنی صاحب پڑھی مال کے تحریر فرماتے ہیں، کہ سوال ۲۷۹ کے جواب ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کے پرچہ میں لکھا گیا ہے، کہ جمہور علماء کے نزدیک مرتدہ کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، خواہ عورت حقیقۃً مرتدہ ہو یا حیلۃً۔ یہ مذہب محدثین کا کونسی معتبر کتاب میں ہے، نیز آپ نے اپنے اخبار ۱۹ر مئی ۱۹۳۳ء میں اس کے خلاف تحریر فرمایا ہے، کہ عدالت کے نزدیک فسخ ہو جائے گا، مگر اللہ کے نزدیک تعلق نکاح باقی رہے گا۔

**جواب** حدیث شریف میں آیا ہے۔ من قال انی بری من الاسلام ان کان کاذبا فھو کما قال الحدیث یہ حدیث بروایت احمد ونسائی منتقی میں آئی ہے، محدثین کا مذہب دیکھنا ہو تو حدیث من بدل دینہ کے ذیل میں شراح حدیث کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

**س**:۔ اس طرف اکثر لوگ وقت نکاح نوشہ کو تین تین بار کلمہ پڑھاتے ہیں، توبہ کراتے، اور تین تین بار لفظ ایجاب وقبول کا کہلاتے ہیں، یہ طریق از روئے شریعت سنت ہے یا بدعت؟ جواب تحریر فرمائیں۔

**ج**:۔ نکاح میں ایجاب وقبول کرانا شرط ہے، مگر کلمے پڑھانا جزو نکاح نہیں، اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس فعل کا ثبوت ملتا ہے (۸ر مارچ ۱۹۳۸ء)

**س**:۔ چونکہ اس ملک کے لوگ بدھ مذہب کے پیرو ہیں، جنہیں برہما بھی کہا جاتا ہے اس ملک میں بعض مسلمان اور بعض نام کے مسلمان اس ملک کی عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں، حالانکہ عورت مشرکہ ہے، بوقت نکاح امام صاحب مسجد تشریف لا کر زبردستی کا لٹھ سر پر لے کر جبراً قہراً کلمہ طیبہ پڑھوا لیتے ہیں، مولوی صاحبان ایک ایک لفظ کہلاتے ہیں، پھر بھی بمشکل کہہ سکتی ہے چونکہ وہ غیر زبان کے لوگ ہیں بس یہ کلمہ پڑھا دیا گویا نکاح کا مکمل ہو جانا تصور کیا جاتا ہے، بعد اس کے عورت مذکورہ پھر وہی اپنی پرانی روش پر قائم رہتی ہے، صرف فرق اتنا ہے، کہ مرد کے خوف سے بت نہیں پوجتی، اور لحم خنزیر سے پرہیز کرتی ہے، ورنہ سب باتیں وہی ہوتی ہیں، جو پہلے تھیں مثلاً پردہ کا نہ ہونا، سٹری بدبودار مچھلی کا کھانا، پوشش جو پہلے تھی وہی رکھنا، صوم وصلوٰۃ کے نزدیک کبھی بھول کر بھی نہ جانا، بازاروں میں ننگے سر بناؤ سنگار کر کے چلنا پھرنا، غرضکہ تمام عیوب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو اسلام میں نہ ہونے چاہئیں، ان میں سب موجود ہوتے ہیں، پھر ان کے مرنے کے بعد لوگ اصرار کر کے اس عورت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں، اور نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور نہ پڑھنے والوں پر طعن کرتے ہیں، ایسے ہی ان کی اولاد جو بوقت پیدائش سے حد بلوغ تک بھی نماز کا نام نہیں جانتے، ان کے مرنے پر بھی یہی باتیں پیش ہوتی ہیں، کیا ایسے لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کیا جاتے؟ نماز جنازہ ان پر پڑھنا چاہیئے، یہ واضح رہے، کہ ان کے مرد بھی ایسے ویسے ہی نمازی ہوا کرتے ہیں آٹھ کی، کاٹھ کی، ۶۰ ۳ کی بعض وہ بھی نہیں، ہاں کلمہ گو ضرور ہیں، شغل شراب وکباب بھی ہوتا ہے

(ظہیر احمد از میلانگ سالار پیا) ۲۲ ربیع الاول ۳۷ھ

**ج:** بحکم قرآن مجید مشرکہ عورت سے نکاح درست نہیں لا تنکحوا المشرکت حتی یؤمن عورت مذکورہ اگر کلمہ شریف پڑھ لیتی ہے، تو یؤمن میں آ گئی، دل کا حال خدا جانے لہذا اس کا نکاح جائز ہے علاوہ اس کے اگر خاوند بھی ایسے ہی ہیں تو بحکم الخبیثات للخبیثین معاملہ قابل درگذر ہے (۲۲ ربیع الاول ۳۷ھ)

**شرفیہ:** یہ صحیح نہیں تا وقتیکہ عقائد اسلامیہ کو سمجھ کر تسلیم نہ کرے، اور حتی الامکان احکام ضروریہ کی پابند، شرک وکفر اور محرمات سے مجتنب نہ ہو ایماندار نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی اس کا نکاح مرد مومن مسلم سے صحیح ہے، اور اگر الخبیثات للخبیثین کا معاملہ ہے، تو دونوں ہی ایمان سے خارج بس قصہ ختم، سوال کی ضرورت ہی نہیں (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س:** کیا اہل کتاب (یعنی نصاری ویہودی) کی لڑکیوں سے مسلمین شادی کر سکتے ہیں یا نہیں کیا حضرت عمر رض نے اپنے زمانے میں اہل کتابوں سے شادی کرنا منع فرما دیا تھا، علاوہ اس کے غیر اقوام جو اہل کتاب نہیں ہیں ان کی لڑکیوں سے بیاہ کر سکتے ہیں؟

**ج:** قرآن مجید میں اہل کتاب کی لڑکیوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اہل کتاب قرآن مجید میں یہود ونصاری کو کہا گیا ہے ان کے سوا باقی لوگوں کو نہیں، اس شان کے سوا اور لوگوں سے خواہ ہندو ہوں یا کوئی اور قوم شادی نکاح کرنا منع ہے۔ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن

(اہلحدیث ۴ جمادی الثانی ۳۷ھ)

**س:** مہر نکاح کے بعد اسی وقت ادا کرے، یا کہ پیچھے ادا کرنے سے ہوگا، جیسے اللہ ورسول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حکم ہو تحریر فرمادیں۔

ج۔ مہر نکاح ہونے ہی واجب الادا ہو جاتا ہے، توفیق ہو تو ادا کر دے، نہ ہو تو قرض رہے گا پیچھے ادا کر دے۔ لا تنسوا الفضل۔ (اہلحدیث ۵ام جمادی الثانی ۳۷ھ)

س۔ دو بہنیں ہیں ایک کا نام ہندہ، دوسری کا نام زینب ہے، ہندہ کا ایک لڑکا زید، اور زینب کی لڑکی، ہندہ نے زینب کی لڑکی کو ایک دن میں ایک دفعہ دودھ پلایا، کیونکہ زینب گھر نہ تھی، اور لڑکی قریب المرگ ہو گئی، اسی طرح زینب نے ہندہ کے لڑکے زید کو بھی دودھ پلایا، کیونکہ ہندہ گھر نہ تھی، اور ہندہ کا لڑکا زید فوت ہو گیا ہے، اور ہندہ کے گھر اس لڑکے کے فوت ہو جانے کے بعد خداوند کریم نے دو فرزند دیئے، اور ہندہ اپنی ہمشیر زینب سے اپنے لڑکے کے لئے اس کی لڑکیوں کا رشتہ طلب کرتی ہے، اور زینب کی اس لڑکی کے سوائے تین اور لڑکیاں ہیں جس لڑکے نے دودھ پیا ہے، وہ فوت ہو گیا ہے، اور زینب کی لڑکی جس نے ہندہ کا دودھ پیا تھا حیات ہے، اب سوال یہ ہے، کہ ہندہ کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ زینب کی لڑکیوں کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ج۔ جن لڑکوں نے خالہ کا دودھ نہیں پیا، ان کا نکاح خالہ کی لڑکیوں سے درست ہے، واخواتکم من الرضاعة۔ (۲۶ جمادی الاول ۳۷ھ)

س۔ ایک عورت جس کا زوج آج تین مہینے ہوئے انتقال کر گیا ہے اب اگرچہ بدلیل صریح الذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا الخ ناجائز ہے، تاہم عورت مذکورہ ابھی نکاح پر آمادہ ہو گئی ہے، اور عدت سے کچھ تمیز نہیں کرتی، ایک شخص اس پر آمادہ ہے، حتی کہ تعشق کارروائی کر رہی ہے، اب اگر عدت کے موافق انتظاری اہل جماعت کریں، تو خوف زنا لابدی ہے، لہذا صورت مندرجہ میں قبل منقضی ہونے عدت کے جواز نکاح ہو گا یا نہیں، اگرچہ ارشاد باری تعالے لا تعزموا عقدة النکاح الخ عدم جواز پر مترشح ہے، بہر کیف علی کلا التقدیرین بادکہ ساطعہ جواب تحریر فرمادیں، ورنہ نقصان عظیم لازم ہو گا۔ دیگر اللہ تعالی نے ہر قسم کی عدت کیوں مقرر کی، حالانکہ مالک کا کوئی کام بلا وجہ نہیں ہے۔ والسلام

ج۔ سائل نے جو آیت منع کی لکھی ہے، وہی دلیل قوی ہے، اس کے برخلاف کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے جواز نکاح ثابت ہو سکے، یہ بہانے سب زناکاروں کے ہیں، ورنہ چار ماہ دس اتنی لمبی مدت نہیں، کہ عورت گذار نہ سکے، عدت کا حکم دو فائدوں کے لئے ہے، ایک تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حمل معلوم ہوسکے، دوم عورت حالت غم والم سے جو خاوند کے مرنے سے اس کو لاحق ہوئے ہیں، چند دنوں تک فارغ ہولے، (۱۸ رجمادی الثانی ۳۷ھ)

**س**:۔ پھوپھیرے بھائی کی لڑکی حقیقی بھتیجی جیسی ہے، یا نہیں؟ اور غیر محرم ہے یا محرم اس کے ساتھ شادی کرنی جائز ہے یا نہیں، قرآن وحدیث اور فقہ سے محقق جواب دیں۔

**ج**:۔ اصل پھوپھیری بہن ہو تو وہ بھی محرم نہیں، اس سے بھی شادی کرنی درست ہے چہ جائیکہ اس سے کم درجہ پھوپھیرے بھائی کی لڑکی سے تو بلا اختلاف واعتراض نکاح جائز ہے نہ وہ محرم ہے نہ وہ حقیقی بھتیجی جیسی ہے (۱۲ رشوال ۳۷ھ)

**س**:۔ اگر کوئی مرد مسلمان جوان سال نکاح کرے، اور متاہل ہونے کے بعد منکوحہ کو نان ونفقہ دینے کی مقدرت واستطاعت نہ رکھے تو اس صورت میں وہ کیا کرے؟ وہ شخص بالکل مفلس اور کنگال ہے خود اس ہی کا گذر بہت مشکل سے ہوتا ہے

**ج**:۔ عورت اگر علیحدگی چاہے، تو اس کو طلاق دے دے، قرآن مجید میں ارشاد ہے لا تمسکوھن ضرارا۔ عورتوں کو دکھ دینے کے لئے مت روک رکھا کرو (۲۶ رشوال ۳۷ھ)

**تشریح**:۔ اقول۔ اس آیت سے استدلال وجوب طلاق صحیح نہیں اس لئے کہ ضرر کی نسبت مرد کی طرف صحیح نہیں ہے۔ اضرار اور چیز ہے، اور ضرر پہنچنا من جانب اللہ بسبب ما کسبت ایدیکم اور چیز ہے، قسم اول سے استدلال ہوسکتا ہے، دوم سے نہیں، جب مرد لائق کمانے کے تھا، اور بعد کو مفلس ہوگیا ہے، خواہ عدم روزگار سے، خواہ اور قسم مرض وغیرہ سے، تو وہ مجرم نہیں، عورت کو صبر لازم ہے، اور اس پر مرد کا حق ہے، کہ حتی الامکان اس کا ساتھ دے، موسرہ ہو تو اپنے پاس سے خرچ کرے، ورنہ محنت مشقت کرنے سے دریغ نہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی حضرت علی رضی کے گھر کا کام کرتی تھیں چکی پیستیں، پانی بھرتیں۔ اور ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف الآیۃ (پ۲ ع۱۲) عورت کے مرد کی خدمت کرنے پر دال ہے۔ اور حکیم بن معاویہ قشیری نے کہا۔ یا رسول اللہ ما حق زوجۃ احدنا علیہ قال ان تطعمھا اذا طعمت وتکسوھا اذا اکتسیت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تھجر الا فی البیت رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ (مشکوۃ ج۲ ص۲۸۱) سے ثابت ہے، کہ مرد کے پاس جب وسعت ہو، تو جیسا آپ پہنے اس کو بھی پہنائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور جب آپ کھائے اس کو بھی کھلائے، اور جب یہ مجبور نادار ہو تو پھر اس پر اعتراض نہیں اور حکم فسخ باطل ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لو کنت امرًا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجہا ولو امرہا ان تنتقل من جبل اصفر الی جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل ابیض کان ینبغی لہا ان تفعلہ رواہ احمد (مشکوٰۃ ص ۲۸۳ ج ۲)

اور حضرت صدیق اکبر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت مبارک میں تشریف لائے، تو آپ کو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن اور سکوت کی حالت میں پایا اس پر حضرت عمر رضؓ نے آپ کے خوش کرنے کو اپنا واقعہ بیان کیا، اور کہا حضور میری زوجہ نے مجھ سے خرچ طلب کیا، تو میں نے اس کی گردن دبادی، گھونسہ مار دیا، آپ ہنسے اور فرمایا، کہ یہ میری ازواج مطہرات بھی یہی مطالبہ کر رہی ہیں، اس پر صدیق اکبر رضؓ اپنی بیٹی عائشہ رضؓ کو، اور حضرت عمر رضؓ اپنی بیٹی حفصہ رضؓ کو گردن دبانے مارنے لگے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ خرچ طلب کرتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے (رواہ مسلم فی صحیحہ مشکوٰۃ ص ۲۸۱ ج ۲) اور فتح خیبر سے پہلے عموماً صحابہ افلاس کی حالت میں تھے، تو کیا ان کی عورتوں کے نکاح فسخ ہوا کرتے تھے، پھر تو معدودے چند ہی عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھتے ہوں گے، باقی سب مجرد، اور لفظ تقول (ای المرأة) اطعمنی والا فارقنی رواہ احمد وغیرہ یہ قول ابوہریرہ رضؓ کا ہے حجت نہیں۔

اور روایت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امراتہ قال یفرق بینہما رواہ الدارقطنی والبیہقی من طریق عاصم القاری عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ صحیح نہیں۔ ابو حاتم وعن سعید بن المسیب عند سعید بن منصور والشافعی وعبد الرزاق فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اہلہ قال یفرق بینہما قال ابو الزناد قلت لسعید سنۃ قال سنۃ وھذا مرسل قوی والمرسل فی مقابلۃ الادلۃ المذکورۃ لیس بشئ وکذا ما روی عن عمر رضؓ عند الشافعی وعبد الرزاق وابن المنذر انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائہم امرہم ان ینفقوا او ان یطلقوا ویبعثوا نفقۃ ما حبسوا انتہی۔ لا حجۃ فیہ لان ھذا لیس مما نحن فیہ لانہم لم یکونوا مفلسین بل متمولین یاخذون الوظائف ولہذا قال عمر رضؓ ویبعثوا نفقۃ ما حبسوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ونسبۃ الفسخ عند الاعسار الی عمر رض وعلی لم تثبت وان قال اکثر العلماء بالفسخ لکنہ لیس بشئ بل باطل قطعا بالادلۃ المذکورۃ۔ دلالۃ الاصل اذا ثبت النکاح بالکتاب والسنۃ فلم یفسخ باقوال الرجال مالم یثبت الا بالکتاب والسنۃ بسند صحیح لاشبھۃ فیہ۔ ان قائلین فسخ سے کوئی پوچھے، کہ حضرت بالفرض اگر عورت نے بہ سبب اعسار زوج آپ کے فتویٰ سے فسخ نکاح پر عمل کر لیا، اور دوسرے شخص سے نکاح کیا، پھر وہ بھی ایسا ہی مفلس ونادار ہو گیا، پھر فسخ پر عمل کیا، پھر تیسرے سے کیا، پھر وہ بھی ایسا ہی ہو گیا اور یہ کوئی امر محال نہیں، بہت ممکن ہے علی ہذا القیاس یہ سلسلہ جاری رہا، تو کیا یہ رفیقہ حیات کہلانے کے لائق ہو گی، اور کیا یہ طریق آپ کتاب وسنت یا خیر القرون سے ثابت کر سکتے ہیں فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فارجعوا عنہ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س**: ایک عورت کا خاوند گذر گیا، اور ایک کا زندہ ہے لیکن اس نے طلاق نہیں دی، گذرے ہوئے خاوند والی کی عدت پوری نہیں ہوئی، قاضی نے ہر دو عورتوں کا نکاح کر دیا، دونوں کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

**ج**: یہ ایک کھلی بات ہے، کہ ایسا نکاح جائز نہیں والمحصنات من النساء الخ ایسا نکاح خوان سخت گنہ گار ہے، اس کو عہدہ قضا سے معزول کر دینا چاہیئے، اور اس کو جلدی توبہ کرنی چاہیئے۔ (۱۸ ذلیقعدہ ۱۳۳۷ھ)

**شرفیہ**: حرام کو حلال بتانا شیطان کا کام ہے۔ اور استحلال کفر۔

(ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

**س**: ایک عورت نے حیض آنے کے تین روز بعد غسل کیا، شوہر کے پوچھنے پر بیان کیا، کہ میں پاک ہو گئی، بعد ملاپ خون نظر آیا، اس صورت میں اس گناہ پر کفارہ کیا ہے؟

**ج**: بحکم حدیث شریف ایک درم یعنی آج کل کے حساب کے مطابق ۱/۴ کفارہ کافی ہو گا (۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ)

**شرفیہ**: یہ کفارہ ۱/۴ یا نصف بعد انقطاع حیض نہیں، بلکہ بحالت حیض ہے، دم احمر میں دینار، دم اصفر میں نصف دینار۔ ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۶

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س**: کسی کے گھر تقریب ولیمہ ہے، اور اس محفل میں رقص بھی ہو تو اس جگہ کا کھانا جائز ہے، یا اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کھانے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

ج: محفل رقص اور مجلس طعام ایک ہی ہے، تو کھانے میں شریک نہ ہو اور اگر مجلس طعام جدا ہے، جہاں رقص کا کوئی اثر نہیں پہنچتا، تو طعام میں شریک ہو سکتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساءوا فاجتنب اساءتھم (بخاری) یعنی جب کوئی نیک کام کرے، تو اس کے ساتھ مل جاؤ، جب برا کرے، تو اس سے الگ ہو جاؤ، دعوت ولیمہ ایک نیک کام ہے، اور مجلس رقص بد کار ہے، ولیمہ میں بغیر شرکت رقص کے شریک ہو سکے، تو شرکت جائز ہے، ورنہ نہیں

(اہل حدیث۔ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ ہجری)

شرفیہ: مجیب مرحوم نے خود لکھا ہے، کہ مجلس رقص بدکار ہے یعنی کار بد ہے، تو بدکار لوگ فاسق ہیں، اور ایک حدیث میں ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۹) خصوصاً ایسی دعوتوں میں فاسق ہی اکثر شریک ہوتے ہیں، اور عموماً ایسی دعوتیں نمود اور ریا اور دیگر خرافات پر مشتمل ہوتی ہیں، لہٰذا یہ احسن عمل نہیں، بلکہ غیر احسن ہے، پس اجتناب لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت فاطمہ رض کے دعوت پر بلانے پر گھر کے دروازے پر مصور چلمن دیکھ کر واپس آ گئے تھے، اس لئے دروازہ معیوب امر تھا اور اندر طعام باقاعدہ (رواہ احمد وابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۲۷۸ جلد ۲۔

(ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

س: ایک عورت کو اس کے خاوند نے کسی وجہ سے ظلم کے ساتھ مکان سے نکال دیا، مذکورہ عورت ماں کے مکان میں ڈیڑھ سال رہی، اتنے عرصہ میں خاوند نے بی بی کی کچھ خبر نہ لی، نہ نان و نفقہ دیا، آخر بی بی نے ماں کے مکان سے ایک رشتہ دار کے مکان میں دس ماہ رہ کر خلع طلاق لیا، طلاق لینے کے بعد چار روز اسی رشتہ دار چچا کے ساتھ بی بی کا نکاح ہوا، یہ نکاح شرعاً حلال ہے یا حرام، جواب قرآن و حدیث سے فرمائیں۔

واضح ہو، کہ بی بی کو برابر حیض آتا تھا، اور جس روز نکاح ہوا، اس کے دو روز قبل حیض سے پاک ہو چکی تھی، اور یہ حال جس شخص نے نکاح کیا اس کو خوب معلوم تھا۔

ج: خلع کے بعد ایک حیض کامل ہو چکا ہے، تو نکاح جائز ہے۔

(اہلحدیث ۶ صفر ۱۳۳۸ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**شرفیہ:** یہ جواب مجمل ہے، تفصیل یہ ہے، کہ اگر خلع ہونے کے بعد حیض شروع ہو کر ختم ہوا، تو نکاح صحیح ہے، اور اگر پہلے سے حیض آرہا تھا جب ختم ہونے کو تھا تو خلع ہوا، اور حیض منقطع ہوا، تو صحیح نہیں، ایک حیض کامل شرط ہے، اور اس صورت میں حیض کامل نہیں پایا گیا، اور رشتہ دار چچا کے ساتھ نکاح سے کیا مراد ہے، یعنی دور کا رشتہ تھا، حقیقی اور قریبی چچا نہ تھا تب تو نکاح صحیح ہے، اور اگر حقیقی تھا، تو باطل ہے۔

**س:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ بحالت لاعلمی کی گئی، بعد معلوم ہونے کے ہندہ نے کہا کہ مجھ کو ایسا بے دین آدمی منظور نہیں، ہندہ نے زید کو کہا کہ نماز پڑھو، زید نے جواب دیا، کہ ہم تمہاری نماز نہیں جانتے، وہ کیا چیز ہے، اور ہندہ باقاعدہ نماز روزہ ادا کرتی ہے، اور وہ آدمی اللہ و رسول کو پہچانتا ہی نہیں، اور مسلمان کو بہت برا تصور کرتا ہے، اور مذہب غیر اسلام کو برگزیدہ شمار کرتا ہے، اور مجلس اہل ہنود کے ساتھ رکھتا ہے، اور مسلمانوں میں بیٹھنا ہی نہیں چاہتا، اور لا الٰہ الا اللہ کو بھی نہیں پڑھ سکتا، ہندہ کا سوال یہ ہے کہ ایسے آدمی سے تفریق کرا کر دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کیا جائے، تو جائز ہے یا نہیں؟

**ج:** اگر سوال کا واقعہ صحیح ہے، تو ایسا شخص مرتد ہے، اس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اللہ اعلم (۵ رنومبر ۱۹۳۷ء)

**شرفیہ:** بلکہ صورت مذکورہ میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، اس لئے کہ کافر سے مسلمہ کا نکاح صحیح نہیں شخص مذکورہ شروع ہی سے کافر ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ہمشیرہ بکر سے اور بکر کی ہمشیرہ زید سے شادی شدہ ہیں، یعنی بٹہ کا رشتہ ہے، زید نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا ہے، بکر کی ہمشیرہ عرصہ ۶ سال سے بکر کے پاس موجود ہے، زید نے اس عرصہ میں نہ خوراک دی اور نہ اس کو پوچھا اور نہ کبھی آیا، چونکہ بکر اور اس کی والدہ بہت غریب ہیں، اپنی ہمشیرہ کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے اور نہ زید ہی اس کو لے جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تنگ ہو گئے ہیں، اور اندیشہ ہے، کہ بکر کی ہمشیرہ کوئی اور بات نہ کرے، جو خلاف شرع اور بدنامی کا باعث ہو، آیا بکر اپنی ہمشیرہ کا نکاح کسی دوسری جگہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

**ج:** سوال ہماری سمجھ میں نہیں آیا، جب دونوں شادی شدہ ہیں، تو نکاح ثانی کیسے کر دیا، اور اگر شادی سے مراد منگنی ہے، تو اس کی تفصیل بتایئے، ان سب خرابیوں کی بنا یہ ہے، کہ لوگ حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے خلاف بٹہ کا رشتہ کرتے ہیں، جو منع آیا ہے۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۵ر نومبر ۱۹۳۶ء)

س:۔ ایک یتیم لڑکی نابالغہ ۹۔۱۰ سال کا نکاح بغیر رضا مندی اولیاء عصبات کیا گیا تھا صرف رشتہ داروں میں سے اس کی ماں پر جبر و دباؤ ڈال کر مجلس نکاح میں اجازت کے واسطے شامل کیا گیا تھا، اور وہ اس امر پر خوش نہیں، آیا ایسا نکاح اللہ و رسول کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز ہے

ج:۔ محدثین کے نزدیک عورت ولی نہیں ہو سکتی، اور فقہاء کے نزدیک بھی عصبات کی موجودگی میں ماں کو حق ولایت حاصل نہیں، اس لئے مندرجہ سوال بالاتفاق ناجائز ہے، واللہ اعلم (۱۲ر نومبر ۱۹۳۶ء)

س:۔ ایک آدمی نے اپنی عورت کو طلاق دی، اور اس عورت نے دوسرے ہی روز ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اس کی گود میں دو ماہ کی شیر خوار لڑکی ہے، اس عورت نے مہر شریعت کچھ نہیں لیا، کیا یہ نکاح درست ہے کہ نہیں؟ اور گواہان نکاح پر یا خواندہ نکاح پر یا مجلس میں بیٹھنے والوں پر کیا جرم شریعت محمدی میں ہے؟ مجلس میں بیٹھنے والوں کا بھی نکاح فسخ ہو گیا ہے یا نہیں؟ ان کے ہمراہ کھانا یا ان کی موت پر ان کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور ان کی اولاد کے ساتھ جو پیدا ہو گی، شریعت میں برتاؤ کا تعلق کیا ہے؟ ایسی عورت کی عدت کتنی چاہیئے، جواب دے کر مشکور فرمادیں۔

ج:۔ مطلقہ کی عدت تین طہر یا حیض ہے، اس عدت کے اندر نکاح کرنا صحیح نہیں، ایسے نکاح میں شامل ہونے والے اگر باعلم ہوں، تو خطا وار ہیں، اگر اس عدت کے اندر نکاح کرنے کو کوئی شخص حلال سمجھے، تو وہ متحلل حرام ہے، جو مسلمان نہیں رہ سکتا، تاوقتیکہ صحیح طور پر توبہ نہ کرے۔ (اہلحدیث ۱۲ر نومبر ۱۹۳۶ء)

تشریح:۔ یہ گول مول ہے، تفصیل یہ ہے، کہ اگر باعلم ہوں، تو عمل کی رو سے فاسق، بدکار اور اگر متحلل ہوں، تو پکے کافر توبہ واجب۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

س:۔ ایک حنفی آج کل یہ اعتراض کرتا ہے، کہ ایک فتوی اہلحدیث اخبار میں بیوہ عورت کی عدت کے متعلق تین حیض یا ماہ لکھا ہے، جس میں کسی سائل نے فتوی پوچھا تو جواب میں ثلثۃ قروء کی آیت پیش کی، جو قرآن کی صریحاً مخالفت ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

ج:۔ اہل حدیث کی مخالفت کرنے والے انصاف سے کام نہیں لیتے، اہل حدیث کا کوئی فعل ایسا نہیں ہے، جو حدیثوں میں نہ آیا ہو اور ائمہ سلف کا معمول بہ نہ ہو، اس لئے لوگ جتنی اہلحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی جتنی مخالفت کرتے ہیں، اسی قدر شرعیات سے بے خبر ہوتے ہیں، بیوہ کی عدت تو قرآن مجید میں صاف مذکور ہے یعنی چار ماہ دس روز، اخبار اہلحدیث میں اس کے خلاف اگر کسی پرچہ میں چھپ گیا ہے، تو اس کی تاریخ معلوم ہونے پر اصلاح کردی جائے گی، باقی جھگڑا بے کار ہے

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ)

**س**:۔ ایک مسلمان کے ہاں بیٹی ہے، وہ اپنی بیٹی کا نکاح ایک بے دین مسلمان کے ساتھ کرنا چاہتا ہے، دوسری طرف ایک موحد مسلمان متبع قرآن وحدیث، نہایت مخلص دیندار ہر طرح لائق اس لڑکی کا بیاہ مانگتا ہے لیکن وہ اس سے انکار کرتا ہے، اب سوال یہ ہے، کہ ولی بے دین کو لڑکی دینے کے بعد مسلمان رہے گا یا نہیں؟

**ج**:۔ سائل بہت ہشیار ہے، کہ مفتی کو جواب کی تلقین کرتا ہے، حدیث میں آیا ہے زوجوا من ترضون دینہ۔ لڑکیوں کا نکاح ان لڑکوں سے کیا کرو جن کو دیندار سمجھو بس یہی ایک اصول ہے، باقی باتوں کا جواب سائل خود ہی سمجھ لے، کیونکہ وہ بہت ہشیار معلوم ہوتا ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۰ شعبان ۱۳۶۴ھ)

**شرفیہ**:۔ یہ تو ہوا، مگر آپ نے جواب کیا دیا کچھ بھی نہ دیا، جواب یہ تھا کہ ولی جو موحد مسلمان الخ کو رشتہ نہیں دیتا، تو وجہ معقول بتاتا ہے، مثلاً یہ کہ گو وہ سچا مسلم ہے مگر سئی الخلق ہے، سخت غصہ والا ہے، کنجوس مکھی چوس، مرکھنا صعلوک ہے وغیرہ وغیرہ، اگر یہ وجوہ ہیں، اور دوسرے بے دین کا یہ حال ہے، کہ توبہ کا اقرار کرنے کو تیار رہے، مالدار فیاض خلیق ہے، تو پھر اس میں ولی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ الحدیث سنن ابن ماجہ وغیرہ، اور اگر یہ نہیں تو بے شک ولی مجرم ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی لازم ہے، مگر کافر نہیں ہو سکتا جب تک شریعت سے منکر نہ ہو، گنہگار ہے اس پر اتباع سنت نبویہ لازم ہے۔

(ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

**س**:۔ حاملہ مطلقہ کی عدت وضع حمل یا ثلاثۃ اشہر (تین مہینے) ہے

**ج**:۔ وضع حمل ہے، چاہے ایک گھڑی میں ہو جائے بحکم ان یضعن حملھن۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۴ رجب ۱۳۶۴ھ)

**تعاقب** جلد ۴۱ پرچہ ۲ سوال ۲۰ کے جواب میں جو آیت آپ نے لکھی ہے اس میں غیر مدخولہ مطلقہ کا حکم ہے، جیسا کہ ثم طلقتموھن کا لفظ بتا رہا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور متوفی عنہا کی عدت چار ماہ دس دن قرآن نے بیان کی ہے والذین یتوفون منکم اس میں مدخولہ وغیر مدخولہ، صغیرہ غیر صغیرہ سب شامل ہیں، اور اس پر اجماع بھی ہے، ہاں اگر کوئی آیت یا حدیث، صغیرہ متوفی عنہا کو اس آیت سے خارج کرے، کہ صغیرہ پر عدت نہیں، تو آمنا وصدقنا ورنہ قرآن مجید کی آیت کے مقابل کسی کی فقہ قابل تسلیم نہیں، ابن مسعود رضہ کا فیصلہ جو حدیث کی کتابوں میں مرقوم ہے، کہ متوفی عنہا غیر مدخولہ پر عدت بھی ہے، اور اس کو میراث بھی ملے گی احناف کے قول کا رد ہے، کہ صغیرہ متوفی عنہا پر عدت نہیں ہے، جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے، حدیث ابن مسعود کی صحت شروح حدیث میں موجود ہے۔

ج: میرا خیال تھا، کہ عدت تعلق زوجین پر مبنی ہے، مطلقہ غیر مدخولہ پر عدت نہیں ہے، قیاس جلی یہ ہے، کہ زوجہ متوفی عنہا غیر مدخولہ پر بھی عدت نہ ہو، چنانچہ ابن عباس کا قول بھی یہی ہے تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۰ ملاحظہ ہو، مگر چونکہ حدیث مرفوع اس بارے میں آگئی ہے، کہ زوجہ متوفی عنہا غیر مدخولہ پر بھی عدت ہے، اور خاوند کی وارث بھی ہے، مہر بھی پورا ہے، اس لئے میں اپنے فتوی سے رجوع کرتا ہوں، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے حبر الامت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس مسئلہ کو اجماعی نہیں سمجھتا، حدیث کی وجہ سے رجوع کرتا ہوں، مفصل بحث اس کی تفسیر ابن کثیر اور تفسیر فتح البیان اور تفسیر کبیر میں ملتی ہے (اہلحدیث ۲ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ)

س: زید کی حقیقی نہیں بلکہ رشتہ میں سے ایک خالہ زاد بہن ہے، زید کے والدین زید کی شادی اس لڑکی سے کرنا چاہتے ہیں، زید انکار کرتا ہے، کیونکہ اسے لڑکی کسی وجہ سے ناپسند ہے زید کے والدین زبردستی شادی کرنا چاہتے ہیں، لہذا کیا حکم ہے؟

ج: نکاح میں جبر نہ کرنا چاہیے، علاوہ منع نص صریح (لا اکراہ فی الدین) کے ایسے نکاح میں فریقین کا نباہ نہیں ہوتا۔ اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ)

س: زید اپنی لڑکی بکر کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن بکر یہ کہتا ہے کہ تم جب تک تین سو روپیہ نہیں دو گے، میں اپنے لڑکے کو تمہاری لڑکی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا ہوں، دریافت طلب یہ ہے، کہ کیا بکر ایسا روپیہ زید سے لے سکتا ہے؟

ج: لڑکے والے کا لڑکی والے سے نقدی کا تقاضا کرنا بحکم قرآن مجید ناجائز ہے، کیونکہ کل اخراجات مرد کے ذمہ ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے۔ وبما انفقوا من اموالھم، واللہ اعلم (اہلحدیث ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**تشریح:** میری تحقیق میں عدم جواز کی نص نہیں، ہاں جواز کی بھی نہیں، البتہ جوانمردی کے خلاف ہے، اور اولیائے عورت جب مفلس ہوں، تو ان کی امداد وسلوک میں امید جواز کی ہے۔

**س:** زید نے ایک باکرہ سے عقد کر لیا، اس کے دو ماہ بعد اس باکرہ کا حمل نمایاں ہوا تو زید نے اس کی تحقیق کرائی، تو وہ پانچ ماہ کا حمل ثابت ہوا، جب اس لڑکی سے دریافت کیا گیا، تو اس نے بھی اقرار کیا، کہ مجھ سے فلاں شخص جبراً مصاحب ہوا اب سوال یہ ہے، کہ زید اس کو از روئے شرع دوبارہ نکاح کر کے لے سکتا ہے یا نہیں؟ اب اس کے والدین نے اس کا حمل ساقط کرا دیا ہے۔

**ج:** صورت مرقومہ میں نکاح جائز ہے، حمل کے ظاہر ہونے سے یا اس کے اسقاط سے نکاح فسخ نہیں ہوا (زاد المعاد) (اہلحدیث امرتسر ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ)

**تشریح:** بحکم واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن الاية یہ عدت کے اندر نکاح کیا گیا جو ہرگز صحیح نہیں، پس دوبارہ نکاح کرنا لازم ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س:** ہندہ کا نکاح اس کے والد نے کرایا تھا، نکاح کے ایک سال بعد لڑکی کے باپ نے بغیر طلاق حاصل کئے کسی اور جگہ بٹھلا دیا، وہاں بغیر نکاح کے رہائش اختیار کر رکھی ہے شریعت ان کے میل ملاپ، برادری اور اہل محلہ کے متعلق کیا حکم فرماتی ہے؟

**ج:** افسوس ہے، کہ زمانہ کیسا جہالت کا ہے، کہ لوگ ایسی کھلی باتوں کے متعلق بھی سوال کرتے ہیں، نکاح ہوتے ہوئے دوسری جگہ بٹھانا گویا بازار میں پیشہ کرانے کے برابر ہے، برادری کو چاہیے کہ ایسے بدکاروں کو خوب سزا دے (اہلحدیث امرتسر ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ)

**س:** حنفیوں نے بندہ کو تنگ کیا ہے، نکاح کے متعلق کہتے ہیں، کہ نکاح کے دو فرض ہیں، کبھی کہتے ہیں، کہ تین فرض ہیں، لہذا جناب سے عرض ہے، کہ کیا حکم ہے؟

**ج:** نکاح میں خطبہ، ایجاب وقبول، کم سے کم دو گواہ، اور مہر ضروری چیزیں ہیں، اللہ اعلم (۱۶ شوال ۱۳۶۵ھ)

**تشریح:** ایجاب وقبول کے سوا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، اصل یہی دو فرض ہیں باقی حصہ مسنون ہے، اس کے سوا بھی منعقد ہو جائے گا، ہاں خلاف سنت ہوگا، بلکہ ہاں ایک حدیث ہے جب کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کو اپنے نکاح کے لئے کہا، اور آپ کو ضرورت نہ تھی، تو ایک شخص کو آپ نے اس سے نکاح کر دیا، صحیح بخاری وغیرہ، اس میں خطبہ کا بھی ذکر نہیں ہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور حدیثوں میں خطبہ ضرور ہے سنت ہوا، فرض نہ ہوا، اور مہر فرض بصورت عدم ذکر بھی لازم ہوگا،
(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

س:۔ زید کی بی بی نے عمر کے بیٹے اور عمر کی بی بی نے زید کی بیٹی کو بیسیوں مرتبہ دودھ پلایا دونوں دودھ کے بہن بھائی ہوگئے، اب دونوں میں شادی ہوگئی اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح اور شادی جائز ہے یا ناجائز ؟

ج:۔ صورت مرقومہ میں نکاح جائز نہیں ہے، بحکم قرآن مجید اخواتکم من الرضاعۃ
(۵ رجمادی الاخری ۱۳۶۴ھ)

س:۔ زید کی شادی ہندہ سے ایک سال کا عرصہ ہوا ہوئی تھی لیکن رخصتی نہ ہوئی، زید انتقال کر گیا، آیا ہندہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں ؟

ج:۔ ہندہ نصف مہر کی مستحق ہے، بحکم قرآن مجید فنصف ما فرضتم
(اہلحدیث امرتسر ۱۴ رجمادی الاول ۱۳۶۲ھ)

شرفیہ:۔ یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے، اس لئے کہ سوال میں متوفی عنہا کا ذکر ہے، اور جواب میں مطلقہ کا۔ ملاحظہ ہو آیت محولہ بالا وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم الاٰیۃ (پ ۲ ع ۱۵) لہذا صورت مرقومہ میں پورا مہر ملے گا۔ کما تقدم فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

(ابو سعید شرف الدین دھلوی)

س:۔ دلہن کا والد دولہا کے والد سے کچھ روپیہ لے کر ولیمہ کی دعوت کرے، تو جائز ہے، یا نہیں ؟ چونکہ دلہن کے والد کے پاس روپیہ پیسہ نہیں ہے، اور بغیر ولیمہ کئے جماعت میں سخت نزاع پیدا ہوتی ہے اس حالت میں دلہن کا والد کیا کرے، یا قرضہ لے کر دعوت ولیمہ کرے ہمارے اطراف میں دلہا کے والد کی طرف سے بیس پچیس روپیہ دیا جاتا ہے، خود خسر والا اس سے ولیمہ کرتا ہے۔

ج:۔ سائل کی مراد غالبا ولیمہ سے دعوت برات ہے اگر یہی مراد ہے تو صورت مرقومہ میں دلہن کے والد کا احسان ہے، اگر وہ کرتا ہے تو جائز ہے لیکن اس رسم کو بند کرنا بہت اچھا ہے تاکہ لڑکی والے پر کسی قسم کا بوجھ نہ پڑے، مگر مسلمان برادریاں عموماً اس مرض میں مبتلا ہیں، خدا بھلا کرے اس شخص کا جو اس رسم کو مٹائے (اہلحدیث یکم جمادی الاول ۱۳۶۴ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**س**: زید نے انتقال کیا، زید مذکور کا بڑا بھائی زید کی جورو کو نکاح میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ ہمارے جوار ملک میں آج تک اس کا رواج نہیں پایا گیا ہے

**ج**: بھاوج کے ساتھ بعد انتقال خاوند نکاح جائز ہے، منع کی کوئی دلیل نہیں ہے

(۱۸ر جولائی ۱۹۴۷ء)

**س**: کیا اہل سنت جماعت کی لڑکی کا رشتہ شیعہ مذہب سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**ج**: شیعہ اگر غالی ہے، جن کا یہ قول ہے، کہ علی کل شیئ قدیر علی ہے یا اسی قسم کے اور غلط خیالات رکھتا ہے، چونکہ وہ خود اسلام سے خارج ہے اس لئے کسی مسلمان لڑکی کا نکاح اس سے جائز نہیں ہے (فتاوی نذیریہ جلد دوم صا۲۱) اور اگر معمولی اختلاف خلافت پر رکھتا ہے، تو غلطی پر ہے، نکاح اس سے جائز ہے (۳۰ر جمادی الاخری ۱۳۶۳ھ)

**شرفیہ**: پھر بھی یقینی بات نہیں، اس قوم میں تقیہ کا پلید عقیدہ ہی عدم جواز کے لئے کافی ہے، جبرئیل کی غلطی، ائمہ کی انبیاء کی طرح عصمت وغیرہ خرافات۔

**س**: ہم جماعت اہل حدیث میں منگنی کرتے وقت مٹھائی وغیرہ تقسیم کرتے تھے، ہم نے اس بدعت کو چھوڑ کر یہ اقرار نامہ لکھا، کہ بجائے مٹھائی کے پانچ روپے لڑکے کے باپ سے لے کر مسجد میں لگایا کریں گے، یہ روپیہ لینا شریعت اسلام میں لینا جائز ہے؟

**ج**: اس قسم کی شرائط نیک نیتی پر مبنی ہیں، اور حدیث کے ماتحت ہیں، المسلمون علی شروطھم لہذا جائز ہیں (اہلحدیث امرتسر ۳۰ جمادی الاخری ۱۳۶۳ھ)

**س**: نکاح پڑھاتے وقت لڑکے سے ایجاب، قبول کراتے ہیں، اسی طرح لڑکی سے ایجاب قبول کرانا درست ہے یا نہیں؟

**ج**: لڑکی والے کی طرف سے جو اجازت نکاح ہوتی ہے، اس کو ایجاب کہتے ہیں، اور لڑکے کی طرف سے جو ہاں ہوتی ہے اسے قبول کہتے ہیں، پہلے ایجاب ہونا چاہیئے، پھر قبول، لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کا حکم آیا ہے، لیکن کنواری لڑکی کا خاموش رہنا اجازت کے حکم میں ہے (اہلحدیث ۳۰ر جمادی الاخری ۱۳۶۳ھ)

**س**: ہم اہلحدیث شادی میں گانا بجانا نہیں کرتے لیکن جب کسی کی بہن کے گھر شادی ہوتی ہے، تو بھائی بہن اور بہنوئی کے لئے کپڑے وغیرہ لے جاتے ہیں جس کو ہندی میں ماحرہ کہتے ہیں جس شادی میں یہ رسم کی جاتی ہو وہاں جا کر ولیمہ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ج۔ قریبی رشتہ داروں (بہن بھائیوں) سے سلوک کرنے کا حکم قرآن مجید میں ہے۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ اس لئے دینا تو منع نہیں۔ مگر یہ ہندوانہ رسم ہے، تھوڑی سی تبدیلی کر دینی چاہئے ولیمہ کھلانے میں کوئی حرج نہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ۳۰ جمادی الاخری ۱۳۶۲ھ)

س۔ بعض لڑکوں کے ماں باپ شریعت کے پابند ہیں، ان کے لڑکے شریعت کے پابند نہیں، اور تعزیہ میں شریک ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے ولیمہ میں جانا اور ان کو ولیمہ میں بلانا درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ ان کے یہ افعال بد شرکت ولیمہ سے مانع نہیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے اذا احسن الناس فاحسن معهم واذا اساءوا فاجتنب اساءتهم (بخاری) یعنے جب کوئی اچھا کام کرے، تو اس سے مل جاؤ، جب برا کام کرے، تو اس سے ہٹ جاؤ۔ واللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ۳۰ جمادی الاخری ۱۳۶۳ھ)

س۔ ایک عورت چونکہ شریک ہیں سے چچی لگتی ہے، اس کا بھتیجا اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، ہر دو فریقین رضامند ہیں، کیا یہ نکاح جائز ہے؟

ج۔ چچی بیوہ اگر کسی وجہ سے محرم نہیں ہے، تو اس کا نکاح اپنے خاوند کے بھتیجے سے جائز ہے بحکم اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (اہلحدیث امرتسر ۲۷ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ)

س۔ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ کر دی گئی تھی، اور دستور العمل و کار ضروری جو زن و شوہر میں ہوتے ہیں ہوتے رہے۔ بعد چند روز کے زید کے فطری اصول بدل گئے فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا، مثلاً شراب نوشی و زنا کاری و جوا بازی و دزدی میں مبتلا ہو گیا حتیٰ کہ الزام دزدی میں سزا یاب بھی ہوا۔ بعدہ فسق و فجور میں زید ایسا مبتلا ہوا کہ رندمست ہو گیا۔ اب عرصہ ڈیڑھ دو سال سے زید مسماۃ ہندہ کی کوئی خبر نان و نفقہ کی نہیں لیتا ہے، اور ہندہ اپنے باپ کے گھر میں ہے اس کے ماں باپ بھی محض غریب و مجبور ہیں، اب ہندہ بوجہ نان و نفقہ کے سخت مجبور اور پریشان ہے اور زید کی حالت درست ہونے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی لہٰذا صورت مذکورہ میں ہندہ خلع کرا سکتی ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کی عمر قریب سترہ اٹھارہ سال کے ہے، ممکن ہے، کہ اگر ہندہ بغیر شوہر کے رہے، تو ایمان میں نقصان و گزند پہنچنے کا احتمال ہے۔ بینوا بکتاب اللہ وحدیث رسول اللہ توجروا عند اللہ۔

ج۔ بحکم قرآن مجید عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ درصورت صحت صورت مرقومہ عورت مذکورہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بحکم حاکم نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۰ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ)

س:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید سفر میں ہے، زید کے گھر لڑکی لڑکا پیدا ہوا، زید سفر میں عقیقہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ از روئے قرآن و حدیث حوالہ تحریر کریں۔

ج:۔ بحکم وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ عقیقہ کرنا والد کے ذمہ ہے، وہ اپنا ذمہ ہر جگہ ادا کر سکتا ہے (اہلحدیث امرتسر ص ۱۰ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ)

س:۔ کسی شخص کی عورت مر جائے، تو وہ اس مردہ عورت کو غسل دے، اور جنازہ اٹھائے یا بالکل ہاتھ نہ لگائے۔

ج:۔ بے شک لگائے، وہ اس کی اسی طرح بیوی ہے جس طرح زندگی میں تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا، اگر تو مجھ سے پہلے مر گئی، تو میں تجھے غسل دوں گا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خود غسل دیا تھا۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۰ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ)

س:۔ زید کہتا ہے، کہ چونکہ ولی اور شاہدین اور اعلان کے شروط امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح میں معتبر نہیں۔ اس لئے اگر میں کسی عورت باکرہ بالغہ سے نکاح اس طرح پر کر لوں کہ تنہائی میں اس سے ایجاب و قبول کر کے مہر مقرر کر کے رہائش کر لوں، اور کسی کو خبر نہ ہو، تو یہ صورت شرعاً جائز ہے بکر کہتا ہے، کہ اس میں اور سفاح یعنی زنا میں کوئی فرق نہیں، بموجب احادیث صحیحہ مندرجہ ترمذی و دیگر کتب صحاح کے ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل ثلث مرات۔ ولا نکاح الا بولی۔ والفرق بین الحلال والحرام الدف والصوت بموجب قول اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب عنایت فرمائیں، اور اجر عند اللہ حاصل کریں۔

ج:۔ امام ابو حنیفہ صاحب کو بالغہ کے نکاح میں ضرورت ولی سے انکار ہے، ضرورت شاہدین سے تو انکار نہیں، ضرورت شاہدین تو سب کے نزدیک مسلم ہے پس نکاح مذکور سفاح ہے، نکاح نہیں ہے (اہلحدیث ص ۱۰ ۴ ؍ ۲ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ)

س:۔ زید نے بکر کی ماں کا دودھ عدت کے اندر پیا، تو کیا بکر زید کی ماں کا محرم ہو سکتا ہے، اور بکر کے بہن بھائی خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، زید کے کون کون سے رشتہ داروں کے محرم ہو سکتے ہیں۔

ج:۔ عدت سے مراد مدت رضاعت ہے، تو زید نے بکر کی ماں کا دودھ دو سال کے اندر پیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، تو بکر کی ماں زید کی دودھ ماں ہے، اور اس کی تمام اولاد زید کے بھائی بہن ہیں، زید کے سوا اس کے دیگر رشتہ داروں سے یہ تعلق قائم نہ ہوگا۔ مثلاً زید کا دادا زید کی دودھ ماں کا محرم نہیں، اور زید کا کوئی دوسرا بھائی بھی زید کی اس دودھ ماں کا بیٹا نہیں ہوگا۔ یہ حکم صرف زید کے لئے ہے جس نے دودھ پیا ہے، یہ اس صورت میں ہے، جب کہ سائل کی مراد عدت سے مدت رضاعت ہے

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۲۰ جنوری ۱۹۳۹ء)

**س**:۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کے سینہ کو پیار جوش محبت سے کیا، ابھی اس کے اولاد نہیں ہوئی، اور نہ دودھ آتا ہے، اور اس نے اس کی بھٹنی کو بھی منہ سے چوسا ہے، جس سے عورت جوش شہوت سے بے تاب ہوگئی، اور مرد اس سے داخل ہوگیا، تو کیا یہ درست ہو سکتا ہے، عورت کا نکاح فسخ تو نہیں ہوا، اور کیا مرد، عورت کا رشتہ قائم رہے گا۔

**ج**:۔ صورت مسئولہ میں یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔ اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۲ جنوری ۱۹۳۹ء)

**س**:۔ ہمارے ہاں نکاح کے وقت ہر امیر و غریب مسلمان دلہا سے پانچ روپے مسجد کا حق لے کر نکاح پڑھایا جاتا ہے، اگر کوئی بوجہ مفلسی اس کے ادا کرنے میں قاصر ہے، تو پھر اس کا نکاح روک دیا جاتا ہے اس کو ہر طرح سے مجبور کیا جاتا ہے، کہ وہ پانچ روپے نکاح سے قبل ادا کرے کیا اس طریقے سے مسجد کا حق طلب کرنا قرآن و حدیث سے جائز ہے؟

**ج**:۔ اگر اہل محلہ یا اہل برادری نے بالاتفاق کسی زمانے میں یہ امداد منظور کی ہوئی ہے، اور یہ دستور چلا آ رہا ہے، تو بحکم المسلمون علی شروطهم تعمیل کرنی چاہیئے، مفلس ہے تو معذرت کر کے کمی کرائے

(اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۱۲، ۵/۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

# ایک تعاقب مع جواب

اخبار گوہر بار اہلحدیث مورخہ ۹/اگست ۱۹۴۱ء میں اس سوال کے جواب میں، کہ "کیا زانی کا اپنی مزنیہ کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے" لکھا تھا۔

"توبہ خالص کریں، اور کم سے کم ایک مہینہ علیحدہ رہیں، پھر نکاح کر لیں تو جائز ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ توبہ خالص سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اللہ اعلم۔"

(بلفظہ اخبار اہلحدیث ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء)

حالانکہ قرآن مجید میں ہے۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین (ترجمہ) زانی مرد نہیں نکاح کرنا چاہتا مگر زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے، اور زانیہ عورت نہیں نکاح کرنا چاہتا اس سے مگر زانی مرد یا مشرک مرد اور یہ حرام ہے مومنوں پر

پس زانی چونکہ چاہتا ہے، کہ اپنی ہی مزنیہ کے ساتھ نکاح کرے، لہذا جب توبہ کر کے مومن ہو جاویں، تو وہ آپس میں نکاح نہیں کر سکتے۔ حرم ذلک علی المومنین۔ فافہم۔

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال اس بارہ میں اگر ضرورت پڑی تو پھر کبھی لکھے جاویں گے اب صرف ان متعدد حدیثوں سے جو اس مضمون کی صحت پر دال ہیں، صرف ایک حدیث جو کہ اس مسئلہ پر صراحت سے روشنی ڈالتی ہے، اور ساتھ ہی اس میں اسی مذکورہ بالا آیت کا شان نزول ہے، درج کرتا ہوں، تاکہ مومن کے لئے شک کی گنجائش نہ رہے، ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں مکہ میں رات اس غرض سے جایا کرتا تھا، تاکہ بے بس مسلمان قیدیوں کو کافروں کی قید سے رہا کرا کر مدینہ میں پہنچاؤں، ایک رات کا ذکر ہے، کہ میں اس غرض سے ایک دیوار کے سایہ میں کھڑا تھا، چونکہ رات چاندنی تھی، اچانک مجھے مشتاق عورت نے دیکھ لیا، جو ایک کنجری تھی، اس کے ساتھ میں، میں عیش و عشرت کیا کرتا تھا، وہ کہنے لگی، ابی مرثد آؤ آج میرے گھر رہو عیش میں رات بسر کریں، میں نے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں، اور ہمارے دین میں یہ فعل حرام ہے اس نے کہا، کہ کوئی صورت ہے، جس سے ہم تم آپس میں مل سکیں، میں نے جواب دیا کہ ہاں ایک صورت ہے، اور وہ نکاح ہے، کہنے لگی، میں نکاح پر راضی ہوں، میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا، کہ میں جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کر لوں، نکاح نہیں کر سکتا، لہذا جب میں مدینہ آیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، آپ خاموش رہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ حرم ذلک علی المؤمنین (نسائی، ابوداؤد، ترمذی)

یہی وجہ ہے، کہ ہم نے قرآن اور حدیث پر عمل چھوڑ دیا ہے، اور ہم میں زنا بہت پھیل گیا ہے زانی مزنیہ آپس میں زنا کرتے رہتے ہیں، جب انگشت نمائی شروع ہو، فوراً نکاح کر لیتے ہیں۔

اسلام نے زانی، مزنیہ پر موجودگی چار گواہ رجم یا سو کوڑے سزا رکھی ہے، اگر یہ نہ ہو تو کم از کم ان کا آپس میں تعلق منقطع کر دینا چاہیئے، اور یہ ہی ان کی توبہ ہے اور توبہ کے بعد وہ مومن ہیں اور حرم علی المؤمنین کے مطابق وہ آپس میں نکاح نہیں کر سکتے۔

**تشریح**۔ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے والدین نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زید سے کہا کہ ہم اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیں گے، لیکن زید کو قرائن سے معلوم ہو گیا کہ میرے ساتھ وعدہ صرف کھانے کے لئے کیا ہے، نکاح میرے سے نہیں کریں گے، اس وجہ سے زید نے ہندہ سے زنا کیا، ہندہ حاملہ ہو گئی، پھر والدین نے حمل میں قبل وضع پانچ ماہ زید سے ہندہ کا نکاح کر دیا، کیا شرعاً یہ نکاح صحیح ہے؟ قرآن و حدیث سے جواب دیں۔

الجواب:۔ امام احمدؒ کے نزدیک یہ نکاح حرام ہے، اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ زانی کو حد لگانی واجب ہے، جب تک مرتہ لگائی جاوے، اور توبہ صحیحہ نہ ہو، تب تک نکاح صحیح نہیں اور حمل زنا ہے، اور ولد ولد الزنا ہو گا، حاملہ من الزنا کا نکاح حالت حمل میں صحیح اس وجہ سے بھی نہیں کہ یہ عموم واولات الاحمال میں داخل ہے اخراج اس کا محض قیاس ہے، اور پھر زانیہ سے نکاح کرنے والا زانی ہوتا ہے، اور جب تک حمل موجود ہے حکم زنا بھی موجود ہے، بناء علیہ یہ نکاح حرام ہے، فقط واللہ اعلم (ابو اسحاق نیک محمد عفی عنہ امرتسر)

الجواب ۲:۔ هو الموفق: نکاح زانیہ بزانی میں سلف کا اختلاف ہے۔ فمن قائل مجوز و مانع مگر بعد توبہ صحیحہ نکاح صحیح ہے، امام احمد بعد توبہ صحت کے قائل ہیں (نیل الاوطار) اور توبہ صحیحہ شرعی حد پر منحصر نہیں، قصہ افک صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو فرمایا تھا۔ فان کنت الممت بذنب فاستغفری اللہ وتوبی الیہ فان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ الحدیث. صحت نکاح کی دلیل یہ ہے، کہ سورہ نور کی آیت کی منع کی دلیل میں علت منع وصف زنا ہے، قضیہ مشروطہ ہے، اور بعد توبہ وصف زنا زائل ہے بحکم حدیث نبوی التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (سنن ابن ماجہ وغیرہ) اور عورت کی عدت اصطلاح شرع میں اس مدت کا نام ہے، جس میں عورت فراق زوج یا سید کے بعد نکاح یا وطی سے رکی رہتی ہے (فتح الباری نیل الاوطار سبل السلام) قرآن و حدیث میں انہیں مواضع میں عدت عورت کا ذکر آیا ہے، استقراءً منا اس میں داخل ہے، عدت کا تعلق اصل میں زوج یا سید سابق سے ہے، سورہ احزاب کی آیت فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونها بھی امر مذکور کی دلیل ہے، نظر برآں اولات الاحمال کے عموم میں حامل من الزنا کا دخول محل نظر ہے، قطعی

---

لہ اس لئے کہ علت منع حدیث نبوی لا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ الحدیث رواہ ابوداؤد والترمذی، مشکوۃ صفحہ ۲۹ جلد ۲ میں ہے، جو حامل من الزنا میں مفقود ہے یعنی خود زانی سے نکاح کی صورت میں فافہم وتدبر ولا تکن من القاصرین ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں صرف احتمال ہے، جیسا کہ خروج قیاسی کہا گیا، دخول بھی قیاسی ہے۔ اور العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب بھی قیاس ہے محض یہ بھی نہیں نیز عموم ہر چیز کا اپنے نوع میں ہوتا ہے نہ غیر میں، اور اس عموم کی تصریح صرف مطلقہ اور متوفی عنہا میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے عن ابی بن کعب قال قلت یا رسول اللہ واولات الاحمال اجلهن للمطلقة ثلاثا وللمتوفی عنها فقال هی للمطلقة ثلاثا وللمتوفی عنها رواہ احمد والدارقطنی (نیل الاوطار) اور نکاح زانیہ بعد توبہ زنا نہیں کما تقدم اور احل لکم ما وراء ذلکم الایۃ اور حدیث لا یحرم الحلال الحرام (سنن ابن ماجہ وغیرہ) بھی دلیل مجوزین ہے، خلاصہ یہ کہ صورت مسئولہ منصوصہ نہیں، کتاب و سنت سے استنباط ہے، ایسے مسائل میں ترک احوط ہے محض تجدید نکاح ہوسکتا ہے، اگر حمل مذکور صحیح النسب نہ ہوگا۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(راقم۔ ابو سعید محمد شرف الدین دہلوی۔ ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی)

(اخبار محمدی دہلی ۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۰ھ)

**س**:۔ ایک غریب بیوہ عورت نے جان بوجھ کر زنا کرایا جب حمل ظاہر ہوا، تو بستی کے لوگوں نے عورت مذکور کو اپنی بستی سے نکال دیا، عورت مذکور دوسری بستی میں ٹھہری ہوئی ہے، آیا ایسی عورت کو بستی میں ٹھہرنے دینا یا زکوٰۃ، خیرات، فطرہ وغیرہ وغیرہ دینا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں، یا اس کے بارے میں کیا حکم ہے، جواب از روئے قرآن و حدیث ہو۔

**ج**:۔ ایسی عورت شرعاً سنگساری کے لائق ہے، مگر چونکہ یہاں اسلامی حدود جاری نہیں ہیں اس لئے بہتر ہے کہ عورت سے توبہ کرائی جائے، اور اس کا نکاح کرا دیا جائے، اگر محتاج ہے تو اسے صدقات، خیرات دینا جائز ہے، نیز یہ بھی فائدہ ہے کہ اس کو سمجھانے کا موقع مل جائے گا

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ یکم دسمبر سنہ ۱۹۳۹ء)

**س**:۔ ایک شخص اپنی منکوحہ کی عصمت دری کی آگاہی پر بھی ایسے ہی تعلقات رکھتا ہے، جیسے کہ ایک عصمت بی بی کے ساتھ، اور پھر دیدہ دانستہ ایک غیر محرم مرد کو اپنے گھر میں آنے جانے دیتا ہے یہاں تک کہ اپنی منکوحہ کے ساتھ اس غیر مرد کے خلوت میں ملنے اور بات چیت کرنے کو معیوب نہیں سمجھتا، تعلقداروں کے دلوں میں طرح طرح کے گمانات پیدا ہوگئے ہیں، ایسے شخص کا درجہ مذہب میں کیا ہے، اور اس کی سزا کیا ہے؟

**ج**:۔ ایسا شخص از روئے حدیث دیوث ہے اس کی سزا اجتماعی طور پر قطع تعلق ہے یہاں تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کہ توبہ کرے (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ یکم دسمبر ۱۹۲۹ء)

**س**:۔ میری شادی جنوری ۱۹۲۷ء میں تقریباً ۱۵ سال کی عمر میں ہوئی، اس عرصہ میں، میں اپنے والدین کے گھر پر رہتی ہوں، میرے خاوند نے اس عرصہ میں مجھے آباد کرنے کے واسطے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی، اور نہ ہی اپنے گھر لے جانے کے واسطے میرے والدین سے خواہش ظاہر کی، آخر مجبور ہو کر میری برادری نے مجھ پر رحم کھایا، میرے خاوند اور سسر کو اس بات پہ آمادہ کیا کہ میری مصیبت کو کم کرنے کے واسطے میرا خاوند دو عدد تمسکات لکھ دیوے، جس سے کہ میری تسلی ہو جاوے، کہ میرا خاوند مجھے آئندہ آباد کرلے گا، اور میرے ساتھ کوئی بے اعتنائی نہیں کرے گا، چنانچہ دو تمسکات خریدے گئے، اور تکمیل بھی کئے گئے، مگر آخر پر میرے خاوند نے ان پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے گھر چلا گیا، اور اس کے بعد میری طرف کوئی توجہ نہیں کی جس سے کہ میرے خاوند کی نیت میں فرق معلوم ہوتا ہے، کہ وہ مجھے ہرگز آباد نہیں کرے گا، اس واسطے میں علمائے دین سے ملتجی ہوں، کہ میری بہتری اور بہبودی کے واسطے کوئی سبیل نکالیں، اور مجھے اس مصیبت سے نجات دلا دیں، تاکہ آئندہ میری زندگی خراب نہ ہو، اور آرام سے گذرے

(الف) معرفت مولوی عبد القیوم دینا نگر، ضلع گورداسپور

**ج**:۔ نکاح کی غرض صرف کھانا کپڑا نہیں، بلکہ ضرورت خاصہ بھی ہے، اس لئے جو خاوند اس طرف خیال نہیں کرتا، اس کی منکوحہ نکاح فسخ کرانے کا حق رکھتی ہے، فقہاء نے نان و نفقہ نہ دینے والے سے بھی فسخ نکاح کا حق منکوحہ کو دیا ہے، دار قطنی اور بیہقی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے۔ الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ یفرق بینہما، جو مرد نان و نفقہ نہیں پاتا ان میاں بیوی میں جدائی کرائی جائے، نیز حدیث شریف میں آیا ہے لا ضرر و لا ضرار فی الاسلام، کسی کو ضرر دینا اسلام میں ہرگز جائز نہیں، قرآن شریف میں ایک جامعہ حکم ہے، کہ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ. عورتوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا کرو، اس کے خلاف ہونے سے عورت فسخ نکاح کرا سکتی ہے، بذریعہ پنچایت فسخ ہو جانا کافی ہے اگر ایسا کرنے میں مقدمہ فوجداری کا خطرہ ہو، تو بذریعہ عدالت فسخ کرایا جائے، واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۵ جنوری ۱۹۳۲ء)

**شرفیہ**:۔ الرجل لا یجد الخ یہ روایت صحیح نہیں، اور ما نحن فیہ سے بھی خارج ہے باقی جواب، جواب ہے۔ (ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## اصلاح

ایک صاحب فتویٰ نمبر ۴۴ مندرجہ اہلحدیث مورخہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ پر توجہ دلائی ہے کہ غلط چھپ گیا ہے، جواباً تحریر کیا جاتا ہے، کہ واقعی غلط ہے، صحیح یوں ہے، کہ:۔

• بیوہ کی عدت چار ماہ دس روز ہے بحکم آیت۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشراً۔ (اللہ حافظ غفرلہ)

**س**:۔ زید نے ہندہ سے ساتھ نکاح کیا، کچھ مدت بعد نوبت خلع پہنچی، خلع کے وقت ہندہ حاملہ تھی، بعد انقضائے حمل اور فوت ہو جانے دختر پیدا شدہ کے زید و ہندہ دوبارہ نکاح کرنے پر رضامند ہو گئے، چنانچہ زید نے مہر اول ہی دو ہزار روپے منظور کر کے مزید شرائط حسب ذیل کا اپنے قلم سے اضافہ تحریر کر دیا۔

(۱) دو صد روپیہ مہر پہلے ادا کرنا (بوقت نکاح) (۲) دو صد روپیہ ہر سال سال کے بعد پانصد ادا کرنا۔

(۳) یہ کل دو ہزار روپیہ چار سال بعد ادا ہو گا (۴) ماہواری خرچ برابر دیتا رہوں گا۔

(۵) اور میں آیندہ کے واسطے تھوڑا یا زیادہ نہیں مارونگا (۶) اور جس جگہ خوش ہو گی، اسی جگہ رکھوں گا۔

(۷) اور گھر کے اسباب کی یہی مالک ہے، میں کوئی دخل نہیں دوں گا۔

(۸) اور میرا کوئی رشتہ دار اسباب وغیرہ کا کوئی حقدار نہیں ہے۔

(۹) اور یہ وعدہ میں اپنے رب کو حاضر ناظر جان کر سچے دل سے کرتا ہوں (نقل مطابق اصل)

چونکہ زید اپنی زبان سے تحریری وعدہ کا پابند نہیں رہا، اور نہ پابند رہنا چاہتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا، کہ دوسری دفعہ زید نے ہندہ کو خراب کرنے کی نیت سے نکاح کیا تھا کیونکہ مابین زید و ہندہ بعد از نکاح ثانی فوراً ہی تعلقات خراب ہو گئے، حتیٰ کہ اس نکاح کے بعد جو لڑکی ہوئی، اس کی ولادت کے اخراجات بھی زید نے ادا نہیں کئے، بلکہ خود ہندہ نے قرض وغیرہ اٹھا کر دایہ وغیرہ کے اخراجات پورے کئے، اب سوال یہ ہے، کہ محولہ بالا حالات کے ماتحت نکاح صحیح ہوا یا نہ اگر جواب اثبات میں ہے، تو بہ باعث فوت ہو جانے شرائط و نقض عہد نکاح فسخ ہوا یا نہ؟

**ج**:۔ صورت مرقومہ میں جتنے امور لکھے ہیں، شروط نہیں بلکہ وعدے ہیں، اس لئے ان کے نہ کرنے پر خاوند کو مجبور کیا جائے گا، کہ ان کو پورا کرے، طلاق کا حکم نہیں دیا جائے گا، بذریعہ عدالت ان وعدوں کو پورا کرایا جائے، عورت کا پردہ نشین ہونا دعویٰ کے لئے روک نہیں ہو سکتا بذریعہ وکیل یا مختار دعویٰ ہو سکتا ہے۔ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل) (اہلحدیث ص ۱۳ ۱۱ر مئی ۱۹۳۴ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

**س**:۔ بکر نے ہندہ سے نکاح کیا، بعد نکاح کسی اور عورت کو اغوا کر کے لے گیا، عرصہ دس گیارہ سال تک لاپتہ رہا، اس عرصہ میں ہندہ کا باپ بھی فوت ہوگیا، جس کی وجہ سے وہ نان و نفقہ سے بھی تنگ آگئی، اس حالت میں ایک دوسرے شخص زید نے ہندہ اور اس کی والدہ ہندہ کو نکاح کے لئے رضامند کر لیا، لیکن کسی مولوی صاحب نے نکاح پڑھنے کی جرات نہ کی، اور ہندہ معہ اپنی والدہ کے زید کے گھر رہنے لگی، سال کے بعد ان کی بدکاری عیاں ہوگئی، اس واقعہ کو آج پندرہ سال ہوگئے ہیں، اب زید و ہندہ اپنے نکاح کے لئے دریافت کرتے ہیں، کہ شریعت میں اگر نکاح ہو سکتا ہو، تو ہم جائز طور پر آباد ہو جاویں، کیا شرعاً ان کا نکاح درست ہے؟

**ج**:۔ جو شخص عرصہ چار سال تک لاپتہ رہے، اس کی عورت فتوی عدت وفات گذار کر نکاح کر سکتی ہے، صورت مرقومہ میں لاپتہ ہونے کے ماسوا نان و نفقہ کی تنگی بھی فسخ کی وجہ ہو سکتی ہے، واللہ اعلم (اہلحدیث ص ۱۳، ۱۰ جولائی ۱۹۳۴ء)

**شرفیہ**:۔ یہ جواب صحیح نہیں، اس لئے کہ پہلے مفصل گذر چکا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے چار سال بعد مرافعہ یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ دائر ہونے کے بعد چار سال گذار کر اور پھر عدت وفات گذار کر دوسرے نکاح کا حکم دیا تھا، بلا مرافعہ کا اعتبار نہیں، اور نان و نفقہ کی تنگی کی تفصیل کے بعد صحیح جواب ہو سکتا ہے، مجمل طور پر جواب صحیح نہیں۔

**س**:۔ اخبار اہلحدیث ۸ دسمبر ۳۳ء ص ۹ میں مفقود الخبر کی بیوی کی عدت چار سال واسطے نکاح ثانی کے ہے، اس کی وجہ مضمون نویس نے یہ لکھی، کہ بحوالہ ایک حدیث دار قطنی اکثر مدت حمل چار سال ہے، چونکہ یہ خلاف واقعہ ہے، اور خلاف قرآن ہے، کیا یہ حدیث صحیح ہے، مدت انتظاری چار سال فتوی کس حدیث کی بنا پر ہے؟

**ج**:۔ اس قسم کی دلیلیں اقناعی ہوتی ہیں تحقیقی نہیں ہوتیں، اقناعی دلیل اس کو کہتے ہیں جس سے ماننے والا تسلی پا سکے، چاہے معترض کو اعتراض کی گنجائش ہو۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۳۱ اگست ۱۹۳۴ء)

**شرفیہ**:۔ معترض کا اعتراض لغو ہے فیصلہ فاروقیہ نہ قرآن کے خلاف ہے نہ حدیث کے ورنہ کوئی بیان کرے، کہ وہ کون سی آیت یا حدیث ہے، جس کے یہ خلاف ہے، کوئی بھی نہیں الکہ یہ توجیہ مذکور بھی لوگوں کا اپنا خیال ہے جس کا اعتبار نہیں، اور دار قطنی کی روایت یہ ہے قولہ ای فی الهدایة قالت عائشة رض الولد لا یبقی فی البطن اکثر من سنتین ولو بظل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مخزل الدارقطنی من طریق جمیلۃ بنت سعد عنہا ما تزید المرأۃ فی الحمل علی سنتین قدر ما یتحول ظل عمود المغزل واخرج من طریق الولید بن مسلم قال سالت مالکا عن ہذا الحدیث فقال من یقول ہذا ہذہ جارتنا امرأۃ محمد بن عجلان تحمل کل بطن اربع سنین قال البیہقی ویؤیدہ قول عمرؓ تتربص امرأۃ المفقود اربعۃ اعوام انتہی کذا فی الدرایۃ تخریج ہدایہ ص ۲۳۴ امام مالکؒ نے اثر مذکور کو غلط بتایا، اپنا تجربہ بھی اثر کے خلاف بتایا، اور میں نے خود دہلی کے سادات کے ایک خاندان سے تحقیق کی تھی، کہ چار کیا سات سال تک بچے کا پیٹ میں رہنا تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے، بلکہ اس سے زائد بھی، فیصلہ فاروقیہ علاوہ کسی دلیل مستنبط عن الکتاب والسنۃ کے سماع پر بھی ممکن ہے گو مصرح نہیں، پھر عامہ صحابہ کا اس پر عمل بھی ہے، اور حضرت علی اور مغیرہ کی روایت صحیح نہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابوبکرؓ وعمرؓ رواہ الترمذی (مشکوۃ ج ۲ ص ۵۶۰) وعن ابن عمرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایضا ان اللہ جعل الحق علی لسان عمرؓ وقلبہ رواہ الترمذی وفی روایۃ ابی داؤد عن ابی ذر قال ان اللہ وضع الحق علی لسان عمرؓ یقول بہ، وعن علیؓ قال کنا نعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمرؓ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ (مشکوۃ ج ۲ ص ۵۵۷) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ الحدیث رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ (مشکوۃ ج ۱ ص ۳۰)

فتوی یا فیصلہ فاروقیہ ادلہ مذکورہ بالا کی بنا پر ہے، اور روایت دارقطنی یعنی اثر صدیقہ ثابت نہیں، اور توجیہ مذکور فی السوال جب پائی گئی، اور کتاب و سنت میں مصرح بھی نہیں تو بتلیئے، کہ سائل کو کیا جواب دیا جائے یہ کہا جائے کہ جاؤ موج کرو، جو چاہو سو کرو، پھر سنت خلفاء راشدین و تمسکوا بہا وغیرہ ادلہ کا کیا فائدہ ہوگا، پس فیصلہ مذکورہ کی ضرورت تھی جو بیان کیا گیا اور صحیح تھا، واللہ اعلم۔

(ابوسعید شرف الدین، دہلوی)

**س**: سنید اپنی صالحہ بی بی کو بلا قصور صرف بوجہ بدصورتی طلاق دینا چاہتا ہے، کیا ایسی طلاق جائز ہے، بصورت جواب بنسبت مسلمانوں کا یہ دعوی کہاں تک صحیح ہوگا، کہ اسلام نے دیگر مذاہب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے بڑھ کر عورتوں کی عزت اور ان کے حقوق کی نگہداشت بھی کی، بلا قصور طلاق کا اختیار اگر مرد کو ہے تو عورتوں کی قیمت بھیڑ بکری سے زیادہ نہیں، مسئلہ طلاق، خلع میں فریقین کو مساوی اختیارات میں یا نہ اور بغیر دلیل صحیح طلاق دینے سے مرد کیا گنہ گار نہیں؟

**ج**:۔ نکاح سے ایک خاص غرض ہے، جس کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بڑی رمز سے بتایا ہے لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا، مرد کے لئے عورت اس لئے پیدا کی تاکہ وہ اس کے ساتھ تسلی اور سکون پائے، جس صورت میں عورت اس درجہ بدشکل ہے، جس سے اس کی طبیعت مائل ہو کر سکون حاصل نہیں کرتی، تو نکاح کی غرض حاصل نہ ہوئی، اس لئے طلاق ہو جانی چاہیے، کہ دونوں اپنے حسب منشا جوڑا تلاش کرلیں۔ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ، اگر جدا ہوں گے تو خدا ہر ایک کو اس کے حسب خواہ ملا دے گا۔ عورت اگر بھیڑ بکری کی طرح ہوتی، تو محض کھانے کپڑے پر اس کو گھر میں خدمت کے لئے بند رکھا جاتا، حالانکہ یہ جائز نہیں، ارشاد ہے کہ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا۔ عورت خلع میں اسباب ناراضگی بتا کر یا جازت حاکم علیحدہ ہوسکتی ہے، نہ باختیار خود کیونکہ وہ زندگی کے میدان میں جونیر (ادنیٰ درجہ) ہے، مرد سینیر (اعلیٰ درجہ) ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ربیع ۳۱ اگست ۱۹۳۴ء)

**شرفیہ**:۔ اس جواب کی بنا اگر اس پر ہے، کہ مرد مذکور کی شادی کسی نے اس صورت میں کرا دی، کہ مرد نے عورت کو دیکھا نہ تھا، یا اپنے اعتبار کی عورتوں سے صورت کی تحقیق نہ کرائی تھی، ورنہ یہ اعتراض ہوگا، کہ جب پہلے نکاح منعقد ہونے کے وقت صورت دیکھ کر نکاح کر لیا تھا تو اب کیا وہ صورت بدل گئی ہے، پہلے کیوں پسند کیا تھا، اس صورت میں اگر اور کوئی وجہ نہیں، تو بے شک بلا قصور طلاق گو ہو جائے گی، مگر جرم ضرور ہے

**س**:۔ زید و بکر میں جھگڑا ہے، زید کہتا ہے، کہ جب کہ عورت کو اختیار خلع جائز وجوہ پر ہے، تو مفقود الخبر کی بیوی اپنی مرضی سے حسب واقعات خود قبل مدت چار سال بھی نکاح ثانی کر سکتی ہے، عورت اپنی تکلیف کو بہتر محسوس کر سکتی ہے، چار سال کا فتویٰ اجتہادی ہے، نص سے یہ مدت ثابت نہیں، برخلاف اس کے بکر مدت چار سال کو فرض واجب تبلاتا ہے، فریقین میں صحت پر کون ہے؟

**ج**:۔ خلع مرد کی بے وفائی اور ناموافقت کی صورت میں ہے لیکن فسخ نکاح بحکم حاکم ہوگا، طلاق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باختیار زوج ہوتی ہے مفقود الخبر کی بیوی کی طرف سے فسخ نکاح کی درخواست پر معقول وجوہ کی صورت میں حاکم فسخ کرا دے، تو وہ ایک مہینہ عدت گذار کر نکاح کر سکتی ہے لیکن مفقود الخبر ہونے کی صورت میں فیصلہ ایک طرفہ ہوگا جس میں قضاء علی الغائب کا عذر باقی رہے گا۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۳۱ اگست ۱۹۳۴ء)

# نکاح شغار کی تحقیق یعنی نکاح مبادلہ

عرب کے دور جاہلیت میں عام طور پر تو نکاحوں میں معاوضہ نکاح بصورت مہر مقرر ہوتا تھا جس کی ایک صورت یہ بھی کہ ایک شخص اپنی لڑکی یا قریبہ کسی دوسرے کے لڑکے یا قریبی سے نکاح کر دیتا اس شرط پر کہ تو اپنی لڑکی یا قریبہ میرے ساتھ یا میرے لڑکے کے ساتھ نکاح کر دے مہر اس میں کچھ نہ ہوتا تھا، اس کا نام شغار[1] تھا پس شغار کے معنی اردو میں "نکاح مبادلہ" ہیں، اور پنجابی زبان میں "وٹے دا ساک" حدیث شریف میں اس قسم کے نکاح کی بابت منع آیا ہے اب علماء کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ رہتا ہے، شغار میں اگر فریقین کی طرف سے مہر کی نفی ہو، تو نکاح جائز نہ ہوگا، اگر مہر مقرر ہو تو چاہے بصورت تبادلہ ہو نکاح جائز ہے، راقم مضمون مولوی عبد الجلیل صاحب کی تحقیق فریق ثانی سے متفق ہے، اس لئے فریق اول کے جواب میں آپ نے مضمون بھیجا ہے، جو درج ذیل ہے (مدیر)

پرچہ تنظیم میں اپریل ۳۵ء سے بطور ضمیمہ مسئلہ شغار کی ایک بسیط تحریر طبع ہو رہی ہے، مگر فی الحقیقت وہ تحقیق تحقیق نہیں ہے، محدثین کے مسلک سے کوسوں دور ہے، حضرت شیخ الهند شمس العلماء مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا مہر کردہ و دیگر اہل حق کا فتوی درباہ جواز مع المہر و خروج آں از شغار منہی عنہ مطبوع ضمیمہ فتاوی نذیریہ موجود ہے، پھر مع المہر کو شغار منہی عنہ میں داخل کرنا متفقہ مسئلہ علمائے اہل حدیث کے خلاف کر کے جماعت اہلحدیث میں ایک جداگانہ شق پیدا کرنا ہے، مناسب معلوم ہوا کہ اس امر کے متعلق ایک مضمون مختصر حوالہ قلم ہو جس سے حقیقت مسئلہ کی منکشف ہو پس واضح ہو کہ حدیث لا شغار فی الاسلام شغار کو اسلام سے

[1] اصلہ فی اللغۃ الرفع یقال شغر الکلب اذا رفع رجلہ لیبول کانہ قال لا ترفع رجل بنتی حتی ارفع رجل بنتک (نووی) ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نفی کر رہی ہے، یعنی اسلام میں شغار نہیں، اس سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے، کہ اسلام کے سوا کسی اور میں شغار تھا، جس کو شارع علیہ السلام اپنے مذہب میں مغایر فرماتے ہیں۔

کتب کے ملاحظہ سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ یہ جاہلیت یعنی زمانہ رسالت مآب کے قبل کے لوگوں کا ایک معمول بہ نکاح تھا، صراح و منتہی الارب میں ہے شغار بالکسر، نکاح جاھلیۃ۔ مختار الصحاح رازی و صحاح جوہری میں ہے۔ الشغار بالکسر نکاح کان فی الجاھلیۃ۔ مصباح المنیر میں ہے۔ وکان شائعا۔ تاج المصادر بیہقی میں ہے المشاغرۃ من الشغار وھو نکاح کان فی الجاھلیۃ۔ ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں۔ فان الناس کانوا یتنا کحون فی الجاھلیۃ بالشغار امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔ کان الشغار من نکاح الجاھلیۃ۔ ابن الاثیر نہایہ میں اور علامہ محمد طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں۔ ھو نکاح معروف فی الجاھلیۃ۔ ان ائمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی، کہ یہ جاہلیت کے زمانہ والوں کا ایک قسم کا نکاح ہے، زمانہ جاہلیت والوں کا یہ نکاح کس طور کا تھا، اس میں رائے زنی کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں، جب تک یہ ایک قوم کا مرسوم معاملہ ہے، تو بس ان میں ان کا طریق مرسوم معلوم ہو جانا بس کافی ہے جیسے کوئی امر توقیفی ہوا کرتا ہے، ان کے مرسومی معاملہ میں نفہلر کو ان کی اصطلاح میں علماء کو رائے زنی کا کیا حق ہے۔

نہایہ ابن الاثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے:۔

ھو نکاح معروف فی الجاھلیۃ کان یقول الرجل للرجل شاغرنی ای زوجنی اختک اوبنتک اومن تلی امرھا حتی ازوجک اختی او بنتی اومن الی امرھا ولا یکون بینھما مھر وتکون بضع کل واحدۃ منھما بضع الاخری

مقدمہ ابن رشد مالکی مختصر مدونہ ص۶۲ ج۲ میں ہے۔ کان الرجل فی الجاھلیۃ یقول للرجل شاغرنی ای زوجنی ابنتک علی ان ازوجک ابنتی بلا مھر۔ علامہ بیہقی تاج المصادر اور جوہر صحاح میں اور رازی مختصر صحاح یعنی مختار میں اور فاضل جمال صراح میں رقمطراز ہیں۔ ولفظ التاج المشاغرۃ من الشغار نکاح کان فی الجاھلیۃ وھو ان یقول الرجل للرجل الآخر زوجنی بنتک او اختک علی ان ازوجک اختی او بنتی علی ان صداق کل واحدۃ منھما بضع الاخری کانھما رفعا المھر واخلیا البضع عنہ ومنہ الحدیث لا شغار فی الاسلام

قاموس میں ہے الشغار بالکسر ان تزوج الرجل امرأۃ علی ان یزوجک اخری مھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مہر وصداق کل واحدۃ بضع الاخری اہل جاہلیت کا دستور العمل یہ تھا، کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے، کہ تو مجھ سے اپنی دختر ہمشیرہ یا جو بھی تیرے زیر ولایت ہو نکاح کر دے، میں تجھ سے اپنی دختر یا ہمشیرہ یا جو بھی میرے زیر ولایت ہے نکاح کر دیتا ہوں، مہر کچھ نہیں، فرج لو اور فرج دو، آدمی لو اور آدمی دو، یہ تھا وتیرہ اہل جاہلیت کا، جیسے بیک زبان ائمہ لغت نے بیان کیا ہے

تاج العروس ص۳۰ جلد ۳ میں ہے قال الشافعی وابو عبیدۃ وغیرہما من العلماء الشغار المنہی عنہ ان یزوج الرجل حریمتہ علی ان یزوجہ المزوج حریمتہ للاخری ویکون صداق کل واحدۃ بضع الاخری کانہما رفعا المہر واخلیا البضع عنہ۔

ابو عبیدہ امام لغت سے ہے، اور امام شافعی کون ہیں، سب واقف ہیں، صاحب تاج العروس ان دونوں بزرگوں کے علاوہ بھی کل علماء سے بالاتفاق بیان کرتے ہیں، شغار ممنوع وہی ہے جس میں آدمی اپنی محرمہ دے کر دوسرے کی محرمہ لے یعنی فرج منکوحہ دے کر فرج منکوحہ لے، مہر بھی یہی سب کچھ ہے۔ ہدایۃ المجتہد ص۳۵ میں ہے۔

فاما نکاح الشغار فانہم اتفقوا علی ان صفتہ ہو ان ینکح الرجل ولیتہ رجلا اخر علی ان ینکحہ الاخر ولیتہ ولا صداق بینہما الا بضع ہذہ ببضع الاخر واتفقوا علی انہ نکاح غیر جائز لثبوت النہی، شغار کی توصیف وتعریف میں سب علماء متفق ہیں، وہ یہ ہے، کہ آدمی اپنی ولیہ کا کسی دوسرے سے اس بنا پر نکاح کر دے، کہ وہ اپنی ولیہ کا اس سے نکاح کر دے، مہر ان میں کچھ نہیں، یہی کہ منکوحہ لی، منکوحہ دی، نیز سب کا اتفاق ہے، کہ یہ نکاح بایں صفت جائز نہیں، ممانعت ثابت ہونے کی وجہ سے، کتاب الام ص۶۸ جلد ۵ میں امام شافعی فرماتے ہیں۔ اذا انکح الرجل ابنتہ او المرأۃ یلی امرہا من کانت علی ان ینکحہ ابنتہ او المرأۃ یلی امرہا من کانت علی ان صداق کل واحدۃ منہما بضع الاخری ولم یسم لواحدۃ منہما صداقا فہذا الشغار الذی نہی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا یحل النکاح، جب آدمی اپنی دختر یا اپنی مولیہ جو بھی ہو ان کا نکاح کر دے اس بنا پر کہ دوسرا اپنی دختر یا اپنی مولیہ جو بھی ہو نکاح کر دے، مہر میں یہی ایک کی فرج کا لینا، دوسری کا دینا، کسی ایک کے بھی مہر کا ذکر نہ ہو بس یہی وہ شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان عبارتوں سے شغار کی اصلیت اور اس کی کیفیت روز روشن کی طرح معلوم ہو گئی اور اہل جاہلیت میں جس طریق سے معمول تھا، وہ بھی معلوم ہو گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


بالاتفاق ائمہ لغت و ائمہ اعلام زمانہ جاہلیت والوں کی غرض اس نکاح میں فرج کا فرج کے عوض اپنے لئے حلال کرنے کرانے ہی کی ہوا کرتی تھی، لا غیر یہ مقصد نہیں، کہ جو نکاح بلا ذکر مہر کے ہوا ہو، وہ بھی شغار ہی ہے، چونکہ ان کی غرض اصلاً مہر عدم کے تقرر کی نہیں ہوتی، بلکہ کسی وجہ سے تقرر مہر نہ آیا، مگر انہیں مہر دینا پڑے گا، نکاح کے منعقد ہونے میں شبہ نہیں، بخلاف شغار کے کہ اس میں مہر کا تقرر ہی مقصود نہیں ہوتا، بلکہ فرج ہی فرج کے مقابلہ میں دے دی اور لے لی یہی ان کی غرض یہی ان کی غایت، یہی ان کا عندیہ ہے، اور بس چھٹی مل گئی، لہٰذا اس نکاح میں، اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے، نیز اگر کوئی اپنی مولیہ دے، اور کسی کی مولیہ لے، مگر باقاعدہ مہر وغیرہ کے ساتھ فرج کا فرج سے تبادلہ ہی مقصود نہ ہوا، اس نکاح کو شغار نہیں کہتے، لڑکی لینا، لڑکی دینا مہر کے تقرر کے ساتھ شرعاً شغار میں داخل نہیں، اہل جاہلیت و اہل اسلام ہر دو کی نیتوں میں ہی زمین و آسمان کا فرق ہے، اہل جاہلیت کی غرض لڑکی وغیرہ لینا اور دینا بطور تبادلہ کے مہر سے کوئی سروکار نہیں بلکہ فرج حلال کر دینا کرا لینا، فرج دے دلا کر یعنی اپنی مولیہ دے کر اس کے عوض میں کسی کی مولیہ لینا ہے، اس میں ایک قسم کی خاص قباحت موجود ہے۔

جس شغار جہالت کی ائمہ نے بالاتفاق تعریف کی ہے، وہی احادیث مرفوعہ و آثار موقوفہ سے ثابت ہے احادیث مرفوعہ اگرچہ ضعف سے خالی نہیں، لیکن تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے لہٰذا قابل احتجاج ہونے میں شبہ نہیں، امام ترمذی نے اپنی جامع میں متفقہ محدثین شغار کی تعریف کی ہے فرماتے ہیں بعد تعدیل حدیث الشغار ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوجہ الاخر ابنتہ او اختہ ولا صداق بینھما۔

میں کہتا ہوں کہ اس تعریف کی مخالفت صریح کسی ایک آدھ محدث سے بھی ثابت نہیں، گویا یہ تعریف تمام محدثین و علمائے مجتہدین و ائمہ لغت کی متفقہ ہے مرفوع روایتوں میں سے ایک حدیث جابر رضی اللہ عنہ ہے۔ مرفوعا نھی عن الشغار والشغار ان ینکح ھذہ بھذہ بغیر صداق بضع ھذہ صداق ھذہ وبضع ھذہ صداق ھذہ رواہ البیہقی

دوسرے ابو ریحانہ کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المشاغرۃ والمشاغرۃ ان یقول زوج ھذا من ھذہ من ھذا بلا مھر رواہ ابو الشیخ فی کتاب النکاح۔ یہ دونوں فتح الباری صفحہ ۱۳۴ جلد ۹ میں ہیں۔

(۳) عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس منا من

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بینھما وقال لا شغار فی الاسلام والشغار ان تنکح المرأتان احدھما الاخری بغیر صداق. رواہ الطبرانی (مجمع الزوائد ص ۲۶۷ ج ۴)

(۴) عن ابن ابی کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا شغار فی الاسلام قالوا وما الشغار قال نکاح المرأۃ بالمرأۃ لا صداق بینھما رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط (مجمع الزوائد ص ۲۶۶ ج ۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی تلخیص ص۲۹۴ میں فرماتے ہیں ما اسنادہ وان کان ضعیفا لکنا نستانس بہ فی ھذا المقام

فتح الباری ص۱۳۵ جلد ۹ میں ہے۔ قال القرطبی تفسیر الشغار موافق بما ذکرہ اھل اللغۃ فان کان مرفوعا فھو المقصود وان کان من قول الصحابی فمقبول ایضا لانہ اعلم بالمقال واقعد بالحال۔ ہم نے مانا کہ ضعیف حدیث قابل احتجاج نہیں ہوتی مگر میرے محترم وہ کہ احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں جب واقع ہو، حدیث لا شغار فی الاسلام، وان احادیث ضعیفہ تو میں کسی قسم کا بھی تعارض نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ملاحظہ فرمائیں، صحیح صریح نہیں ہوتی یا غیر صحیح سے استدلال یا اس کی طرف اشارہ یا لفظ متابعۃ وضاحت کی بنا پر بیان کر دیا کرتے ہیں

افصاح نکت ابن الصلاح میں ابن حجر لکھتے ہیں:۔ ومن جملۃ صفات القبول التی لم یتعرض لھا شیخنا الحافظ یعنی زین الدین العراقی ان یتفق العلماء علی العمل بمدلول حدیث فانہ یقبل حتی یجب العمل بہ وقد صرح بذلک جماعۃ من ائمۃ الاصول الخ کذا فی التحفۃ المرضیۃ الملصقۃ مع الطبرانی للقاضی حسین بن محسن الانصاری ص۲۶۶

حافظ صاحب روپڑی نے علامہ شیر خیتی سے نقل کیا ہے دھل کونہ لا یعمل بالضعیف فی الاحکام ما لم یکن تلقتہ الناس بالقبول فان کان کذلک تعین وصار حجۃ یعمل بہ فی الاحکام وغیرھا کما قال الشافعی اس جگہ ان احادیث ضعیفہ کے مدلول پر تلقی الناس بالقبول بالاتفاق موجود ہے یہ حدیث لائق احتجاج ہو گئیں، مع ہذا روایات صحیحین تک ان کی مؤید، دیکھو صحیح بخاری کتاب الحیل وصحیح مسلم کتاب النکاح لجد حدیث ابن عمرؓ مرفوعاً قلت لنافع ما الشغار قال ینکح بنت الرجل وینکحہ ابنتہ بغیر صداق وینکح اخت الرجل وینکحہ اختہ بغیر صداق۔ بخاری باب الشغار کے الفاظ یوں ہیں والشغار ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوجہ الآخر ابنتہ لیس بینھما صداق صحیح مسلم میں بطریق ابو الزناد سے ابو ہریرہؓ کی روایت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زاد ابن نمیر الشغار ان یقول الرجل للرجل زوجنی ابنتک وازوجک ابنتی او زوجنی اختک وازوجک اختی۔ اس روایت مسلم میں مہر وغیرہ کا ذکر نہیں جس سے ہمارے محترم جناب بے جا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں جو ان کی کوتاہ نظری ہے، ابو الزناد سے موطا امام مالک ص۱۳۹ج۲ میں ہے ابن وھب عن ابی الزناد عن ابیہ قال کان یکتب فی عھود السعاۃ ان ینھوا اھل عملھم عن الشغار والشغار ان ینکح الرجل امراۃ وینکحہ الآخر امراۃ بضع احدھما ببضع الاخری بغیر صداق وما یشبہ ذلک معلوم ہوا کہ یہ کسی راوی کا اس میں تصرف ہے، کہ جس نے لفظ صداق کا حذف کر دیا، وہ بھی شاید نہ پہنچنے کی بنا پر نہ کہ عمداً یہ کام کیا ہو بلا ذکر مہر کے جو تفسیر ہے، وہ عبید اللہ کی ہے، دیکھو نسائی باب تفسیر الشغار جو نہ تابعی اور نہ ہی تبع تابعی، ان سے نیچے علاوہ ازیں حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں خود یہ لفظ موجود ہیں، دیکھو خلافیات بیہقی ورق ۵۰ فی مسئلۃ الشغار اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا ابو بکر محمد بن احمد بن حاتم ثنا ابو الموجہ انا صدقۃ ثنا عبدۃ عن ابی کریب عن عبید اللہ عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنتہ الرجل و یزوج ابنتہ ولا صداق بینھما۔ اس روایت کی سند کی طرف امام مسلم نے بھی اشارہ کیا ہے، الحمد للہ حدیث ابو ہریرہ میں بھی بلا مہر کی تقیید ثابت ہو گئی، اب تمامی روایات مرفوعہ موقوفہ تفاسیر طریقہ و عمل اہل جاہلیت و تفاصیل ائمہ لغت وائمہ محدثین و فقہا رایک ہو گئیں فللہ ربنا الحمد ولہ المنۃ۔

علامہ خطابی کا معالم السنن میں کلام بھی اسی کو مقتضی ہے ص۱۹۳ جلد ۳ میں بعد روایت نافع فرماتے ہیں۔ قال الشیخ تفسیر الشغار ما بینا نعم وقد روی ابو داؤد ایضا فی ھذا الباب باسنادہ عن الاعرج ذکر قصۃ معاویۃ بلفظ وکانا جعلاہ صداقا ثم قال قال الشیخ فاذا وقع النکاح علی ھذہ الصفۃ کان باطلا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عنہ

اگر خطابی کے کلام میں جعلاہ صداقا کو تسلیم کیا جائے تو ان کے کلام میں مرابطہ مفقود ہو جاوے گا، معاویہ کی روایت کو اسی پر محمول کرنا لازمی امر ہے تا اعرج کی اصل روایت کے بھی مخالف نہ ہو، اعرج ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا راوی ہے، اگر اس پر محمول نہ کیا جاوے، تو امیر معاویہ کا یہ لکھنا کہ ھذا الشغار الذی نھی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل غلط ہو گا، چونکہ یہ تعریف کسی طریق سے بھی صحیح نہیں نہ نبی صلعم سے نہ ہی صحابہ یا تابعین سے اور نہ ہی ائمہ لغت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وفقہاء محدثین وغیرہم سے، اور نہ ہی معمول اہل جاہلیت اس کے مساعد ہے
(ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل سامرودی کان اللہ لہ)

**اہلحدیث:** یہ تحقیق انیق قابل قبول ہے پہلے میرا فتوی یہی تھا مگر واقعات سے ثابت ہوا کہ چند پیسے مہر رکھ کر بھی نکاح شغار میں بڑا فساد یہ ہوتا ہے، کہ ایک فریق کا بہو سے کچھ بگاڑ ہوا، تو اپنی لڑکی روک لی دوسرے فریق کو تکلیف دینے کے لئے، یا ایک فریق نے بوجہ ناچاقی بہو کو معلق رکھا، تو دوسرا اسی طرح کرتا ہے، اس لئے بسا اوقات بے گناہوں پر بھی ظلم کرتے ہیں، اس لئے آج کل میرا فتوی یہ ہے، کہ نکاح شغار باوجود مہر کے بھی جائز نہیں (اہلحدیث امرتسر ص۱۶ ربیع الاول ۵۴ھ)

**شرفیہ:** میں کہتا ہوں بالکل صحیح ہے، گذشتہ سال میں نے ایک استفتاء میں مسئلہ شغار کا جواب اردو ہی میں لکھا تھا، اس میں یہی تحقیق لکھی تھی، جو مجیب صاحب نے لکھی ہے، جواب لکھنے کے بعد محلی ابن حزم کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں، اس نے اس مسئلہ میں انا ولا غیری کا ڈھول بجا کر رکھا ہے جیسے اس کی عادت ہے، اور اپنی عادت سے مجبور بھی ہے، خیر تو چونکہ اس کی کتاب عربی میں ہے، اس لئے میں نے بھی اپنے فتوی کا ضمیمہ یعنی جواب محلی ابن حزم مسئلہ شغار کا جواب عربی میں ہی لکھا تھا، وباللہ التوفیق (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س:** بوقت نکاح لڑکی والا اپنے کمینوں کو لاگ وغیرہ جو دیتا ہے، وہ لڑکے والے کے پاس سے لے کر دیتا ہے، کیا یہ جائز ہے یا کہ نہیں؟ اگر جائز ہے، تو کیا وہ رقم حق مہر میں شمار ہوگی، اور لڑکی کی منگنی کے وقت لڑکے والے کچھ زیور اور کپڑے لے جاتے ہیں، اور شادی کے بعد مقلاوہ کے وقت لڑکے والے کچی پنی لے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا جائز؟

**ج:** یہ تمام ملکی رسمیں ہیں، مہر میں داخل نہیں ہیں، یہ رسوم قابل اصلاح ہیں، واللہ اعلم
(اہلحدیث امرتسر ص۱۳ یکم دسمبر ۱۹۳۹ء)

**س:** زنا کے خوف سے جس شخص کے پاس بی بی نہ ہو اگر وہ جلق کرے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

**ج:** جلق (مشت زنی) حرام ہے، قرآن پاک میں ہے فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ، جو شخص بیوی یا لونڈی کے علاوہ شہوت رانی کی راہ تلاش کرے، وہ حد سے گذرنے والا ہے، کسر شہوت کے لئے حدیث میں علاج روزہ آیا ہے الصوم وجاء واللہ اعلم
(اہلحدیث ص۱۳ ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۹ء)

**س:** (الف) ایک عورت قوم ارائیں جس کی عمر بروز شادی ۱۴ سال کی تھی، قومی رواج کے مطابق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دو روز سسرال میں رہی، تیسرے روز پدر کیاں میں آگئی، ایک سال کے بعد رخصتانہ ہوا، بعد رخصتانہ وہ اپنے شوہر کے یہاں تین ماہ آباد رہی، چونکہ اس کا شوہر بدمعاش، چوری پیشہ، اور بدچلن، شراب خور قمارباز، تمام عیبوں میں ماہر ظاہر ہوا، اس کی عورت اپنے باپ کے گھر میں چلی آئی عورت کا خاوند چوری سائیکلوں کا بہت ماہر ہے، ایک جگہ سے چوری کیا، دوسری جگہ فروخت کر دیا۔

(ب) چنانچہ چوری سائیکلوں میں گرفتار ہو کر تمام چوریاں برآمد ہو کر ریاست سنگرور میں چار سال قید بھگت کر پھر چار سال سے ریاست پٹیالہ میں قید بھگت رہا ہے، قید پوری ہونے کے بعد جرمانہ کے عوض نہیں معلوم کب تک قید رہے گا۔

(د) شوہر عورت کے پاس کوئی جائداد نہیں جس سے ایام گذاری ہو سکے، عورت آٹھ سال سے اپنے باپ کے پاس رہتی ہے، بہت نیک چلن، پاکدامن نماز روزہ کی پابند ہے ایسے بدچلن خاوند کے ساتھ رہنے سے نفرت ہے، کیا اس کا نکاح ایسے بدچلن سے رہ گیا ہے، یا کہ باطل ہو گیا، کیا عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

**ج**:۔ کاظمی ایکٹ جو ابھی پاس ہوا ہے، اس کی رو سے بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرا سکتی ہے کسی وکیل سے مشورہ کریں، اللہ اعلم　　(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء)

**س**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسلم پردہ دار مستورات کے متعلق جو اپنے ملی بھائیوں سے تو خوب پردہ کرتی ہیں، مگر جب غیر مسلم دوکانداروں کے ہاں سودا خریدنے جاتی ہیں، تو بے نقاب ہو کر اور ننگے منہ ان سے باتیں کرتی بحث کر کے اشیاء کا نرخ ٹھہراتی ہیں، اسلام ان عورتوں ان کے شوہروں اور ان کے وارثان کے لئے کیا تعزیر تجویز کرتا ہے؟

**ج**:۔ ایسی عورتیں قرآن مجید کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتی ہیں، اور ان کے متعلق حدیث شریف میں بہت برا کہا گیا ہے، بعض روایات میں بے پردہ اغیار کے سامنے پھرنے والی عورتوں کو زانی کے لفظ سے خفگی کا اظہار ہے، بعض جگہ لعنت بھی آئی ہے، بہرحال بے پردگی شرعاً و عرفاً بہت بڑے نتائج کا موجب ہے، مسلمان مردوں کو چاہئے، کہ اپنی عورتوں کو سختی سے روکیں، عمداً تساہل کرنے والا دیوث ہے، اللہ اعلم　　(اہلحدیث ص ۱۳، ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ)

**س**:۔ ایک عورت اپنے خاوند کے گھر سے چوری سے کسی غیر آدمی کے ساتھ چلی جاتی ہے تین ماہ کے بعد واپس لائی گئی، کیا اس عورت کا نکاح پہلے خاوند سے دوبارہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

**ج**:۔ اغوا شدہ عورت کا نکاح خاوند سے بحال رہتا ہے، اگر وہ واپس خاوند کے گھر لائی جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو نکاح جدید کی ضرورت نہیں، اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۱۲ جنوری ۱۹۴۰ء)

**س** :۔ ہندہ کے خلع کیا، اس سے طلاق بائن واقع ہوئی، اب سوال یہ ہے، کہ شوہر اگر دوبارہ اس عورت کو لینا چاہے، اور عورت راضی ہو، تو عدت کے اندر یا بعد العدۃ، تجدید نکاح کے بعد لے سکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے، کہ اس صورت میں بی بی حرام ہو گئی، تجدید نکاح سے بھی نہیں لے سکتا، اور بکر کہتا ہے کہ تجدید نکاح کے بعد بی بی کو دوبارہ لینا جائز ہے، ان دونوں میں کون حق پر ہے، جواب مدلل ہونا چاہیئے۔

**ج** :۔ طلاق خلع کے بعد فریقین کی رضامندی سے نکاح جدید کر کے آباد ہو سکتی ہے، کیوں کہ نکاح ثانی کی ممانعت مغلظہ بطلاق ثلاثہ کی صورت میں ہے۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (قرآن) طلاق بائن میں اسی خاوند سے نکاح ممنوع نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ جنوری ۱۹۴۰ء)

**س** :۔ زینب کے بھائی کی موجودگی میں اس کی ماں ولی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ان کی ماں زینب کے بھائی سے چھپا کر زید سے شادی کرادے، تو شادی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ شادی کے وقت زینب کی عمر آٹھ سال دس مہینہ تھی اب اس کی عمر گیارہ سال ۹ مہینہ ہوئی، اس وقت شادی سے انکار کرتی ہے، کہ میری شادی ہوئی نہیں، اس صورت میں زینب زید کی زوجیت میں رہے گی یا نہیں، بینوا توجروا

**ج** :۔ بھائی عصبہ ولی ہے اس کی موجودگی میں ماں ولی نہیں ہو سکتی، لہذا نکاح ناجائز ہے، اور لڑکی بعد بلوغ انکار کر سکتی ہے، نکاح فسخ ہو جائے گا، گو پہلے بھی ناجائز تھا۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۔ اجنوری ۱۹۳۳ء)

**شرفیہ** :۔ صورت مرقومہ میں سرے سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوا کہ بلا ولی کیا گیا ہے، بحدیث لا نکاح الا بولی۔ الحدیث (ابو سعید شرف الدین دھلوی)

---

الحمدللہ کہ کتاب النکاح تمام ہوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# باب نہم
# کتاب البیوع

## افتتاحیہ

ازافادات یگانہ زمان حضرت نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ افضل کسب بیع مبرور اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا ہے، اللہ دوست رکھتا ہے حرفہ کرنے والے کو، سچے تاجر امانت دار کا حشر ہمراہ نبیوں اور صدیقوں کے ہوگا۔ حدیث میں بہت سی چیزوں کی بیع سے منع کیا ہے، بہت صور بیع کو ناجائز فرمایا ہے۔ ان ممنوع صورتوں کا رواج آج کل بہت ہے، یہ بھی ایک فتنہ ہے اسلام میں، جب لین دین موافق شرع کے نہ ہو، جو رزق اس سے ہاتھ آئے گا، وہ حرام ہوگا نہ حلال، پھر جب حرام سے پرورش بدن کی ہوئی، تو پھر یہ بدن لائق دوزخ کے ہوا نہ لائق جنت کے، اس فتنے میں پڑھے اور ان پڑھے سب گرفتار ہیں، کسی طرح کی پرواہ حلت رزق میں نہیں، یہی وجہ ہے، کہ ان کی عبادت میں اثر قبولیت نہیں، ان کے کاموں میں کوئی برکت نہیں، اسلام کا نور چہرے پر نہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ خیرات سب کچھ کرتے ہیں، لیکن مال حرام پر بنیاد ہے، حرام مال کو صدقہ میں دینا، اجر کی امید رکھنا قریب کفر ہے، اس وقت میں کوئی مال اشتباہ سے خالی نہیں، مقلدوں نے لینا سود کا دارالحرب میں جائز کر دیا ہے، قرآن وحدیث میں کسی جگہ سود کو حلال نہیں کہا، بلکہ سود خواری کو خدا سے لڑائی کرنا فرمایا ہے سینکڑوں رقوم خلاف شرع کی آمدنی ہوتی ہے، وہ سب مال بلاشک حرام ہے

یہ ایسا فتنہ عام ہے، جس سے بچنا مشکل ہے، دھواں تو اس کا ضرور ہی ہر شخص کو ضرور ہی لگ جاتا ہے، اب تو عبادات اور معاملات سب کے سب خراب ہیں، نام کی مسلمانی رہ گئی ہے سارا اسلام آپس کے رد وقدح میں منحصر سمجھا گیا ہے، قیامت جلدی نہ آوے تو پھر کیا ہو، آخر شرار امت ہی پر قائم ہوگی، حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، اللہ تعالیٰ سوائے حلال کے کسی حرام کو قبول نہیں کرتا، جھوٹ، فریب، غیبت، چالاکی سے جو رزق حاصل ہوتا ہے، وہ آخر کو دوزخ کا کندہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنانا ہے، حدیث میں آیا ہے، کہ آدمی لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال ہوتا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر رب رب کرتا ہے، اس کا کھانا حرام، پینا حرام، پہننا حرام، غذا حرام پھر کس طرح اس کی دعا قبول ہو، اس کو مسلم و ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، دوسری حدیث میں ہے ایک زمانہ ایسا آوے گا، کہ آدمی پروانہ کرے گا، کہ حلال مال لیا یا حرام، یہ بخاری میں ابوہریرہ رضہ سے مرفوعاً آیا ہے، حرام خوری زناکاری سبب ہے دخول نار کا، اس حدیث کو ترمذی نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کر کے صحیح کہا ہے،

رزق حلال کی تاکید میں، رزق حرام سے بچنے میں بہت سی احادیث آئی ہیں، مگر کون سنتا سمجھتا ہے، اب تو جو کچھ ہے مال ہی مال ہے، ایمان رہے یا جائے، مالداروں کی قدر ہے ان پر حسد ہے، ایک شعبہ بیع میں کمی کرنا ہے ماپ تول میں غلہ وغیرہ کے اس کا بھی خوب رواج ہے دوسرا شعبہ غش (کھوٹ) ہے، یہ ہر چیز میں لگتا ہے مصنوعی اور مصنوعی روغن و زعفران وغیرہ اشیاء کا لین دین بدستور جاری ہے، حالانکہ حدیث میں آیا ہے، کہ لیس منا من غشنا (دھوکے باز ہماری امت سے خارج ہیں) جعلی روپے، اشرفی نوٹ بھی بننے لگے، موتی جواہر ڈھلنے لگے، نقود تا عروض کوئی ایسی چیز معلوم نہیں ہوتی، جس میں جعل کا دخل نہ ہو، کوئی معاملہ بیع کا نظر نہیں آتا جس میں کوئی منکر شرعی موجود نہ ہو، کوئی عبادت ایسی نہیں، جس میں فساد بھی قائم نہ ہو، دعوے اسلام کا تو ہم سب کو خوب دھوم دھام سے ہے، لیکن سوائے چھلکے کے مغز کا کہیں اتا پتا نہیں، مفاسد بیوع و منکرات وا دو ستد اس قدر ہیں، کہ ایک کتاب علیحدہ چاہیئے واسطے بیان جزئیات مذکور کے، جس کو علم قرآن و حدیث سا ہے، وہ جلد درمیان حلال و حرام کے تمیز کر سکتا ہے۔

(ماخوذ)

**س** :۔ زید نے بہ سبب اشد ضرورت کے اپنی کاشت کھیت ایکھ یعنی گنا پر سال آیندہ کے واسطے روپیہ قرض لیا، اور قرض روپیہ لینے کے وقت یہ کہا، کہ اس وقت میرا کھیت گنا تین ماہ کا بویا ہوا ہے، سال آیندہ کو گنا تیار ہوتے پر بہ نرخ چھ آنہ یا آٹھ آنہ فی من بخوشی دوں گا، اس طور کی خرید و فروخت شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ (ابو محمد عبداللہ، لال پور رام پور اسٹیٹ)

**ج** :۔ صورت مرقومہ میں اس کو بیع سلم کہتے ہیں، جو جائز ہے، نرخ اور جگہ مقرر ہونی چاہیئے واللہ اعلم

(اہلحدیث جلد ۴ نمبر ۱۰)

**ثنائی نمبر ۱**:۔ سوال کی عبارت سے اس کا بیع سلم ہونا میری سمجھ میں نہیں آیا، اس لئے کہ بیع سلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


میں راس المال یعنی رقم قرض کی تعین لازم ہوتی ہے، ایسے ہی مسلم فیہ اور اجل کی بھی، اور صورت مرقومہ میں کچھ بھی نہیں اور شئے معین میں بھی سلم نہیں ہوتی، اور اجل معلوم سے مراد سال، ماہ، دن کی تعین ہوتی ہے، اور صورت مرقومہ میں تاریخ، دن کی تعیین نہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلف فی شیء فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۲۵۰ ج۱) وقال فی نیل الاوطار قولہ فی کیل معلوم احترز بالکیل عن السلم فی الاعیان وبقولہ معلوم عن المجہول من المکیل والموزون وقد کانوا فی المدینۃ حین قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسلمون فی ثمار نخیل باعیانہا فنہاھم عن ذلک الخ (ص۱۹۲ ج۵)

اور صورت مرقومہ فی السوال میں تعیین کھیت کی ہے۔ وقال فی النیل ان للسلم شروطا غیر ما اشتمل علیہ الحدیث مبسوطۃ فی کتب الفقہ ولا حاجۃ لنا فی التعرض لما لا دلیل علیہ الا انہ وقع الاجماع علی اشتراط معرفۃ صفۃ الشیء المسلم فیہ علی وجہ یتمیز بتلک المعرفۃ عن غیرہ انتہی (صفحہ مذکورہ) پس صورت مرقومہ جائز نہیں۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**تشریح:** بیع سلم نام ہے اس بیع کا کہ بالفعل روپیہ دے دیا جائے، اور جنس ٹھہرائی جائے کہ اتنی مدت تک لوں گا، مثلاً سو روپیہ ایک شخص کو بالفعل دے دیا، اور اس سے ٹھہرایا کہ دو مہینہ میں گیہوں سو من اس قسم کے لوں گا، اس کو عربی میں بیع سلم کہتے ہیں، پھر اگر شرطیں پائی جائیں تو یہ بیع درست ہے، جو کوئی بیع سلم کرے، اس چیز میں کہ بیچی جاتی ہے تل کر جیسے زعفران وغیرہ تو سلم کرے وزن معلوم میں مثلاً چار تولے یا پانچ تولے اور مدت معلوم تک جیسے ایک مہینہ یا ایک برس اور مثل اس کے، اس سے معلوم ہوا کہ اس بیع میں مدت کا معلوم ہونا شرط ہے، اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ و مالک و احمد کا (حاشیہ ترمذی نولکشور مترجم ص۴۰۹ ج۱)

# شرائط بیع سلم

ملخص از بدور الاہلہ از نواب صدیق حسن خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

اول آنکہ قدر مسلم فیہ و جنس آن مذکور گردد زیراکہ جز باین ذکر معلوم نمی تواند شد و شارع معلومیت را شرط کردہ کما تقدم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوم معرفت امکانش نزد حلول چہ اگر در سلم ذکر مسلّے کند کہ دال بر عدم امکان باشد بہ غرض مقصود از سلم عاید بہ نقص گردد دال است بر انعدام آن در حال عقد حدیث عبد الرحمن بن ابزیٰ و عبد اللہ بن ابی اوفی قالا کنا نصیب المغانم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یاتینا انباط الشام فنسلفھم فی الحنطۃ والشعیر والزیت الی اجل مسمی قیل اکان لھم زرع ام لم یکن قالا ماکنا نسالھم عن ذلک وفی روایۃ وکنا نسلف علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فی الحنطۃ والشعیر والزبیب والتمر وما نراہ عند ھم اخرجہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وسکوت نبوی تقریر ست۔

سوم آنکہ ثمن مقبوض باشد در مجلس ولابد است ازیں شرط ملکہ سلم تمام نمی شود مگر باین قبض ورنہ از بیع کالی بکالی باشد وازاں نہی آمدہ وصحیح است بہر حال زیراکہ ادلہ دلالت میدانند مگر بر اشتراطیت معلوم ثمن از برائے سلم وسلم الیہ وایں ہمہ در ہمہ احوال ممکن است ودر الکشاف ردے ہماں حکم است کہ گذشت در خیار عیب ودر صرف اچہ دلیل دال است بر رد کردن بر صاحب وے بنا بر عیب۔

چہارم آنکہ اجلش معلوم باشد و ایں منصوص علیہ نص مدلول علیہ دلیل مقدم است صـ۲۶۲

خلاصہ یہ کہ جس چیز کی بدھنی کی جا رہی ہے، اس کا وزن اور وہ جنس معلوم ہونی چاہیے وقت مقرر پر اس کی وصولی یابی کا یقین ہونا بھی ضروری ہے، قیمت مقررہ طے شدہ کو وقت بیع ادا کر دینا بھی ضروری ہے، اگر قیمت مقررہ ادا نہ کی گئی تو ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ لازم آئے گی اور یہ منع ہے، اور ہر قسم کے مال میں بدھنی درست ہے، مگر گھٹیا بڑھیا کی تشریح ہونی چاہیے، ورنہ مال والا مختار ہے، کہ مال ردی دیکھ کر اس کو رد کر دے، اور وقت بھی مقرر ہو کر معلوم ہو جانا شرائط میں سے ہے، مصنف عون المعبود قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

قد اختلف العلماء فی جواز السلم فیما لیس بموجود فی وقت السلم اذا امکن وجودہ فی وقت حلول الاجل فذھب الی جوازہ الجمھور قالوا ولا یضر انقطاعہ قبل الحلول الی اخرہ (عون المعبود ج ۳ صـ۲۹۲) (مؤلف)

لہ ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ اس طور پر زید نے بکر کو کچھ مال ادھار فروخت کیا، اور وقت مقررہ پر جب وہ قیمت ادا نہ کر سکا، تو زید نے پھر دوبارہ ایک مدت کے لئے اس کو بکر کے ہاتھ بیچ دیا وا صلہ النہی عن بیع مال لم یقبض (لمعات)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بیع سلم یعنی بدھنی کرنا کاشتکار وغیرہ سے ساتھ نرخ معلوم کے گندم ہو یا جو ہو بصفت معلومہ اور ساتھ اجل معلوم کے درست ہے بلا کراہت جیسے کہ کتب احادیث اور فقہ سے اوضح ہوتا ہے، اور یہ شرط کر کے بدھنی کرنا کہ بروقت فصل کے بازار کے نرخ سے سیر دو سیر مثلاً زیادہ لیں گے جائز نہیں ہے شرعاً۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

(فتاوی نذیریہ جلد ۲ صلا)

**سوال** :۔ ما قولکم رحمکم اللہ اس صورت میں کہ ان شہروں میں بیع سلم رس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں، اور رس عند العقد کسی جگہ موجود نہیں ہوتا، اور حضرت امام الہمام حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع سلم میں موجود ہونا مسلم فیہ کا وقت عقد سے وقت استحقاق تک شرط ہے، بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک سلم فیہ کا موجود ہونا عند العقد شرط نہیں، وقت استحقاق کے ہونا اس کا شرط ہے، سو رس مذکور وقت استحقاق کے بکثرت موجود ہوتا ہے، اس صورت میں حنفی المذہب کو برائے رفع حرج اور ضرورت صحت بیع سلم کے قول امام شافعی پر عمل کرنا از روئے اصول حنفیہ کے جائز ہے یا نہیں الخ

**الجواب** :۔ (ملخص) معاملہ بیع سلم رس میں اوپر مذہب امام شافعی کے بلا تردد کریں کیونکہ التزام ایک مذہب معین کا فرض و واجب نہیں، چنانچہ مسلم الثبوت و تحریر ابن الہمام و شرح بحر العلوم عبد العلی و مولانا نظام الدین و امیر الحاج و عقد الفرید و شرنبلالی و طحطاوی و رد المحتار وغیرہ میں مذکور ہے۔ کما لا یخفی علی العالم الماھر بالاصول والفروع واللہ اعلم

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ (فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۱۱)

**س** :۔ مردار کی ہڈی کی تجارت جائز ہے یا ناجائز مردار کی ہڈی سے یہ مراد ہے، کہ ہر ایک حلال و حرام جانور مردہ کی ہڈی جیسے کتا، سور وغیرہ کی ہڈی بھی ملکر رہتی ہے اس کی تجارت کا کیا حکم ہے؟

**ج** :۔ حلال جانوروں کی ہو تو بلا شبہ جائز ہے، ملی جلی بے امتیاز ہو تو مشتبہ ہے، واللہ اعلم

(اہلحدیث ۱۹ رجمادی الاول ۱۳۳۲ھ)

**شرفیہ** :۔ ماکول اللحم مذبوح کی ہڈی کے جواز پر کلام نہیں، اور غیر ماکول اللحم کے استعمال و فروخت کو ہاتھی دانت پر قیاس کر کے جواز پر استدلال ہو سکتا ہے، کہ حدیث و آثار صحابہ سے ہاتھی دانت کا استعمال ثابت ہے، اور استعمال اور فروخت کا حکم ایک ہے قال

---

لہ ماکول اللحم وہ جانور ہیں، جن کا گوشت شرعاً حلال ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اخر حدیث طویل یا ثوبان اشتر لفاطمۃ قلادۃ من عصب وسوارین من عاج انتہی (سنن ابی داؤد باب الانتفاع بالعاج)

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**تشریح**:۔ ہڈی کی تجارت جائز ہے، ماکول اللحم کی ہو یا غیر ماکول اللحم کی صحیح بخاری صفحہ ۱۷ میں ہے۔ قال حماد لا باس بریش المیتۃ وقال الزہری فی عظام الموتی نحو الفیل وغیرہ ادرکت ناسا من سلف العلماء یمتشطون بہا ویدہنون فیہا لا یرون بہا باسا وقال ابن سیرین وابراھیم لا باس بتجارۃ العاج انتہی یعنی حماد بن ابی سلیمان کوفی فقیہ نے کہا کہ مردار کے پر میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، یعنی مردار کا پر نجس نہیں ہے، ماکول اللحم کا ہو یا غیر ماکول اللحم کا ہو، اور زہری نے مردار جانور جیسے ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے بارے میں یعنی ان جانوروں کی ہڈیوں کے بارے میں جو غیر ماکول اللحم ہیں، کہا کہ میں نے بہت سے علماء سلف کو پایا کہ وہ ان ہڈیوں کے کنگھے استعمال کرتے تھے، اور ان میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا، کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کچھ مضائقہ نہیں ان بہت سے علمائے سلف اور ابن سیرین وابراہیم کے قول کی تائید ابو داؤد کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔ یا ثوبان اشتر لفاطمۃ قلادۃ من عصب وسوارین من عاج الی اخرہ

واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفی عنہ

(فتاوی نذیریہ جلد ۲ صفحہ ۳)

**س**:۔ زید نے اپنا کھیت بکر کو اس شرط پر دیا کہ اس کی پیداوار یا سود و زیاں سے کچھ سروکار نہیں، مگر ہم کو سالانہ اتنا پیسہ دے دے، آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**ج**:۔ یہ کرایہ اراضی کی صورت ہے، جو جائز ہے، حدیثوں میں اس کا جواز آیا ہے۔

(اہلحدیث ۳ رجمادی الاول ۱۳۴۳ھ)

**تشریح**:۔ اراضی کو روپے پیسے کے عوض کرایہ پر اٹھانے کی حدیث سعد بن ابی وقاص کی روایت سے بروایت مسند احمد وغیرہ نیل الاوطار جلد ۵ صفحہ ۲۳۶ پر موجود ہے (مؤلف)

**س**:۔ ایک شخص کسی کو روپیہ دیتا ہے اس شرط پر کہ میں تم سے فلاں وقت میں غلہ لوں گا، اس وقت جو بھاؤ ہوگا، اس بھاؤ سے پانچ سیر یا دس سیر زیادہ لوں گا، یہ حلال ہے یا حرام؟

**ج**:۔ یہ صورت ناجائز ہے، بھاؤ مقرر کرلے، بازاری بھاؤ سے واقع میں کم ہو یا زیادہ تو جائز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔　　　(اہلحدیث امرتسر ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ)

**س**:- ایک دیہاتی مدرسہ دینی کے لئے محکمہ تعلیم سے گرانٹ ملتی ہے، ایک واقف حال کا بیان ہے، کہ گرانٹ (امداد) کی رقم آبکاری (منشیات) کی آمد سے ملا کرتی ہے، منیجر اسکول کہتا ہے مجھے اس کا علم نہیں، اور تجسس کرنے سے منع آیا ہے، اس صورت میں وہ گرانٹ لینی جائز ہے یا نہیں؟

**ج**:- شراب اور شراب کی آمدنی سب حرام ہے، بیان مذکور صحیح ہونے کی صورت میں ایسی رقم کا لینا جائز نہیں، حدیث شریف میں ہے (من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ و عرضہ)　　　(اہلحدیث جلد ۴۳ - نمبر ۴۵)

**شرفیہ**:- اصل یہ ہے، کہ سرکاری خزانہ میں صرف شراب وغیرہ کی حرام آمدنی ہی نہیں بلکہ بہت قسموں کی آمدنی ہوتی ہے، تا وقتیکہ تعین آمدنی گرانٹ ثابت نہ ہو ممنوع نہیں ورنہ سرکاری ملازمت بھی حرام ہوگی وا ذلیس فلیس اہل کتاب سے جزیہ لینا کتاب وسنت سے ثابت ہے، اور ان کے مال میں ہر قسم کی آمد تھی، اور شراب کی بھی تھی، شرعاً اس کی تفتیش ثابت نہیں، لہذا صورت مرقومہ میں منع کی دلیل نہیں پائی جاتی　　　(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**س**:- اشیاء خوردنی اگر مسلمان کے یہاں سے نہ مل سکیں یا ملیں مگر گراں ملیں، تو اس صورت میں ہندو دکاندار سے خرید سکتا ہے یا نہیں؟

**ج**:- خوردنی اشیاء میں دکاندار کی طرف سے نجاست کا یقین اور گمان نہ ہو تو غیر مسلم سے خریدنے اور کھانے میں حرج نہیں، اللہ اعلم　　　(۱۶ فروری ۱۹۴۲ء)

**س**:- ربوا کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟

**ج**:- ربوا کی تعریف یہ کرتے ہیں، وہ چیز جو بغیر تجارت کے روپیہ کے بدلہ میں مقرر صورت میں ملے۔　　　(اہلحدیث امرتسر ۲۸ اپریل ۱۹۱۶ء)

**تشریح**:- ربواج شرع میں زیادتی ہے کہ خالی ہو عوض سے، اور شرط کی جائے زیادتی درمیان عقد کے اور ربواج حرام ہے بیع اور قرض میں، اور اس کی حرمت کا منکر کافر ہے، اور ربواج دو قسم ہے ایک ربواج نسیئہ کا یعنی نقد کو ساتھ وعدے کے بیچنا، اور دوسرا ربا فضل کا یعنی تھوڑی چیز کو بدلے بہت کے بیچنا، پھر اگر دونوں چیزیں پائی جاویں، یعنی ایک اتحاد جنس اور دوسری اتحاد قدر یعنی کیل اور وزن تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو قسم حرام ہیں، جیسے گیہوں کے بدلے گیہوں کہ جنس بھی ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے اور قدر بھی ایک ہے، کہ کیلی ہے، اور اگر اتحاد جنس اور قدر ایک چیز میں پائی جاوے تو بیاج نسیئہ کا حرام ہے فضل حرام نہیں، جیسے کہ چنوں کے ساتھ بیچے کہ اس میں فضل حلال ہے اور نسیئہ حرام، اور امام مالک کے نزدیک علت بیاج ان چیزوں میں جو حدیث میں آئی ہیں ثمنیت اور قوت مدخر ہونا ہے۔ پس ان کے نزدیک ترکاری وغیرہ میں جو ذخیرہ نہیں ہو سکتیں بیاج نہیں اور امام شافعی کے نزدیک ترکاریوں میں بیاج ہوتا ہے (حاشیہ ترمذی مترجم نولکشور ج ۱ ص ۳۷۶)

(ابوسعید شرف الدین، دہلوی)

**س** :۔ سود خوار اور زانی گناہ میں ایک برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

**ج** :۔ سود خوار اور زانی دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں، اللہ اور رسول کے عاصی ہیں، اگرچہ سود خوار پر حد شرعی نہیں، کیونکہ وہ شخص بہت بڑا مجرم ہے، کیونکہ حدیث میں زنا بالام (ماں کے ساتھ زنا) سود کا ادنیٰ درجہ بیان ہوا ہے (۲ / فروری ۱۹۳۶ء)

**س** :۔ بعض لوگ دار الحرب میں سود کا جواز بیان کرتے ہیں، کیا یہ قول صحیح ہے؟

**ج** :۔ فقہ حنفیہ کی ایک روایت ہے، کہ دار الحرب میں سود لینا جائز ہے، مگر یہ روایت کوئی صحیح نہیں، ہاں دار الحرب کے احکام دار الاسلام سے مختلف ہیں (۲/ رجب ۱۳۴۴ھ)

**س** :۔ دار الاسلام اور دار الحرب کی کیا تعریف ہے؟ ہندوستان کس قسم سے ہے؟

**ج** :۔ دار الاسلام وہ ملک ہے، جہاں ادائے ارکان اسلام کی آزادی ہو اور حدود شرعیہ جاری ہوں، جیسے آج کل حجاز، نجد وغیرہ، دار الحرب وہ ہے جس کا بادشاہ غیر مسلم ہو اور مسلم حکومت سے اس کی جنگ ہو، ہندوستان نہ دار الاسلام ہے نہ دار الحرب، بلکہ بقول مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم "دار السلم" ہے (اہلحدیث ۱۷/ مارچ ۱۹۳۲ء)

**س** :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین در باب سود کے کہ فی زمانا اکثر اہل اسلام بدلیل اس کے کہ یہ ملک دار الحرب ہے، اور دار الحرب میں سود لینا درست ہے، آپس میں ہندوؤں اور مسلمانوں سے سود لیتے ہیں، اور دیتے ہیں، آیا اس حیلہ سے سود لینا مسلمانوں کو اس ملک میں درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

**ج** :۔ در صورت مرقومہ جاننا چاہیے، کہ سود کا لینا دینا خواہ دار الاسلام میں ہو خواہ دار الحرب میں حرام ہے اور ممنوع ہے، نزدیک امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور امام ابو یوسف اور جمہور علماء رحمہم اللہ کے کیونکہ قرآن و حدیث اور اجماع صحابہؓ سے حرمت ربوا کی ثابت ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قطعاً، مگر امام ابو حنیفہ امام محمد فرماتے ہیں، کہ دار الحرب میں کافر حربی سے سود لینا درست ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، ولیکن ملک ہندوستان رنگون سے لے کر پشاور تک ہرگز دار الحرب نہیں مطابق مذہب امام صاحب کے، اس لئے کہ موافق تحقیق اور تنقیح علماء متاخرین حنفیہ کے دار الحرب کی تعریف، نزدیک امام صاحب کے یہ ہے، کہ جب کہ کل شعائر اسلام کے موقوف ہو جاویں، تو اس صورت میں دار الاسلام، دار الحرب ہو جاتا ہے، اور جب تک ایک سبب بھی شعائر اسلام کا موجود ہوگا، تو دار الحرب متحقق نہ ہوگا، جیسا کہ فصول عمادی و طحطاوی وغیرہ میں مذکور ہے، اور جب کہ ہندوستان دار الحرب نہ ٹھہرا، تو نزدیک امام صاحب کے بھی حرام و ممنوع ہوگا۔

ولماان هذه البلدة صارت دار الاسلام باجراء احكام الاسلام فيها فما بقي شيء من احكام دار الاسلام فيها يبقى دار الاسلام على ما عرف ان الحكم اذا ثبت بعلة فما بقي شيء من العلة يبقى الحكم ببقائه هذا ذكر شيخ الاسلام ابو بكر في شرح سير الاصل وذكر في موضع اخر منها ان دار الاسلام لا تصير دار الحرب اذا بقي شيء من احكام الاسلام وان زال غلبته وذكر صدر الاسلام ابو اليسر في سير الاصل ايضا ان دار الاسلام لا تصير دار الحرب ما لم يبطل جميع ما به صارت دار الاسلام كذا ذكره في باب احكام المرتدين وذكر شيخ الاسلام الاسبيجابي في مبسوطه ان دار الاسلام محكومة بكونها دار الاسلام فيبقى هذا الحكم ببقاء حكم واحد فيها ولا تصير دار الحرب الا بعد زوال القرائن كلها ودار الحرب تصير دار الاسلام بزوال بعض القرائن وهو ان يجري فيها احكام الاسلام وذكر الامشي في واقعاته هكذا وذكر السيد الامام ناصر الدين في المنثور ان دار الاسلام باجراء احكام الاسلام فما بقي علقة من علائق الاسلام يرجح جانب الاسلام كذا في الفصول العمادية وهكذا في الطحطاوي والدر المختار وغيرهما من كتب الفقه۔

قال مولانا عبد العزيز دهلوي بعد نقل هذه الروايات المذكورة في جواب السائل المستفتي فعلم من هذه الروايات الفقهية ان هذه البلاد لا تصير دار الحرب على مذهب الامام اعظم ابي حنيفة رح بل تكون دار الاسلام كما كان ولا يجوز للمسلم اخذ الربوا من نصراني وغيره لان حرمته قطعية ثابتة بالاية بقوله

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربوا وبقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ کما ھو مذکور فی کتب الاحادیث من الصحاح الستۃ وعلی مذھب صاحبیہ تصیر دار الحرب اذا اجروا فیھا احکامھم ففی اخذ الربوا من الحربی اختلاف فعند الامام الشافعی ومالک واحمد وابی یوسف رحمھم اللہ تعالیٰ لا یجوز فی دار الحرب ایضا وعند الامام الاعظم ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ ومحمد یجوز فی دار الحرب کما قال فی الھدایۃ ولا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب خلافا لابی یوسف والشافعی رح انتھی ما نقل مولانا المرحوم مختصرا۔

اور مولانا محمد اسحق صاحب مرحوم و مغفور نے بھی بیچ جواب مستفتی کے ارشاد فرمایا ہے کہ سود لینا دار الحرب میں حربی سے بھی درست نہیں، چنانچہ عبارت فتوے جناب مولانا مبرور کی بعینہ نقل کی جاتی ہے: "در حلت وحرمت مبلغ سود در دار الحرب از حربیاں کلامی است وآں این است کہ حرمت ربوا بنص قطعی ثابت است کما قال اللہ تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربوا وحلت ربوا از کافر حربی در دار الحرب ظنی است پس عمل کردن بر دلیل اقوی اولیٰ است، خصوصاً وقتے کہ در دار الحرب بودن ایں دیار علماء را اختلاف باشد پس اجتناب در گرفتن سود از حربی اولیٰ کہ والزم خواہد بود ونیز قاعدہ فقہ است اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام واین وقتے باشد کہ ہر دو دلیل در یک مرتبہ باشد وچوں یک دلیل کمتر باشد از دلیل دیگر پس عمل بر اقوی مؤکد تر میشود بنا بریں قاعدہ ہم ربوا از حربی نباید گرفت وآئندہ از معاملہ سود گرفتن از حربی چہ جائے مسلم اجتناب باید نمود، تمام شد عبارت فتوی جناب مولانا مرحوم۔" واجب ہے مسلمان، ذی علم سعادت شعار پر کہ کہنے سے کسی نیم ملاں کے سود کے لینے دینے سے اگرچہ دار الحرب میں ہو، پرہیز واجتناب ضرور کریں، اور مضامین ان آیتوں سے خوف وخطر میں رہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ سود خواروں کے حق میں فرماتا ہے۔ لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس، و یمحق اللہ الربوا۔ فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین۔ ومن عاد فاولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ | سید محمد نذیر حسین |

| تقریر خواجہ ضیاء الدین احمد | ھذا الجواب صحیح | محمد قطب الدین | سید محمد ہاشم |

الجواب حق والمجیب محقق | محمد مسعود نقشبندی | حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ | محمد یوسف |

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چونکہ در سوال مرقوم است، کہ سود فی زماننا اکثر اہل اسلام بدلیل اینکہ ایں ملک دار الحرب است ودر دار الحرب سود گرفتن درست است، ہندو و مسلمان باہم دیگر سودی گیرند ودی دہند پس ازیں حیلہ سود گرفتن مسلمانان را دریں ملک درست است یا نہ؟

جواب:۔ ایں سوال صرف ایں قدر باید کہ ایں ملک دار الحرب نیست حسب روایات استنتاد دریں صورت سود گرفتن بالاتفاق درست نیست وسائل سوال از چین دردس کہ بالاتفاق دار الحرب مستند نمی کند کہ در جواب نوشتہ شود وگفتگو دریں مقدمہ بسیار است ودر کتب خمسہ امام محمد مرقوم است، اگر طول بسیار می خواہد پس جواب بایں قدر ہست، کہ ایں ملک دار الحرب نیست ودستخط ہم بریں است، وبر دیگر روایات نیست۔ کتبہ صدر الدین خاں، صدر الصدور سابق دہلی (بقلم خاکسار محمد سبحان علی لکھنوی)

س:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشوت کا کھانا، اور سور کا کھانا اور بیاج کا کھانا، اور شراب کا پینا، اور غیر اللہ کے نام کا کھانا، ان میں کچھ فرق ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

ج:۔ در صورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیے، کہ رشوت کا کھانا، اور سوار کا کھانا، اور سود کا کھانا اور شراب کا پینا حرام ہے، اور سب حرام ہونے میں برابر ہیں، اور علماء کا اتفاق ہے مخلوق کی نذر کے حرام ہونے پر اور یہ نذر منعقد نہیں ہوتی، اور وہ حرام ہے جائز نہیں اس کا لینا اور کھانا بحر الرائق میں مذکور ہے۔ انعقد الاجماع علی حرمۃ نذر المخلوق ولا ینعقد نذر المخلوق ولا نہ حرام بل سحت ولا یجوز اخذہ واکلہ انتہی۔ اور دلیل الصالحین میں مرقوم ہے۔ النذر لا یکون الا للہ تعالیٰ فمن نذر لنبی او ولی لا یلزم علیہ شیء فان اعطی ذلک الشیء لاحد من الناس علی تلک النیۃ لا یجوز الاخذ وان علم الاخذ بذلک فان کان طعاما لا یحل اکلہ وان کان ذبیحۃ فھو میتۃ وان اکلوا وسموا اللہ تعالیٰ علیہا کفروا جمیعا وان نذروا للہ تعالیٰ فاکلوا ثم وھبوا ثوابہ لاحد من الناس فتلک تجوز انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

| | |
|---|---|
| سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ | |
| از شرف سید کونین شد شریف حسین | خادم شریعت رسول الثقلین تلطف حسین |

ج:۔ سودی روپیہ لے کر تجارت کرنا حرام اور گناہ ہے یا نہیں، اور مال حاصل کردہ سودی روپیہ سے طیب وپاک ہے یا ناپاک بینوا توجروا۔

ـــــــــــــــــــ

لہ خلاصہ ان فتووں کا یہ ہے، کہ سود لینا کسی حال میں بھی درست نہیں ہے، اور ہندوستان دار الحرب نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ج: سودی روپیہ لے کر تجارت کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس واسطے کہ سود حرام قطعی ہے، اور لینے والے اور دینے والے اور گواہ ہونے والے اور دستک لکھنے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سود کے گناہ ستر حصے ہیں، ان کا آسان حصہ یہ ہے، کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الربوا سبعون جزءاً ایسرھا ان ینکح الرجل امہ رواہ ابن ماجہ والبیہقی کذا فی المشکوۃ اور مال حاصل کردہ سودی روپے سے ناپاک ہے، اس واسطے کہ جب سبب حرام ونامشروع ٹھہرا تو جو چیز اس سے حاصل ہوگی، وہ بھی اسی کے حکم میں ہوگی، کما لایخفی علی المتامل، واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید شریف حسین

| ز شرف سید کونین شد شرف حسین |
|---|
| سید محمد نذیر حسین |

س: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ بیع وشراء داد وستد کرنا دانستہ یا نادانستہ سود خوار سے کہ اکثر مال اس کا جائز ہے یا ناجائز، بحوالہ کتب فقہ تحریر فرمایا جاوے بینوا توجروا

ج: دانستہ بیع وشراء داد وستد سود خوار سے کہ اکثر مال اس کا حرام ہے جائز نہیں اور نادانستہ موجب حرمت ومعصیت کا نہیں ہے۔ الحرمۃ منتقل بالعلم کذا فی الدر المختار وغیرہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

| سید محمد نذیر حسین |
|---|
| ز شرف سید کونین شد شریف حسین |

(فتاوی نذیریہ ج ۲ ص۱۶۲)

س: دربارہ خرید وفروخت یعنی ایک وقت میں دو بیع کرنا نقد پر بیشی کے ساتھ اور ادھار پر کمی کے ساتھ دینا اس طرح کی خرید وفروخت درست ہے یا نہیں، اس کے جواب میں آپ کے ہاں سے فتوی آیا، کہ نقد پر کم قیمت لینا، اور ادھار پر زیادہ قیمت لینا درست ہے، یہ مسئلہ ترمذی اور نیل الاوطار میں ملتا ہے، اور اسی طرح کا فتوی اخبار اہلحدیث قبل رمضان ۱۳۴۳ھ میں دیکھا گیا۔ مگر اس کے ثبوت میں کچھ شک پڑتا ہے، کیونکہ ترمذی میں کوئی دلیل کافی نہ پائی گئی اور نیل الاوطار یہاں موجود نہیں۔ مگر برعکس اس کے ملتا ہے یعنی تلخیص الصحاح باب البیوع جلد اول صفحہ ۲۴۲ مترجم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور، کہ ایک وقت میں دو بیع کرنا درست نہیں ہے، اور کیونکہ ادھار پر زیادہ قیمت لینا ربا ہوگا، اس واسطے مکرر عرض ہے، کہ اس مسئلہ میں موافق قرآن وحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے جواب ملنا چاہیے، کسی کی رائے اور اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے۔

(عبد المجید اہلحدیث، از دھورہ ٹانڈہ)

**ج**:۔ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے، اس حدیث کی تشریح میں اقوال مختلف ہیں جس صاحب کو جو قول پسند ہوتا ہے اس پر وہ نتائج مرتب کر دیتا ہے، نیل الاوطار میں ایک قول یوں بھی مرقوم ہے، کہ اگر کوئی یہ کہے، کہ نقد پر سو روپیہ اور ادھار پر دو سو روپیہ لوں گا، خریدار کہے، میں نے نقد کی صورت یا ادھار کی صورت منظور کی تو جائز ہے (جلد ۵ ص ۱۲) ترمذی میں بھی مرقوم ہے کہ صورت مرقومہ میں خریدار جب ایک صورت کو اختیار کرلے تو جائز ہے (باب النھی عن بیعتین فی بیعۃ) غرض صورت مرقومہ کے منع پر کوئی آیت یا حدیث صاف دلالت نہیں کرتی اس لئے جائز معلوم ہوتا ہے (اہلحدیث ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء)

**تشریح**:۔ وقد فسر بعض اھل العلم قالوا بیعتین فی بیعۃ ان یقول ابیعک ھذا الثوب بنقد بعشرۃ وبنسیئۃ بعشرین ولا یفارقہ علی احد البیعین یعنی بعض اہل علم نے حدیث (نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعۃ) کی تفسیر یوں کی ہے، کہ مثلاً ایک شخص کہے کہ یہ کپڑا میں نے تمہارے ہاتھوں نقد دس روپے پر اور ادھار بیس روپے پر فروخت کیا اور بائع اور مشتری جدائی سے پہلے کسی ایک بیع کا فیصلہ نہ کرسکیں، یہ بیع اکثر اہل علم کے نزدیک فاسد ہے فاذا فارقہ علی احدھما فلا باس اذا کانت العقدۃ علی واحد منھما یعنی اگر جدائی سے پہلے ایک بیع کا فیصلہ ہوگیا، تو کوئی حرج نہیں، جب کہ بیع ایک صورت پر منعقد ہوچکی ہو، نقد پر متعین ہو یا ادھار پر، مزید تفصیلات کے لئے دیکھو تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ (مؤلف)

**تشریح مفید**

**سوال**:۔ ایک شخص اپنے مکان میں غلہ گندم رکھتا ہے، اور وہی شخص یعنی اس کا مالک گندم کو نقد فی روپیہ ۲۵ سیر فروخت کرتا ہے، اور اگر مہلت پر بطور قرضہ کے دیوے، تو فی روپیہ ۲۰ سیر دیتا ہے یہ بیع حلال ہے یا حرام بینوا توجروا

**الجواب**:۔ بائع نقد کی صورت یا ادھار کی صورت کو متعین کر کے فروخت کرے، تو بیع حلال و جائز ہے، یعنی بائع بیچنے کے وقت خریدار سے کہے، کہ میں تیرے ہاتھ اس غلہ کو نقد فی روپیہ ۲۵ سیر فروخت کرتا ہوں یا یوں کہے، کہ اس غلہ کو ادھار فی روپیہ ۲۰ سیر فروخت کرتا ہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو یہ بیع جائز و درست ہے۔ لعموم الادلۃ القاضیۃ بجوازہ۔ اور اگر نقد کی صورت یا ادھار کی صورت کو خاص اور متعین کر کے فروخت نہ کرے، تو یہ بیع حرام و ناجائز ہے یعنی فروخت کے وقت یوں کہے۔ کہ اس غلہ کو تیرے ہاتھ نقد فی روپیہ ۲۵ سیر اور ادھار فی روپیہ ۲۰ سیر فروخت کرتا ہوں، اور نقد کی صورت کو یا ادھار کی صورت کو خاص و متعین نہ کرے تو اس طرح کی بیع ناجائز ہے، جامع ترمذی میں ہے۔ عن[1] ابی ھریرۃ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعۃ وقد فسر بعض اھل العلم قالوا بیعتین فی بیعۃ ان یقول ابیعک ھذا الثوب بنقد بعشرۃ و بنسیئۃ بعشرین ولا یفارقہ علی احد البیعین فاذا فارقہ علی احدھما فلا باس اذا کانت العقدۃ علی احد منھما۔ انتہی۔

کتبہ علی احمد | سید محمد نذیر حسین | (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۱۵۸)

**س** :۔ ایک چیز دس روز کے وعدے پر رکھی گئی، تو بعد گذرنے میعاد دس یوم کے مرتہن کے لئے رکھ لینی جائز ہے یا نہیں؟

**ج** :۔ بیع الوفاء ہے تو جائز ہے، اگر بیع الوفا نہیں، تو جائز نہیں۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۹ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ)

**س** :۔ بیع الوفاء بالمعنی الثانی جس کی حرمت متفق علیہ حدیث سے نہی عن بیع وشرط سے شبہ ہوتا ہے، اس کا دفعیہ کیا ہے (قمر الحسن ٹانڈہ فیض آباد)

**ج** :۔ بیع[2] الوفاء شافعیہ اور اہل حدیث کے نزدیک رہن بالقبض ہے یعنی ناجائز اس لئے نہی عن بیع وشرط اس کے معارض نہیں، بلکہ مؤید ہے (۸ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ)

**س** :۔ چہ می فرمایند علمائے دین و شرع متین کہ بیع بالوفاء عند الشرع جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

**ج** :۔ ساریاب فطانت و دیانت پر مخفی نہیں، کہ رسم و رواج و تعامل بیع الوفاء کا قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں نہیں پایا گیا۔ بعد مدت دراز قرون ثلاثہ کے چند علمائے متاخرین بخارا و سمرقند وغیرہ نے صورتیں بیع الوفاء کی اختراع کیں اور نکالی ہیں، اور قواعد و ضوابط ائمہ اربعہ وغیرہ سے منع ہونا، اس بیع الوفاء کا واضح ہوتا ہے اور جس چیز کی اصل شرع سے نہ پائی جاوے، وہ چیز منہی عنہ اور غیر مشروع ہے۔ قال

---

[1] اخرجہ ایضا احمد والنسائی وصححہ الترمذی (نیل ج ۵ ص ۱۲۱) ابو سعید محمد شرف الدین دھلوی

[2] بیع الوفاء یہ کہ بائع مشتری سے کہے کہ میرے ذمہ جو آپ کا قرض ہے اس کے بدلے میں یہ چیز آپ کو اس شرط پر بیع کرتا ہوں کہ رقم ہو جانے پر میں آپ کا قرض ادا کر دوں گا اور اپنی چیز واپس لے لوں گا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد کما رواہ البخاری وغیرہ من المحدثین ھذا الحدیث معدود من اصول الاسلام وقاعدۃ من قواعدہ فان معناہ من اخترع فی الدین مالا یشھد لہ اصل من اصولہ فلا یلتفت الیہ و قال النووی شارح مسلم ھذا الحدیث مما ینبغی بحفظہ واستعمالہ فی ابطال المنکرات واشاعۃ الاستدلال بہ کذلک انتھی ما فی فتح الباری شرح صحیح البخاری مختصرا، اور باوجود اس احداث واختراع کے رائے مخترعین کی بھی اس میں مختلف ہے۔

اب بیان اختلاف چند علمائے متاخرین مخترعین کا سنو کہ صدر شہید تاج الاسلام وصدر شہید حسام الدین نے بیع الوفاء کو بمنزلہ بیع المکرہ کے گردانا ہے۔ ثم من یجعل بیع الوفا بمنزلۃ بیع المکرہ الصدر الشہید تاج الاسلام وصدر الشہید حسام الدین کان الفساد باعتبار فوت الرضا کذا فی الھدایۃ والکفایۃ والعینی شرح الکنز، اور دوسری وجہ فساد بیع الوفاء یہ کہ بیع مذکورہ بشرط فسخ واسترداد اور واپسی مبیعہ کے منعقد ہوتی ہے۔ بیع الوفاء وھو ان یقول البائع للمشتری بعت منک ھذا بما لک علی من الدین علی انی متی قضیت الدین فھو لی کذا فی الکفایۃ وغیرھا ثم اذا ذکر الفسخ قبلہ او فیہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا (ترجمہ) پھر جب کہ عاقدین نے بیع الوفاء کے اندر ما قبل اس کے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا، یا دونوں نے اس کو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز وفی الظھیریۃ لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ تم ولم یبین کونہ فی مجلس العقد او بعدہ (ترجمہ) اور ظہیریہ میں ہے، کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی، نزدیک ابوحنیفہ کے۔ اور صاحب ظہیریہ نے یہ ذکر نہیں کیا، کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہو یا بعد اس کے، یہ درمختار میں مذکور ہے، اور کہا صاحب طحطاوی محشی درمختار نے کہ جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی، بیع فاسد ہوگی، اگرچہ شرط بعد مجلس ہو انتھی کلامہ،

تیسری وجہ فساد کی یہ کہ شرط خیار فسخ کا بیع الوفاء میں زیادہ تین دن سے محمول رہا ہے، اور زیادہ تین دن سے عام ہے، کہ چار دن زیادہ ہو یا چار مہینے یا چار برس ہو مثلا، حالانکہ شرط خیار فسخ کا بیع میں زیادہ تین دن سے نہیں ہے، پس اگر زیادہ تین دن سے خیار فسخ کا ہوگا، تو بیع فاسد ہوگی، چنانچہ اس بات میں تمام متون وشروح وفتاوی حنفیہ مظہر ومشاہد ہیں قال فی الھدایۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خیار الشرط جائز فی البیع للمشتری وللبائع ولہما الخیار ثلاثۃ ایام فما دونہا والاصل فیہ ما روی ان حبان بن منقذ بن عمرو الانصاری کان یغبن فی البیاعات فقال لہ النبی علیہ السلام اذا بایعت فقل لا خلابۃ ولی الخیار ثلثۃ ایام ولا یجوز اکثر منہا عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ وہو قول زفر والشافعی و لابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ ان شرط الخیار یخالف مقتضی العقد وہو اللزوم وانما جوزناہ بخلاف القیاس لما رویناہ من النص فیقتصر الی المدۃ المذکورۃ فیہ و انتفت الزیادۃ انتہی ما فی الہدایۃ مختصرا قولہ فیقتصر علی المدۃ المذکورۃ فیہ وانتفت الزیادۃ وذکر فی المبسوط وابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ استدل بالحدیث بان النبی علیہ السلام قدر الخیار بثلاثۃ ایام والتقدیر الشرعی انما یکون لمنع الزیادۃ والنقصان او لمنع احدہما وہذا التقدیر لیس لمنع النقصان فان اشتراط الخیار دون ثلاثۃ ایام یجوز فعرفنا انہ لمنع الزیادۃ اذ لو لم یمنع الزیادۃ لم تبق لہذا التقدیر فائدۃ کذا فی الکفایۃ وغیرہا من شروح الہدایۃ

اب واضح ہو کہ مجوزین بیع الوفا نے اس مسئلہ میں مسلک ومذہب اپنے امام کو چھوڑ کر غیر مسلک امام کا اختیار کیا، قطع نظر حدیث بالا سے اور سید امام ابوشجاع وعلی السغدی نے اس بیع مذکور کو رہن قرار دیا، اور رہن ہونے پر دار ومدار رکھا، ومنہم من جعلہ رہنا لقصد المتعاقدین وہذا لان المتعاقدین وان سمیا بیعا ولکن غرضہما رہن والعبرۃ فی العقود للمعانی فالکفالۃ بشرط براءۃ اصیل حوالۃ والحوالۃ بشرط ان لا یبرأ کفالۃ وہبۃ الحرۃ نفسہا مع تسمیۃ المہر نکاح والاعارۃ باجرۃ اجارۃ وللبائع استردادہ اذا قضی دینا لا فرق بینہ وبین الرہن فی حکم من الاحکام وکان السید الامام ابو شجاع علی ہذا واوصی بنیہ عند موتہ بہذا وحین قدم القاضی الامام علی السغدی من بخارا السمرقند فاستفتی بہذا فکتب انہ رہن ولیس ببیع ففرح السید الامام بموافقۃ فتواہ وسئل القاضی الحسن الماتریدی عمن باع دارہ من آخر بثمن معلوم بیع الوفاء وتقابضا ثم استاجرہا من المشتری مع شرائط صحۃ الاجارۃ وقبضہا ومضت المدۃ ہل یلزم الاجرۃ فقال لا لانہ عندنا رہن والراہن اذا استاجر من المرتہن لا یجب علیہ الاجرۃ بہذہ الاجارۃ فکذا ہذا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انتہی ما فی الکفایۃ وغیرہا من الکتب الحنفیۃ۔ اور جب بیع الوفا بدلیل سابق رہن حقیقۃ قرار پایا نزدیک امام حسن ماتریدی و سید ابو شجاع و قاضی علی سغدی کے۔ اور کتاب وثیقہ بیع الوفا میں شرط نفع لے لینے مشتری اور راہن کے مندرج اور مشروط ہوتی ہے، تو یہ نفع مشروط خالی عن العوض بلاریب ربوا میں داخل ہے، اور عیاں را چہ بیان الخ

(فتاوی نذیریہ جلد دوم، ص ۱۷۰-۱۸۰)

**س** :۔ زید نے اپنے ایک عزیز سے کچھ زمین گرو رکھ کر ایک ہزار روپیہ لیا۔ کچھ دنوں بعد زید نے بکر سے پرونوٹ لکھوا لیا۔ اس وقت زمین کی قیمت آٹھ سو روپیہ تھی، اگر زید کو معلوم تھا کہ بکر نے ایک ہزار روپیہ دیا ہے اس لئے پرونوٹ ایک ہزار کا لکھوایا، دس سال گذر جانے کے بعد زمین ۱۸۰۰ روپے میں بکر نے بیچ ڈالی، اور اپنے قرضہ میں دے دی، زید چاہتا ہے، کہ ایک ہزار سے زائد جو روپیہ ملا ہے، وہ زید کو دیا جائے۔ بکر کہتا ہے، کہ جب پرونوٹ لکھ دیا تو اب زید ایک ہزار سے زائد کا حقدار نہیں، شرعاً کیا حکم ہے (محمد بشیر لاہور)

**ج** :۔ بکر نے جتنا قرض دیا ہے، اتنا ہی ادا کرنا واجب ہے، باقی جبر معلوم ہوتا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے۔ علی الید ما اخذت۔ (اہلحدیث جلد ۴۸ ص ۱۶/۱۷)

**شرفیہ** :۔ سائل کا سوال واضح نہیں ہے پھر جواب اختصار مخل ہے، سوال میں "عزیز" سے مراد بکر معلوم ہوتا ہے، اور بکر نے پرونوٹ لکھا دیا اس سے مراد بکر کو لکھ کر دے دیا معلوم ہوتا ہے، اور اپنے قرضہ میں دے دی سے مراد اپنے قرضہ میں مجرا کر لی، معلوم ہوتا ہے، حاصل یہ معلوم ہوتا ہے، کہ زید مقروض ہے، بکر مقرض، اور پرونوٹ سے مراد اگر یہ ہے، کہ اتنے روپے کا زید مقروض ہے، اور یہ (پرونوٹ) سند ہے، تب تو مجیب مرحوم کا جواب صحیح ہے، اور اگر یہ مراد ہے، کہ زمین ایک ہزار میں زید نے بکر کے ہاتھ فروخت کر دی، تو جواب صحیح نہیں بنا بریں یہ جواب بھی صحیح نہیں، بظاہر صورت اولیٰ ہے، اور مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے، کہ باقی جبر معلوم ہوتا ہے، مرحوم کی مراد یہ ہے، کہ زمین جتنے میں بھی بکی وہ زید کی ملکیت بکی، لہٰذا ایک ہزار روپیہ بکر اپنے قرضہ میں محسوب کرے، اور باقی روپیہ زید کا ہے، وہ بکر کو لینا حرام ہے، بلکہ دس سال تک وہ زمین اگر بکر مقرض کے قبضے میں رہی، اور اس نے اس سے غلہ حاصل کیا گو اپنا خرچ بھی کیا، تو وہ بھی بکر کو حساب کرنا ہوگا، جتنا خرچ کیا ہے، وہ اور اپنی محنت دلگان وغیرہ پورا حساب کر کے لے لے، اب جتنا بچے، وہ بھی زید کا ہے، اور اغلب یہ ہے کہ اس صورت میں زید کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کچھ بھی نہ دینا پڑے گا، اس حساب کی رو سے وہ سب روپیہ زید ہی کا ہوگا، اس لئے کہ مقرض کو گروی شے سے نفع لینا جائز نہیں ہے بلکہ سود ہے، فتاوی نذیریہ ملاحظہ ہو، مفتی مرحوم نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تؤدی رواہ الترمذی ورواہ ابوداؤد وابن ماجہ (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵۵)

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

**س:** ملک بنگال میں لوگ اپنی زمین ٹھیکے پر دیتے ہیں، اس طور سے کہ سالانہ ایک بیگھہ زمین پر مثلاً تین من یا چار من دھان لیا ہے، چاہے اس زمین کی فصل ڈوب جائے یا جل جائے، انہیں سروکار نہیں فصل ہو یا نہ ہو، زمین کا مالک مقررہ دھان اس سے لے لے گا، اور خراج مالک کے ذمہ ہوگا، از روئے شریعت اس طرح کا ٹھیکہ زمین کا دینا جائز ہے یا نہیں؟

(محمد اکرم علی)

**ج:** صورت مرقومہ جائز نہیں، یوں ہونا چاہیئے، کہ پیداوار میں نصف یا ربع یا خمس یا جو مقرر ہو لوں گا، نہ ہو تو نہیں لوں گا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودان خیبر کو حصے پر زمین دی تھی، ٹھیکہ کا عوض نقد روپیہ ہو تو ہر طرح جائز ہے۔ واللہ اعلم (۳ رجب ۴۲ھ)

**تشریح** زمین اس شرط پر دینا کہ دس من غلہ اس میں سے ہم کو دے دینا باقی تمہارا، جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ شرط فاسد ہے، اس واسطے ممکن ہے کہ صرف دس ہی من غلہ پیدا ہو تو اس صورت میں بے چارہ مزارع بالکل محروم رہ جائے گا، اور سراسر خسارہ میں پڑ جائے گا، ہاں اس شرط پر زمین دینا جائز ہے، کہ جس قدر غلہ پیدا ہو اس میں سے مثلاً ایک ثلث ہمارا، باقی تمہارا، یا نصف ہمارا نصف تمہارا یا دو ثلث ہمارا، باقی تمہارا یعنی جزشائع کی شرط کرنا کہ جس سے کسی صورت میں قطع شرکت نہ ہو بلکہ جس قدر غلہ پیدا ہو، تھوڑا یا زیادہ اس میں دونوں اپنے اپنے حصہ مقررہ کے شریک رہیں، جائز و درست ہے، موطا امام محمد ص ۳۵۴ میں ہے اخبرنا مالک اخبرنا ربیعۃ بن ابی عبد الرحمن ان حنظلۃ الانصاری اخبرہ انہ سال رافع بن خدیج عن کراء المزارع فقال قد نہی عنہ قال حنظلۃ فقلت لرافع بالذہب والورق فقال رافع لا باس بکرائہا بالذہب والورق قال محمد وبہذا ناخذ لا باس بکرائہا بالذہب والورق بالحنطۃ کیلا معلوما وضربا معلوما ما لم یشترط ذلک

---

۱؎ جتنا روپیہ لیا گیا ہے، اتنی ہی ادائیگی لازم ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مما یخرج منہا فان اشترط مما یخرج منہا کیلا معلوما فلا خیر فیہ وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا الی اخرہ حررہ عبد الحق اعظم گڈھی عفی عنہ ۹ رجب ۱۳۰۲ھ

سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۱۶۶)

**س**:۔ بیمہ کمپنی سے زندگی کا بیمہ کرانا جائز ہے یا ناجائز؟ جس کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ ایک میعاد مقررہ تک ماہواری ایک رقم مقررہ کمپنی کو ادا کرنی پڑتی ہے، اگر میعاد مقررہ کے اندر بیمہ کرانے والا فوت ہو جائے گا۔ تو رقم مقررہ پوری جس رقم کا بیمہ کرایا ہے، وارثان کو مل جائے گی، اور اگر میعاد مقررہ تک زندہ رہا تو بعد گذرنے میعاد کے جمع شدہ رقم جو اس عرصہ میں ادا کی ہے مع نفع کے مل جائے گی۔ کیا شرع شریف میں ایسا بیمہ کرانا جائز ہے (محمد امین کلکتہ)

**ج**:۔ سوال میں مع نفع کا لفظ تشریح طلب ہے، جہاں تک ہمیں ان کمپنیوں کے قواعد کا علم ہے نفع کا ذکر نہیں ہوتا، بلکہ ایک مقررہ رقم ہوتی ہے، مثلاً ہزار یا لاکھ روپے کا بیمہ ہوتا ہے، بیمہ کی رقم ماہوار یا ہر سہ ماہ بعد ادا کی جاتی ہے، اس ادائیگی کی میعاد مقرر ہوتی ہے، و تیاد جا مر جائے، تو مقررہ رقم اس کے وارثوں کو مل جاتی ہے، میعاد تک زندہ رہے تو خود لے سکتا ہے، اس کی بنا دراصل ہمدردی پر ہوتی ہے، یعنی بیمہ کرانے والا اگر مر جائے تو اس کے وارثوں کو ایک معقول رقم مل سکتی ہے، اس لئے میں اس کو جائز جانتا ہوں، (انما الاعمال بالنیات)۔

(اہلحدیث ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ)

فی الواقع اگر بیمہ کمپنیوں کے قواعد و ضوابط میں خط کشیدہ دفعہ ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مفتی مجیب کے نزدیک بھی یہ چیز جائز نہیں، جیسا کہ آپ کے مرقومہ جواب سے مترشح ہوتا ہے (مؤلف)

**شرفیہ**:۔ بیمہ زندگی یہ ہے، کہ مثلاً ایک شخص بیمہ کمپنی سے پانچ یا دس ہزار روپیہ کا بیمہ کرتا ہے، کہ میں پانچ یا دس سال یا کچھ کم و بیش مدت میں یہ رقم مذکور قسطوں سے ادا کرتا رہوں گا مثلاً بیس پچیس روپیہ ماہوار یا سہ ماہی وغیرہ پھر بعد میعاد مذکور و ادائے رقم مذکورہ مجھ کو وہ میرا روپیہ یا رقم مذکور سب کی سب معہ سود مثلاً بجائے پانچ ہزار کے معہ سود چھ یا سات ہزار دے گی۔ اور اگر میں مدت معینہ مذکورہ میں قبل ادا کرنے رقم مذکور کے مر گیا، تو میرے وارث کمپنی سے پورے پانچ ہزار روپے وصول کریں گے، اور کمپنی کو دینی واجب ہو گی، اگرچہ میں نے بجائے پانچ ہزار کے ایک ہی قسط بیس یا پچیس روپے ادا کی ہو اور کمپنی اس رقم سے جو بیمہ والوں سے لیتی ہے، تجارت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتی ہے، پھر تجارت سے جتنا نفع ہوتا ہے، حساب کر کے بیمہ والوں کو اس کا سود دیتی ہے، اور کمپنی کا کاروبار سود کا ہوتا ہے، اب واضح ہو کہ اس بیمہ کی حرمت کے دلائل یہ ہے،

اول یہ کہ یہ سود کا معاملہ ہے، لہٰذا قطعاً حرام ہے، اس لئے کہ اس میں خطرہ ہے، کیا معلوم کہ بیمہ والا مدت مذکورہ میں زندہ رہے گا یا نہ، رقم ادا کرے گا یا نہ، اگر مرگیا تو جیا ہوا، اگر زندہ رہا اور رقم ادا کی، تو سود کھائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربوا الآیۃ (پ ۳ ع ۶) وقال اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما۔ الآیۃ (پ ۲ ع ۱۱) وقال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس الآیۃ (پ ۷ ع ۲) وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الخمر والمیسر والکوبۃ والغبیراء وقال کل مسکر حرام (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۸)

دوم یہ کہ تعاون علی الاثم ہے قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیۃ (پ ۶ ع ۵) لعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

**تشریح** از قلم حضرت العلام مولانا عبید اللہ صاحب۔ شیخ الحدیث۔ مبارکپوری۔

**س**:۔ انشورنس کرانا ہے؟ جب کہ اختتام میعاد پر مقررہ رقم سے جو کچھ زائد ملتا ہے، وہ عام سود کے طور پر مقرر نہیں جوڑا جاتا، بلکہ بیمہ کی رقم تجارت میں لگا کر سالانہ نفع اور نقصان کا لحاظ کر کے فی صدی پر رکھا جاتا ہے، کسی سال کچھ رقم منافع میں آتی ہے، دوسرے سال کچھ اور علمائے کرام اس بارے میں مختلف الرائے ہیں، حضرت مولانا امرت سری نے بھی استفسار پر جواز کا فتویٰ دیا تھا لیکن کوئی دلیل نہیں فرمائی تھی، یہاں اسکول کے اکثر اساتذہ انشورنس شدہ ہیں، میں تذبذب میں ہوں (محمود الحسن رحمانی، سارن)

**ج**:۔ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول صحیح ہے، جو زندگی کا بیمہ کرانے کو ناجائز کہتے ہیں، اور وہ لوگ غلطی پر ہیں، جنہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے

انسان یا جانور کی زندگی یا جائداد کے بیمہ کرنے کی حقیقت پر غور کیا جائے تو سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، کہ انشورنس کرانے کو جائز جاننا سود کو یا قمار کو حلال کرنا ہے بیمہ کمپنیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا اصول ہے، کہ زندگی کا بیمہ کرانے والا یا بیمہ کرایا ہوا جانور بیمہ کی معینہ مدت سے قبل مر جائے یا بیمہ کرائی ہوئی جائداد کسی ناگہانی آفت سے مقررہ مدت کے اندر ضائع ہو جائے، تو بیمہ کی پوری مقررہ رقم اس کے ورثاء کو یا جائداد اور جانور کے مالک کو مل جاتی ہے، اور اگر بیمہ کرانے والا، یا جانور اور جائداد مقررہ مدت تک زندہ اور محفوظ رہے، تو کل جمع کردہ رقم مع سود کے بیمہ کرانے والے کو یا جانور اور جائداد کے مالک کو ملتی ہے، اور اگر کچھ رقم جمع کرنے کے بعد بیمہ کرانے والا مسلسل دو سال تک مقررہ قسطیں ادا کرنے سے قصداً انکار کر دے، یا مجبوراً ادا نہ کر سکے، تو بیمہ کمپنی ادا شدہ قسطوں کو ضبط کر لیتی ہے۔

سوال یہ ہے، کہ مقررہ مدت کے اندر مر جانے یا بیمہ کردہ چیز کے تلف ہو جانے کی صورت میں اور اسی طرح مقررہ مدت تک زندہ اور محفوظ رہنے کی صورت میں، بیمہ کمپنیاں بیمہ کرانے والوں کو یا ان کے ورثہ کو ان کی جمع کردہ رقم سے فائدہ جو کچھ دیتی ہیں، اس کی حیثیت اور نوعیت کیا ہے اور وہ کہاں سے آتا ہے؟

ظاہر ہے، کہ وہ صدقہ وخیرات یا تحفہ وہدیہ تو ہے نہیں، اور نہ ہی قرض ہے، پھر دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ بیمہ کمپنی جمع شدہ روپیہ دوسروں کو سود پر دیتی ہو اور اس میں سے ایک معین حصہ بیمہ کرانے والوں کو بانٹ دیتی ہو، جیسا کہ عام بینکوں کا طریقہ ہے یا یہ کہ بیمہ کمپنی خود ہی اس روپیہ سے تجارت کرے، اور اس کے منافع سے ایک معین اور طے شدہ منافع ادا کرے، اور اسی کا نام سود ہے۔

اور یہ خیال وتوجیہ کہ بیمہ کرانے والے اس تجارت میں شریک یا رب المال اور مضارب کی حیثیت رکھتے ہیں، اور بیمہ کمپنی عامل ومضارب (بفتح الراء) کی حیثیت رکھتی ہے، پس زائد رقم اس حیثیت سے بیمہ کرانے والوں کے لئے حلال وطیب ہوگی، غلط اور باطل ہے، اس لئے کہ اگر یہ صورت حال ہو تو ان شرکا، یا ارباب اموال (بیمہ کرانے والوں) کو ایک طے شدہ معینہ رقم نہیں ملنی چاہیئے، بلکہ کمی اور بیشی کے ساتھ نفع اور نقصان دونوں میں شریک رہنا چاہیئے، اور یہاں ایک طے شدہ معین ہی نفع (زائد رقم) ملتا ہے، اور سوال میں ذکر کردہ صورت یا توجیہ بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ بیمہ کمپنیاں عام طور پر اصل رقم سے جو کچھ زائد دیتی ہیں، اس کی شرح اور مقدار پہلے ہی سے معین کر دیتی ہے، اور اگر کوئی کمپنی اس کو اصولاً معین نہ کرتی ہو، بلکہ زائد رقم کو سالانہ نفع اور نقصان کا لحاظ کر کے فی صد پر رکھتی ہو، تب بھی یہ طریقہ وجہ جواز نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کاروبار میں نقصان کا سوال ہی نہیں آنے دیا جاتا۔ نیز بیمہ کمپنیوں کے متفقہ اصولوں میں سے بعض ایسے اصول بھی ہیں، جن کی وجہ سے یہ سارا کاروبار اور ڈھانچہ ہی شرعاً ناجائز ہے، کما سیاتی۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے، کہ پہلے بیمہ کرانے والوں کو بعد کے بیمہ کرانے والوں کا روپیہ دیا جاتا ہو، لیکن اس طرح ایک کی رقم دوسرے کو دے دینے کا حق تو شرعاً کسی کو بھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں جواز کا فتویٰ دینا سود یا قمار کا فتویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔

اور کچھ رقم جمع کرنے کے بعد بقیہ اقساط کے قصداً یا مجبوراً ادا نہ کرنے کی صورت میں ادا شدہ قسطوں کا ضبط کر لینا کس شرعی ضابطہ کی رو سے ہے؟ یہ اکل مال بالباطل نہیں تو اور کیا ہے ونیز بیمہ کرانے والوں کے لئے ایسے کاروبار کرنے والوں کو روپیہ دینا، جو بغیر کسی شرعی سبب کے ان کی رقم ایک غلط اصول کی رو سے ہضم کر لیں، کہاں سے شرعاً جائز ہے؟

بہر حال انشورنس کا کاروبار شرعاً ناجائز ہے، یہ یورپ کے نظام سرمایہ داری کا ایک طبعی تقاضا ہے، اور اس کا تصور بھی اسلامیت سے سخت بعید ہے، پس زندگی وغیرہ کا بیمہ کرانا کیونکر ناجائز نہ ہوگا، واللہ اعلم (رسالہ مصباح ۹ شوال المکرم ۱۳۷۲ھ)

## تعاقب

الحدیث ۲۲ مارچ سنہ رواں میں بیمہ زندگی کے متعلق آپ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، سائل کا سوال نہایت واضح ہے "کمپنیاں کبھی زاید لیتی اور کم دیتی ہیں اور کبھی کم لیتی اور زائد دیتی ہیں" اگر لکیر زدہ عبارت پر غور فرمایا جاتا، تو اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیا جاتا، اس لئے کہ سائل کے یہ الفاظ حرمت کو خود ثابت کر رہے ہیں، اس طرح کہ زاید لیں اور کم دیں یا کم لیں اور زاید دیں، یہ کمی بیشی کیوں؟ اور کس لئے؟ بس یہی کمی اور بیشی سود یا قمار کی ایک قسم ہے اور اکثر بیمہ کمپنیاں دھوکہ اور فریب پر مبنی ہوتی ہیں، پھر اس کی جملہ رقم سود پر چلائی جاتی ہے، اور اس کمپنی کا کام سود در سود حاصل کرنا اور دینا ہوتا ہے، کمپنی کم لے کر جب زائد دیتی ہے، تو یہ عین سود ہے لاتاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ اور کمپنی نے لیا تو زاید اور دیا کم تو یہ کیوں؟ تو بعینہ یہ قمار یعنی جوا کی قسم ہے، بہر کیف بیمہ زندگی کا ہر پہلو سیاہ اور شریعت کے خلاف ہے، قمار، سٹہ، لاٹری اور سود کے مجموعہ کا نام بیمہ کمپنی ہے، لہٰذا قطعاً حرام ہے صرف نام بدلا ہوا ہے، اور نام بدلنے سے اصل نہیں بدلا کرتا۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

(خاکسار ابو سعید عبد الرحمن فرید کوٹی از سکندر آباد ۲۴ مئی ۱۹۳۴ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**فتویٰ** از مولانا طبیب عبد الصمد صاحب۔ مبارکپوری

میرے نزدیک بینکوں کا منافع کسی مسلم شخص کے لئے دو شرطوں کے ساتھ جائز اور حلال ہو سکتا ہے، مگر ان شرطوں کا وجود قطعاً محال ونا ممکن ہے پہلی شرط یہ ہے، کہ وہ روپیہ ایسی تجارت وکاروبار میں لگایا جائے، جو کہ شرعاً جائز اور درست ہو ممنوع و ناجائز کام کے ذریعہ وہ منافع حاصل نہ ہوا ہو، مثلاً سود کے ذریعہ یا شراب اور دیگر حرام شئے کی تجارت کے ذریعہ حاصل نہ ہوا ہو، دوسری یہ شرط ہے، کہ کمپنی اپنا تمام خرچ نکال کر جس قدر بچے حصہ داروں کو حصہ رسدی کے مطابق پورا پورا دے، نہ کہ اکثر حصہ خود ہی رکھ لے، اور حصہ داروں اور شرکاء کو برائے نام تھوڑی سی رقم دے کر ٹال دے، الغرض جب تک ان دونوں شرطوں کا پایا جانا متحقق اور ثابت نہ ہو، اور اس نفع کا کسب حلال وطیب ہونا یقینی طور پر نہ معلوم ہو شرعاً اس کے حلال و جائز ہونے کا حکم ہرگز نہیں دیا جا سکتا (اہلحدیث امرتسر ۳۱ دسمبر ۱۹۳۷ء)

# مذاکرہ علمیہ متعلق منی آرڈر

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا ویاتیک بالاخبار من لم تزود

(اس شعر کا ترجمہ ہے) آج جو تو نہیں جانتا آگے چل کر زمانہ تجھ کو بتا دے گا، اور تیرا بے دام نوکر تیرے پاس خبریں لائے گا۔

یہ شعر ہے تو جاہلیت کے عربی شاعر کا، مگر ہمارے حضور سرور کائنات، فخر موجودات علیہ افضل التحیات کی زبان فیض ترجمان سے صحابہ نے سنا، اور ہم تک پہنچا، مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ بہت سے ایسے واقعات جو اس وقت ہم کو معلوم نہیں، عنقریب زمانہ اس کو ظاہر کر دے گا، یہ قاعدہ دنیاوی واقعات کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، بلکہ دینی امور میں بھی اس کی اصلیت پائی جاتی ہے، بہت سے مسائل فقہاء مجتہدین کے زمانہ میں پیش آئے، جو صحابہ کے زمانہ میں نہ تھے بہت صورتیں امام ابو یوسف کے وقت میں پیدا ہوئیں، جو امام ابو حنیفہ کے وقت نہ تھیں، یہاں تک کہ فقہاء کو یہ کہتے سنا جاتا ہے، کہ فصل مقدمات میں عموماً امام ابو یوسف کی رائے بمقابلہ اپنے استاد ابو حنیفہ کے صحیح یا راجح ہے، اس کی دلیل یہ دیتے ہیں لیس الخبر کالمعاینۃ، جس کا مطلب ہے، "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کیونکہ امام ابو یوسف کو بوجہ قاضی القضاۃ (چیف جج) ہونے کے ایسے تجربے ہوئے، جو امام ابو حنیفہ کو نہ ہوئے تھے، ہمارا مضمون منی آرڈر اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قسم سے ہے ناظرین حیرانی سے کہیں گے، یہ کیا مضمون ہے۔ اس کا نتیجہ کیا، جس صورت میں کہ دنیا بھر کے صالح و طالع (نیک و بد) منی آرڈر بھیجتے اور لیتے ہیں، تو مضمون ہذا کا نتیجہ اگر عدم جواز ثابت ہوا تو کون سنے گا، اور کون باور کرے گا، اور اگر جواز ثابت ہوگا، تو کون سا بڑا کام کیا، بجز اس کے کہ یہ کہا جائے گا "کوہ کندن و کاہ برآوردن" سو گذارش ہے، کہ ہمارا بھی یہی خیال تھا اس لئے ہم نے عرصہ سے اس مسئلہ کو اپنے ناظرین تک نہیں پہنچایا مگر حال ہی اس کے متعلق ایک ضرورت پیش آئی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

عرصہ ہوا حضرت مولانا رشید احمد صاحب مرحوم گنگوہی فتوی ہم نے دیکھا کہ منی آرڈر کرنا جائز نہیں، چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

بذریعہ منی آرڈر روپیہ کا بھیجنا نادرست ہے، اور داخل ربوا ہے

(فتاوی رشیدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۲)

بعض محرمات کی بابت فقہاء نے کئی ایک حیلے بتائے ہیں، منی آرڈر ایسا حرام ہے، کہ مولانا مرحوم سے اس کے حیلے کی بابت سوال ہوا

اس زمانے میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے اس کے جواز کے لئے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں کہ اس میں عام و خاص مبتلا ہو رہے ہیں۔

تو مولانا نے جواب دیا:۔

کہ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں (فتاوی رشیدیہ جلد اول صفحہ ۳۷)

اس وقت تو ہم نے یہ سمجھا تھا کہ حسب مضمون شعر مندرجہ عنوان زمانہ خود ہی بتلا دے گا، اور مولانا مرحوم کے احباب سے کوئی اس کی اصلاح کرا دے گا، مگر رسالہ "ضیاء الاسلام" مراد آباد بابت فروری (جو مارچ میں آیا تھا) دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مولانا مغفور کے احباب کا ہنوز وہی خیال ہے جو عرصہ ہوا مولانا صاحب کا تھا۔

رسالہ مذکور میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک فتوی شائع ہوا ہے جس کا سوال مع جواب درج ذیل ہے:۔

سوال:۔ زید اور عمرو میں منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے میں گفتگو ہے، زید کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا جائز ہے، اور جواز کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے، عمرو کہتا ہے، کہ چونکہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھیجنا کسی معاملہ شرعی کے تحت میں داخل نہیں، اس لئے ناجائز ہے، زید کہتا ہے، کہ یہ معاملہ شرعی کے تحت میں داخل ہے، اور داخل ہونے کو اس طرح بیان کرتا ہے، کہ اگر کوئی کسی حمال سے کام لے اور اجرت پیشگی دے دے، عمرو کہتا ہے، کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے میں اور پیشگی اجرت دینے میں فرق ہے، پہلی صورت کو دوسری صورت پر قیاس کرنا صحیح نہیں، کیونکہ منی آرڈر میں تو شرط ہے، کہ روپیہ پہنچانے کی اجرت پیشگی لی جاوے، اور حمال کو پیشگی اجرت دینا شرط نہیں، بلکہ دینے والے کا احسان ہے، اگر پیشگی اجرت نہ دے، تو حمال شرعاً یا عرفاً تقاضا نہیں کر سکتا اور منی آرڈر تک اس وقت تک روانہ ہی نہیں ہو سکتا، جب تک پیشگی اجرت نہ دے اس کے علاوہ ناجائز ہونے کی وجہ عمرو ایک اور بھی بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ حمال پر قیاس کرنا اس وجہ سے بھی صحیح نہیں، کہ حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اس کا امین ہے، اگر حمال سے وہ بوجھ کھو جاوے، تو تاوان نہ دیا جاوے گا جیسا امین سے نہیں لیا جاتا، منی آرڈر کا روپیہ اگر ڈاک خانہ والوں کے پاس سے کھو جانے، تو اس کا تاوان لیا جاتا ہے، اور ڈاک خانہ سے گویا شرط ہے، کہ اگر روپیہ کھو جاوے گا، تو وہ تاوان دے گا، اس کے علاوہ ناجائز ہونے کی ایک وجہ اور بھی بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے، کہ حمال پر قیاس کرنا اس وجہ سے بھی صحیح نہیں کہ حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے، وہ اس کا امین ہے، اور امین پر واجب ہے کہ جو چیز امانت دی جاوے بعینہ وہی واپس کرے، اور منی آرڈر میں سب جانتے ہیں کہ وہی روپیہ بعینہ نہیں ملتا، بلکہ اس کی مثل دوسرا روپیہ ملتا ہے، زید کہتا ہے کہ عموم بلویٰ و دفع حرج و تعامل علماء و صلحاء کی وجہ سے بعض ناجائز چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں، اور مباح الاصل ہے یہ کیونکہ ناجائز ہوگا، مثلاً غلہ کی بالیوں کو بیلوں سے پامال کرتے ہیں، اور بیل اس میں بول و براز کرتے ہیں، اس کو سب جانتے ہیں، پھر عموم بلویٰ اور دفع حرج اور تعامل علماء و صلحاء یا تعامل خلائق کی وجہ سے اس کو سب جائز جانتے ہیں، اور اس غلہ کو سب استعمال کرتے ہیں، اسی طرح اگر منی آرڈر بھی بالفرض اگر ناجائز ہو، تو جائز ہو جاوے گا، اب از روئے شرع شریف اس گفتگو کا فیصلہ فرمایئے اور قول فیصل ارشاد فرمایئے، تاکہ قلب کو تسکین ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الجواب:۔ قاعدہ کلیہ ہے الاقراض تفتضی بامثالھا اور منصوص ہے، کہ قرض میں کمی بیشی کی شرط ربا ہے، اب سمجھنا چاہیے، کہ منی آرڈر کا روپیہ جو ڈاک خانہ میں داخل کیا جاتا ہے، آیا وہ امانت ہے، اور اہل ڈاک اجیر یا قرض ہے، اور اہل ڈاک مستقرض، سو چونکہ یقینا معلوم ہے، کہ وہ روپیہ بعینہ نہیں بھیجا جاتا، اور نیز قانون ہے کہ اگر ڈاک خانہ سے وہ روپیہ اتفاقا ضائع ہو جائے، تو اہل ڈاک اس کا ضمان دیتے ہیں، ان دونوں امر سے معلوم ہوا، کہ وہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے، جو دوسری جگہ ادا کیا جاتا ہے، پس فیس بھی جزو قرض ہوا، اور مقام وصول پر چونکہ بوضع فیس ادا کیا جاتا ہے، اس لئے قرض میں کمی بیشی لازم آئی، یہ وجہ اس کے ممنوع ہونے کی ہے، بلکہ اگر یہ فیس بھی نہ ہو، تب بھی حسب قاعدہ کلیہ کل قرض جر نفعا فھو ربوا۔ بوجہ منفعت سقوط خطر طریق کے داخل سفتجہ ہو کر مکروہ ہے فی الدر المختار کتاب الحوالۃ وکرھت السفتجۃ اور چونکہ یہ عقد اجارہ نہیں ہے، جیسا اوپر مذکور ہوا لہذا مسئلہ حال سے اس کو کوئی مس نہیں، کما ہو ظاہر، اور عموم بلوی طہارات و نجاسات پر موثر ہے، نہ کہ حلت و حرمت میں، اور تعامل اس کو نہیں کہتے بلکہ وہ قسم ہے اجماع کی، اور اس میں شرائط اجماع کا پایا جانا ضروری ہے، منجملہ اس کے یہ بھی کہ علمائے عصر واحد بلا نکیر اس کو قبول کر لیں، متنازعہ فیہ میں یہ امر مفقود ہے، اس لئے یہ تعامل نہیں ہے، ایک رواج عامیانہ ہے، جو شرعا حجت نہیں، اس سے سب نظائر مذکورہ بالا کا جواب مکمل آیا، واللہ اعلم۔ البتہ بہت عرق ریزی سے اس قدر تاویل کی گنجائش ہو سکتی ہے، کہ فیس کو اجرت کتابت و روانگی فارم کی کہا جاوے، اس سے حرمت تفاضل تو دفع ہو جائے گی، مگر کراہت سفتجہ کی باقی رہے گی، واللہ اعلم (ضیاء الاسلام)

**اہلحدیث** گو مولانا اشرف علی صاحب نے فقیہانہ طریق سے جواب دیا ہے، جو ایک ایسے شخص یا قوم پر جو بغیر قرآن کے کسی کی پیروی واجب نہ جانتی ہو، حجت نہیں، اس لئے جماعت اہلحدیث پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، لیکن ہمارے خیال میں فقہی اصول سے بھی یہ مسئلہ عدم جواز کا مورد نہیں ہو سکتا، لہذا اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، مولانا اشرف علی صاحب اور ان کے احباب کو حق حاصل ہے، کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق اہلحدیث کے اس مذاکرہ علمیہ میں حصہ لیں، مولانا اشرف علی صاحب نے منی آرڈر کی دو صورتیں بتلائی ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا تو ڈاک خانہ اس روپیہ کو قرض لیتا ہے، یہ صورت اس صورت اس لئے ناجائز ہے، کہ فیس ساتھ لے کر قرض کم ادا کرتا ہے، یا ڈاک خانہ اجیر یعنی مزدور ہے، یہ صورت اس لئے ناجائز ہے، کہ اس صورت میں ڈاک خانہ امین ہے، اور امین کا فرض ہے، کہ امانت بعینہٖ وہی پہنچا دے، حالانکہ ڈاک خانہ وہی روپیہ نہیں پہنچاتا، قاعدہ یہ ہے۔ کہ ڈاک خانہ سے مکتوب الیہ کو کاغذ بھیجے جاتے ہیں، وہاں والے اپنے خزانہ سے روپیہ ادا کرتے ہیں، نیز امین سے نقصان ہو جائے، تو اس کو بھرنا نہیں آتا۔ حالانکہ ڈاک خانہ بھرتا ہے، تو ثابت ہوا، کہ ڈاک خانہ قرضدار ہے، نہ اجیر (مزدور) جب تک منی آرڈر کے عقد کی کوئی فقہی صورت نہ ہو، منی آرڈر کرنا جائز نہیں (یہ ہے مولانا تھانوی کا فتوے)

**لطیفہ**:۔ مدرسہ دیوبند میں ایک طالب علم اس مسئلہ کا دل سے معتقد تھا اس کو روپے بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، منی آرڈر تو ناجائز تھا، اس نے مبلغات ڈبیہ میں بند کر کے بھیجے، خدا کی شان وہ ضائع ہو گئے، چلو مسئلہ تو حل ہو گیا۔

یہ تو خیر ایک لطیفہ ہے، مسئلہ کا جواب یہ ہے، کہ ہم یہ صورت اختیار کرتے ہیں، کہ ڈاکخانہ اجیر ہے، چنانچہ فیس منی آرڈر کا لفظ ہی اس کے اجیر ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ فیس کے معنی اجرت کے ہیں، فقہاء کی اصطلاح میں اجیر دو قسم کے ہیں، ایک اجیر خاص، دوم اجیر مشترک، اجیر خاص وہ ہوتا ہے، جو ایک ہی کا کام کرے، جیسے کہ دوکان کا ملازم وقت مقررہ میں ایک ہی دوکان کا ملازم ہے، دوسرا اجیر مشترک جو بہتوں کا کام کرتا ہو جیسے دھوبی درزی وغیرہ جو بہتوں کے کپڑے دھوتا اور سیتا ہے، ان دونوں کے حکم بھی الگ ہیں، مگر یہ بات بالکل بدیہی ہے، کہ ڈاک خانہ اجیر ہے، تو خاص اجیر نہیں، بلکہ مشترک ہے، اجیر مشترک کے متعلق صاحبین کا مذہب ہے، کہ نقصان ہونے کی صورت میں اس سے بھرا جائے، چنانچہ ہدایہ میں ہے یضمنہ عندھما پس ضمان بھرنے کا ثبوت تو صاحبین (امام ابو یوسف وامام محمد) کے قول سے ملتا ہے جس کی تائید تعامل سے بھی ہوتی ہے، رہا یہ سوال کہ بعینہٖ وہی روپیہ ادا نہیں ہوتا، اس کی بابت گذارش ہے، کہ روپیہ اصطلاح فقہاء میں مثلی چیز ہے، یعنی ایک روپیہ بعینہٖ دوسرا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم ایک روپیہ دکھا کر سودا کریں وہی عقد میں اس جیسی دوسری چیز لے لیں، مثلاً دس انڈے ہمارے سامنے ہیں، ان میں سے ایک کو ہاتھ میں لے کر ہم نے سودا کیا، مگر لیتے ہوئے دوسرا لیا، تو کوئی منع نہیں، کیونکہ وہ سب مثلی ہیں، ایک چیز کسی شخص کی ہم سے کھو لی گئی، اس کی قیمت ہم پر ادا کرنا واجب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، لیکن اس چیز کی مثل ہمارے پاس ہے، تو ہم اس کے دینے سے سبکدوش ہو سکتے ہیں، مثلاً کسی شخص کی چھتری ہم سے کھوئی گئی، اس قسم کی بازار سے لاکر دے دیں، تو اس مالک انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ چیز مثلی ہے، پس اگر ڈاک خانہ وہی روپیہ نہیں پہنچاتا تو نہ سہی اس کی مثل روپیہ تو پہنچاتا ہے، جس کو ہم ٹھونک بجا کر لیتے ہیں، حق تو یہ ہے، کہ نہ روپیہ بھیجنے والے کو یہ منظور ہے، کہ وہی روپیہ جو میں دیتا ہوں پہنچایا جائے، نہ وصول کرنے والے کو یہ شوق ہے، کہ وہی روپیہ جو بھیجنے والے نے داخل ڈاک خانہ کیا ہے مجھے ملے، بلکہ دونوں کو اس قسم کا خیال تو کیا پرواہ بھی نہیں۔

امید ہے، کہ دیگر حضرات علماء بالخصوص مولانا گنگوہی اور مولانا اشرف علی کے معتقدین ضرور اس مذاکرہ میں حصہ لیں گے، والسلام (۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ)

۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۱۳ء کے اہلحدیث میں یہ مسئلہ بطور مذاکرہ علمیہ کے لکھا گیا تھا، کہ ہر صاحب علم اس کے متعلق موافق مخالف رائے دے سکتے ہیں، چاہئے تو یہ تھا کہ اہل علم اس پر توجہ کرکے اصل مسئلہ پر گفتگو کرتے، بجائے اس کے ایک صاحب نے نواح جھانسی سے گالیوں کا ایک اچھا خاصہ دشنام نامہ بھیجا، جس میں بہت کچھ اپنی قابلیت کا اظہار کیا، وجہ خفگی یہ بتلائی، کہ تم کیا ہو، جو بڑے بڑے علماء مثل مولانا رشید احمد مرحوم اور اشرف علی صاحب سلمہ پر اعتراض کرتے ہو، یہ سب کچھ لکھ کر دشنام نامہ کے درج اخبار کرنے کی درخواست کی تھی، ہمیں اپنی ذات کی توہین اس کے درج کرنے سے مانع نہ تھی، کیوں کہ ہم عرصہ سے چکنے گھڑے ہو چکے ہیں، جس پر پانی اثر نہیں کر سکتا، بلکہ یہ امر مانع تھا، کہ ناظرین دیوبندی جماعت سے بدظن ہو جائیں گے، کہ ایسے صاف اور معقول مضمون کا جواب ایسا نامہذب اور ناقابل سماعت، خیر وہ تو گذرا اس کے بعد ہم منتظر رہے، کہ کوئی اہل علم اس طرف توجہ کرے کسی نے نہ کی، خدا بھلا کرے ایڈیٹر رسالہ ضیاء الاسلام "مرادآباد" کا، کہ انہوں نے ہمارے مضمون کو گو پورا درج نہیں کیا جو ان کو کرنا چاہیئے تھا، مگر اختصار کرکے بغیر اظہار اصل حال کے مولانا اشرف علی صاحب کے سامنے پیش کرکے جواب طلب کیا، گو اخبار "اہلحدیث" کا پرچہ بھی مولانا کے پاس جا چکا تھا۔

اصل مسئلہ ناظرین کو شاید بھول گیا ہوگا اس لئے اس کا خلاصہ بتلا کر جواب اور جواب الجواب ناظرین کو سناتے ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مولانا رشید احمد صاحب مرحوم گنگوہی اور اشرف علی صاحب تھانوی کا فتویٰ ہے کہ موجودہ طریق جو منی آرڈر کے ذریعہ روپے بھیجنے کا ہے، جائز نہیں، کیونکہ یہ عقد نہ تو اجارہ ہے نہ قرض، اجارہ اس لئے نہیں، کہ منی آرڈر کی رقم ضائع ہونے کی صورت میں ڈاک خانہ بھر دیتا ہے اجارہ میں اجیر پر بھرنا نہیں آتا، نیز وہ روپیہ بعینہ نہیں بھیجا جاتا، حالانکہ اجارہ میں بعینہ دیا جاتا ہے اور قرض اس لئے نہیں، کہ فیس جو ساتھ دی جاتی ہے، وہ ڈاک خانہ واپس نہیں دیتا، حالانکہ قرض میں سب کچھ ادا کیا جاتا ہے،

یہ ہے ہر دو مولاناؤں کی تقریر کا خلاصہ، اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا، کہ امر واقعہ یہ ہے، کہ یہ عقد اجارہ ہے، ڈاک خانہ ہم سے قرض نہیں مانگتا، ڈاک خانہ کو قرضدار قرار دینا خلاف منشاء ڈاک خانہ اور نیز قواعد ڈاک خانہ کے ہے، چونکہ اجارہ ہے، اس لئے اس کی اجرت بھی مقرر ہے، جس کا نام فیس ہے، رہا یہ کہ روپیہ بعینہ نہیں بھیجا جاتا، اس کا جواب دیا تھا کہ روپیہ مثلی چیز ہے، یعنی جو روپیہ ہم نے ڈاک خانہ میں دیا ہے، اس کے ساتھ اور روپے بھی ملتے ہیں، جو کام کے لحاظ سے ہمارے روپوں کے برابر ہو بہو ہیں، اور مثلی چیز کا یہ حکم ہے، وہ یا اس کی مثل دوسرے دینا جائز ہے، بھرنے کا جواب دیا تھا، کہ اجیر (مزدور) دو قسم کے ہوتے ہیں ایک خاص جو صرف ہمارا ہی کام کرتا ہے، اس سے نقصان کا بھرنا تو ائمہ حنفیہ میں سے کسی کا مذہب نہیں، مگر ڈاک خانہ اجیر خاص نہیں بلکہ اجیر مشترک ہے، کیونکہ وہ ہمارا ہی کام نہیں کرتا، بلکہ ہر ایک کا کرتا ہے، اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کا مذہب ہے کہ جو نقصان اجیر مشترک سے ہو، وہ بھر لینا جائز ہے، پس اس حکم کے مطابق ڈاک خانہ اگر نقصان بھر دے تو عقد اجارہ میں خلل نہیں آتا، یہ ہے ہمارے مضمون مندرجہ اہلحدیث ۲ مئی کا خلاصہ، اسی کو ایڈیٹر صاحب رسالہ "ضیاء الاسلام" نے بعنوان ذیل مولانا اشرف علی صاحب کے پاس پہنچایا، جو درج ذیل ہے :-

سوال: آیا جواز منی آرڈر کی یہ تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں، کہ اس معاملہ کو اجارہ اور فیس کو روپیہ پہنچانے کی اجرت کہا جائے، اور اس پر جو دو شبہے ہوتے ہیں، ایک یہ کہ روپیہ بعینہ نہیں پہنچایا جاتا، دوسرے ہلاک سے ڈاک خانہ پر ضمان مشروط ہوتا ہے ان کا آیا یہ جواب ہو سکتا ہے یا نہیں کہ روپیہ بوجہ نقد ہونے کے تعین سے متعین نہیں ہوتا بلکہ ہر مثلی کا یہی حکم ہے کہ اس میں تعین نہیں ہوتی جیسے انڈا کہ خلقۃً مثلی ہے اور پھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ منفعۃ مثلی ہے، اور ضمان مشترک پر ایسی صورت میں کہ ہلاک بفعل اجیر نہ ہو گو وہ ہلاک ممکن الاحتراز ہو، صاحبین کے نزدیک مشروع ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ تاویل صحیح نہیں دو شبہوں کی وجہ سے جو سوال میں مذکور ہیں، اور ان کے جو جواب دیئے گئے ہیں، ان میں سے اول کا جواب تو بالاجماع صحیح نہیں، کیونکہ یہ عدم تعین صرف عقود میں ہے، باقی امانات و غصوب میں نقود بھی متعین ہیں پس یہ جواب مئول کا صحیح نہ ہوا، اور دوسرے شبہ کا جواب اول تو امام صاحب کے قول پر صحیح ہی نہیں، دوسرے اگر روپیہ بعینہ جاتا، تو صاحبین کے قول پر صحیح ہو سکتا تھا، اور جب یہ نہیں، تو وہ اجارہ ہی نہیں جو ڈاک خانہ کو اجیر مشترک کہا جاوے، اس لئے صاحبین کے قول پر بھی یہ جواب نہ چلا۔

**اہلحدیث** ناظرین نے سوال اور جواب جو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے دیا ہے ملاحظہ فرمالیا، پس اب ہماری طرف سے جواب الجواب بھی سنیئے :۔

اجارہ ہی سے مخصوص نہیں، فقہ کے بہت سے مسائل کی بنا صرف اس بنا پر ہے کہ مالک کی اجیر کے ساتھ نزاع نہ ہو، اس لئے کوئی شخص زمین کرایہ پر لے، تو جو کچھ اس میں بونے، اس کا ذکر اس کو کرنا ضروری ہے، یا یہ کہہ دے کہ میں جو چاہوں گا بوؤں گا، ورنہ بوجہ نزاع کے خطرہ کے یہ اجارہ جائز نہ ہوگا (ھدایہ کتاب الاجارہ باب ما یجوز فیہ الاجارۃ وما لا یجوز) اس اصول کے مطابق آج ہم منی آرڈر کے طریق کو دیکھتے ہیں، تو کوئی نزاع اس مطلب کی ہم نہیں پاتے، کہ لینے والے کو روپیہ یا نوٹ یا پونڈ لینے میں کچھ تکرار ہو، بلکہ وہ سب کو یکساں جانتا ہے، وہ یہ بھی نہیں جانتا اور نہ جاننا چاہتا ہے، کہ بھیجنے والے نے ڈاک خانہ کو دیا۔

اسی اصول پر مسئلہ ہے، جو مولانا اشرف علی صاحب نے بھی تصدیق فرمایا ہے، کہ نقود (روپیہ پیسہ) مثلی ہونے کی وجہ سے عقود کی صورت میں بھی متعین نہیں ہوتے کیونکہ روپیہ اصل مقصود نہیں نہیں، بلکہ کار برآری کا ذریعہ ہے، فقہاء نے اس کی صاف تصریح کر دی ہے، پس جب کہ نقود کے عدم تعین کی مثال ملتی ہے، اور اس کی وجہ بھی فقہاء کے الفاظ میں ہم سمجھ چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں، کہ منی آرڈر کی صورت میں اس تعین پر زور دیں، بجائے کہ عدم تعین میں نہ نزاع پیدا ہو نہ تکرار۔

دوسری وجہ جس کو مولانا کمال بلند پردازی سے شبہ کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں، صاحبین کا مذہب ہے جن کے مذہب پر بوقت ضرورت عمل کرنا امام صاحب کے مذہب پر عمل ہے اجیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشترک تو اس کو کہتے ہیں، جو کئی ایک کام کرے، جیسے دھوبی درزی جو خاص ایک ہی کے نوکر نہ ہوں ان سے اگر نقصان ہو جائے، تو صاحبین کے مذہب میں اس کا بدلہ مالک کو ملتا ہے، روپیہ کا بعینہ نہ جانا تو مالک اور مرسل الیہ کو پہلے ہی سے معلوم ہے، پھر اس کی شرط ہی کیا۔

**ضروری اصول قابل لحاظ** اجارہ میں کسی چیز کا بعینہ پہنچانا اصل مالک کے فائدے کے لئے ہے، یعنی اصل چیز کو لینا مالک کا حق ہے شرع کا حق نہ ہونے سے اجارہ کی ماہیت یا ذات میں داخل نہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ صاحب حق اپنا حق چھوڑے، تو کسی کو مجال دم زدن کیا، منی آرڈر کرنے والا جس وقت منی آرڈر روانہ کرتا ہے، اس کو خوب علم ہوتا ہے، کہ یہ روپیہ بعینہ نہیں پہنچے گا، باوجود علم کے وہ روانہ کرتا ہے تو گویا، گویا کیا یقیناً وہ اپنا حق خود ساقط کرتا ہے، اس صورت میں عدم جواز کی کیا وجہ؟

امید ہے حضرات مانعین اس پر کافی غور فرمائیں گے، ایڈیٹر صاحب رسالہ ضیاء الاسلام سے امید ہے، کہ مثل سابق ہمارے معروضات پہنچا کر ثواب حاصل کریں گے

(اہلحدیث امرتسر ۲۶ ستمبر ۱۹۱۳ء)

# مذاکرہ علمیہ بابت وی۔پی

مسائل شرعیہ مروجہ بہت کم ہیں، ضروریات زمانہ زیادہ ہیں، ایسی ضرورتوں کے لئے شرعی قواعد مقرر ہیں، جن سے ایسے مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں۔

آج کل انگریزی تعلیم کے اثر سے متاثر لوگوں کا یہ سوال ہمیشہ سے علماء پر چلا آیا ہے، کہ یہ لوگ تو پرانے مسائل میں بال کی کھال اتارا کرتے ہیں، مگر نئے مسائل پر رائے زنی نہیں کر سکتے، بلکہ ان کا حکم بھی نہیں بتا سکتے، مثلاً منی آرڈر کا حکم کیا ہے، وی، پی کا حکم کیا ہے، بظاہر تو بوجہ عام عمل ہونے کے اس کے قابل بھی نہیں کہ ان کی بابت کچھ سوال کیا جائے یا سوچا جائے لیکن ہمیں جو ضرورت محسوس ہوئی ہے، اس کے لحاظ سے یہ سوچنے سے تعلق رکھتا ہے، وی، پی کا طریق یہ ہے کہ خریدار (مشتری) فلاں کتاب یا فلاں چیز مجھ کو بذریعہ ویلو بھیج دیجیے، اور وہ چیز بائع کی طرف سے چل جانے کے بعد گم ہو جاوے، یا مشتری تک پہنچنے کے بعد اس کی قیمت اصل مالک بائع تک نہ پہنچے تو یہ نقصان کس کا ہوگا؟ یعنی دونوں صورتوں میں بائع اصل قیمت مشتری سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

تشریح یوں ہے کہ ڈاک خانہ ایک اجیر کی صورت میں چیز کو لیتا ہے، اس کی اجرت لگا سارا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بوجہ مشتری پر پڑتا ہے، مشتری کے لکھنے سے ڈاک خانہ میں دی جاتی ہے۔ اس لئے مبنی جواب مذاکرہ یہ ہے، کہ ڈاک خانہ وکیل کس کا ہے، اور وکیل ہے تو وکیل کیسا ہے، وکیل بالبیع ہے یا وکیل بالقبض؟ اس پر یہ جواب مرتب ہوگا، کہ ڈاک خانہ کی غفلت کا خمیازہ کس پر پڑنا چاہیئے، اہل علم ناظرین سے امید ہے، کہ جواب باصواب مدلل سے اطلاع فرمادیں۔ ۲۵ فروری ۱۹۲۱ء

عرصہ ہوا، کہ یہ مذاکرہ جاری کیا گیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ آج کل جو اشیاء کے ویلو کرنے کا طریق ہے اس میں حسب قانون ڈاک خانہ کی اجرت مشتری کے ذمہ پڑتی ہے اور مشتری کہتا بھی ہے، کہ بذریعہ ویلو بھیجدو، اب شرعی صورت میں سوال یہ ہے، کہ اس صورت میں ڈاک خانہ وکیل کس کی جانب سے ہے بائع کی طرف سے یا مشتری کی طرف سے اس کا اثر اس صورت میں ظاہر ہوگا، جب اس ویلو کی قیمت بائع کو وصول نہ ہو کیونکہ اگر ڈاک خانہ بائع کا وکیل بالقبض ہے تو مشتری کا ذمہ پاک، اور اگر مشتری کا وکیل ہے، اور اس نے بائع تک قیمت نہیں پہنچائی تو بائع اس قیمت کا ذمہ دار نہیں اس مذاکرہ پر علمائے کرام نے توجہ نہیں فرمائی، صرف مولوی عبدالکریم صاحب ساکن جنڈیالہ امرتسر نے ایک مختصر سا مضمون بھیجا ہے، جو درج ذیل ہے:۔

مذاکرہ علمیہ بابت وی. پی کے جواب میں بندہ اپنی ناقص عقل کی بساط کے مطابق عرض کرتا ہے، کہ اس بات کے تو آپ بھی قائل ہیں کہ ضروریات زمانہ بہ نسبت مسائل شرعیہ مروجہ گو یا زیادہ ہیں، مگر ان کے مشروع ہونے یا غیر مشروع ہونے کے لئے قواعد شرعیہ مقرر ہیں، جن سے ایسے مسائل (متعلق ضروریات زمانہ) مستنبط ہوسکتے ہیں، مگر استنباط کرے تو کون کرے، قصور ہے تو کس کا؟ قرآن کریم تو ایسی کتاب ہے، جس کی بابت ارشاد خداوندی ہی ناطق ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون پس کون سی حدیث کے ساتھ بعد اس کے ایمان لاویں گے، اور حدیث نبوی بھی کہہ رہی ہے۔ لا تشبع منه العلماء (ای لا یصلون الی الاحاطة بکنهه حتی یقفوا وقوف من یشبع) ولا تنقضی عجائبه، نہیں پیٹ بھرتے اس سے عالم (یعنے نہیں پہنچتے احاطہ کرنے تک کہ ٹھہرتے ہیں ٹھہرنا اس شخص کا سا جو پیٹ بھر لے) نہیں ختم ہوتے عجائبات اس کے، نیز ابن عباس رضہ سے مروی ہے۔ قال جمع الله فی هذا الکتاب علوم الاولین والآخرین وعلم ما کان وعلم ما یکون والعلم بالخالق جل جلاله وامره وخلقه۔ اکٹھا کیا اللہ نے اس کتاب میں علوم پہلے اور پچھلے لوگوں کے، اور علم اس کا جو تھا اور علم اس کا جو ہوگا، اور علم خلائق کا بلند ہے جلالیت اس کی، اور امر اس کا اور صفت خلقیہ اس کی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اس روایت سے معلوم ہوتا ہے، کہ کلام الٰہی قرآن کریم ہی ایک ایسی جامع کتاب ہے، کہ ہر زمانہ کے ضروریات کے مطابق استنباط مسائل کرے تو کون، یہی علماء جن کو ورثۃ الانبیاء کہا گیا ہے، خواہ کسی زمانہ کے ہوں ؎

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود — مرد باید کہ ہراساں نہ شود

مگر آج کل کے اکثر علماء جو اس محنت شاقہ کے متحمل بھی ہو سکتے ہیں، وہ تو خاموشی کو اختیار کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے، کہ آج کل انگریزی تعلیم سے متاثر لوگ علماء پر معترض ہوتے ہیں، ہائے افسوس ہماری غفلت اور سستی! مولانا صاحب، جب آپ نے اب وی، پی کے مسئلہ کی نسبت ہر طرح سے کھول کر تشریح کر دی ہے، تو اب نتیجہ نکالنا بھی کوئی امر ہے، کون ذی عقل ہے جو نہیں سمجھ سکتا، کہ جب بائع نے اپنی کوئی چیز کتاب وی، پی ہو یا منی آرڈر ہو، ڈاک خانہ میں دے کر ان سے رسید بھی فیس دے کر وصول کر لی ہے، جس سے وہ چیز (وی پی یا منی آرڈر) ڈاک خانہ کی ضمانت میں آجاتی ہے، اگر اس حالت میں وی، پی یا منی آرڈر کا نقصان ہوگا، تو ڈاک خانہ ہی ذمہ دار ہے، اسی طرح اگر مشتری (مرسل الیہ) نے وی، پی یا منی آرڈر ڈاک خانہ سے وصول کر کے رسید لکھ دی، پھر اگر یہ روپیہ جو مشتری سے ڈاک خانہ کے قبضہ میں آگیا، جو وکیل بالبیع یا بالقبض تھا ضائع نہ ہوگا، تو وہی ڈاک خانہ ہی ضامن ہے اور نہیں، نہ بائع ہوگا یا مشتری۔ ھذا ما ظہر لی۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(اہل حدیث امرتسر تاریخ ۱۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ) [?]

عرصہ ہوا یہ مذاکرہ علمیہ جاری ہوا تھا، اہل علم سے جیسی توقع تھی اس پر متوجہ نہیں ہوئے، مندرجہ ذیل مضمون قابل غور ہے (ایڈیٹر)

وی پی ہو یا منی آرڈر، دونوں صورتوں میں ڈاک خانہ اجیر کی صورت میں وکیل بالقبض ہوتا ہے، وی، پی صورت میں صرف بائع کا، اور منی آرڈر کی صورت میں مرسل زر کا، ڈاک خانہ کی رسید اس کا ثبوت ہے، جس کے پاس وہ ہوگی، ڈاک خانہ بس اسی کا بصورت اجیر وکیل بالقبض ہوگا، وی پی ہو یا اس کی قیمت، راستہ میں گم ہو جانے کی صورت میں مشتری اس کے نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا، اسرائیلی مقروض کا ارسال کردہ زر گویا وی، پی فلخذ خشبۃ فنقر فادخل فیھا الف دینار وصحیفۃ الی صاحبہ اگرچہ حسن عقیدت اور خدائی تائید سے پہنچ گیا تھا، لیکن خدانخواستہ اگر راستہ میں تلف ہو جاتا، تو مقروض ادائیگی قرض سے ہرگز سبکدوش نہ ہو سکتا، مرسلہ کے تلف ہونے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خیال سے مقروض کا خود اس کی خدمت میں زر لے کر حاضر ہونا اور قرض دہندہ کا مطالبہ کرنا، ادا کنندہ کا دینے سے انکار نہ کرنا، بلکہ دینے کے لئے آمادہ ہونا، اس بات کی دلیل ہے، کہ مشتری وصولی سے پیشتر وی، پی، اور وصولی کے بعد اس کی قیمت کا ذمہ دار نہیں ثم قدم الذی اسلفہ فاتی بالالف دینار (بخاری) یا فلان مالی قد طالت النفقۃ فقال اما مالک فقد دفعت الی وکیلی واما انت فھذا مالک (فتح)

ملکہ سبا نے سلیمان علیہ السلام کو ہدیہ بھیجا، وصولی سے پیشتر راستہ میں اگر تلف ہو جاتا، تو سلیمان علیہ السلام ہرگز ذمہ دار نہ ہوتے، جس طرح ہدیہ قبول نہ کرنے پر اعلان جنگ کیا گیا، ہدیہ تلف ہونے پر بھی ایسا ہی ہوتا، اور بلقیس کی مراد ہرگز پوری نہ ہوتی، اگر یہ بات درست ہے، کہ مرسل الیہ یعنی خریدار کی وصولی شرط نہیں، اور یہ کہ موکل وی، پی کر دینے سے سبکدوش ہو جاتا ہے، تو سلیمان علیہ السلام کا ہدیہ قبول نہ کرنا بے معنی ہو گا۔

اور یہ جو کہا گیا ہے، کہ مشتری کے لکھنے پر بائع وی، پی کرنے کی جرات کرتا ہے، ٹھیک ہے، مگر وی، پی کا نقصان اس پر نہیں پڑ سکتا، کیونکہ آج کل کے ڈاک خانہ کے جدید قانون کی وجہ سے تاجران کتب وایڈیٹران اخبارات کا اعلان ہے، کہ پیشگی منی آرڈر کر دیا جائے، تو کیا منی آرڈر تلف ہونے پر وہ ذمہ دار ہوں گے وہ ہرگز نہیں، اسی طرح مشتری بھی نقصان کا ذمہ دار نہ ہو گا، رہا یہ سوال کہ جب مشتری کسی صورت میں ذمہ دار نہیں تو پھر کون؟ بائع یا وکیل؟ تو جواباً عرض ہے ڈاک خانہ کی بے احتیاطی اور غفلت وغیرہ کی وجہ سے اگر نقصان ہو، تو نقصان ڈاک خانہ پر پڑے گا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تؤدی (دارمی) ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الزعیم غارم (ترمذی، دار قطنی) اگر ڈاک خانہ وغیرہ کی غفلت نہیں تو وی، پی یا اس کی قیمت تلف ہونے کا نقصان بائع پر پڑے گا، اور ڈاک خانہ بری رہے گا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان ولا علی المستودع غیر المغل ضمان (اخرجہ الدارقطنی والبیہقی وضعفاہ وصوبا وقفہ علی شریح) نیز نقصان غیر اختیاری صورت میں محکمہ ڈاک ذمہ وار نہ ہو گا، کیونکہ یوشع بن نون پر مچھلی گم ہونے کا نقصان نہیں پڑا قال حماد اذا تکفل بنفس ذات فلا شئ علیہ (بخاری)

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے، کہ ڈاک خانہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے وکیل بالقبض ہے، وکیل بالبیع نہیں ہو سکتا، کیونکہ وکیل بالبیع کو مبیع کے تصرف میں اختیار ہوتا ہے، اور وہ مبیع کے منافع میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


حقدار نہ ہونے کے باعث نقصان کا ذمہ دار بھی نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بن جعد کو اضحیہ کی خریداری میں وکیل بنا کر بھیجا، اس کے تصرف سے جو نفع ہوا، عروہ اس کا مالک نہ ہو سکا، تو نقصان کی صورت میں اس کا خمیازہ اس پر کیوں کر پڑ سکتا ہے، اور حکیم بن حزام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دار قطنی) پس وکیل بالبیع اور وکیل بالقبض میں بہت فرق ہے، ڈاک خانہ کو وکیل بالقبض سمجھنا چاہیے۔

الحاصل وی پی یا اس کی قیمت گم ہونے سے نقصان مشتری پر نہیں پڑے گا، ڈاک خانہ کی غفلت وغیرہ سے ہو تو ڈاک خانہ پر ورنہ بائع پر، اور منی آرڈر کی صورت میں ڈاک خانہ پر یا مرسل زر پر کہ جس کے پاس رسید ہوتی ہے

اور یہ بھی یاد رہے، کہ حدیث لاضمان علی مؤتمن (دار قطنی) اصل مبحث اور مذاکرہ سے غیر متعلق ہونے کی وجہ سے اس مقام پر قابل ذکر نہیں۔

(ابو عمران عنایت اللہ وذیر آبادی از مہوانی مدرسہ اہلحدیث ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ)

# مذاکرۂ علمیہ بابت حدیث

## لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ

اس مذاکرہ میں جو استفسار کیا گیا ہے اس کا خلاصہ بعنوان سوال یہ ہے:۔

**سوال** مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم یعنی حضرت جابر سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاج کھانے والے، بیاج کھلانے والے، اور بیاج کے لکھنے والے، اور بیاج کے دونوں گواہوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا، کہ یہ سب برابر ہیں، روایت کیا اس کو مسلم نے۔ اس حدیث کی شرح یوں کی جاتی ہے، کہ کہ بیاج کھانے والا وہ شخص ہے جو بیاج لیتا ہے، اور کھلانے والا وہ ہے جو بیاج دیتا ہے، اس کی غرض یہ ہے، کہ بیاج دینا بھی گناہ ہے، مگر سوال یہ ہے، کہ کیا اس حدیث کی یہ تشریح نہیں ہو سکتی، کہ بیاج کھلانے والا وہ ہے، جو وہی بیاج کسی دوسرے کو کھلائے، اس تشریح سے کون قرینہ مانع ہے، اگر یہ تشریح صحیح ہے، تو اس حدیث سے بیاج دینے کی حرمت اور اس کا گناہ ہونا ثابت نہیں ہوگا، بینوا توجروا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب** اس حدیث کی یہ تشریح کہ "بیاج کھانے والا وہ شخص ہے جو بیاج لیتا ہے، اور کھلانے والا وہ ہے جو بیاج دیتا ہے" صحیح اور حق ہے اور اس حدیث کی تشریح کہ بیاج کھانے والا وہ ہے جو خود کھائے اور بیاج کھلانے والا وہ ہے جو وہی بیاج کسی دوسرے کو کھلائے باطل اور غلط ہے، دلیل اس کی یہ ہے، کہ قرآن و حدیث میں آکل ربا کا لفظ جہاں جہاں وارد ہوا ہے، ہر جگہ اس سے مراد ہے عام ازیں کہ بیاج لینے والا اس بیاج کو خود کھائے یا کسی دوسرے کو کھلائے، اور آکلین ربا کے لئے جو جو وعیدیں آئی ہیں وہ مطلق بیاج لینے والوں کے لئے ہیں، یعنی ان بیاج لینے والوں کے لئے بھی ہیں جو بیاج لے کر خود کھائیں، اور اپنے مصرف میں لائیں، اور ان بیاج لینے والوں کے لئے بھی ہیں جو بیاج لے کر خود نہ کھائیں، بلکہ دوسروں کو کھلائیں، الغرض عرف شریعت میں آکل ربا کے معنی بیاج لینے والے کے آتے ہیں عام ازیں کہ وہ بیاج لے کر خود کھائیں یا دوسروں کو کھلائیں، مثلاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے یایہا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا ضعافا مضاعفۃ یعنی اے ایمان والو مت کھاؤ بیاج دونے پر دونا (۲) اور فرمایا الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس یعنی جو لوگ بیاج کھاتے ہیں وہ نہ اٹھیں گے قبروں سے مگر جیسا کہ اٹھتا ہے، وہ شخص جس کو باولا کر دیا ہے شیطان آسیب سے (۳) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درھم ربوا یاکلہا الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلاثین زنیۃ کذا فی المشکوۃ بیاج کا ایک درم جس کو کوئی شخص جان کر کھائے چھتیس زنا سے زیادہ سخت ہے، (۴) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں شب معراج کو ایک ایسی قوم پر گذرا، کہ ان کے پیٹ گھروں کے مثل تھے جن کے اندر سانپ تھے، اور پیٹ کے باہر سے نظر آتے تھے میں نے جبریل سے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں، جبریل نے کہا کہ ھؤلاء اکلۃ الربوا یعنی یہ لوگ بیاج کھانے والے ہیں،

ظاہر ہے، کہ ان نصوص اور ان کے امثال میں آکل ربوا یعنی بیاج کھانے والے سے مراد بیاج لینا ہے، عام ازیں کہ اپنے کھانے کے لئے لیتا ہو، یا کسی کو کھلانے کے لئے، اور آکلین ربوا یعنی بیاج کھانے والے سے مراد بیاج لینے والے ہیں عام ازیں کہ بیاج لے کر خود کھائیں یا دوسرے کو کھلائیں، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں ما نما خص الاکل بالذکر لان الذین نزلت فیہم الآیات المذکورۃ کانت طعمتہم من الربوا والا فالوعید حاصل لکل من عمل بہ سواء اکل منہ ام لا انتہی۔ جب تم یہ معلوم کر چکے، تو سنو! حدیث مذکور میں بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اٰکلہ یعنی بیاج کھانے والے سے مراد بیاج لینے والا ہے عام ازیں کہ بیاج لے کر خود کھائے یا کسی دوسرے کو کھلائے، اور جب "آکلہ" سے مراد بیاج لینے والا ہوا تو "موکلہ" سے بیاج کھلانے والے سے وہ شخص ہرگز مراد نہیں ہو سکتا جو بیاج لے کر خود نہ کھائے، بلکہ دوسرے کو کھلائے، کیونکہ اس معنی پر تو لفظ "آکلہ" خود مشتمل ہے، پھر "موکلہ" سے یہی کیونکر مراد ہو سکتا ہے بلکہ لامحالہ "موکلہ" سے بیاج دینے والا مراد ہو گا، کیونکہ "موکل" متعدی ہے "اٰکل" کا پس جب "آکل" کا معنی بیاج لینے والا ہو، تو "موکل" کے معنی بیاج دینے والا ہو گا۔

**دوسری دلیل** بیاج لینا بذاتہ گناہ کا کام ہے، اور بیاج دینا، اور بیاج کی کتابت اور گواہی کرنی بھی گناہ کا کام ہے، مگر بذاتہ نہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ اعانت علی الاثم ہے، اور ظاہر ہے کہ بیاج دینا اول نمبر کی اعانت ہے، اور اس کی کتابت و شہادت نمبر دو میں ہے، پس اس حدیث میں اگر موکلہ سے مراد بیاج دینے والا نہ ہو بلکہ وہ شخص مراد ہو، جو بیاج لے کر کسی دوسرے کو کھلائے، تو لازم آتا ہے، کہ اول نمبر کا معین علی الربوا الملعون نہ ہو، وہو کما تری۔

**تیسری دلیل** دار قطنی ص ۲۹۹ میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاٰخذ والمعطی من الربوا سواء۔ یعنی ابو سعید خدری رض سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیاج لینے والا اور بیاج دینے والا یہ دونوں برابر ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد فمن زاد او استزاد فقد اربى الاٰخذ والمعطى فيه سواء۔ رواه مسلم یعنی حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچو سونے کو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے، اور گیہوں کو گیہوں سے، اور جو کو جو سے اور کھجور کو کھجور سے، اور نمک کو نمک سے، برابر برابر، دست بدست، پس جس نے زیادہ دیا، یا زیادہ طلب کیا تو اس نے بیاج کا معاملہ کیا، بیاج لینے والا اور بیاج دینے والا دونوں برابر ہیں، روایت کیا اس کو مسلم نے، ابو سعید خدری کی یہ روایتیں بتاتی ہیں، کہ حدیث مذکور لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰكل الربوا وموكله میں بیاج کھانے والے سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مراد بیاج لینے والا ہے، اور بیاج کھلانے والے سے مراد بیاج دینے والا ہے والروایات یفسر بعضها بعضا

**الحاصل** حدیث مذکور کی یہ تشریح کہ بیاج کھانے والا وہ شخص ہے جو بیاج لیتا ہے اور کھلانے والا وہ شخص ہے جو بیاج دیتا ہے بیع اور حق ہے، اور اس کی دوسری تشریح غلط اور باطل، اور بلا شبہ آخذ اور معطی دونوں گنہ گار ہیں، اور جیسے بیاج لینا حرام ہے، دینا بھی حرام ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم

(الراقم محمد اصغر مبارکپوری مدرس مدرسہ اسلامیہ مبارکپور، اعظم گڈھ)

(اہلحدیث ۴ اپریل ۱۹۱۶ء)

**س**:۔ ایک دوکاندار ایک زانیہ بازاری عورت سے اس کی گائے کا دودھ خرید کر فروخت کرتا ہے، زانیہ نے حرام کی کمائی سے وہ گائے خریدی ہے، اور اس گائے کی پرورش بھی حرام کی کمائی سے کرتی ہے، کیا دوکاندار سے ایسا دودھ خرید کر پینا جائز ہے؟ اور کیا دوکان والے کی آمدنی حلال ہے؟

**ج**:۔ زانیہ سے ایسی چیز کی بیع کرنی جو کسب زنا سے حاصل کی ہو جائز نہیں ہے، مگر اس دودھ فروش سے خریدنے والا شاید اس حکم میں شامل نہ ہو، واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ جون ۱۹۱۹ء)

**شرفیہ**:۔ خریدار اگر بے خبر ہے، تو مضائقہ نہیں، اور اگر اس سے خبردار اور واقف ہے، تو خرید ناجائز نہیں، کہ مال حرام سے ہے (ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

**س**: مسلمان کو قبروں اور مزاروں کے سالانہ عرسوں اور نیز ہندؤوں کے مذہبی میلوں میں تجارت اور خرید و فروخت کی غرض سے جانا جائز ہے یا نہیں؟

**ج**:۔ جہاں شرک یا کسی ناجائز کام کی تائید ہو، وہاں نہ جانا چاہیئے، قرآن مجید میں ارشاد ہے لا تعاونوا علی الاثم والعدوان خرید و فروخت سے بھی ان کو رونق اور مدد پہنچتی ہے

(اہلحدیث امرتسر ۲۶ شوال ۱۳۳۷ھ)

**س**:۔ اکثر ہندو لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی میں سبز پاتل یعنی چھوٹی ساڑیاں شگون نیک سے خریدتے ہیں، اور دلہن کو پہلے رسم شادی میں اس کو استعمال کراتے ہیں، اس لئے سبز پاتل کا بنوانا اور خرید کرنا از روئے شرع کیا حکم ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ج:۔ ساڑیوں کا بیچنا منع نہیں خریدنے والے کی نیت نیک ہو یا بد اس کا اثر بیع پر نہیں جیسے ریشمی کپڑا بیچنا جائز ہے کوئی اسے اپنے استعمال کے لئے خریدے، تو یہ اس کا اپنا فعل ہے
(اہلحدیث ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ)

س:۔ یہاں ساہوکار دو تجارت پیشہ ہندو مسلمان ہیں، ان میں یہ رواج ہے، کہ پارچہ ہویا کریانہ یا غلہ وغیرہ ہوفی منلا دھر یا فی نیم آنہ یا فی سینکڑہ ایک آنہ لیا کرتے ہیں، کہیں دو آنے لیتے ہیں مختلف قسم ہے، ساہوکار دلیل وغیرہ اور مسلمان خیرات و مساجد وغیرہ میں صرف کرتے ہیں، اگر نہ دیں، تو خرید و فروخت میں بحث ہوتی ہے، اور سودا ٹوٹ جاتا ہے، ایسی صورت میں لینا دینا گناہ ہے یا نہیں؟

ج:۔ ایسے معاملات کے متعلق عام اصول آیا ہے۔ المسلمون علی شروطهم جو شرط جائز طریقے سے ہو وہ پوری کرنی چاہیئے، مرقومہ صورت میں جو کاٹ کاٹی جاتی ہے، یہ ایک شرط ہے، جو بائع اور مشتری دونوں کو معلوم ہے، لہٰذا جائز ہے (اہلحدیث ۲۳ ذی الحجہ ۳۷ھ)

س:۔ ایک شخص نے کسی بازاری طوائف سے ایک بکرا قربانی کے لئے خریدا، جو حرام کی کمائی سے پلا ہوا تھا، اس کا بھائی اس کو کہتا ہے، کہ ایسے جانور کی قربانی ناجائز ہے، اس کا جواب وہ یہ دیتا ہے، کہ مسلمان شیر فروش اکثر دودھ طوائفوں سے خرید کرتے ہیں جس کو سب مسلمان پیتے ہیں، اگر دودھ اس طرح پینا جائز ہے، تو اس طرح کا بکرا قربانی میں ذبح کرنا کیوں ناجائز ہے؟ جواب قرآن و حدیث سے مطلوب ہے۔

ج:۔ بکرا مذکور حرام ہے حدیث شریف میں ہے۔ کل لحم نبتت بالسحت فالنار اولی به جو گوشت حرام سے پلا ہو، وہ آگ ہی کے لائق ہے۔

دودھ طوائفوں سے خرید کرنا سمجھ میں نہیں آیا، البتہ طوائفوں کے پاس بیع کیا کرتے ہیں، اگر خرید بھی ہوتا، تو وہ بھی حرام ہے، پھر حرام پر کیوں کر قیاس ہوتا ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ۵ محرم ۳۹ھ)

**شرفیہ:**۔ کل لحم نبتت الخ حدیث دلیل نہیں، بلکہ یہ حدیث دلیل ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن ثمن الکلب و مهر البغی وحلوان الکاهن متفق علیہ (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۴۱) (ابو سعید شرف الدین۔ دہلوی)

س:۔ ایک بازاری عورت فاحشہ جو زنا کی کمائی سے گذارہ کرتی ہے مسجد میں تیل ڈالتی ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کو اپنے گناہوں کا کفارہ خیال کرتی ہے، کیا یہ عمل اس کے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے، اور کیا اس صریحاً ناپاک کمائی کا تیل دوسرے لوگوں کے مسجد میں ڈالے ہوئے تیل میں شامل ہو کر مسجد میں نماز و تلاوت قرآن شریف کے واسطے شرعاً استعمال ہو سکتا ہے؟ کیا امام مسجد یا کوئی اور حاضر الوقت مسلمان اس فاحشہ عورت کو تیل ڈالنے سے روک دے، اور اگر وہ عورت نہ رکے تو ایسی صورت میں متولی مسجد کو کیا کرنا لازم ہے، قرآن و احادیث سے جواب مطلوب ہے اور اس سوال کے جس قدر پہلو یا حصے ہیں، ان میں سے جواب دیتے وقت کوئی بھی نظر انداز نہ کیا جاوے۔

ج: بحکم حدیث مهر البغی خبیث (مشکوۃ باب الکسب) زانیہ کی کمائی حرام ہے، اور بحکم حدیث لا تقبل الا الطیب (ایضاً باب الکسب) حرام کمائی قبول نہیں یعنی اس کا ثواب مطلق کوئی نہیں، دونوں حدیثوں کے ملانے سے نتیجہ نکلتا ہے، کہ ایسے تیل سے انفراداً یا دوسرے سے ملا کر بھی کسی طرح اس کو مسجد میں جلوانا یا اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں، ہر ایک مسلمان شخص کا فاحشہ عورت کو روکنے کا اسی طرح حق ہے، جس طرح کتے اور سور کو مسجد میں آنے سے روکنے کا حق حاصل ہے، اگر نہ رکے، تو متولی اس کے تیل کو نالی میں پھینک دے، جیسے کہ حدیث میں ایک نومسلم کے حق میں آیا ہے، آنحضرت نے فرمایا تھا، کہ تیرا ایمان تو قبول کرتا ہوں تیرا مال قبول نہیں کرتا (اہلحدیث امرتسر ۳ رجب ۱۳۳۷ھ)

س: دو اشخاص اس طرح شراکت میں کام کرتے ہیں، کہ ایک شخص کا محض روپیہ ہے، دوسرا صرف کاروبار کی دیکھ بھال، خرید و فروخت کرتا ہے، نفع و نقصان کا حصہ اسی طرح مقرر ہے فریق اول کا دو تہائی یا نصف مقرر ہے علی ہذا القیاس دوسرے کا ایک تہائی یا نصف ہے اب سوال یہ ہے کہ اس طرح کا کاروبار ہر دو فریق کو جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے، تو کس فریق کو، آیا فریق اول کو یا دوم کو؟

ج: بالاتفاق جائز ہے (اہلحدیث امرتسر ۱۵ اگست ۱۹۳۰ء)

س: اکثر جگہوں پر زندہ جانور کا چمڑا قبل ذبح خرید و فروخت ہوتا ہے، اس طرح کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

ج: یہ بیع جائز نہیں لا تبع ما لیس عندک الحدیث (ترجمہ) جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کی بیع نہ کرو۔ اس صورت کو بھی شامل ہے (۲۳ محرم ۱۳۵۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**س**: زید نے اپنا مکان اپنے چچا عمر کو ہبہ کر دیا، اور قبضہ مالکانہ بھی دے دیا، عرصہ آٹھ سال کے بعد عمر (موہوب) نے مکان بحق خالد بیع رجسٹری کر دیا، اس کے بعد زید نے بھی مکان موہوبہ کسی اور کے حق میں بیع کر دیا، از روئے شرع شریف مکان موہوبہ کا مالک زید ہے یا عمر؟ اور کس کی بیع صحیح ہوئی؟

**ج**: مکان کا مالک موہوبہ ہے، جب کہ وہ با قبضہ مالک بھی ہو چکا ہے، اب واہب کو کوئی اختیار نہیں، کہ اس مکان کو بیع وغیرہ کرے، اور نہ ہی واپس لے سکتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ ہبہ کو واپس لینے والا کتے کی طرح ہے، جو قے کرکے کھا لیتا ہے، واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء)

**س**: ایک شخص اس شرط پر روپیہ دیتا ہے، کہ فی من غلہ یا اور کسی چیز میں مقررہ فی من آٹھ آنے یا چھ آنے کے حساب سے کمیشن لیں گے، روپے دینے کے عوض، اور اس غلہ میں نفع ہو یا نقصان ہو سو ہمارے ذمہ رہا، کیا شرع شریف میں اس قسم کا لین دین جائز ہے؟

**ج**: جائز ہے، کمیشن فروخت کرنے کی دلالی ہے سود نہیں (۲۶ جون ۱۹۳۶ء)

**س**: ایک صاحب اناج کی منڈی رکھتے ہیں، ان کی تجارت کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ اناج لاتے ہیں، اس کو نیلام کر کے اپنی کمیشن کاٹ کر اناج کا روپیہ اپنے پاس سے ادا کر دیتے ہیں، اور اناج کے خریداروں سے اپنی کمیشن بڑھا کر روپیہ وصول کر لیتے ہیں، کیا اس طرح دونوں طرف سے کمیشن لینی جائز ہے (عبد الحکیم)

**ج**: بعض مسائل عرف عام پر مبنی ہوتے ہیں اگر اس منڈی میں دونوں طرف سے کمیشن لینے کا رواج ہے، تو کوئی حرج نہیں ہے، اگر نہیں ہے، تو دو طرف سے نہ لے، بہر حال منڈی کے حالات پر موقوف ہے۔ (اہلحدیث جلد ۴۳ نمبر ۴۴)

**شرفیہ**: صورت مرقومہ میں حکم جواز ثابت نہیں، رہا آڑھت کا معاملہ تو اس کے جواز کی یہ صورت ہے، کہ آڑھتی صاحب سے اپنے مکان دوکان پر مال یا خود صاحب مال کے ٹھہرانے کا کرایہ لے سکتا ہے، کہ معاوضہ مکان کا ہے، ایسے ہی تلوائی مال کا معاوضہ یا کسی چیز تھیلہ وغیرہ کے منگوا کر بوریوں وغیرہ میں بھروانے لدوانے کا انتظام کرنا وغیرہ کی اجرت لے سکتا ہے، جو شرعاً جائز ہے، مگر یہ سب مال والے سے ہے، کہ تول جوکھ مالک مکان کے ذمہ ہے، بحکم حدیث

اذا ابتعت فاکتل واذا بعت فکل رواہ احمد قال فی مجمع الزوائد اسنادہ حسن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کذا فی النیل ج ۵ ص ۱۲۶ اب اس اجرت کا نام کمیشن رکھ لو یا اجرت وکرایہ، الغرض یہ جائز ہے اور مشتری سے کمیشن یا اجرت لینا جائز نہیں، ہاں اگر مشتری کو بھی اپنی دوکان، مکان پر ٹھہرانے یا مال لدوانے، بوریوں یا تھیلوں وغیرہ میں رکھوانا، یا اور کسی قسم کا انتظام کرنا ہو تو اس سے ان امور کا معاوضہ واجرت لینی جائز ہے، ورنہ نہیں، واللہ اعلم (ابوسعید شرف الدین، دہلوی)

**س**:۔ آج کل جو دوکاندار بازار سے چیزیں خرید کر محلہ کی دوکانوں میں فروخت کرتے ہیں، اس طریقہ پر کہ بازار (منڈی) سے سستا لیتے ہیں، اور اپنی دوکان پر مہنگا بیچتے ہیں مثلاً بازار سے دس سیر چیز خرید کر دوکان پر ۸ سیر فی روپیہ بیچتے ہیں، اور اس چیز کا نرخ بازار میں دس سیر فی روپیہ ہے، اس حالت میں ان کا بازار کے نرخ سے نقدی پر کم دینا جائز ہے یا سود ہے، ہر دو مسائل کا جواب تسلی بخش عنایت فرما دیں۔

(اس طرح) زید ایک دوکاندار ہے، گندم کا بازار ۲۰ سیر فی روپیہ نقد ہے، مگر جب بکر زید سے نقد گندم لینے آتا ہے، تو زید اس کو پورے بیس سیر گندم دیتا ہے، اور جب بکر اس سے ادھار گندم لینے آتا ہے، تو فی روپیہ ادھار پر ۱۶ سولہ سیر گندم دیتا ہے، تو یہ چار سیر کی کمی سود ہوگی یا نہیں؟ (غلام محمد ڈار گوجرانوالہ)

**ج**:۔ دونوں صورتیں جائز ہیں، نیل الاوطار جلد ۵ ص ۱۲ ملاحظہ ہو، ہاں یہ ضروری ہے کہ بھاؤ بتلانے میں دھوکہ نہ کرے، بلکہ صاف صاف کہے، یعنی یہ نہ کہے کہ منڈی میں بھی یہی بھاؤ ہے بلکہ صاف کہے یہ بھاؤ دوں گا خریدار کی مرضی ہو لے یا نہ لے (۱۹ فروری سنہ ۱۵ء)

**تشریح**

ایسی بیع جائز ہے۔ لعموم الادلۃ القاضیۃ بجوازہ کقولہ تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربوا وقولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم وغیر ذلک من النصوص قال فی النیل ص ۱۳ جلد ۵ وہو مذہب الشافعیۃ والحنفیۃ والجمہور الخ ومن قال یحرم بیع الشیٔ باکثر من سعر یومہ لاجل النسأ تمسک بحدیث ابی ہریرۃ مرفوعا من باع بیعتین فی بیعۃ فلہ اوکسہما او الربا رواہ ابوداود۔ وفیہ ان فی اسنادہ محمد بن عمرو بن علقمۃ قال فی النیل ص ۱۲ جلد ۵ وقد تکلم فیہ غیر واحد قال المنذری والمشہور عنہ من روایۃ الدراوردی ومحمد بن عبد اللہ الانصاری انہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیعتین فی بیعۃ قال ص ۱۳ ج ۵ ولا حجۃ فیہ علی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



المطلوب ولو سلمنا ان تلک الروایۃ التی تفرد بھا ذلک الراوی صالحۃ للاحتجاج لکان احتمالھا التفسیر خارج عن محل النزاع کما سلف ص ۱۲ ج ۵ عن ابن رسلان وھو ان یسلفہ دینارا فی قفیز حنطۃ الی شھر فلما حل الاجل طالبہ بالحنطۃ قال بعنی القفیز الذی لک علی الی شھرین بقفیزین نصار ذلک بیعتین فی بیعۃ لان البیع الثانی قد دخل علی الاول فیرد الیہ اوکسھما وھو الاول کذا فی شرح السنن لابن رسلان) فالحاصل الاستدلال بھا علی المتنازع فیہ علی ان غایۃ ما فیھا الدلالۃ علی المنع من البیع اذا وقع علی ھذہ الصورۃ وھی ان یقول نقدا بکذا او نسیئۃ بکذا لا اذا قال من اول الامر نسیئۃ بکذا فقط وکان اکثر من سعر یومہ مع ان المتمسکین بھذہ الروایۃ یمنعون من ھذہ الصورۃ ولا یدل الحدیث علی ذلک فالدلیل اخص من الدعوی وقد جمعنا رسالۃ فی ھذہ المسئلۃ وسمیناھا شفاء الغلل فی حکم زیادۃ الثمن لمجرد الاجل وحققناھا تحقیقا لم نسبق الیہ، واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد اللہ | سید محمد نذیر حسین | (فتاوی نذیریہ ص ۲ ج ۲)

**س** :۔ زید بیس روپے کو سوت خریدتا ہے، اور بکر کے ہاتھ ادھار اکیس روپے کو بیچتا ہے، اور روپیہ دینے کی کوئی مدت معین نہیں کرتا، جب بکر مال یعنی کپڑا تیار کر کے فروخت کر لیتا ہے، تو روپیہ خرید کا ادا کرتا ہے (دوسری صورت) زید مندرجہ بالا صورت کے مطابق سوت بکر کو دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کچھ روپیہ بھی ادھار ہی دیتا ہے، جب بکر مال تیار کر لیتا ہے، تو تمامی مال زید کے گھر دے آتا ہے، زید اس کو فروخت کر کے اپنا تمام روپیہ لے لیتا ہے، اور بقایا منافع بکر کو دے دیتا ہے آیا ان صورتوں کے مطابق بیع جائز ہے یا نہیں؟

**ج** :۔ صورت مرقومہ جائز ہے، منع کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، مگر بحکم قرآن مجید مدت مقررہ کی تحریر ہونی چاہیئے۔ لقولہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ (پ ۳ س بقرہ) واللہ اعلم عند اللہ (اہلحدیث جلد ۱۰، ص ۳۷)

**س** :۔ سرکاری وغیر سرکاری بینکوں و پوسٹ آفس سیونگ بینک کا سود اہل اسلام کے لئے شرع محمدی کے مطابق جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے، تو سودی رقوم کا مصرف فتوی شرعیہ کے مطابق کیا ہونا چاہیئے؟ (ملک ہدایت اللہ خاں سوہدری)

**ج** :۔ بارہا بتایا گیا ہے روپیہ بغرض حفاظت ان بینکوں میں رکھا جائے، تو حسب قاعدہ جو اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پرائز بانڈ ملے بعض علماء (مثل دیو بند، مفتی جمعیۃ العلماء دہلی مرحوم، مفتی مسجد چینیاں لاہور وغیرہ) جائز رکھتے ہیں، جمہور علماء ناجائز (الحدیث ۱۴ اپریل ۱۹۳۳ء)

**شرفیہ**:۔ بینک یا ڈاک خانہ میں جو لوگ اپنا روپیہ جمع کر کے ان سے نفع لیتے ہیں، یہ قطعاً جائز نہیں حرام ہے، اس لئے کہ بینک والے اس روپیہ کو سود پر چلاتے ہیں، اور ان کا حساب کر کے جتنا سود ہیں سے اس کا حصہ نکلتا ہے دیتے ہیں، اور سود حرام ہے، اور بحکم لا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیۃ (پ۶ع۵) اگر کوئی نفع نہ بھی لے، تب بھی حرام ہے، تعاون علی الاثم ہے، لہٰذا مفتیوں کے فتاوی مذکورہ باطل ہیں، اور الظاہر یہ ترکیب بنفقت سے باطل ہے اس لئے کہ قیاس مع الفارق ہے، سواری کا جانور یلا غذا ہلاک ہو جاتا ہے، بخلاف ارض زمین کے کہ بلا جوتنے کے اور عمدہ ہو جاتی ہے، اور نیز زمین سے بعد استعمال قرض سے دوگنا چوگنا سے زائد حاصل ہوتا ہے، اس کو محسوب کرنا لازم ہے۔ کما فی الحدیث، ملاحظہ ہو فتاوی نذیریہ

**تشریح** از قلم خطیب الاسلام مولانا عبد الرؤف خانصاحب رحمانی جھنڈے نگری

اسلام میں سود لینا، سود دینا، سود کے کاغذات مرتب کرنا، اور سود کی شہادتیں دینا تک حرام ہے، اور سود خوار کی وہی پوزیشن ہے جو ایک زانی، شرابی اور قمار بازکی ہوتی ہے لیکن یورپ سے جب بینک کی بیماری ہندوستان پہنچی، تو ہم مسلمانوں نے بھی اسی طرح اس کا خیر مقدم کیا جس طرح اور قوموں نے کیا، ہم نے بھی دوسری غیر مسلم جماعتوں کی طرح سود کا لین دین شروع کر دیا، اقبال ہمارے اس کافرانہ نظام کے قبول کرنے پر لکھتے ہیں ؎

چنیں دور آسمان کم دیدہ باشد | کہ جبریل امین را دل خراشد
بنا کردند خوش دیرے کہ ایں جا | پرستند مومن و کافر تراشد

کافر فاسد نظریات گھڑتا ہے، اور مسلمان اس فاسد نظام زندگی کا عملاً پجاری بنتا ہے، اکثر علماء نے اس نظام کی مخالفت بھی کی لیکن مسلمانوں نے اپنے زعم میں کسی کی بھی پرواہ نہ کی، اور برابر سود کا کاروبار کرتے رہے، مگر اس میں وہی سیاسی الجھنیں پیدا ہو گئیں، جو دوسرے سیاسی مسائل میں پیدا ہوتی ہیں، یعنی مسلمانوں میں سود دینے والے زیادہ ہیں، اور لینے والے کم اس طرح مسلمانوں کا اداکیا ہوا سود غیر مسلموں کے پاس جانے لگا، تو اسے صرف مسلمانوں تک محدود رکھنے کے لئے "مسلم بینک" قائم کیا گیا، حالانکہ لفظ مسلم کو بینک سے اتنی ہی ضد ہے جتنی کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


لفظ "شمس" کو لفظ "لیل" سے لیکن ہم نے آج تک "شمس اللیل" کا وجود نہیں دیکھا، اور نہ ہی قیامت تک دیکھ سکیں گے لیکن "مسلم بینک" کا وجود ضرور دنیا کو دکھا دیا، جس کا واحد مقصد مسلم غرباء سے سود وصول کر کے مسلم امراء کے خزانہ میں بھرنا ہے، اور اس طرح ہم نے کھلم کھلا اسلام اور سود کا ایک خود ساختہ مقدس اتحاد دنیا کو دکھلا دیا۔ عقلی نقطہ نظر سے اور مشاہدات اور تجربات کے لحاظ سے یہ سود لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات ہے، اقبال نے خوب لکھا ہے ؎

سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے

علامہ اقبال اس سود کو لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات کا مترادف سمجھتے ہیں، اب سنیئے ایک اور خطرہ بھی اس سلسلہ میں درپیش ہے، اور یہ خطرہ بھی یقینی ہے، شریعت اسلام میں سود، شراب زنا، قمار بازی وغیرہ کا مرتبہ بحیثیت حرمت تقریباً برابر ہی ہے لیکن آج جب کہ یورپ نے سود کو عام کر دیا، اور قانوناً اس کے لئے جواز مہیا کر دیا، تو ہم نے فخر کے ساتھ "مسلم بینک" قائم کر دیا، اور اگر کل کو یورپ کے سرمایہ داروں نے اپنی عیاشی اور سرمایہ داری کی افزائش کے لئے شراب نوشی، زناکاری، قمار بازی وغیرہ کے لئے بھی قانونی جواز مہیا کر دیا، تو "مسلم شراب خانہ" "مسلم زناخانہ" اور "مسلم قمار خانہ" کے قیام پر بھی فخر ہونے لگے گا (معاذ اللہ) کیونکہ ہم یورپ کی سرمایہ داری کو قبول کر چکے ہیں، اور اسلام کا لفظ تو ہم کو ورثہ میں مل ہی چکا ہے، اور اس کے استعمال سے ہم کو کوئی روکنے والا نہیں، اکبر الہ آبادی نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں لکھا ہے

جو جی میں آئے آپ وہ کام کیجیے بس انجمن میں دعویٰ اسلام کیجیے

بہر حال "مسلم بینک" کا واحد مقصد مفلوک الحال غریب لوگوں کو روپیہ قرض دے کر سود ہی وصول کرنا ہے، اور چونکہ ہر مسلم بینک کو بھی ایک مضبوط قانونی طاقت حاصل ہے، جو غریب کاشتکاروں سے وصول کے وقت ہر ممکن طریقہ اختیار کر لیتی ہے، اور مفلس کاشتکار جو دانہ دانہ کو محتاج ہوتا ہے، اپنی زمین، مکان، مویشی وغیرہ گرو رکھ کر یا بیچ کر اس سود کو ادا کرتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو وہ یہاں تک مجبور ہو جاتا ہے، کہ وہ اپنی اولاد کو بھی گرو رکھنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے،

اقبال نے ایسے ہی مفلوک، غریب اور مظلوم کاشتکاروں کے متعلق لکھا ہے ؎

دہقاں ہے کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمیں ہے

جاں بھی گرو غیر بدن بھی گرو غیر افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے

(مصباح بابت رجب و شعبان ۱۳۷۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ